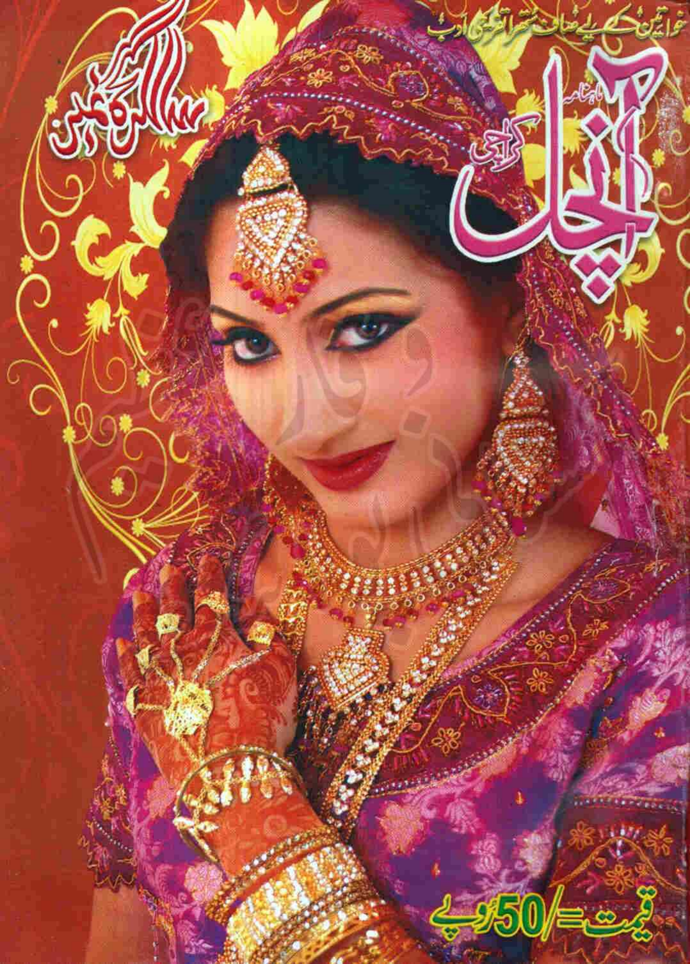
خواتین کے لیے صاف ستھرا ادبی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
سالگرہ نمبر
قیمت =/50 روپے

ابتدائیہ

سرگوشیاں	مدیرہ	10
حمد	خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ	11
نعت	قیوم نظر	11
در جواب آں	مدیرہ	12

دانش کدہ

امام اعظم ابو حنیفہؒ	مشتاق احمد قریشی	16

ہمارا آنچل

سدرۃ المنتہیٰ / نیناں شاہ	ملیحہ احمد	20
مقدس رباب / شفق راجپوت		

سروے

آنچل کے ہمراہ	ادارہ	31

سلسلہ وار ناول

بھیگی پلکوں پر	اقرأ صغیر احمد	60
اور کچھ خواب	عشنا کوثر سردار	98
پتھروں کی پلکوں پر	نازیہ کنول نازی	134

بہنوں کی عدالت

عفت سحر طاہر	ادارہ	26

سالگرہ اسپیشل

آنچل	حمیرا علی	198
آنچل کی سالگرہ	فرح طاہر قریشی	206
آنچل کی غزل	نامعلوم	210

ناول

تیرے ہمراہ چلنا ہے	عفت سحر طاہر	38

ناولٹ

میرا ہرجائی صنم	نازیہ فاطمہ رضوی	160

افسانہ

سرپرائز	عمیرا احمد	82
چوٹ	عروسہ عالم	90
فنکار	اریشہ غزل	124
محبت یوں بھی ملتی ہے	نزہت جبیں ضیاء	178
بھنور	سعدیہ غزل	188

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

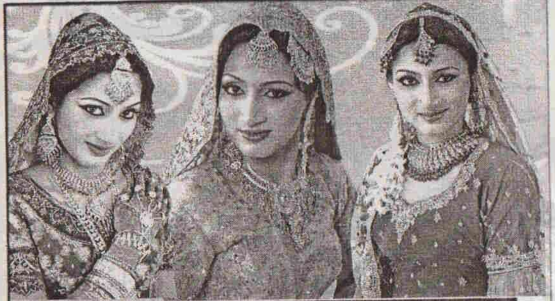

سرورق: ورداعلی ...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر ...... عکاسی: منصور اے خان

مستقل سلسلے

روحانی مسائل کا حل	حافظ شبیر احمد	212	بیاض دل	میمونہ تاج	234
آپ کی شخصیت	اے ایس صدیقی	219	یادگار لمحے	جویریہ طاہر	236
آپ کی صحت	ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا	221	آئینہ	شہلا عامر	240
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	225	دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	247
بیوٹی گائیڈ	روبین احمد	228	ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	252
غزلیں نظمیں	ایمان وقار	230	کام کی باتیں	حنا احمد	255
تندرستی نعمت	لبابہ احمد	257			

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنی حکومت کسی عورت کے سپرد کردی ہو۔“ (ترمذی۔ نسائی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اپریل ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

آنچل کی چونتیسویں سال گرہ مبارک ہو

آج جب میں پیچھے پلٹ کر دیکھتی ہوں تو گزرے ہوئے ان تینتیس سالوں میں ہم نے کیا کچھ کھویا اور کیا کچھ پایا ہے۔ سب سے پہلے ہمارے محترم اور محرک ابن صفی صاحب ہم سے بچھڑ گئے۔ اس کے بعد ہماری اور آپ کی مدیرہ محترمہ سلمٰی کنول ہمیں داغِ مفارقت دے گئیں' پھر بانی مدیرہ زیب النساء بھی ہم سے رخصت ہوکر عالمِ خلد کو سدھاریں اور اب آخر میں میری بہت پیاری بہن مدیرہ آنچل فرحت آرا ہمیں چھوڑ کر جنت نشین ہوگئیں۔ گزشتہ تینتیس برسوں کا یہ سفر بڑا کٹھن اور مشکل رہا لیکن اس سفر میں بہت سی بڑی اچھی اچھی لکھنے والی بہنیں بابل کے گھر جا بسیں اور قلم سے رشتہ توڑ کر چولہا چکی کو سنبھال بیٹھیں تو کچھ لکھنے والی بہنیں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں لیکن آپ کا یہ قافلہ بغیر کسی رکاوٹ یا کسی وقفے کے مسلسل آپ کی محبتوں' چاہتوں اور عنایتوں کے سہارے آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ الحمدللہ آج میں آپ کے آنچل کی چونتیسویں سال گرہ کا شمارہ لے کر حاضر ہورہی ہوں۔ بہنوں کی محبتوں' تعاون نے ہی آنچل کو آج اس مقام پر پہنچایا ہے یقیناً یہ آپ کی محبتوں کا ہی ثمر ہے۔ امید ہے کہ آپ اپنے بھرپور تعاون اور شفقت سے اسی طرح ہمارے حوصلے بلند رکھیں گی اور ہماری رہنمائی کا فریضہ بھی ادا کرتی رہیں گی۔ میں اُن تمام ہی بہنوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے سال گرہ کی مبارک باد کے خطوط ارسال کیے اور اپنے جذبات و احساسات کی بھرپور عکاسی کی ہے اور اُن تمام قاری بہنوں کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جو آنچل کو بہت ذوق وشوق سے پڑھتی ہیں مگر ہماری خاموش حمایتی اور سرپرست ہیں اُن کے جذبات واحساسات بھی ہمیں آنچل کی روز بروز بڑھتی مانگ کے ذریعہ ملتے رہتے ہیں۔ امید کرتی ہوں کہ بہنیں اپنے آنچل کو سجانے سنوارنے میں میرا اسی طرح ہاتھ بٹاتی رہیں گی۔ میں آپ سب کو اپنے دل کے قریب' بہت ہی قریب محسوس کرتی ہوں۔ آنچل کی یہ سال گرہ آپ سب کو بھی بہت بہت مبارک ہو۔

آئندہ شمارہ سالگرہ نمبر دو ہوگا' جس میں آپ اپنی پسندیدہ مصنفات کے افسانے پڑھ سکیں گی اور اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال کریں۔

اس ماہ کے ستارے

☆سرپرائز — عمیرا احمد پہلی بار خوبصورت افسانے کے ساتھ شریک محفل ہیں۔

☆چوٹ — عروسہ عالم کا سبق آموز افسانہ۔

☆فنکار — اریشہ غزل کا آج کی نسل کو راہِ ہدایت دیتا افسانہ۔

☆میرا ہرجائی صنم — نادیہ فاطمہ رضوی ایک بہت ہی رومانٹک ناولٹ۔

☆محبت یوں بھی ملتی ہے — نزہت جبیں اپنے مخصوص پیرائے میں شریک محفل ہیں۔

☆بھنور — سعدیہ غزل بھنور کا احوال پیش کررہی ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو

قیصر آرا

حمد

ظاہر مطیع و باطن ذاکر مدام تیرا
زندہ رہوں الٰہی ہو کر تمام تیرا
چھوڑوں نہ زندگی بھر پابندیٔ شریعت
ہو مثل زلف دلبر مرغوب دام تیرا
باطن میں میرے یا رب بس جائے یاد تیری
ہر دم رہے حضوری دل ہو مقام تیرا
مونس ہو میری جاں کی فکرِ مدام تیری
ہمدم ہو میرے دل کا فکرِ دوام تیرا
دل کو لگی رہے دھن' لیل و نہار تیری
مذکور ہو زباں پر ہر صبح و شام تیرا
مورد رہے یہ ہر دم تیری تجلیوں کا
ہوجائے قلب میرا بیت الحرام تیرا
سینہ میں ہو منقش یا رب کتاب تیری
جاری رہے زباں پر ہر دم کلام تیرا
ہے اب تو یہ تمنا اس طرح عمر گزرے
ہر وقت تیرا دھندا ہر وقت کام تیرا
دنیا سے اس طرح ہو رخصت غلام تیرا
ہو دل میں یاد تیری ہو لب پہ نام تیرا
ہر ماسوا سے غافل شوق لقا میں تیرے
ہو جان و دل سے حاضر سن کر پیام تیرا
دونوں جہاں میں مجھ کو مطلوب تو ہی تو ہو
ہو پختہ کار وحدت مجذوب خام تیرا

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

نعت

ہر ذرّہ کائنات کا گرداں ہے اس لیے
ہر لحظہ گنگنائے فضا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

راہِ طلب میں اشک رواں ہیں زُباں خموش
ہر سانس کی مگر ہے صدا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

عشق رسول ﷺ' قصد مدینہ' وفورِ شوق
اس کارواں کو بانگِ درا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

سوز و تپ فراق کی تلخی کا ذکر کیا
لائی لبوں پہ تازہ ہوا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

دل کو ملا سکون ہوئی روح مطمئن
ہر غم سے لے گئی ہے ورا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

بخشش کو اپنی لایا ہوں اِک نسخۂ وفا
پڑھتا اُٹھوں گا روزِ جزا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

قیوم نظر

درِ جوابِ آں

مدیرہ

شمیم ناز صدیقی.........کراچی

ڈیئر شمیم سلامت رہو! اللہ ربّ العزت سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو مکمل صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین۔ بہار نمبر پسند کرنے کا بہت شکریہ یہ سب آپ بہنوں کی چاہت و پیار کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم یہ سب کر پاتے ہیں۔ کہانی ابھی پڑھی نہیں۔ اپنا بہت خیال رکھیں اللہ کریم آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔

تمثیلہ زاہد.........کراچی

پیاری تمثیلہ، خوش رہو۔ آپ کا نام آنچل اور ہمارے لیے کوئی نیا نہیں، آپ کے حالات پڑھ کر ہم اندازہ کرسکتے ہیں اور آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو بھی کہ ربّ کریم آپ کے بھائی کی مغفرت کرے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین۔ قارئین سے بھی التماس ہے کہ آپ کے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ آنچل کے صفحات آپ کی نگارشات کے منتظر رہیں گے اپنا بہت خیال رکھیں۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

ثناء حسین گل.........شجاع آباد

بیٹی ثناء، سدا خوش رہو۔ آپ ہم کو ماں جی کہہ سکتی ہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور اللہ ربّ العزت آپ کو ہر امتحان و میدان میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین۔ نازیہ کنول نازی کی والدہ کی طبیعت اب بہتر ہے آپ دعا کیجیے کہ وہ مکمل صحت یاب ہوجائیں اور ان کا اور ہر ماں کا سایہ ان کے بچوں پر بنا رہے آمین۔

عابدہ نسیم.........چیچہ وطنی

اچھی عابدہ، خوش رہو۔ کراچی کے موسم کا کیا پوچھتی ہو گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہا ہے پل میں تولہ تو پل میں ماشہ کسی کروٹ بیٹھ ہی نہیں رہا اب کیا بتائیں آپ سمجھ ہی گئی ہوگئی ہوں گی۔ ربّ کریم سے دعا ہے کہ وہ آپ کو بی ایڈ کے امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی عطا فرمائے آمین۔ آپ کی ارسال کردہ چیزیں متعلقہ شعبوں میں بھیج دی گئی ہیں جہاں باری آنے پر شائع کردی جائیں گی اب خوش ہیں نا کہ آپ کے خط کا جواب ہم نے دے دیا۔

فصیحہ آصف خان.........ملتان

اچھی فصیحہ، سدا شاد و آباد رہو۔ آپ نے صحیح کہا آپ کا نام ہمارے لیے ہی نہیں آنچل کے لیے بھی نیا نہیں آنچل سے آپ کا بہت ہی گہرا تعلق ہے یہ بات بخوبی جانتے ہیں آپ کی آمد کافی عرصے بعد ہوئی ہے وہ بھی ایک کہانی کے ساتھ ان شاء اللہ آنچل کے سالگرہ نمبر دو سے فارغ ہوتے ہی آپ کی کہانی پڑھ لیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

علینا لیزا.........اوکاڑہ

ڈیئر علینا، سلامت رہو۔ آپ اپنی کہانیاں دفتر کے پتے پر ارسال کریں اور دفتر کا وہی پتا ہے جو آپ نے لکھا ہے ویسے تو پوسٹ بکس پر بھی بھیجی جاسکتی ہیں اور کتنے دنوں میں مل جاتی ہیں یہ تو ہم بتا ہی نہیں سکتے کیونکہ ڈاک خانے والے جب پہنچادیں۔ اب امید واثق ہے کہ آپ کی ساری الجھنیں دور ہوچکی ہوں گی۔ آپ کی تمام چیزیں ان کے شعبوں تک پہنچادی گئی ہیں جو باری آنے پر لگادی جائیں گی۔

نگہت غفار.........کراچی

ڈیئر نگہت۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ آپ کو صبر وصحت عطا فرمائے اور آپ کی مشکلات کو آسان فرمائے آمین۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے ابھی پڑھی نہیں گئی ان شاء اللہ جلد ہی سال گرہ نمبر دو سے فراغت کے بعد پڑھ کر ان ہی صفحات پر آپ کو بتادیا جائے گا دعاؤں کے لیے ربّ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

عطیہ جاوید.........لاہور

اچھی عطیہ، شاد و آباد رہو۔ آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید اور آپ کو کہانیاں بھیجنے کے لیے کسی بھی اجازت کی ضرورت نہیں یہ آپ سب بہنوں کا اپنا رسالہ ہے اس میں جب جو چاہیں وہ بھیج سکتی ہیں۔ آپ نے جو کہانیاں لکھی ہیں وہ ادارے کو ارسال کردیجیے وہ تو پڑھ کر ہی بتاسکیں گے کہ قابل اشاعت ہیں کہ نہیں۔ آپ کے جذبات فرحت آپا کے لیے قابل قدر ہیں۔ ربّ کریم آپ کو بی اے کے امتحان میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

زیڈ این پاکیزہ.........چکوال

اچھی پاکیزہ، خوش رہو۔ ارے آپ نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ ہم اور وہ بھی آپ سے غیریت برتیں ناممکن سی بات ہے آپ کی نگارشات تو آنچل کے صفحات پر وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں اور آپ نے صحیح کہا کہ شکوہ وشکایت اپنوں سے ہی کی جاتی ہیں۔ آپ کا افسانہ ابھی پڑھا نہیں سالگرہ نمبر دو سے فراغت پاتے ہی موصول ہونے والی کہانیاں پڑھیں گے اور پھر آپ کو انہی صفحات پر بتادیں گے اب خوش۔

مہر گل.........کراچی

اچھی گل، سلامت رہو۔ آپ نے یہ کیا بات لکھ دی کہ بڑی بڑی مصنفات کے سامنے نئے لکھنے والوں کو کوئی توجہ نہیں دی جاتی، غلط یہ جو بڑی بڑی مصنفات ہیں جن کا تذکرہ آپ نے کیا ہے یہ بھی کبھی آپ ہی کی طرح نئے لکھنے والوں کی صف میں تھیں اپنی لگن، محنت اور ثابت قدمی کے باعث آج اس مقام پر ہیں ان مصنفات کی بھی شروع شروع میں کئی کہانیاں رد ہوئی ہوں گی مگر سچی لگن کے ساتھ وہ مایوس نہیں ہوئیں اور ثابت قدمی سے ڈٹی رہیں تو اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ مایوسی تو ویسے بھی کفر ہے یہ سب باتیں آپ کے لیے اور آپ جیسی اور بھی بہت سی بہنوں کے لیے ہیں ان باتوں کو پلو سے باندھ رکھیں ان شاء اللہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

ڈاکٹر عالیہ نقوی.........مظفر گڑھ

اچھی ڈاکٹر، خوش رہو۔ آپ کے شوق اور ذوق کا پڑھ کر حیرت کے ساتھ ساتھ اچھا بھی لگا بقول شخصے ڈاکٹری ایک خشک مضمون ہے اور آپ نے اس کو اپنا پروفیشن بنایا اور شوق آپ کو اردو ادب کا ہے تو ہوئی نا حیرت کی بات دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں میدانوں میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ آپ کی کہانی منتخب ہوگئی ہے مگر شائع ہونے میں وقت لگے گا لہٰذا انتظار فرمائیے۔

غزل ناز.........کراچی

پیاری بھتیجی سدا خوش رہو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کی مما کا پڑھ کر بے اختیار دل سے بہت سی دعائیں نکلی کہ ربّ کریم ان کو مکمل صحت وتندرستی عطا فرمائے اور ان کا سایہ آپ کے سروں پر قائم رکھے آمین قارئین آپ سب بھی غزل کی والدہ کے لیے خصوصی دعائے صحت کریں جس کا اجر آپ کو ربّ کریم عطا فرمائے گا۔ ہم آپ کو ویسے ہی بہت دعا دیتے رہیں گے آپ ملنے نہ آئیں کیونکہ کراچی کے حالات کا آپ کو بخوبی اندازہ ہے ہی اور آپ کو جب بھی باتیں کرنی ہوں تو ہم کو خط لکھ دیا کریں ہم جواب دے دیا کریں گے اب تو خوش ہیں نا بڑا سا جواب دے دیا۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے، آمین

شبانہ نور.........سلیانہ

ڈیئر نور، سلامت رہو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ یہ تو اچھی بات ہے کہ آنچل آپ کا دوست اور ہمراز ہے۔ آپ کے خط میں کوئی بھی جواب طلب بات نہیں مگر صرف آپ کی خوشی کے لیے خط کا جواب دے رہے ہیں۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

مہرین منظور.........نامعلوم

پیاری مہرین، خوش رہو۔ کیا بات لکھ دی آپ نے کہ ہم صرف جان پہچان کے قارئین یا نئی لکھنے والیوں

کو ہی جگہ دیتے ہیں۔ یہ تو غلط بات ہے ہمارے لیے تو تمام قارئین اور نئی لکھنے والی بہنیں سب برابر ہیں ہم بلا امتیاز سب کو ایک جیسا مقام دیتے ہیں آپ کا شکوہ بیجا ہے یہ بات آپ کو ہم سے زیادہ قارئین بہنیں بتائیں گی اور ہمیں آپ کی کوئی بھی بات بری نہیں لگی آپ کا حق ہے جو آپ چاہے کہہ سکتی ہیں۔

اسماء کرن.........کلورکوٹ

اچھی اسماء سلامت رہو۔ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے تمام نیک مقاصد میں کامیاب فرمائے آمین اور ان سطور کے ذریعے تمام قارئین تک آپ کی درخواست پہنچائی جارہی ہے کہ تمام قارئین آپ کے حق میں خصوصی دعا کریں۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

فریحہ شبیر.........شاہ نکڈر

ڈیئر فریحہ' سدا خوش رہو۔ جی آپ نے بجا فرمایا کہ آخر ملک تو اپنا ہی ہے اور ہم کو ہی اس کا خیال رکھنا ہے کوئی باہر سے تو آنے سے رہا۔ آپ کو سالگرہ کی بہت بہت مبارک خوش رہیں' آباد و شاد رہیں۔ آنچل کے لیے آپ کے جذبات قارئین تک پہنچا رہے ہیں۔

کرم اپنا خدا تجھ پہ سدا رکھے
ہر ایک طوفان سے تجھ کو بچا رکھے
تو بولے تو ہر ایک کا دل جیت لے
خدا ایسے الفاظ تیرے ہونٹوں پہ سدا رکھے

آمین۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

رشک حبیبہ.........کراچی

اچھی حبیبہ' سدا آباد رہو۔

بلا کی افراتفری ہے ہماری ذات میں لیکن
ہم اتنی بے دھیانی میں بھی تیرا دھیان رکھتے ہیں

مختصر سے خط میں اتنا کچھ کہہ دیا واہ کیا بات ہے آپ کی نایابی فرصت میں ہمارا یہ مشورہ پلو سے باندھ رکھیں گا کہ اپنی صحت پر پوری پوری توجہ مبذول رہے۔

دعاؤں کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

سلمیٰ غزل.........لاہور

ڈیئر سلمیٰ' سلامت رہو۔ آپ کے خط پڑھ کے نہایت ہی خوشی ہوئی کہ آپ سب بہن بھائیوں کو ادب سے لگاؤ ہے اور آپ سب ابن صفی اور خصوصاً آپ نے سلمیٰ کنول کے سارے ناولز پڑھ رکھے ہیں۔ بہن ہم ٹی وی نہیں دیکھتے اور نہ ہی نیٹ استعمال کرتے ہیں آپ نے اپنے ڈرامے کا بتایا اس کی بھی آپ کو مبارک باد۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے سالگرہ نمبر دوسے فراغت کے بعد پڑھ لیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

بینا عالیہ.........لاہور

ڈیئر بینا' آباد رہو۔ آپ نے صحیح کہا کہ ہر مصنفہ کا اپنا انداز تحریر ہوتا ہے اور ہم اس انداز تحریر کو تبدیلی نہیں کرتے اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ آپ کے شکوہ پڑھ کر حیرت ہوئی کیونکہ ہم کہانی میں وہی تبدیلی کرتے ہیں جو انتہائی ضروری ہو غیر ضروری تبدیلی ہم خود بھی نہیں کرتے اگر ہم پوری کہانی کو تبدیل کرنے لگے تو پھر ایک ماہ میں بھی آنچل مارکیٹ میں نہیں دے پائیں گے۔

ذشے خان ذشی.........کہوٹہ

پیاری ذشی' خوش رہو۔ ہم کیوں برا مانیں گے آپ کی بات کا ہمیں آپ سب بہنوں کی کوئی بھی بات بری نہیں لگتی کیوں کہ آپ سب اپنی جو ہیں اور اپنوں کی بات کا کیسے برا مانا جا سکتا ہے۔ آپ کے حالات پڑھ کر بخوبی اندازہ ہوگیا ہے کہ آپ کن دشواریوں سے گزر کر آنچل میں شرکت کرتی ہیں ہم تو صرف آپ کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں اور آپ کی ارسال کردہ تمام چیزیں ان کے شعبوں تک پہنچا دی گئی ہیں آگے آپ کی قسمت۔

مہناز نجم.........حیدر آباد

پیاری مہناز' خوش رہو۔ آپ کو افسانہ لکھنے یا کوئی بھی چیز لکھنے کے لیے کسی کی بھی اجازت کی ضرورت نہیں ہے یہ آپ کا اپنا رسالہ ہے آپ کو کہانی لکھنے کے لیے چند ضروری ہدایات ان ہی صفحات کے آخر میں لگے بکس سے مل سکتی ہیں۔ ایک اچھا لکھاری بننے کے لیے آپ کو بہت سا پڑھنا پڑے گا بڑی بڑی مصنفات کی کہانیاں بغور پڑھیے اور اس کے بعد افسانے پر طبع آزمائی کریں۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

مشترکہ جوابات

ارم شہزادی' ڈی جی خان۔ اچھا اب کان چھوڑ دیں ورنہ آپ کہیں گی کہ آپی کی وجہ سے کان میں درد ہوگیا پھر وہی غلطی لال رنگ سے خط لکھ دیا اف۔ **ایمن وفا' جھڈو۔** لیجیے آپ کے خط کا جواب حاضر ہے جب کہ اس میں کوئی جواب طلب بات نہیں ہے۔ **ماریہ شبیر' نامعلوم۔** پہلی بار آمد پر خوش آمدید کہتے ہیں آپ کی کہانیاں ابھی پڑھی نہیں گئیں پڑھ کر انہی صفحات پر جواب دے دیا جائے گا۔ **کومل رباب' لاہور۔** لیجیے آپ کے خط کا جواب حاضر جب کہ کوئی جواب طلب بات نہیں ہے اب تو خوش۔ **فاریہ بتول' لالہ' موسیٰ۔** آنچل پسندیدگی کا شکریہ آج آنچل جہاں پر بھی ہے وہ آپ سب کی محبتوں کی وجہ سے ہے آپ کی کہانی جلد ہی پڑھ کر انہی صفحات پر جواب دے دیا جائے گا۔ **دیا آفرین' شاہدرہ۔** لیجیے آپ کے خط کا جواب حاضر ہے آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ **فائزہ اظہر' حب چوکی۔** پہلی بار شرکت پر خوش آمدید آپ کے خط میں بھی کوئی جواب طلب بات نہیں مگر صرف آپ کی خوشی کے لیے دیا جارہا ہے۔ **ماریہ گھمانوی مایا' ایبٹ آباد۔** آپ کی کہانی مل گئی ہے ابھی پڑھی نہیں گئی بس رسید وصول کیجیے۔ **شکیلہ عبدالقدیر' پکھڑو منڈی۔** ٹیچنگ جیسے مقدس پیشے سے منسلک ہیں جان کر خوشی ہوئی اور آپ کو آنچل میں شرکت کے لیے کسی بھی اجازت کی ضرورت نہیں ہے آپ کو نوکری کی ضرورت ہے دعا گو ہیں کہ رب تعالیٰ آپ کے لیے آسانی فرمائے آمین۔ **سدرہ۔ کالا گوجراں۔** معذرت ہم کسی بھی ـــ کا نمبر یا پتا نہیں دے سکتے ہاں آپ ان دونوں مصنفات کے لیے خط لکھ کر ادارے کو بھیج دیجیے ان شاء اللہ ان تک پہنچا دیے جائیں گے۔ **آصفہ' سحر' نور' ملائیکہ' نامعلوم۔** پہلی بار شرکت پر خوش آمدید آپ تو اپنے شہر کا نام ہی لکھنا بھول گئیں آئندہ خیال رکھیں۔ **زہرہ دلدار' پنڈ وڑی۔** آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ہو جائے گا اور جو بھی چیزیں مل جاتی ہیں وہ باری آنے پر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ **اُم کلثوم ثمن' اختر آباد۔** کہانیاں لکھنے کے لیے آپ کو کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور لکھنے کے لیے ہدایت نامہ انہی صفحات کے آخر میں لگے بکس سے مل جائے گا۔ **دعا ہاشمی' فیصل آباد۔** آپ کی کہانی نہیں ملی۔ ہم ربِّ کریم سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی تمام دعائیں قبول کرے۔ آمین

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

امام اعظمؒ

امام ابو حنیفہؒ کی علم کی تلاش و حصول علم کی پیاس استاد حمادؒ تک محدود نہ تھی۔ انہیں جہاں جہاں اور جیسے جیسے علم فقہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوتیں اسے حاصل کرتے تھے۔ امام صاحبؒ علم کی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ وہ فوراً مسائل کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے۔ ان کے حل میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ وہ مسائل کے اصول سے پوری طرح واقف تھے اس لیے وہ مسائل کی بنیاد بہ آسانی قائم کرلیا کرتے تھے۔ اس لیے ان کا عہد علم وفکر اور مناظرے کا عہد بن گیا تھا۔ وہ مختلف فرقے کے افراد سے مناظرے کیا کرتے اور آپ کے جواب مخالفین کے منہ بند کردیا کرتے۔ حدیث کے فہم میں امام صاحبؒ کے پائے کا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ وہ الفاظ اور کلام کے سیاق وسباق کے مابین استنباط کرلیا کرتے تھے۔ حدیث کے فہم میں صرف ظاہری الفاظ پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے معنی سمجھ کر اسے مربوط کر کے احکام نکالا کرتے تھے۔ امام صاحبؒ بلاتحقیق کسی بات پر متفق نہیں ہوا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنے استاد امام حمادؒ سے بھی اکثر مسائل میں اختلاف کرتے تھے اور فہم وعقل کی کسوٹی پر پرکھے بغیر کسی بھی چیز کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ہر چیز کو وہ اپنی عالمانہ سوچ اور کتاب وسنت کے مطابق یا فتاویٰ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین پر پرکھتے' اس کے علاوہ کسی چیز کے سامنے نہ جھکتے تھے تابعین کے اقوال کو وہ پوری طرح پرکھتے اور ان کی صحت وسقم کا حکم لگاتے تھے۔ کیونکہ تابعین کی رائے ان کے خیال میں واجب التقلید نہیں تھی۔ امام صاحبؒ نہایت بیدار مغز اور ذہین انسان تھے۔ وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ مدمقابل کو کس طرح مطمئن کیا جاسکتا ہے۔ روایات حدیث کے سلسلے میں اس قدر اختلافات پیدا ہوگئے تھے کہ ایک حدیث کو جب تک متعدد طریقوں سے نہ معلوم کرلیا جائے اس وقت تک اس کے مفہوم اور تعبیر کا درست تعین نہیں ہوتا تھا۔ امام اعظمؒ کو امام حمادؒ کی صحبت اور پختگی عمر نے ان تمام ضرورتوں سے پوری طرح آگاہ کردیا تھا۔ اس لیے نہایت اہتمام اور درست طریقے سے حدیثوں کے معتبر نامعتبر ہونے پر توجہ دی۔ کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہیں تھا جس سے امام اعظمؒ نے علم نہ حاصل کیا ہو اور اس کے آگے زانوئے تلمذ تہ نہ کیے ہوں آپ کو مختلف ذرائع اور متعدد درس گاہوں سے گو کہ احادیث کا بڑا ذخیرہ میسر آیا تھا لیکن ان کی تکمیل سند کے لیے حرمین جانا ضروری تھا جو اسلامی' مذہبی علوم کے اصل اور بڑے مراکز تھے۔

جس زمانے میں امام اعظمؒ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اس وقت وہاں درس وتدریس کا بڑا زور اور اہتمام تھا۔ حضرت عطا ابن ابی رباحؒ کا حلقہ درس بہت بڑا اور مستند تھا۔ امام اعظمؒ استفادہ کی خاطر جب عطا ابن ابی رباحؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا۔

"تمہارا عقیدہ کیا ہے؟"

تو جواب میں امام اعظمؒ نے فرمایا: "میں اسلاف کو برا نہیں کہتا' گناہ گار کو کافر نہیں سمجھتا' قضا وقدر کا قائل ہوں۔"

یہ جواب سن کر عطا ابن ابی رباحؒ نے آپ کو اپنے درس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ روز بروز ان کی ذہانت کو جلا ملتی گئی اور تھوڑے ہی دنوں میں عطا ابن ابی رباحؒ نے آپ کو اپنے پہلو میں جگہ دے دی جب امام اعظمؒ مدینہ پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات سالمؒ بن عبداللہ بن عمر بن خطابؓ اور سلیمانؒ سے بھی ہوئی۔ اور ان سے احادیث روایت کیں۔ امام اعظمؒ جب مدینہ اور مکہ شریف تشریف لاتے تو کئی کئی مہینے تحصیل علم کے لیے وہاں قیام فرماتے تھے۔

حج کے موقع پر ممالک اسلامیہ کے گوشے گوشے سے بڑے بڑے جید اہلِ علم اور صاحبانِ کمال مکہ تشریف لاتے تھے۔ امام اعظمؒ اکثر ان لوگوں سے ملتے اور مستفید ہوتے جبکہ آپ کی شہرت کوفہ سے نکل کر دور دراز ممالک اسلامیہ تک پہنچ چکی تھی۔ ان ہی دنوں امام اعظمؒ کے ایک شاگرد عبداللہ بن مبارکؒ نے بیروت کا سفر اختیار کیا تاکہ وہاں جاکر امام اوزاعیؒ کی درس گاہ سے فن حدیث کی تکمیل کرسکیں جب ان کی ملاقات امام اوزاعیؒ سے ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا کہ کوفہ میں ابو حنیفہ کون ہے؟ جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے؟

ابنِ مبارکؒ نے اس وقت تو کوئی جواب نہیں دیا خاموشی سے اپنے گھر چلے آئے۔ دو تین دن بعد وہ اپنے ساتھ امام ابو حنیفہؒ کی کچھ تحریریں لے کر امام اوزاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے امام اوزاعیؒ نے وہ پڑھیں' ان پر لکھا تھا قال نعمان بن ثابت۔ تو امامؒ نے ابنِ مبارکؒ سے دریافت کیا کہ یہ نعمان کون بزرگ ہیں؟ اس پر ابن مبارکؒ نے کہا حضرت یہ عراق کے ایک صاحب ہیں جن کی صحبت میں میں رہا ہوں اور جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دین میں نئی نئی باتیں نکال رہے ہیں۔

ایک بار حج کے موقع پر جب امام اوزاعیؒ مکہ تشریف لے گئے تو ان کی ملاقات امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ہوئی اس ملاقات کے وقت امام اعظمؒ کے ساتھ ابن مبارکؒ بھی تھے۔ ابن مبارکؒ کا قول ہے کہ اس موقع پر امام اعظمؒ نے ایسی خوبی سے تقریر فرمائی کہ امام اوزاعیؒ حیران رہ گئے اور امام ابو حنیفہؒ کے جانے کے بعد بولے کہ اس شخص کے کمال علم نے اسے لوگوں میں مقبول بنادیا ہے۔ بلاشبہ میری وہ بدگمانی تھی' جس کا مجھے افسوس ہے۔ اس کے باوجود تاریخِ ابو حنیفہؒ سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ کی شاگردی بھی اختیار کی تھی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ جب دوسری بار مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہ حضرت امام باقرؒ کی خدمت میں حصول علم کے لیے حاضر ہوئے تو انہوں نے دریافت کیا تم ہی اپنے قیاس کی بنا پر ہمارے دادا کی احادیث کی مخالفت کرتے ہو؟

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے نہایت ادب سے کہا۔ "عیاذ اباللہ" حدیث کی کون مخالفت کرسکتا ہے۔ انہوں نے امام باقرؒ سے کہا کہ آپ تشریف رکھیں تو کچھ عرض کروں۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ نے سوال کیا: یا حضرت! مرد ضعیف ہے یا عورت؟

امام باقرؒ نے کہا: عورت۔

امام اعظمؒ: وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

امام باقرؒ: مرد کا۔

امام اعظمؒ: میں اگر قیاس لگاتا تو یہ کہتا کہ عورت چونکہ ضعیف ہے' لہٰذا اس کو زیادہ حصہ ملنا چاہیے۔ پھر عرض کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام باقرؒ: نماز افضل ہے۔

امام ابوحنیفہؒ: اس اعتبار سے جب عورت ایام سے پاک ہو جائے تو اس پر نماز کی قضاء واجب ہونی چاہیے نہ کہ روزہ کی۔ حالانکہ میں روزے کی ہی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔ لیکن جو دین آپ کے جدامجد کا ہے' اسے قیاس سے تبدیل نہیں کرتا۔

امام ابوحنیفہؒ نے ایک اور سوال کیا: پیشاب زیادہ نجس ہے یا نطفہ؟

امام باقرؒ نے جواب دیا: پیشاب زیادہ نجس ہے۔ اس پر امام ابوحنیفہؒ نے کہا: اگر دین میں قیاس کو داخل کرتا تو میں کہتا کہ پیشاب کے بعد غسل کرنا چاہیے اور اخراج منی کے بعد وضو' مگر معاذ اللہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں قیاس سے دین کو تبدیل کر دوں۔

ان کے جوابات سے سیدنا امام باقرؒ اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر امام اعظمؒ کی پیشانی چوم لی۔ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ (مناقب مالکی)

امام اعظمؒ کے علم کی طرح آپ کی ذہانت اور طباعی بھی ضرب المثل ہے۔ غیر معمولی ذہانت کے باعث ہی عظیم الشان ذخیرہ علم پر عبور حاصل کر کے اپنے آپ کو بانیانِ علوم کی صف میں لا کھڑا کیا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام ابن مبارکؒ کا کہنا ہے کہ آثار اور فقہ فی الحدیث کے لیے ایک ''مقیاس'' صحیح پیدا کرنا وہ لازوال علمی کارنامہ ہے جو ہمیشہ امام ابوحنیفہؒ کے نام سے منسوب رہے گا۔ ''مقیاس'' کے بارے میں بعض محدثین نے ''رائے'' کے لفظ استعمال کئے ہیں۔ مقیاس اور ''رائے'' کی بحث نے محدثین سے فقہ کے متعدد ابواب مرتب کرادیئے۔ امام ابوحنیفہؒ نے جس قدر مسائل مدون کئے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زائد ہے۔

امام ابوحنیفہؒ میں وہ اعلیٰ ترین صفات پائی جاتی تھیں جن کے باعث انہوں نے طبقہ علماء میں بلند مقام حاصل کیا' وہ ایک عالمِ حق پسند صاحب ذہن رسا' برجستہ فکر' برجستہ گو' مرد ثقہ تھے۔ امام صاحبؒ کو اپنی طبیعت پر حد درجہ قابو حاصل تھا۔ وہ کبھی ناشائستہ بات سن کر بھی برہم نہیں ہوتے تھے۔ ہر قسم کی دشنام طرازیاں بھی انہیں راہِ حق سے ہٹا نہیں سکتی تھیں۔ وہ باشعور ذہن کے مالک تھے ان میں بڑا حلم و سکون اور وسعت نظر پائی جاتی تھی۔ وہ ایک پرہیز گار شخصیت کے مالک تھے۔

وہ ہر ایسے عمل و بات پر بڑا غور و فکر کیا کرتے جس سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہو اور ہر قسم کی اخلاقی گراوٹ سے پاک ہو۔ امام صاحبؒ گہری سوچ فکر کے مالک تھے۔ وہ بحث و نظر میں ظاہری عبارت پر تکیہ نہیں کرتے تھے بلکہ مسائل کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ وہ کسی معاملہ پر غور و فکر میں اپنی سوچ کو کافی نہیں سمجھتے

تھے۔ وہ ہر قسم کی کمزوری اور تذبذب کے بغیر اس پر بحث کرتے وہ بحث و تمحیص سے ہی احادیث کی گہرائی اور درستگی تک پہنچتے تھے۔ وہ احکام کے علل سے بحث کرتے جب تک درست طور پر علت کا تعین نہیں ہو جاتا اس پر قیاس نہ کرتے۔ اکثر لوگ فرضی مسائل اور احوال پیش کرتے۔ امام صاحبؒ اپنی حاضر جوابی' برجستہ کلامی سے جواب دیتے' وہ نہ اپنی فکر کو روکتے تھے نہ کسی پر کوئی پابندی عائد کرتے جب تک حق ان کا ساتھ دیتا اور دلائل سامنے ہوتے تو وہ بحث کرتے رہتے تھے۔ وہ ذہین شخصیت کے مالک تھے۔ وہ بہ خوبی جانتے تھے کہ مدمقابل کو کیسے زیر کیا جاسکتا ہے۔

امام صاحبؒ طلبِ حق میں مخلص تھے۔ یہی وہ صفتِ کمال تھی جس نے ان کے قلب و بصیرت کو منور کر رکھا تھا' کیونکہ جس شخص کا دل اخلاص کی دولت سے مالا مال ہو وہ خواہشاتِ نفسانی اور خود غرضی سے بلند ہو کر مسائل دینی کو سمجھتا سمجھاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی عقل و فکر میں استقامت پیدا فرما دیتا ہے۔ اور جو شخص خود فریبی کے پھندے میں پھنس جائے وہ حرص و ہوس کا غلام بن جاتا ہے اس کا ہر قدم گمراہی کی طرف اٹھتا ہے اسے اپنی غلطیوں کا احساس تک نہیں ہوتا۔ امام صاحبؒ ہمیشہ اپنے ذاتی میلان سے بلند ہو کر صحیح بات کو سمجھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ وہ اس بات سے بہ خوبی آگاہ تھے کہ علم فقہ' علم دین کا دوسرا نام ہے اور جس شخص پر اس کا ذاتی میلان حاوی ہو وہ کبھی دین کے تقاضوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ امام صاحبؒ ہمیشہ اپنے آپ کو حق کا تابع رکھتے تھے۔ بحث و مباحثے میں بھی وہ حق کا ساتھ دیتے تھے۔ اگر ان کا مدمقابل حق کہہ رہا ہوتا تو بلا تامل اسے تسلیم کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی رائے کو کبھی حق کا درجہ نہیں دیتے تھے۔

طلبِ حق میں امامؒ کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی صحیح حدیث پیش کرتا جس میں کسی قسم کے طعن کی گنجائش نہ ہوتی یا صحت سند کے ساتھ کسی صحابی کا فتویٰ بیان کرتا تو آپ پاسِ حق کی خاطر فوراً اپنی رائے ترک کر دیتے اور اس حدیث یا فتوے کے مطابق مسلک واضح کر لیتے۔ فقہ و دین کے معاملے میں امام صاحبؒ سراپا اخلاص تھے۔ اپنے اخلاص کے باعث وہ باوجود وسعتِ عقل کے دوسروں کی آراء قبول کرنے میں تعصب نہیں برتتے تھے۔ ان کے صحیح ثابت ہونے پر نہایت وسعت قلب کے ساتھ قبول کر لیا کرتے تھے۔ امام صاحبؒ انتخاب احادیث میں بہت محتاط تھے۔ صرف وہی احادیث قبول کرتے تھے جو قابل اعتماد سند سے ثابت ہوتیں۔ اس کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے احادیث کے پندرہ مجموعے (پندرہ مسانید) آپ سے روایت کئے ہیں۔ (تاریخ الفقہ الاسلامی ڈاکٹر عبدالقادر) جبکہ ابوالموید محمد بن محمود خوارزمی نے ایک جلد میں ''جامع المسانید'' کے نام سے جمع کی ہیں۔

امام اعظمؒ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی ودیعت فرمائی تھی کہ انسان ان کی طرف از خود مائل ہو جاتا تھا۔ امام صاحب کی ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے شاگردوں' طالب علموں پر اپنی رائے مسلط نہیں کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ مذاکرہ کر کے کوئی آخری رائے قائم کیا کرتے جسے سب خاموشی سے تسلیم کر لیا کرتے تھے۔

(جاری ہے)

سدرۃ المنتہیٰ

ملیحہ احمد

امید ہے کہ سب لوگ بخیر و عافیت ہوں گے۔ آنچل کو تقریباً 9, 10 سال سے پڑھ رہی ہوں۔ اس میں آنچل اسٹاف' ڈیئر رائٹرز اور سویٹ قارئین کا بھی کمال ہے اس لیے سب کو مبارک باد۔ تو جناب میرا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ پیار سے سب سدرہ مدثر یا صرف سدرہ کہتے ہیں۔ سرائے عالمگیر کے گاؤں سعادت پور سے میرا تعلق ہے۔ 23 ستمبر میری تاریخ پیدائش ہے۔ اپنی سالگرہ پر اتنا اہتمام نہیں کرتی جتنا چھوٹی بہن یا بھانجے بھانجیوں کی سالگرہ پر کرتی ہوں۔ ہم پانچ بہنیں اور دو بھائی ہیں اور میرا نمبر چھٹا ہے۔ بڑی تینوں بہنیں شادی شدہ ہیں۔ ماشاء اللہ سے چھ بچوں کی خالہ بھی ہوں۔ بھائی ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔ پھوپو بننے کا خواب دیکھ رہی ہوں' ان شاء اللہ جلد ہی اس خواب کی تعبیر پوری ہوگی۔ تعلیم میری میٹرک ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کا بس اتنا ہی شوق تھا۔ باقی بہن بھائی تعلیم یافتہ ہیں۔ میری امی گھریلو خاتون ہیں مگر تعلیم یافتہ ہیں۔ ہم پانچ بہنوں اور دونوں بھائیوں کی تربیت ہماری امی نے کی اور ہمیں ان پر فخر ہے۔ اللہ میری امی کو سلامت رکھے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے آمین ثم آمین۔ میری آئیڈیل شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے بھائی جان (محمد شعیب ثاقب) ہیں ہر کسی کا خیال رکھنے والے' ہر کسی کا دکھ درد بانٹنے والے' ہر کسی کے کام آنے والے۔ میری اللہ سے یہی دعا ہے کہ وہ جہاں رہیں خوش رہیں' کوئی پریشانی' کوئی مصیبت ان کے پاس بھی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے روزگار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔ میرے فیورٹ کلر سارے ہیں۔ ہر کلر مجھ پر جچتا ہے (ہائے رے خوش فہمی)۔ مجھے بارش بہت اچھی لگتی ہے اور بارش میں نہانا تو میرا مشغلہ ہے۔ چاہے وہ گرمی کی بارش ہو یا سردی کی اور نہانے کے بعد گرم چائے کا کپ اور پکوڑے تو لازم وملزوم ہیں۔ مجھے کھانے میں آئس کریم' بریانی' روسٹ اور برگر پسند ہیں۔ مشروبات میں سکنجبین اور سادہ بریانی پسند ہے۔ گھریلو کام مجھے پسند نہیں ہے لیکن پھر بھی کرنے پڑتے ہیں اب گھر میں بڑی جو ہوں۔ کھانے میں ہر چیز شوق سے کھا لیتی ہوں۔ میٹھا بہت پسند ہے اس لیے موٹی بھی ہوں۔ چاندنی راتوں میں چھت پر ٹہلنا اور چاند کو دیکھنا بہت لطف دیتا ہے۔ پھلوں میں فالسے' پپیتا' چیکو اور آم' مالٹا شوق سے کھا لیتی ہوں۔ گرمیوں میں آم اور سردیوں میں مالٹے کھانا بہت مزہ دیتا ہے۔ لوگوں کو تنگ کرنا میرا مشغلہ ہے اور بے تحاشا ڈانٹ بھی کھاتی ہوں لیکن بقول بہنوں کے (بڑی ڈھیٹ ہوں)۔ میرا قیمتی اثاثہ میرے والدین' میرے بہن بھائی' میرے اساتذہ کرام اور میرے بہترین دوست ہیں۔ جیولری مجھے ہر قسم کی اچھی لگتی ہے' خاص طور پر انگوٹھیوں کی تو حد سے زیادہ دیوانی ہوں۔ چالاک' کنجوس' لالچی اور جھوٹ بولنے والے سے بہت نفرت ہے۔ صاف دل لوگ اچھے لگتے ہیں۔ میں کسی کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت نہیں دیکھ سکتی کیونکہ جو مجھ سے ایک بار منہ پھیر لے تو سو بار پھیرتی ہوں ایسا کرنے والا دیکھتا رہ جاتا ہے۔ صبر کا پھل شوق سے کھاتی ہوں کیونکہ وہ میٹھا ہوتا ہے۔ ہم سب گھر میں پنجابی بولتے ہیں اور کبھی میں اردو یا انگلش کا استعمال بھی کرتی ہوں۔ میری دوستیں بہت زیادہ ہیں' کس کس کا نام لوں۔ ماہِ کامل' عشاء' نور ایمان' درشہوار' انگریتا' صاعقہ' سبرینہ' آکاشہ' مہوش' سمیرا' کلثوم' عروسہ' عشرت' رفعیہ' جویریہ' عفت' میمونہ' ماریہ اور ہم صرف نام کی نہیں بلکہ بہت بہت اچھی دوستیں ہیں۔ پڑھنا' لکھنا میرا سب سے فیورٹ مشغلہ ہے۔ ڈائجسٹ کے بغیر لگتا ہے زندگی نامکمل ہے۔ پسندیدہ ڈائجسٹ تقریباً سب ہیں' ان کے علاوہ بھی کوئی سی بھی کتاب پڑھ لیتی ہوں۔ میری فیورٹ رائٹرز عمیرہ احمد' اقراء صغیر' نمرہ احمد' نبیلہ عزیز' مریم عزیز' عفت سحر طاہر' فرحت اشتیاق' آسیہ رزاقی' نایاب جیلانی' سعدیہ اہل کاشف اور سلویٰ علی بٹ ہیں۔ ان کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے قلم کو اور زیادہ ترقی عطا فرمائے' آمین۔ مجھے پہلی نظر پر سو فیصد یقین ہے کیونکہ جو چیز مجھے پہلی نظر میں پسند آتی ہے آخر میں وہی چیز پسند آتی ہے۔ مجھے پہاڑی علاقوں سے جنون کی حد تک عشق ہے۔ برف باری بہت پسند ہے۔ اداس موسم دیوانگی کی حد تک پسند ہے۔ خوش بُو میں مجھے سیکریٹ' ہیوک اور جیلینو پسند ہے اس کے علاوہ گلاب کے پھول کی خوش بُو بہت پسند ہے۔ میں بہت حساس اور نرم دل ہوں لیکن جہاں سختی کا مظاہرہ کرنا ہو وہاں سخت ہو جاتی ہوں مثلاً اجنبیوں سے بات کرنا۔ تنہائی پسند ہے لیکن کبھی کبھی۔ میری پسندیدہ کتاب قرآن پاک ہے جسے ہر بار پڑھنے سے سکون ملتا ہے اور ترجمے کے ساتھ پڑھنا تو بہت پسند ہے۔

مجھے آنچل قارئین میں رضوانہ ملک' طاہرہ ملک' چندا مثال' امبر گل' عطروبہ سکندر' انیلہ شاہین' سیدہ نسبت زیدی کے اشعار' غزلیں اور اقوال زریں بہت پسند آتے ہیں۔ آپ سب کے لیے تھینک یو سو مچ' آنچل آپ لوگوں کے بغیر ادھورا ہے۔

میری فیورٹ ٹیچرز' ٹیچر فرزانہ' ٹیچر غزالہ' ٹیچر ذکیہ' ٹیچر نسیم' ٹیچر زاہدہ اور میڈم نگہت بہت اچھی لگتی ہیں۔

مجھے لباس میں شلوار قمیص' دوپٹہ' فراک پسند ہے۔ میرے فیورٹ کھلاڑی سلمان بٹ' شاہد آفریدی' شعیب ملک اچھے لگتے ہیں۔ پسندیدہ ممالک سوئٹزرلینڈ' ملائیشیا ہیں۔ شاپنگ کرنے کا بہت شوق ہے۔ میں بہت زیادہ بولتی ہوں اگلا بندہ ہاتھ جوڑ کر کہتا ہے "سدرہ پلیز چپ کر جاؤ" اگر چپ کر جاؤں تو پھر سوال اٹھتا ہے "آج سدرہ کو کیا ہوا؟ خیریت......" وغیرہ وغیرہ۔ گیلی مٹی کی خوش بُو بہت پسند ہے۔ ایک اور اہم بات 18 ستمبر کو ماں باپ نے میری منگنی کر دی۔ ایک اور امتحان! جی ہاں ابھی میٹرک کر کے آزادی ڈھونڈ ہی رہی تھی کہ آزادی کا داخلہ منع ہو گیا۔ خیر یہ تو مذاق تھا کیونکہ میری منگنی چاچا کے گھر ہوئی ہے۔

آخر میں ایک بات کہہ کر اجازت چاہوں گی کہ کبھی کسی سے روٹھیے مت اور اگر روٹھنا ہے تو اتنا مت روٹھنا کہ اگلا بندہ راضی کرتے کرتے خود روٹھ جائے اور آخر میں چھوٹی سی دعا! تمام مسلمان بہن بھائیوں سے یہ درخواست ہے کہ ہر بندہ اپنے ملک پاکستان کی سلامتی کی دعا مانگے اور اے اللہ! پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔ خاص طور پر کراچی والوں کو۔ اے اللہ! کراچی والوں پر سکون کی بارش برسا اور تمام گناہ ان کے معاف فرما' آمین ثم آمین۔

اگر میرا تعارف پسند آیا تو شکریہ اور اگر پسند نہیں آیا تو بتایئے گا ضرور' اللہ حافظ۔

نیناں شاہ

کیسی ہیں آپ سب! آنچل پڑھنے اور اوڑھنے والیاں۔ یقیناً بہت خوش اور فٹ فاٹ ہوں گی۔ سب سے پہلے تمام آنچل اسٹاف کو سلام اور دعا کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور اس کو پڑھنے اور اس میں لکھنے والیوں کو اللہ پاک ڈھیر ساری خوشیاں عطا کرے اور کبھی بھولے سے بھی غم پاس نہ آئے' آمین۔

ارے بھئی پریشان مت ہوں آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ مولانا کون ہے تو جناب ہم ہیں "نیناں شاہ" ہم میانوالی میں رہتے ہیں اور 21 مئی کو تشریف کا ٹوکرا لے کر آئے۔ ہم اکلوتی لاڈلی پیاری سی بچی ہیں اور اپنے پیارے پیارے گرینڈ پیرنٹس کے پاس رہتے ہیں کیونکہ میں 2 سال کی تھی پپا جانی کی وفات ہو گئی اور کچھ عرصے بعد مما نے شادی کر لی۔ میں نے حال ہی میں پائی فرسٹ ڈویژن سے بی اے کیا ہے اور اب ایم اے انگلش کرنے کا ارادہ ہے ویسے تو سائیکالوجی میں ایم ایس سی کرنا تھا مگر دادی اماں کی وجہ سے یونیورسٹی نہیں جا سکتے۔ وہ اکیلی میرے بغیر رہ نہیں سکتیں۔ جہاں تک خوبیوں اور خامیوں کی بات ہے تو جناب! خوبی یہ کہ ہم بہت حساس ہیں۔ کسی کی بھی تکلیف اور آنسو برداشت نہیں ہوتے حتیٰ کہ ان لوگوں کے بھی جنہوں نے مجھے بہت درد دیا اور دھوکے دیئے۔ منافقت بالکل پسند نہیں۔ میں سب کچھ شیئر کر لیتی ہوں چاہے میری فیورٹ ہی کیوں نہ ہو۔ رونا بہت جلدی آتا ہے مگر کسی کے سامنے بالکل نہیں روتی بلکہ واش روم جا کر روتی

ہوں تا کوئی دیکھے ناں۔ خامی یہ ہے کہ غصہ بہت آتا ہے اور غ پر چڑھ جاتا ہے بہت دیر سے اترتا ہے اور پھر دروازوں اور چیزوں کی شامت آجاتی ہے۔

لباس میں فراک اور ٹراؤزر بہت زیادہ پسند ہے اور تقریباً یہی استعمال کرتی ہوں۔ شلوار قمیص بھی استعمال کرلیتی ہوں۔ پرفیوم میں Every One اور Eternal Love اور باڈی اسپرے میں Zauak اور Do it بہت پسند ہے میرے پاس یہ دو چیزیں وافر مقدار میں موجود ہوتی ہیں۔ جیولری میں چوڑیاں اور جھمکے بہت پسند ہیں۔ پھولوں میں سرخ اور سفید گلاب اور موتیا بہت پسند ہیں۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب قرآن پاک ہے۔ کھانے میں سب کچھ بہت پسند ہے مگر بریانی، برگر، رول، بروسٹ، جلیبی، چاکلیٹ اور آئس کریم بہت بہت پسند ہے۔ اماں مجھے بکری کہتی ہیں کہ ہر وقت چرتی رہتی ہو۔ ویسے تو وہ مجھے لاڈو اور رانی کہتی ہیں۔ (دادا) بابا مجھے سونو میری جان کہتے تھے کیونکہ انہیں میرا نام بُرا لگتا تھا۔ بابا مجھ سے بہت پیار کرتے تھے اپنی اولاد کے لیے وہ بہت سخت اور اصول پسند تھے مگر میرے لیے کوئی سختی اور اصول نہیں تھا۔ میرے لیے بہت پوزیسو تھے میں جب تک کالج سے واپس نہیں آتی تھی وہ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ سردی گرمی یا پھر بارش ہو وہ باہر کھڑے ہوکر میرا انتظار کرتے تھے۔ مجھے زیادہ کہیں آنے جانے نہیں دیتے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہیں میرا بھی پپا جانی کی طرح ایکسیڈنٹ نہ ہوجائے۔ بابا کو ہر بات کا الہام ہوجاتا تھا وہ کہتے تھے کہ سونو جب میں نے تمہیں پہلی دفعہ گود میں اٹھایا تھا تو مجھے تم میں سے خوشبو آئی تھی کہ تم ماں باپ کے پیار سے محروم بہت جلد ہوجاؤ گی۔ قرآن پاک بھی خود انہوں نے مجھے پڑھایا ہے۔ میں 7th کلاس میں تھی ایک رات مجھے 12 بجے بہت بھوک لگی تو میں نے رونا شروع کردیا کہ مجھے ابھی ابھی زردہ کھانا ہے اماں کو بخار تھا پھر بابا نے مجھے بنا کردیا تو میں نے کہا کہ فریج والا ٹھنڈا کھانا ہے انہوں نے فریج میں رکھ دیا اور ایک چمچ کھانے کے بعد میں نے کہا کہ مجھے زردہ اچھا نہیں لگتا اور میں سوگئی۔ بابا اور میں چائے کا مقابلہ کرتے تھے کہ کون دن میں سب سے زیادہ چائے پیتا ہے۔ گرمیوں میں تو کم پیتے تھے مگر سردیوں میں سارا دن یہی حال ہوتا تھا اماں کو چائے سے تو چڑ تھی۔ وہ مجھے بہت بہت یاد آتے ہیں وہ کہتے تھے کہ ''سونو! میں اگر تمہیں ایک منٹ بھی نہ دیکھوں تو میرا دل بند ہونے لگتا ہے'' لیکن اب ایک سال ہوگیا ہے وہ مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

بارش مجھے ہر موسم کی بہت اچھی لگتی ہے اور ساتھ میں موڈ کے مطابق سلو میوزک، واہ! کیا بات ہے پھر تو اور ہاتھ میں چائے کا بڑا سا کپ۔ گرج چمک والی بارش پسند ہے ناں۔ کلرز مجھے سارے بہت پسند ہیں لیکن بی پنک، بلیک، سفید کی دیوانی ہوں۔ نازش میری کزن کہتی ہے کہ نیناں تم جو بھی کلر پہن لو بہت خوب صورت لگتی ہو۔ بچے بھی بہت اچھے لگتے ہیں۔ خصوصاً اپنے پیارے بھائی شاہد کے تینوں بچوں میں تو میری جان ہے۔ ہانی، عبیر اور حنیفہ...... عبیر مجھے کہتا ہے پھوپو جانی میرے خوابوں میں نہ آیا کرو میری آنکھیں درد کرتی ہیں۔ تمہاری ہڈیاں مجھے چبھتی ہیں (ہاہاہاہا)۔ دیکھ لیں یہ تو بچوں کے حالات ہیں اور میرا سویٹ کزن حسنین مجھے کہتا ہے کہ (نیرّاں) نیناں! ڈنڈا بھی تم سے موٹا ہے، شرم کرو ماچس کی تیلی ہو پوری۔ کسی دن تمہاری ہڈیاں میں توڑ کر یخنی بناؤں گا (بہت ظالم ہے)۔ مجھے آرمی جنون کی حد تک پسند ہے اتنی پسند ہے کہ مہروز کہتا ہے کہ نیناں اللہ کرے تمہیں آرمی میں جگہ مل جائے۔ ویسے یہ میرے دل کی بھی آواز ہے (آمین بول دیں)۔ ہر وقت قہقہے لگانا میری عادت ہے۔ جس سے سب تنگ ہیں کہ سریس بات پر بھی قہقہہ نکل جاتا ہے۔ بھیا کہتے ہیں کہ تمہاری بتیسی کسی دن توڑنی پڑے گی۔ اوہ! بہت امپورٹنٹ بات تو بھول ہی گئی آنچل کے حوالے سے۔ آنچل میرا فیورٹ ڈائجسٹ ہے تمام رائٹرز اور کہانیاں مجھے بہت بہت اچھی لگتی ہیں۔ ویسے نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، فرحت اشتیاق، عمیرہ احمد، نمرہ احمد، انعم خان بہت اچھی لگتی ہیں اور کہانیوں میں پیر کامل، متاع جاں ہے تو، یہ چاہتیں یہ شدتیں، قراقرم کا تاج محل اور باقی جو آج کل چل رہی ہیں، بہت پسند ہیں۔

مجھے فرینڈز بنانا بہت اچھا لگتا ہے میری فرینڈز بہت بہت زیادہ ہیں، بیسٹ فرینڈ حمیرا ہے اور اگر کوئی مجھ سے آنچل پڑھنے والیاں فرینڈ شپ کرنا چاہیں تو موسٹ ویلکم۔ اللہ پاک میرے بیسٹ سے بھی بیسٹ فرینڈ ہیں میں اپنی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ان سے شیئر کرتی ہوں اور جب کوئی پریشانی یا مشکل ہو تو اس کا حل اللہ پاک کے حکم سے مجھے الہام ہوجاتا ہے اور میں خوش ہوجاتی ہوں۔ اللہ پاک کے علاوہ کسی کے سامنے نہیں روتی۔ میری کزن شمائل کہتی ہے کہ Lucky! تم شکل سے اتنی معصوم لگتی ہو کہ بڑے بڑے بندے دھوکا کھا جاتے ہیں حالانکہ ہو بہت چالاک۔ (کتنا بڑا الزام)۔ بھئی ہم ہیں ہی اتنے خوب صورت کہ لوگ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ کانفیڈنس بالکل صفر ہے۔ ایس ایم ایس پر بہت گپ شپ کرتی ہوں مگر جب ملتی ہوں تو زبان ساتھ چھوڑ جاتی ہے۔ ویسے اپنے فرینڈز گروپ سے بہت فرینک ہوں، بہت ہلہ گلہ کرتے ہیں۔ بہت مستی کرتے تھے۔ تنہائی بہت پسند ہے شاید اس لیے بھی کہ اکیلے جو ہم رہتے ہیں۔ چچا وغیرہ کے ساتھ گھر تھیں لیکن الگ ہیں۔ لیکن جب سب کزن اکٹھے ہوجائیں تو بہت انجوائے کرتی ہوں۔ ایک دفعہ بہت بارش ہوئی تھی اور ہم سب کزنز کھیل رہے تھے میں پھسل کر گر گئی تھی سب نے بہت مذاق اڑایا تھا۔ حسنین کہتا تھا کہ یا اللہ خیر! لگتا ہے دیوار گر گئی ہے لیکن صرف مان بھیا نے کہا تھا کہ ارے میری بے چاری کزن کو رلاؤ مت، خیر ہے بندہ پھسل جاتا ہے۔ کھیلنے میں بیڈمنٹن بہت شوق سے کھیلتی ہوں۔ موسم مجھے گرمیاں، خزاں اور بہار پسند ہیں۔ سردیاں بہت بری لگتی ہیں۔ کام بالکل کرنے نہیں آتے کیونکہ بابا مجھے کوئی کام نہیں کرنے دیتے تھے مگر اب گھر ہوتی ہوں تو کام سیکھ رہی ہوں۔ اب آپ لوگ بھی بہت بور ہوگئے ہوں گے تو پلیز بتائیے گا ضرور کہ تعارف کیسا لگا۔ خوشیاں اور غم زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ خوشیاں اگر بہت زیادہ ہیں تو انسان بزدل اور کھوکھلا ہوجاتا ہے اور وہ کھونے سے ڈرتا ہے جبکہ غم انسان کو بہادر اور مضبوط بناتے ہیں، اسی لیے ہر حال میں اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہیے (گریٹ فلاسفر نیناں شاہ آہم)۔ اب دادی عزت افزائی کررہی ہیں کہ سارا دن سوتی ہو اور رات کو جاگتی ہو اب سو جاؤ ورنہ خیر نہیں۔ اوکے بھائی! جوتا آرہا ہے لگنے کے لیے اور نشانہ اس عمر میں بھی بڑا پکا ہے۔ اپنا بہت سارا خیال رکھیے گا اپنے لیے، اپنے سے وابستہ ہر رشتے کے لیے LoveuAll۔

مقدس رباب

سویٹ اور اپنی اپنی سی آنچل سسٹرز کیسی ہیں آپ سب! یقیناً مزے میں ہوں گی اگر آپ نے مجھے نہیں پہچانا تو کوئی بات نہیں، ہم اپنا تعارف خود کرواتے ہیں۔ آہم جی! تو مجھے مقدس رباب کہتے ہیں۔ 20 مارچ کے پُر بہار اور خوب صورت موسم میں چکوال کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا۔ اسٹار وغیرہ پہ بالکل یقین نہیں۔ اس وحدہ لاشریک پر مکمل اعتقاد اور یقین ہے۔ اس نے میری قسمت میں جو لکھ دیا ہے بس وہی ہونا ہے۔ سب بہن بھائیوں میں بڑی ہوں اس لیے سب پر خوب رعب بھی ہے اور وہ سب بھی مجھے بہت چاہتے اور عزت بھی کرتے ہیں۔ مجھے اپنے بہن بھائیوں سے بہت محبت ہے۔

میرڈ لائف چل رہی ہے ماشاء اللہ سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ مجھے آنچل میں شرکت کرتے ہوئے اتنا عرصہ نہیں ہوا تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسٹڈی کے دوران ہمیں کورس کی کتابوں کے علاوہ اور کچھ بھی پڑھنے کی اجازت نہیں تھی پھر اسٹڈی کے فوراً بعد میری شادی ہوگئی۔ جوائنٹ فیملی سسٹم میں وقت نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے پھر بچوں کی پیدائش اور ان کی پرورش میں کبھی اس طرف دھیان ہی نہیں گیا کہ کبھی میں بھی آنچل میں شرکت کروں گی پھر میرے شوہر جو کہ آرمی آفیسر ہیں انہوں نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں بھی آنچل میں شرکت کیا کروں کیونکہ لکھنا لکھانا اچھی چیز ہے۔ اس لیے اب ہم نے آنچل سے رشتہ استوار کیا۔ پہلے تو میں نے بیاض دل میں صرف ایک شعر بھیجا لیکن جب

پزیرائی ملی تو پھر ایک نہ رکنے والا سلسلہ چل نکلا اور اس چیز کا سہرا فرحت آنی مرحومہ کے سر ہے کیونکہ میں نے جب بھی خط لکھا تو انہوں نے اتنی شفقت اور خلوص کے ساتھ جواب دیا کہ میرے حوصلے اور بلند ہو گئے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اتنی پیاری شخصیت سے نہ میں کبھی ملی ہوں اور نہ ہی فون پر ان کی آواز سنی لیکن پھر بھی ان کی وفات نے مجھے دنوں ڈسٹرب رکھا اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ فرحت آنی مرحومہ کی وفات پر میرے سب ملنے والوں نے مجھے پرسہ دیا' مجھ سے تعزیت کی اور مجھے ایسا لگتا تھا کہ جیسے میرا اپنا' میرا اقریبی عزیز فوت ہو گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند کرے آمین۔

زندگی میں اگر مجھے کسی چیز کی یا پھر کسی ہستی کی کمی محسوس ہوتی ہے تو وہ میرے والد صاحب ہیں ان کے جانے کے بعد ہمیں صحیح معنوں میں اس بات کا مفہوم سمجھ میں آیا کہ زندگی دھوپ تم گھنا سایہ اور والدین بے شک اپنی اولاد کے لیے گھنا سایہ ہوتے ہیں اور میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری والدہ کو لمبی حیاتی دے اور وہ جھولی بھر بھر اپنے بچوں کی خوشیاں سمیٹیں' آمین۔

جہاں تک پسند ناپسند کی بات ہے تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ میں بہت سادہ طبیعت کی بندی ہوں' کھانے پکانے سے لے کر پہننے اوڑھنے تک کبھی کچھ بھی ریجیکٹ نہیں کرتی کیونکہ میں اپنے پالن ہار (اللہ تعالیٰ) سے بہت ڈرتی ہوں البتہ میٹھا بہت شوق سے کھاتی ہوں۔ خاص طور پر گڑ والے چاول مجھے بہت پسند ہیں' جب پہلی بار آنچل میں میرا نام شائع ہوا تھا تو میں نے اپنے شوہر کو ان کی فرمائش پر لوکی کا حلوہ بنا کر کھلایا تھا۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ مجھے میٹھا بہت پسند ہے۔ قومی لباس شلوار قمیص مجھے بے حد پسند ہے اور میں خود کو اس میں بہت Confortable محسوس کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ ساڑھی بھی پسند ہے مگر کبھی پہنی نہیں ہے۔ کلرز میں اورنج بلیک اور پرپل کلر میرے پسندیدہ ہیں۔ سب پھولوں کا بادشاہ گلاب اپنی تمام تر خوب صورتی اور دلفریب مہک کے ساتھ مجھے اچھا لگتا ہے۔ بارش کے بعد مٹی کی خوشبو اور بہار کے آغاز میں نئی کونپلیں پھوٹنے کی خوشبو مجھے اچھی لگتی ہے۔ کتابیں پڑھنا اور شعر و شاعری سے مجھے بہت شغف ہے۔ امجد اسلام' سید وصی شاہ' بشیر بدر' فرحت عباس شاہ' اعتبار ساجد اور ادا جعفری میرے پسندیدہ ہیں۔ ان کے کلام سے میری ڈائریاں بھری پڑی ہیں۔ خوبیاں تو میں بتا نہیں سکتی کہ اپنے منہ میاں مٹھو بننا مجھے بالکل پسند نہیں ہے البتہ خامیاں ضرور بتاؤں گی۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اکثر مجھ سے نماز قضا ہو جاتی ہے۔ آپ دعا کیجیے کہ میں اپنی اس خامی پر قابو پا سکوں۔ جذباتی ہوں غصہ بہت آتا ہے۔ سچی بات منہ پر کہہ دیتی ہوں۔ چاہے آپ مجھے منہ پھٹ سمجھیں یا صاف گو' میں تو ایسی ہی ہوں۔ کسی حد تک جلد باز بھی ہوں۔ کرکٹ کے میچز بہت شوق سے دیکھتی ہوں اور اپنی ٹیم کے لیے نوافل کا بھی اہتمام کرتی ہوں۔ اپنے پیارے ملک پاکستان کے لیے ہر نماز کے بعد دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے۔ اپنی زندگی سے بہت مطمئن ہوں کہ اس ربّ کعبہ نے اچھا گھر' اولاد اور لوونگ اور کیئرنگ شوہر دیا۔ کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی البتہ ایک خواہش ہے کہ بیت اللہ کی زیارت کروں' مدینے کی ان گلیوں میں جاؤں جہاں ہر وقت ربّ کائنات کی رحمت برستی ہے۔ سبز گنبد والے روضے کی جالیاں اپنی آنکھوں سے چوم لوں۔ ان شاء اللہ۔ اب آپ سے اجازت چاہوں گی آپ سب بہنوں کو مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتائیے گا۔ اگر آپ تنقید کریں گی تو بھی مجھے اچھا لگے گا۔

شفق راجپوت

آنچل کی پیاری پیاری سی قارئین! امید ہے آپ سب ٹھیک ٹھاک ہوں گی تو جناب! میرا نام شفق راجپوت ہے۔ گوجرہ میں رہتی ہوں۔ آئی سی ایس کر رہی ہوں۔ اسٹار میرا ٹورس ہے' اسٹارز پر تھوڑا بہت یقین ہے۔ ڈیٹ آف برتھ اکیس مئی ہے۔ ابھی ہو سکتا ہے آپ میں سے کوئی مجھے وش ہی کر دے۔ مجھے بہت اچھا لگتا ہے اگر کوئی مجھ برتھ ڈے وش کرے۔ ہم چار بہن بھائی ہیں میرا نمبر دوسرا ہے۔ خیر اب آتے ہیں پسند وناپسند کی طرف۔ سب سے پہلے رنگوں کی بات ہو جائے۔ یلو اور اورنج کے علاوہ ہر کلر پسند ہے۔ موسٹ فیورٹ پنک' پرپل' ریڈ' بلو اور بلیک ہیں۔ آنچل کو پڑھتے زیادہ عرصہ تو نہیں ہوا مگر بہت کم وقت میں یہ ہمارے دل میں کافی جگہ بنا چکا ہے۔ پہلے کبھی کبھی پڑھتی تھی دو سال سے لگاتار پڑھ رہی ہوں۔ آنچل میری لائف کا بہت امپورٹنٹ حصہ ہے۔ اب شاعری کی بات ہو جائے۔ شاعری سے بہت زیادہ لگاؤ ہے۔ ڈائجسٹ لے کر سب سے پہلے شاعری ہی پڑھتی ہوں۔ موسٹ فیورٹ شاعروں میں پروین شاکر' احمد فراز' وصی شاہ' نازیہ کنول نازی اور امجد اسلام پسند ہیں۔ رائٹرز میں عمیرہ احمد تو میری جان ہیں پھر نمرہ احمد' نازیہ کنول نازی' نایاب جیلانی' کنیز نبوی اور پھر وہ رائٹر جو اچھا لکھتی ہیں۔ (ویسے آپس کی بات ہے ہر رائٹر اچھا ہی لکھتی ہے) عمیرہ احمد کے پیر کامل کا سالار سکندر میرا موسٹ فیورٹ ہے۔ یوں لگتا ہے وہ ایک اسٹوری کا کردار نہیں ہے بلکہ سچ مچ اس دنیا میں کہیں ہے۔ نازیہ کنول نازی کا ''جب وہ پتھر موم ہوا'' میرا ان سے تعارف کا باعث بنا اور تب سے وہ مجھے بہت پسند ہیں۔ میں اپنی ماما اور پاپا سے بہت پیار کرتی ہوں اور اپنی دوستوں سے بھی۔ دوستیں میری بہت زیادہ ہیں جن کے نام سدرہ' عائشہ' نورین' بختاور' انعم' ارم' سعدیہ' صائمہ' فریحہ' کنول' عادشہ' حمیرا' انیلا' ردا اور بہت ساری ہیں مگر یہ نہ ہو کہ آپ تعارف اٹھا کر ردی میں پھینک دیں۔ کھانے میں سب کھا لیتی ہوں۔ گوبھی مجھے پسند تو نہیں مگر پکی ہو تو کھا لیتی ہوں۔ نخرے نہیں کرتی۔ لباس میں شلوار قمیص کے ساتھ بڑا سا دوپٹا پسند ہے۔ چوڑی دار پاجامہ بھی بہت پسند ہے۔ اس کے علاوہ ساڑھی بہت پسند ہے خاص کر جب وہ بلیک کلر میں ہو مگر میں کہتی ہوں ساڑھی شادی کے بعد پہننی چاہیے۔ ضروری نہیں آپ بھی اس سے اتفاق کریں بھئی اپنی اپنی مرضی ہوتی ہے اور میں ''جیو اور جینے دو'' کے اصول پر زندگی گزارتی ہوں اور مجھے وہ بندہ سخت زہر لگتا ہے جو میری پرائیویسی میں دخل دے اور وہ لوگ جو شک کرتے ہیں اور بلاوجہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے ہیں وہ مجھے بہت بُرے لگتے ہیں۔ میک اپ میں کاجل اور جیولری میں چھوٹے چھوٹے ڈیزائن کی رنگ اور ٹاپس پسند ہیں۔ کانچ کی چوڑیاں بہت پسند ہیں۔ شاعری خود بھی کرتی ہوں۔ بہت اچھا تو نہیں لکھتی مگر جو پڑھتے ہیں بہت پسند کرتے ہیں۔ رائٹر بننا میرا شوق ہے۔ وہ دن میری زندگی کا سب سے خاص دن ہوگا جب میری لکھی ہوئی اسٹوری شائع ہوگی' آپ دعا کریئے گا۔ محبت کرتی ہوں اور محبت کرنے والوں کو پسند کرتی ہوں۔ (آپ لوگ بور تو نہیں ہو رہے......؟ ہو بھی رہے ہیں تو تھوڑا اور صبر کر لیجیے)۔ میں اپنے اللہ جی پر سب سے زیادہ یقین رکھتی ہوں۔ اللہ سے مانگیں تو وہ ضرور دیتا ہے لیکن ساتھ یہ بھی جاننا چاہیے کہ جو ہم مانگ رہے ہیں وہ ہمارے حق میں بھی بہتر ہو اور ہمیشہ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ تو ہم سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے تو جب ایک ماں اپنے بچے کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تو وہ ہستی جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتی ہے وہ ہمیں دکھ میں کیسے دیکھ سکتی ہے۔ بس یہ یقین رکھو تو ہر راہ آسان ہو جائے گی اور دعا کرتے رہیں ایک دفعہ کہیں پڑھا تھا ''دعا ایک دستک ہے بار بار دو گے تو دروازہ کھل ہی جائے گا'' تو آپ بھی کبھی ناامید مت ہوں۔ صرف اس سے مانگیں جو ہر چیز پر قادر ہے۔ باقی فرینڈز! مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا کچھ بُرا لگا ہو تو سوری! میرا تعارف کیسا لگا ضرور بتائیے گا۔ مجھے آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔ اپنا بہت سارا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

بہنوں کی عدالت

عفت سحر طاہر

ادارہ

پیارے قارئین' السلام علیکم!

ایک طویل عرصے بعد پھر سے آنچل میں واپسی ہوئی ہے تو بہت عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں نے پہلا افسانہ "یارڈ اہڈی عشق آتش" 1998ء میں لکھا تھا جو آنچل میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اک لڑکی کچھ دیوانی سی' تیرے عشق کا سزاوار ہوں' وقت سکندر ہے' پورا دکھ اور آدھا چاند' لو ہم نے جیون ہار دیا' مجھے کندن کردو اور بے شمار ناول اور افسانے آنچل کی زینت بنے اور مجھے خدا کے فضل سے قارئین میں بے حد مقبول بنا گئے۔ تب مجھے "آپ کی عدالت" کے لیے پڑھنے والی بہنوں کے جو خطوط موصول ہوئے وہ سب محبتوں سے لبریز (جن کی میں آج بھی مقروض ہوں) تھے اور سبھی میری ان ڈھیروں تحریروں کے متعلق تھے جو انہوں نے پڑھ رکھی تھیں۔ وہ خطوط آج بھی میرے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ فرحت آپا کے خطوط کے ساتھ۔

پچھلے ماہ میں نے پڑھا کہ اس سلسلے کے لیے میرا نام دیا گیا ہے تو یقین مانیں مجھے بہت ہنسی آئی۔ میں نے سب سے پہلے یہی سوچا کہ آج کی قارئین میں کوئی بھی نام وہ نہیں ہے جو میرے لکھنے کے زمانے میں تبصرے کیا کرتی تھیں۔ بقول میرے شوہر کے "تم نے 98ء میں پہلا افسانہ لکھا تھا لیکن اب آنچل کو وہ جنریشن پڑھ رہی ہے جو 90ء میں پیدا ہوئی تھی اور ظاہر ہے ان کے پڑھنے پر میں لکھنا چھوڑ چکی تھی۔ اب بھی لکھتی ہوں لیکن بہت کم۔

سو ڈیئر اس طویل تمہید کے بعد آتے ہیں آپ کے خطوط کی جانب۔ جن میں میری کسی بھی تحریر سے متعلق کوئی بات نہیں ماسوائے میری ذات کے متعلق تو چلیے آج اسی کے متعلق بات ہو جائے۔

سب سے پہلا خط طیبہ نذیر کا شادیوال گجرات سے ہے۔

وعلیکم السلام! جیتی رہیے۔ جی طیبہ میں بھی آپ کے شہر گجرات ہی میں رہتی ہوں۔ میں اسکار پین ہوں اور میری ایجوکیشن بی اے ہے۔ آگے آپ نے میری فیملی کے متعلق پوچھا ہے تو جناب میری شادی کو سات سال کا عرصہ ہو چکا ہے اور میرے تین بچے ریان' ردا اور صبحان ہیں۔ تینوں ذہانت اور شرارتوں میں ایک دوسرے سے بڑھ کے ہیں۔ ماشاءاللہ اور میرے شوہر بے حد محبت کرنے والے بہت پیاری شخصیت کے مالک ہیں۔

طیبہ مجھے لکھتے ہوئے پندرہ سال کا طویل عرصہ ہو گیا ہے اور فیوریٹ ناول اگر میری اپنی تحریر کی بات کر رہی ہو تو یقین کریں مجھے اپنی ہر تحریر پسند ہے اور اگر کسی اور کا پوچھ رہی ہیں تو وہ بے شمار ہیں۔ فی الحال ایک عمیرہ احمد کا پیر کامل صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور جہاں تک بات ہے ملنے کی تو طیبہ آپ شادیوال میں رہتی ہیں اور میں گجرات شہر میں کبھی بھی آ جاؤ یار۔

اور رہی آنچل میں تعارف بھیجنے کی بات تو سارے سلسلے کے جوابات پڑھ کے میرے انٹرویو والا ہی لطف آئے گا ایسے ایسے سولات آئے ہیں آج خوش رہیں طیبہ۔ اللہ آپ کو کامیابیاں اور

آسانیاں عطا کرے۔

فضا ہاشمی پاکپتن شریف سے تشریف لائی ہیں۔

سب سے پہلا سوال کہ انس کو کیوں مارا تھا؟ تو میری جان موت سے کس کو رستگاری ہے آج میری تو کل تمہاری باری ہے والا حساب ہے۔ ناولز کے کریکٹر اصل زندگی کی عکاسی کرتے ہیں اور زندگی کی حقیقتوں میں سے ایک اٹل حقیقت موت ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ کہانی کو آگے بڑھانے کے لیے کبھی کبھار رائٹر کو اچانک موڑ بھی مڑنا پڑ جاتا ہے ڈیئر۔

آپ جب جی چاہے مجھے آنچل کی معرفت خط لکھ سکتی ہیں۔

جہاں تک بات ہے میری نیچر کی کہ میں اپنی تحریروں کی طرح زندہ دل ہوں یا نہیں؟ تو پیاری فضا! ایک رائٹر اپنی ہر تحریر میں جھلکتا ہے اور آپ میری ہر تحریر اٹھا کے دیکھ لیں وہاں آپ کو شگفتگی ہی ملے گی اور یہی زندہ دلی میری اپنی ذات میں بھی ہے۔ خوش رہیں فضا۔

عمرانہ رمضان شاہینوں کے شہر سرگودھا سے آئی ہیں۔ یہ بھی شاید 90ء میں پیدا ہونے والی جنریشن میں سے ہیں۔ جو مجھے جاننا چاہ رہی ہیں۔ ڈیئر عمرانہ آپ نے تو "کون ہیں آپ؟" پوچھ کر مجھے لاجواب ہی کر ڈالا۔ جہاں تک بات ہے کہ رائٹر بننے کا خیال کیسے آیا تو سچ بتاؤں بہت سی تحریریں پڑھ کے میں سوچا کرتی تھی کہ اس سے اچھا تو میں لکھ لیتی۔ بس یہ سوچ کر لکھنا شروع کیا اور وہ سب لکھا جو میں پڑھنا چاہتی تھی۔ کبھی وہ وقت تھا کہ ایک آدھ اچھا جملہ پڑھ یا سن کے کوئی اچھا شعر پڑھ کے بھی میں ناول لکھ لیا کرتی تھی (متاثر ہو کر) اور اب حال یہ ہے کہ پیپر ایک بچے کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو بال پین دوسرے کے۔ بیچ میں میں بیچاری کیا کر سکتی ہوں۔ اب تو لکھنا بہت مشکل لگتا ہے۔ ایمان سے آخر میں آپ نے محبت دل پہ دستک جیسے ناول کی فرمائش کی ہے۔

اچھا...... یہ ناول میں نے لکھا تھا؟ قسم سے یار اب تو یقین ہی نہیں آتا۔ بہر حال کوشش کروں گی۔ تمہارے لیے بہت سی دعائیں۔

مریم جبیں ٹکال سے آئی ہیں۔

میری سب سے پیاری عادت کے بارے میں پوچھتی ہیں۔ بہت سوچا کچھ یاد نہیں آیا۔ طاہر سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ بھلکڑ پن میں نے کہا۔ آپ کی عادت تھوڑی پوچھی ہے۔ کہنے لگے یہ تو ہم دونوں کی مشترکہ عادت ہے۔ (ویسے یہ سو فیصد سچ ہے) ویسے اپنی مروت...... مگر مجھے کبھی کبھار اس عادت سے چڑ بھی ہوتی ہے۔ مروت میں بہت سی ایسی باتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے جو مجھے پسند نہیں۔ بہت سے دوغلے لوگ جو بہت فرینڈلی مگر غیبت کے عادی۔ مگر کیا کریں جی ملنا تو پڑتا ہے نا۔

اف یہ کیا پوچھ لیا مریم...... عشق اور محبت...... ایک سات سالہ شادی شدہ خاتون (میرا مطلب ہے لڑکی) سے ایسا سوال۔

بہر حال جب میں ان میرڈ تھی تب میرا پہلا انٹرویو اس سلسلے میں آیا تھا۔ تبھی میں نے کہا تھا کہ مجھے گلی کوچوں اور اسکول کالجز آتے جاتے ہو جانے والی محبتوں سے سخت نفرت ہے۔ بلکہ ان لڑکیوں سے بھی جو بری بیٹیاں' بری بہنیں مگر اچھی محبوبہ بنی ہوتی ہیں۔

ہاں شادی کے بعد طاہر سے محبت نہیں بلکہ عشق ہوا ہے۔ اور بلیومی مجھے اپنی سات سالہ پرانی

شادی سات ماہ پرانی لگتی ہے اور طاہر بھی ہمیشہ یہی کہتے ہیں۔ اب اندازہ کرلیں ماشاء اللہ سے ہماری محبت کا۔

پہلی کہانی شائع ہونے پر تاثرات؟

یقین نہیں آرہا تھا مگر خوشی بے حساب تھی۔

کامیاب اور پرسکون زندگی کے لیے کیا ضروری ہے؟

پیاری مریم مادی خواہشات اور روپے پیسے کی تنگی نہیں بلکہ دوسرے کے دل اور بانہوں کی کشادگی دیکھیے۔ باہمی اعتماد اور محبت کامیاب اور پرسکون زندگی کے اہم ستون ہیں۔

نئے لکھنے والوں میں کیا بات ہونی چاہیے؟

کئی نئے نام بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔ اپنی بات کروں گی میں ہمیشہ ایک ٹاپک لے کے پھر اسے ناول یا افسانے میں ڈھالتی تھی۔ مطلب یہ کہ محض رومینس وغیرہ نہیں بلکہ کوئی سبق بھی ہو تحریر میں۔ قاری کچھ لے کے ہی اٹھے۔

خوش رہو مریم بہت سی دعائیں تمہارے لیے۔

فرح طاہر اور کرن وفا کراچی سے اتنی دور گجرات (پنجاب) آئی ہیں۔ خوش آمدید۔

آنچل سے شناسائی کیسے ہوئی؟

آسیہ مرزا آپی کا ناول "دکھ کا دریا سکھ کا ساگر" اور ایم اے راحت کا درد کے رشتے کافی پہلے کی بات ہے۔ ہم اسٹوڈنٹس تھیں اور فرینڈ زمل کے ڈائجسٹ لیا کرتی تھیں۔

آج کل کی تحریریں معاشرے کی عکاس ہوتی ہیں؟

جی، ہوتی ہیں۔ مگر وہ جن میں صرف رومینس اور لڑکا، لڑکی کی محبت ٹائپ کی کہانی نہ ہو۔ بلکہ باقاعدہ کوئی ٹاپک لے کے معاشرے کی اصلاح کے لیے قلم اٹھایا گیا ہو۔

عفت خود کن رائٹرز کو شوق سے پڑھتی ہیں؟

یقین کریں میں ہر اچھا لکھنے والے کو شوق سے پڑھتی ہوں۔ عمیرہ احمد کے کئی ناولز، رفعت سراج کو بہت پڑھا، آج کل رفعت ناہید سجاد اور عالیہ بخاری کو بہت دل سے پڑھتی ہوں۔

اپنی شخصیت کو تین لفظوں میں بیان کریں؟

مخلص، حساس اور محبت کرنے والی۔

فرح اور کرن آپ کے لیے بہت سی دعائیں۔

جہلم کالا گوجراں سے سدرہ آئی ہیں۔

وعلیکم السلام، میں بالکل خیریت سے ہوں ڈیئر۔ محبت دل پہ دستک کو پسند کرنے کا بہت شکریہ اور جہاں تک رومینس اور مزاح کی بات ہے تو میری اپنی شخصیت میں مزاح بھی ہے اور رومینس بھی کیا سمجھیں۔

بہت عرصہ ہوگیا آپ کا کوئی ناول پڑھے دوبارہ کب اسٹارٹ کریں گی؟

دعا کرو یار، دل تو بہت چاہتا ہے لکھنے کو مگر میرے بچے رات ایک بجے سے پہلے سونے کو تیار ہی نہیں ہوتے۔ ایسے میں کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟ ویسے اب کوشش کر رہی ہوں پھر سے وقت رفتہ کو آواز دینے کی۔

نئی لکھنے والیوں کو میں کیا ٹپ دوں گی یار، صرف یہ کہ محنت اور محبت سے لکھیں ان دونوں چیزوں کا صلہ ضرور ملتا ہے۔

دعاؤں میں یاد رکھنا۔

سمیرا انور جھنگ سے تشریف لائی ہیں۔

عفت آپی آپ شاعری کرتی ہیں؟ آپ کی شاعری کی کوئی کتاب شائع ہوئی؟

نہ جی، ہم تو رائٹر بن کے ہی سر کھجانے سے بھی گئے آپ تو ہمیں نازیہ کنول نازی بنانے پر تل گئی ہیں۔ ویسے مزے کی بات بتاؤں محبت دل پہ دستک میں حمرہ کی شاعری میری اپنی شاعری تھی۔

کیسا سرپرائز ہے؟

آپ میں لکھنے کا شوق کب پیدا ہوا؟

پیدائشی ہے یار، مجھے تو یہی لگتا ہے۔

آپ آنچل اور خواتین کے علاوہ کس ڈائجسٹ میں لکھتی ہیں؟

یار اب تو ان دونوں میں بھی نہیں لکھتی۔ ٹائم ہی نہیں ملتا کہ محبتوں کا قرض چکا سکوں۔

خوش رہو سمیرا۔

صنم ناز ایف گوجرانوالہ سے آئی ہیں۔

ویسے یہ ایف سولہ والا ایف ہے یا...... ایسے ہی ڈرانے کے لیے؟

آپ کہانیاں ارد گرد سے متاثر ہو کے لکھتی ہیں یا جو ذہن میں آجائے؟

صنم جی میں کہانیاں باقاعدہ ٹاپک لے کے لکھتی ہوں آپ پورا دکھ اور آدھا چاند پڑھیں وہ ایک ایسی لڑکی کی کہانی تھی جس کا ریپ ہو جاتا ہے مگر اس کا شوہر اسے قبول کر لیتا ہے۔ وقت سکندر ہے ایک ایسے باپ کی کہانی جو اپنے ہی بچوں پر ظلم ڈھاتا ہے۔ لو ہم نے جیون ہار دیا۔ زنجیر بہاراں کشمیر کے موضوع پر لکھی کہانی مطلب یہ کہ کوئی بھی کہانی محض لڑکا لڑکی کی محبت ٹائپ نہیں ہے۔

آپ کس شہر میں رہتی ہیں کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟

پیاری صنم میں گجرات میں سٹی میں رہتی ہوں اور دوستی کی کیا بات کرتی ہو یار۔ تمہارا خط پڑھ رہی ہوں۔ تمہیں جواب دے رہی ہوں۔ دوستی ہی ہوئی نا۔

کیا کہانیاں تخلیق کرنا آپ کا بچپن کا خواب تھا؟

مجھے اپنے پیارے دادا جان یاد آگئے جو سردیوں میں ہم چاروں چھوٹے بہن بھائیوں کو لحاف میں بٹھا کر الہ دین کا چراغ اور کھل جا سم سم سنایا کرتے تھے۔ تبھی سے مجھے بھی کہانیاں بنانے کا جنون تھا اور اب میں اپنے تینوں بچوں کو سونے سے پہلے کہانیاں سنا سنا کر انہیں بھی خاصا ٹرینڈ کر چکی ہوں۔ صنم کے لیے بہت سی محبت اور دعائیں۔

سدرہ، پروا، کرن راجن پور سے ہیں۔

آپ نے ازمیر بٹ (بٹ سیریز) کا سلسلہ بند کیوں کر دیا پھر سے اسٹارٹ کریں۔

ڈیئرز سلسلہ بند نہیں ہوا۔ وقفہ ذرا طویل ہو گیا ہے میری ازلی سستی ختم ہو تو سلسلہ آگے بڑھے نا۔ مگر یقین کریں ختم نہیں کیا۔

آپ کے لیے دعاؤں کا تحفہ۔

پروین افضل شاہین صاحبہ بہاولنگر سے جو سوال لائی ہیں۔ وہ شاید میری سینس آف ہیومر کا امتحان ہے۔ یا شاید شائلہ آپی کے لیے تھے۔

زخمی شیر اور زخمی شوہر میں کیا فرق ہوتا ہے؟

اللہ معاف کرے یہ دونوں شخصیات بھی دیکھی نہیں۔ یا شاید زخمی شوہر کے سامنے تو آپ کھڑی ہو سکتی ہیں مگر زخمی شیر کے سامنے نہیں۔

ماں کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے باپ کے قدموں تلے کیا ہوتا ہے؟

اس جنت کے دروازے کی چابی ڈیئر۔

عورت زیادہ عقلمند ہوتی ہے یا مرد؟

اس کا جواب تو آپ کو پرنس افضل شاہین ہی

دے سکتے ہیں۔

اگر لڑکیاں بائیک چلانا شروع کردیں تو کیا منظر ہوگا؟

خود سوچو یار کیا فضول ترین منظر ہوگا۔

صدف سلیمان شور کوٹ شہر سے تشریف لائی ہیں۔

صدف ڈیئر میری پہلی کہانی یارڈاہڈی عشق آتش تھی اور آنچل ہی میں شائع ہوئی تھی۔ آپ کے دوسرے سوال کا جواب دے چکی ہوں اوپر۔

آپ کی اپنی کوئی کاوش جو آپ کو بہت پسند ہو، پسند کی وجہ؟

محبت دل پہ دستک اور وجہ یہ ہے کہ اسے میں نے بہت محبت سے لکھا ہے۔

کوئی ایسی تعریف یا تنقید جو آپ کبھی فراموش نہیں کرسکیں؟

جی، ایک لڑکی نے مجھے کندن کردو پڑھ کر زندگی بدلنے کا اعتراف کیا اور کشمیر پر لکھی کہانی پڑھ کر نازیہ کنول نازی نے کہا کہ یہ سب وہ لکھنا چاہتی تھیں جو میں نے لکھا ہے۔ اور بھی بہت کچھ اور اللہ کا شکر ہے کہ میری تحریروں کو محبت ہی ملی ہے آج تک۔

فرحت آپا کی وفات پر تاثرات اور یہ خبر کس کے توسط سے ملی؟

فرحت آپا کی بیماری سے میں لاعلم تھی کیونکہ میں کافی عرصے سے لکھنا چھوڑے ہوئے تھی۔ طاہر بھائی نے فون پر اطلاع دی تھی اور میں بہت ڈسٹرب ہوئی یقین کریں کہ کسی بہت پیاری ہستی کے چلے جانے کا احساس تھا۔ جو آج بھی ہے اور فرحت آپا کے سارے خطوط میں نے سنبھال کے رکھے ہوئے ہیں۔ خدا ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

پیار صدف سدا خوش رہو دعاؤں میں یاد رکھنا۔

مہر گل اورنگی کراچی سے آئی ہیں۔

گل، اتنی محبت کا شکریہ۔ میری تحریروں نے آپ کو آنچل کا قاری بنایا۔ یعنی اتنا اچھا ہمسفر دے دیا آپ کو۔ زویا اور راز میر بھی جلد ہی ملاقات کو حاضر ہوں گے ڈیئر۔

رہی بات گھر کی تو طاہر ماشاء اللہ سے بالکل ٹھیک ہیں۔ ریان کا اسکول اسٹارٹ ہوئے تیسرا سال ہے اور آپ کا اندازہ بالکل درست ہے ردا اور صبحان بھی اس دنیا کی رونق بڑھانے آچکے ہیں اور ان تینوں کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ کاغذ قلم اماں کے نہیں بلکہ ان کے ہاتھوں میں ہو۔ ایسے میں، میں بیچاری تو بس کوشش ہی کرسکتی ہوں لکھنے کی۔ آنچل میں نئے سرے سے انٹری دی تو ہے اگر یونہی محبتیں ملیں تو آئندہ بھی حاضر ہوتی رہوں گی اور دل پہ دستک دے کر جاؤں گی نہیں بلکہ پورا دل دروازہ کھلواؤں گی۔ پرامس۔

مہر گل کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔

امید ہے کہ اب نئی قارئین کو کافی حد تک عفت سحر طاہر کا پتا چل گیا ہوگا۔ مجھے تو جوابات دیتے بہت مزا آیا۔ آپ کے تبصرے کا انتظار رہے گا۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

آپ سب کے لیے دعاگو

عفت سحر طاہر

"بہنوں کی عدالت" میں اگلی پیشی ڈاکٹر تنویر انور خان کی ہے جن کے لیے آپ سوالات ۱۵ اپریل تک ارسال کرسکتی ہیں۔

آنچل کے ہمراہ

ادارہ

نورین شفیع ...... ملتان

۲:۔ میں آنچل میں سب سے زیادہ مکمل ناول اور سلسلے وار ناول پڑھنا چاہتی ہوں۔

۳:۔ میری نظر میں 2011ء اگست کا آنچل ہے جو میرے لیے بہت خاص ہے کیونکہ اس میں نازی آپی کی کہانی شامل ہے اس کہانی کو میں کبھی نہیں بھلا سکوں گی میں یہ کہانی پڑھ کر بہت زیادہ روئی تھی ملک کے حالات پر۔

۴:۔ ویسے تو آنچل کے سارے سلسلے ہی اچھے ہیں کسی ایک کے بارے میں کہنا غلط ہوگا اس لیے سارے سلسلے اچھے ہیں میں چاہتی ہوں کہ یہ کبھی بند نہ ہوں۔

۵:۔ آنچل کی رائٹرز نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور کو سب سے زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں اور اس کے علاوہ عمیرہ احمد اور راحت جبیں کو آنچل میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

بشریٰ نوید باجوہ ...... اوکاڑہ

۱:۔ انسان کی فطرت کبھی نہیں بدلتی چاہے وہ کچھ بھی کرلے اور جس انسان کی فطرت میں ڈسنا ہو تو وہ ڈسا ہی کرتے ہیں۔ آپ ان پر اپنا پیار خلوص لٹاتے ہو اور وہ آپ کی زندگی کو زہر آلود کردیتے ہیں پنجابی کی ایک کہاوت ہے کہ "سپاں دے پتر میت نئیں بن دے بھاویں چلیں دودھ پیائے" (سانپ کی اولاد کبھی آپ کی دوست نہیں بن سکتی چاہے آپ ان کو دودھ پلاتے رہیں) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

۲:۔ ویسے تو مجھے ناول پڑھنا اچھا لگتا ہے لیکن اب کچھ ماہ سے آنچل میں زبردست افسانے لگ رہے ہیں۔ تو مجھے افسانے بہت پسند ہیں اب۔

۳:۔ آنچل کے سب ہی شمارے خاص ہوتے ہیں اور میرے لیے وہ خاص ہوتا ہے جس میں میری تحریریں شامل ہوں۔

۴:۔ سب سے پہلے مستقل سلسلوں میں دیکھتی ہوں کہ کس میں میرا نام ہے اس کے بعد تبصرے پڑھتی ہوں دوست کے نام پیغام آئے یہ سلسلہ بند نہیں ہونا چاہیے چاہے ہما آپی میرے پیغام نہ ہی لگائیں۔

۵:۔ آنچل میں عفت سحر، ام مریم، سدرہ سحر، آسیہ مرزا، سمیرا طور، سباس گل، سعدیہ امل کو زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں کیونکہ آج کل یہ کم کم نظر آتی ہیں اور عمیرہ احمد، نمرہ احمد، فرحت اشتیاق کو آنچل میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

کرن وفا ...... لانڈھی، کراچی

۱:۔ یہ عین فطرت ہے جس رشتے پر آپ بھروسہ کرتے ہیں وہی آپ کے اعتماد بھروسے کے پندار کو ٹھیس پہنچاتے ہیں جلتا کوئلہ ہو تو ہاتھ جلاتا ہے اگر ٹھنڈا ہو تو ہاتھ کالے کرتا ہے۔

۲:۔ میں آنچل میں سب سے زیادہ افسانے اور ناولٹ پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ اور آج کل "سمیرا شریف" کا مکمل ناول زیر مطالعہ ہے۔

۳:۔ 2011ء میں آنچل کا ہر شمارہ ویسے تو خاص الخاص ہے لیکن نومبر اور دسمبر کے شمارے بہت خاص اور اہم ہیں۔ ان میں میری پارٹنر فرح کے میرے نام پیغام چھپے تھے۔

۴:۔ دوست کا پیغام آئے اور آنچل کے ہمراہ ہمیشہ سب سے پہلے پڑھتی ہوں یہ دونوں سلسلے مجھے بے حد پسند ہیں تو چاہوں گی کہ یہ دونوں سلسلے کبھی بند نہ ہوں۔

۵:۔ عالیہ حرا، سعدیہ امل، صائمہ قریشی اور ڈاکٹر تنویر انور خان کی تحریر کو زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں۔

ان سب کا انداز تحریر بہت خوب صورت ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ فرح طاہر، صائمہ اکرم کو آنچل میں دیکھنا اور

پڑھنا چاہتی ہوں بائے۔

ضساء دلدار...... پنڈوڑی

ا:۔ کیونکہ فطرت نہیں بدل سکتی۔ عادت تو بدلی جاسکتی ہے مگر فطرت کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ بعض لوگ اپنے پیار کرنے والوں کو بھی ڈس لیتے ہیں۔ مگر انہیں اس وقت اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے چاہنے والوں کے ساتھ اچھا نہیں کررہے۔ جب انہیں احساس ہوتا ہے تو بہت پچھتاتے ہیں۔

۲:۔ ویسے تو آنچل کا ہر سلسلہ ہی بہت اچھا ہے اور پڑھنا اچھا لگتا ہے مگر میں آنچل میں ناول زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں۔

۳:۔ 2011ء کے سب شمارے اچھے تھے مگر ایسا کوئی شمارہ نہیں جو میری نظر میں بہت خاص ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ 2011ء میں میرا کوئی خط آنچل میں شائع نہیں ہوا۔

۴:۔ ''بیاض دل'' ایسا سلسلہ ہے جو میں سب سے پہلے پڑھتی ہوں۔ اور چاہتی ہوں کہ یہ سلسلہ کبھی بند نہ ہو۔ کیونکہ مجھے شاعری بہت پسند ہے۔

۵:۔ اقراٗ صغیر احمد کو آنچل میں زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں۔ ان کی کہانیاں بہت خوب صورت ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ کرن کی رائٹرز فاخرہ جبیں اور نمرہ احمد کو آنچل میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

فوزیہ سلطانہ...... ڈیرہ غازی خان

ا:۔ فطرت نہیں بدلتی چاہے کتنی کوشش کی جائے انسان کی فطرت کبھی بھی نہیں بدلتی چاہے وہ کسی کو پیار کرنے کی ہو یا پھر کسی کو دکھ دینے کی۔ آپ کسی سے کتنا ہی پیار کرو اگر اس کی فطرت ہی بری ہے تو وہ کبھی بھی آپ کے ساتھ پیار نہیں کرے گا۔ صرف دکھ دے گا۔ کیونکہ یہ اس کی عادت ہے۔ فطرت ہے۔

۲:۔ میں آنچل میں قسط وار ناول پسند کرتی ہوں اور وہ بھی نازیہ آپی کے لکھے ہوئے ہوں تو مزا دوبالا ہوجاتا ہے مگر وہ ایک وقت میں صرف ایک ہی ناول لکھ سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ بھی انسان ہیں۔

۳:۔ آنچل کا دسمبر 2011ء میرے لیے خاص بن گیا۔ کیونکہ اس میں پہلی بار میرا نام آنچل میں شائع ہوا تھا۔

۴:۔ ہمارا آنچل یہ وہ سلسلہ ہے جو میں سب سے پہلے پڑھتی ہوں کیونکہ مجھے آنچل کے قارئین کے بارے میں جاننے کا بہت شوق ہے اور میں چاہوں گی یہ سلسلہ کبھی بند نہ ہو۔

۵:۔ میں آنچل میں نازی آپی کی کہانی زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہوں گی اور اس کے علاوہ میں نمرہ احمد، فرحت اشتیاق، نگہت عبداللہ اور عمیرہ احمد کو آنچل میں بطور رائٹر دیکھنا چاہتی ہوں۔

مہر گل، دعا گل...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

ا:۔ انسان کا خمیر مٹی سے گندھا ہے اسی لیے سرکشی کا عنصر اس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ بے وفائی ازل سے محبوب کا شیوہ رہی ہے۔ کسی جگہ عورت کی بے وفائی کا شکوہ ہے تو کہیں مرد ہرجائی ہوتا ہے۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے۔ تو ساس بہو اور نند بھاوج کی چپقلش کسی سے پوشیدہ نہیں تو یہ پلٹ کر حملہ کرنے والی فطرت تو انسان کا خمیر ہے۔

۲:۔ سب سے زیادہ شاعری، حمد و نعت اور شوخ و چنچل تحریریں پڑھنا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے چاہے وہ ناول ہو، ناولٹ یا افسانے اور قسط وار ناول اگر عفت یا اقراٗ آپی کا ہو تو سب سے پہلے لانگ جمپ لگا کر اس تک ہی پہنچتے ہیں آخر پورے ماہ انتظار کی سولی پر جو لٹکتے ہیں۔

۳:۔ 2011ء کا نومبر کا شمارہ جس میں قیصر آپی سے میرا قلمی رابطہ جڑا اور قیصر آپی نے در جواب آں میں مجھے فرحت آپی کے انداز میں تسلی دی تو احساس ہوا کہ آج بھی آنچل ہمارا اپنا ہے اور اس میں میری غزل بھی پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی۔

۴:۔ حمد و نعت سب سے پہلے پڑھتی ہوں اور آئینہ اور نظم و غزل کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کی شخصیت میں جب سوالات ہوتے ہیں جب یہ سلسلہ بھی کافی دلچسپ لگتا ہے۔

۵:۔ عفت سحر طاہر اور اقراٗ آپی کی تحریر اور اب حمیرا نگاہ کو بھی زیادہ پڑھنا چاہتے ہیں اور آنچل کی رائٹر کے علاوہ نو آموز مصنفہ، مہر گل (آہم آہم اب تو افسانہ چھاپ ہی ڈالیں) کی تحریر (یعنی اپنی) اور فائزہ افتخار، فرحت اشتیاق اور نمرہ احمد آسیہ مرزا کی تحریریں آنچل میں پڑھنا چاہتے ہیں۔

ثمرہ محمود...... جگڑی باغ لیے کے

ا:۔ ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ جن کی فطرت میں ڈسنا ہو وہ کبھی ڈسنا بھولتے نہیں۔ ہر کسی کی زندگی میں ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں انہیں جتنی عزت دی جائے جتنا پیار دیا جائے وہ اپنی فطرت نہیں بدلتے۔

۲:۔ مجھے قسط وار ناول پڑھنا زیادہ پسند ہے۔ ہر ماہ بے چینی سے قسط کا انتظار ہوتا ہے اور جب آنچل ہاتھ آتا ہے تو قسط پڑھ کر اگلی قسط کا پھر سے انتظار شروع ہوجاتا ہے اور انتظار کا بھی اپنا ہی مزا ہے۔

۳:۔ آنچل کا ہر شمارہ بہت خاص ہوتا ہے۔ 2011ء کا تو کوئی نہیں لیکن وہ آنچل جس میں پہلی دفعہ میرا نام آیا تھا میرے لیے بہت خاص ہے۔ میں آنچل میں اپنا نام دیکھ کر اتنی خوش تھی کہ بیان نہیں کرسکتی۔

۴:۔ آنچل میں آپ کی شخصیت کا سلسلہ میرا فیورٹ ہے اور میں چاہتی ہوں کہ وہ کبھی بند نہ ہو۔ کیونکہ اس سلسلہ سے ہماری شخصیت میں بہت نکھار آتا ہے۔

۵:۔ آنچل کی تمام رائٹرز کو بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ لیکن نازی جی میں آپ کو بہت پسند کرتی ہوں۔ اور آپ کی کوئی تحریر نہ پڑھوں یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ شاعری میں مجھے کوئی خاص انٹرسٹ نہیں لیکن آپ کی غزل، شعر کچھ بھی ہو میں ضرور پڑھتی ہوں۔ میں آپ کو ایک بار دیکھنا چاہتی ہوں۔ پتا نہیں میری خواہش پوری ہوگی یا نہیں۔ میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں۔ آنچل کے رائٹرز کے علاوہ میں عمیرا احمد اور نمرہ احمد کو آنچل میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

شمع مسکان...... جام پور

ا:۔ قسمت اور تقدیر مل کر ہم سے آنکھ مچولی کھیلتی ہیں۔ کبھی ہمیں اچانک ہی کسی مہربان سے ملادیتی ہے تو کبھی ہم کسی کے ظاہر سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ پھر اگر ہم سنبھلنا بھی چاہیں تو اس کا منتقل کردہ زہر پورے شریر میں پھیل کر ہماری قوت سلب کرلیتا ہے۔

۲:۔ آنچل کا تو نام آتے ہی ایک تقدس ایک احترام کا سا احساس جاگزیں ہوتا ہے میرے آنچل کے تمام ستارے ہی مجھے بے حد پسند ہیں مگر تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوکر سب سے پہلے قسط وار ناول ہی پڑھتی ہوں۔ لاسٹ قسط کا اینڈ اتنا بے چین رکھتا ہے کہ پورا مہینہ انتظار بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ سو سب سے پہلے قسط وار ناول ہی پڑھتی ہوں۔ ایک اہم بات بتاؤں، ویسے مکمل ناول تو رسالے کی جان ہوتے ہیں اب بھلا اور میں کیا بیان کروں؟

۳:۔ بھئی آنچل تو 2011ء کے پورے سال ہی خاص رہا۔ ہمارا نام جو باقاعدگی سے کسی نہ کسی سلسلے میں آتا رہا ہے۔ سو اسپیشل تو ہوا، نا لیکن جولائی کا شمارہ جیسے ہی میرے ہاتھوں میں سمایا اور میری نظر در جواب آں میں پہلے پہلے نام پر پڑی تو بے حد بے انتہا خوشی ہوئی کیا بھئی خوشی سچ میں خوشی کی زیادتی سے خود کو سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ پانچ سالہ دوستی کے دوران یہ ملاقات تو بڑے ہی خوب صورت انداز میں ہوئی۔

۴:۔ آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ آنچل میں ایک لڑکی کی زندگی کا پورا لائحہ عمل موجود ہوتا ہے۔ دین اسلام سے آگاہی، روحانی مسائل کا حل، شخصیت کے اجاگر کرنے کے طریقے، خانہ داری میں طاق کرنا، حسن کو نکھارنے کے لیے مختلف ٹپس، بہنوں میں پوشیدہ

لکھنے کی صلاحیت کو اجاگر کرنے کے لیے سروے کے نام سے سلسلہ ہے۔ تفریح کے لیے غزلیں نظمیں اور بیاض دل موجود ہیں۔ پیاری پیاری دوستیں بنانے اور اپنے خیالات ان تک پہنچانے کے لیے بھی سلسلہ موجود ہے اب بھلا میں کون سا بند کروانا چاہوں گی ہاں جہاں تک سب سے پہلے پڑھنے کی بات ہے تو میں سب سے پہلے دانش کدہ پڑھتی ہوں پھر سرگوشیاں۔

۵:۔ آنچل کی ساری رائٹرز ہی بہترین لکھتی ہیں۔ بس نئی رائٹرز کی تحاریر میں ذرا جھول ہوتے ہیں۔ جو کہ ان شاء اللہ جلد ختم ہو جائیں گے۔ اگر میں ایک رائٹر کا نام لوں تو باقی رائٹرز کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ اگر سعدیہ امل کاشف کی تحریر نے دل پر دستک دی تو سمیرا شریف کی تحریر نے دل کی دہلیز کو چھوا۔ نازی جی نے اپنی تحریر سے دل موہ لیا تو اقراٴ صغیر صاحبہ نے (تحریر نے) ہمارے دل پر قبضہ کرلیا۔ عفت سحر طاہر کے تو کیا ہی کہنے۔ البتہ میں آنچل میں آسیہ رزاقی اور نایاب جیلانی صاحبہ کو دیکھنے کی خواہشمند ہوں۔

نمیر شیخ...... گوجرانوالہ

ا:۔ کسی کی عادات کو تو تبدیل کیا جا سکتا ہے لیکن کسی کی فطرت یا جبلت کو کبھی بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جو چیز اللہ کی طرف سے ہماری جبلت میں شامل ہے اس کو تبدیل کرنا ناممکنات میں سے ہے۔

۲:۔ مجھے آنچل میں سب سے زیادہ قسط وار اور مکمل ناول پسند ہیں اور وہی میں سب سے پہلے پڑھتی ہو۔

۳:۔ میری نظر میں آنچل کا ہر وہ شمارہ خاص ہے۔ جس میں میرے اپنوں کے خط شامل ہوں۔

۴:۔ آنچل کے سب سلسلے سُپر ہیں۔ مگر دوست کا پیغام آئے ایسا منفرد اور دلچسپ سلسلہ ہے جو کہ میں چاہتی ہوں کبھی بند نہ ہو۔

۵:۔ عفت سحر طاہر کی تحریر زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں اور میں نمرہ احمد اور عمیرہ احمد کو آنچل میں دیکھنا چاہوں گی۔

اسماء کرن...... ضلع بھکر

ا:۔ کیونکہ ڈسنا اس کی فطرت میں ہوتا ہے اس کی ذہنیت ایسی ہوتی ہے کہ دوسروں کو نقصان پہنچانا ہے لیکن نقصان پہنچانے والا یہ نہیں سوچتا کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ بے شک ہمارے پیار کے منتر پڑھنے سے اس کا دل نرم نہ ہو لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر کوئی اس پر پیار کے منتر پڑھے گا۔

۲:۔ جب بھی آنچل میرے ہاتھ میں آتا ہے مکمل ناول پڑھنا شروع کر دیتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ بہت سارے مکمل ناول ہوں جو میں پڑھتی رہوں۔ افسانے اور قسط وار ناول آخر میں پڑھتی ہوں۔

۳:۔ تیسرے سوال کا میں کیا جواب دوں میرے لیے آنچل کا ہر شمارہ ہی خاص ہوتا ہے ویسے عید نمبر زیادہ اچھا تھا کیونکہ عید نمبر میں ایسی کہانیاں تھیں جن میں لوگوں کی پہلے مخالفت ہوتی ہے پھر عید پہ صلح ہوتی ہے۔ عام طور پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے اس لیے مجھے عید کا تہوار بہت پسند ہے۔

۴:۔ آنچل کا سلسلہ یادگار لمحے مجھے بہت پسند ہے۔ میں سب سے پہلے اسے ہی پڑھتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ یہ سلسلہ کبھی بند نہ ہو۔

۵:۔ ہائے یہ تو بہت مشکل سوال آپ نے پوچھ لیا ہے اب میں کس رائٹر کو خاص کروں۔ ویسے ماشاء اللہ سب رائٹرز ہی بہت اچھا لکھتی ہیں مجھے سب کی تحریر بہت اچھی لگتی ہے اور آنچل کی رائٹرز کے علاوہ مجھے فائزہ پسند ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ آنچل میں لکھیں۔

رشک حبیبہ...... کراچی

ا:۔ اس کیوں کا کیا جواب دوں؟ ویسے فطرت تو بدلتی رہتی ہے (میرے خیال میں) اور کسی بھی چیز کی تبدیلی میں باہر کی چیزوں کا' رویوں کا' حالات کا عمل دخل ہوتا ہے

۲:۔ ویسے تو سب کچھ ہی پڑھتی ہوں لیکن بطور خاص پہلے قسط وار ناولز پڑھتی ہوں اور اس سے پہلے ایک

سرسری ورق گردانی میں بیاض دل کا پورا صفحہ ختم کر لیتی ہوں۔ کہ جہاں کہیں منظوم کلام دکھائی دیتا ہے تو آنکھیں پڑھے بغیر صفحہ چھوڑنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتی ہیں۔

۳:۔ جنوری 2011ء کا شمارہ میرے لیے خاص ہے کیونکہ اس میں بطور مصنفہ میرا افسانہ پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا۔

۴:۔ بیاض دل سب سے پہلے اس کے بعد یادگار لمحے اور پھر شاعری کے صفحات جتنے بھی ہیں۔ یہ سب میں پہلے پڑھتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ یہ سارے سلسلے کبھی بند نہ ہوں۔

۵:۔ بہت ساری ہیں ایک کا نام لینا تو ناانصافی ہوگی۔ اقراٴ صغیر' عشنا کوثر سردار' نازیہ جی و دیگر......!

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

ا:۔ اس دنیا میں سیکڑوں لوگ بستے ہیں جن میں سے کچھ خلوص کا جواب خلوص سے دیتے ہیں جب کہ کچھ لوگ خلوص کا جواب دینا پسند ہی نہیں کرتے چونکہ ان کی فطرت ہی دھوکا دہی پر مشتمل ہے اس لیے وہ خلوص کے بدلے میں دھوکا ہی دیتے ہیں چاہے ان سے لاکھ محبت کی جائے۔

۲:۔ اپریل 2011ء کا شمارہ میرے لیے بہت خاص ہے کیونکہ اس میں میرے تمام خطوط شائع ہوئے تھے۔

۳:۔ آنچل میں دوست کا پیغام آئے یہ سلسلہ مجھے بہت پسند ہے کیونکہ اس کے ذریعے ہم اپنا پیغام کسی کو بھی پہنچا سکتے ہیں۔

۴:۔ میں آنچل کی بیسٹ رائٹر عمیرہ احمد کو پڑھنا چاہتی ہوں اس کے علاوہ میں ابھی تک کسی نئی رائٹر کو آنچل میں دیکھنے کی خواہشمند نہیں۔

سمیرا انور...... جھنگ

ا:۔ پیار و محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ انسان اپنے احساسات و جذبات کسی دوسرے شخص کے نام کر کے یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ وہ اس کے جذبات کی قدر کرے گا مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہمارے خوابوں کو نوچ ڈالتے ہیں۔ جو دوسروں کو درد و تکلیف میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ آپ نے بالکل ٹھیک کہا ایسے لوگ سانپ کی طرح ہوتے ہیں جو ہماری محبت کو ڈس جاتے ہیں۔ ان کو ڈس کر بھی سکون نہیں ملتا پھر یہ کسی اور نئے شکار کی طرف چل پڑتے ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ وہ کسی کو نیم مردہ کر چکے ہیں۔ کسی کی آنکھوں میں یاسیت اور درد کا رنگ بھر چکے ہیں۔ بظاہر خوش باش منظر والی آنکھیں گہرائی میں ڈوبی نظر آتی ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کو احساس نہیں ہوتا۔

۲:۔ اوہ! جی بہت افسردہ سی باتیں کر ڈالیں اب مزے کی بات کی طرف آتے ہیں۔ آنچل ہو اور یہ فیصلہ کرنا کہ پہلے کیا پڑھیں بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر میری فیوریٹ رائٹرز یعنی عفت آپی' سمیرا شریف طور یا نازیہ کنول نازی کا کوئی مکمل ناول ہو تو سب سے پہلے وہی پڑھتی ہوں۔ کبھی کبھی تجسس کی خاطر سلسلہ وار بھی پڑھ ڈالتی ہوں۔ عالیہ حرا کا کوئی ناولٹ شائع ہو تو وہ بھی سب سے پہلے پڑھتی ہوں۔

۳:۔ دسمبر 2011ء کا شمارہ میرے لیے بہت خاص الخاص بن گیا۔ کیونکہ اس میں سروے آنچل کے ہمراہ میں پہلی بار میرا نام شائع ہوا۔ اس شمارے کا میں نے بہت بے چینی سے انتظار کیا۔

۴:۔ آنچل کے سب سلسلے ہی بہت اچھے ہیں۔ آنچل کا کوئی بھی سلسلہ بند نہ ہو' دوست کے نام پیغام آئے بہت اچھا سلسلہ ہے اس کے ذریعے ہم اپنے تمام دوستوں اور خصوصاً اپنی رائٹرز سے رابطہ رکھ سکتے ہیں اور سلسلہ آنچل کے ہمراہ جو کہ 2011ء میں شروع ہوا۔ 2011ء ہمیں جاتے جاتے یہ تحفہ دے گیا کہ ہم اپنے خیالات اور خصوصاً اپنی آراء کا اظہار کر سکتے ہیں۔

۵:۔ آنچل کی سب رائٹرز بہت اچھا اور عمدہ لکھتی ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ حنا ملک سے کہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ آنچل کے لیے اپنی تحاریر بھیجیں۔ اس

کے علاوہ میں رائٹر فرحت اشتیاق کو آنچل میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ او کے اللہ حافظ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

سدرہ...... جہلم

۱:۔ بعض لوگ ہوتے ہیں دنیا میں کہ جن کے لیے آپ کے دل میں کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو۔ کتنا ہی آپ ان سے پیار کریں۔ اگر وہ آپ سے نفرت کرتے ہوں تو ان کی نفرت کبھی بھی محبت میں نہیں بدل سکتی۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ میرے خیال میں ایسے لوگ احساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہیں اور اپنی خامیوں کو درست کرنے کے بجائے دوسروں کے لیے اپنے دل میں نفرت رکھتے ہیں اور نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ پاک سے میری دعا ہے کہ انہیں ہدایت دے اور راہ حق پر چلائے اور اپنا نیک بندہ بنائے۔ آمین

۲:۔ میں آنچل کے سارے سلسلے ہی شوق سے پڑھتی ہوں لیکن زیادہ شوق سے مکمل ناول اور قسط وار ناول پڑھتی ہوں۔ کیونکہ یہ طویل اور تفصیل سے لکھے ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں پڑھنا اچھا لگتا ہے۔

۳:۔ فروری 2011ء کا آنچل میرے لیے خاص تھا کیونکہ اس میں میرا تعارف شائع ہوا تھا۔

۴:۔ دوست کا پیغام آئے سب سے پہلے پڑھتی ہوں۔ اور اب روحانی مسائل کا حل میں چاہتی ہوں کہ یہ دونوں سلسلے کبھی بند نہ ہوں۔

۵:۔ آنچل کی تمام رائٹرز زبردست ہیں لیکن مجھے اقراء صغیر احمد، عفت سحر طاہر، عشنا کوثر سردار اور سمیرا شریف طور بہت پسند ہیں۔ آنچل کی رائٹرز کے علاوہ میں عمیرہ احمد، اور مریم عزیز کو آنچل میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

طیبہ نخیر...... شادیوال گجرات

۱:۔ کیونکہ فطرت کبھی بدل نہیں سکتی۔

۲:۔ مکمل ناول اور افسانے زیادہ پڑھنا پسند کرتی ہوں۔

۳:۔ آنچل کا ہر شمارہ ہمارے لیے خاص ہوتا ہے۔ ہمیں ہر شمارے کا بے چینی سے انتظار ہوتا ہے اور ویسے بھی آنچل تو ہمارے دوست کی طرح ہے جو ہمیں اچھی اچھی باتیں سکھاتا ہے۔ ہر کام میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

۴:۔ مجھے ہمارا آنچل سلسلہ بہت پسند ہے یہ سلسلہ ہی آنچل کو منفرد کیے ہوئے ہے یہ سلسلہ بند نہیں ہونا چاہیے۔ اس سلسلے سے ہم قاری بہنوں کے خیالات جانتے ہیں۔

۵:۔ عشنا کوثر سردار، سمیرا شریف طور کو پڑھنا چاہتی ہوں اور آنچل میں میمونہ خورشید علی کو دیکھنا چاہتی ہوں۔

سعدیہ اجمل...... گوجرانوالہ

۱:۔ جی بالکل یہ سچ ہے کہ بعض اوقات ہم کسی دوسرے شخص سے اتنی ہی محبت کی توقع رکھتے ہیں کہ جتنی ہم ان سے کرتے ہیں۔ ہم ان کی ہر خواہش کو پورا کرتے چلے جاتے ہیں۔ مگر جن کی فطرت میں ڈسنا ہو تو وہ ڈسا ہی کرتے ہیں۔ اسی طرح میرے ساتھ بھی ہوا کہ ایک شخص جسے ہم نے بے حد چاہا۔ ہمیں دھوکا دے دیا۔ پھر ہماری طرف واپس آ گیا۔ مگر دوبارہ دھوکا دے گیا۔ کیا یہ دھوکا دینے کے لیے ہی دنیا بنی ہے۔ واقعی میرے خیال میں اس شخص کی فطرت ہی ایسی ہے ڈسنے والی۔ مگر یا اللہ کسی اور کو اس جیسا نہ بنانا آمین۔

۲:۔ میں آنچل میں سب سے پہلے قسط وار ناول پڑھتی ہوں۔ اس کے بعد مکمل ناول اور اس کے بعد دوسرے ناولٹ اور افسانے وغیرہ۔

۳:۔ آنچل کا سلسلہ بیاض دل، یادگار لمحے میں سب سے پہلے پڑھتی ہوں۔ یہ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ کبھی ختم نہ ہوں اور مجھے دوسرے رسالوں کی نسبت اس کا پیٹرن بہت پسند ہے اور اس کے علاوہ ہمارا آنچل یعنی بہنوں کے انٹرویوز والا سلسلہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اسے میں پڑھتی تو سب سے آخر

میں ہوں مگر میں چاہتی ہوں کہ یہ کبھی ختم نہ ہو۔

۴:۔ مجھے 2011ء کا شمارہ ”زرد موسم کے دکھ“ جو کہ ابھی سمیرا شریف طور کا ہے اور ابھی تک چل رہا ہے۔ مجھے بہت اچھا لگا۔ کیوں اچھا لگا؟ کیونکہ اس میں مجھے فوزان کی محبت کی داد دینی پڑے گی اور لائبہ جو بار بار اسے ٹھکرا رہی تھی اچھا بھی کر رہی تھی اور نہیں بھی شاید وہ جگہ ٹھیک تھی اب تو اس ناول کے آخر میں ہی پتا چلے گا کہ ہوتا کیا ہے۔ سمیرا شریف طور آپ جلد از جلد اسے پورا کر دیں آپ واقعی بہت اچھا لکھتی ہیں۔

۵:۔ آنچل کی رائٹرز میں میں عشنا کوثر سردار، سمیرا شریف طور، اقراء صغیر احمد کو زیادہ اور عفت سحر طاہر کو زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں اور اس کے علاوہ میں آنچل میں عمیرہ، شاہینہ چندا مہتاب کو دیکھنا چاہتی مائی فیوریٹ اللہ تعالیٰ ان سب کو زیادہ سے زیادہ لکھنے کی توفیق دے آمین۔

انعم صنم...... راولپنڈی

۱:۔ کیونکہ سانپ کا کام ہی ڈسنا ہے اس میں وفا نہیں زہر ہوتا ہے۔

۲:۔ مکمل ناول پڑھنا سب سے زیادہ پسند کرتی ہوں۔

۳:۔ 2011ء اپریل کا شمارہ کیونکہ اس میں ایک مکمل ناول تھا ”یہ چاہتیں یہ شدتیں“ جس کی مصنفہ سمیرا شریف ہیں وجہ سے بہت پسند تھا۔

۴:۔ سرگوشیاں اور بیوٹی ٹپس۔

۵:۔ عشنا کوثر سردار کی۔ آنچل کے علاوہ خود کو بطور رائٹر ثابت کرنا چاہتی ہوں اور آنچل کا حصہ بننا چاہتی ہوں۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط:

سدرہ سحاب رانا، کھڑیانوال، فیصل آباد۔ نبیلہ لیاقت سونو، سرگودھا۔ ذشے خان ذشی، کھوٹہ۔ عدیلہ عروج، کبیر والا۔ حفصہ بتول، بہاولپور، شفق راجپوت، گوجرہ

آنچل کے ہمراہ

۱) ہر نیا سال زندگی کو کم کرتا ہے پھر بھی لوگ سال گرہ کی خوشی مناتے ہیں کیوں؟

۲) آنچل کی سال گرہ پر اسے کن لفظوں میں وش کرنا چاہیں گی۔

۳) آنچل کی سال گرہ کے حوالے سے کوئی خصوصی سلسلہ جو آپ آنچل میں چاہیں۔

۴) آنچل کے کس پرانے ناول کو آپ آنچل میں دوبارہ دیکھنا چاہیں گی؟

۵) آنچل کی سال گرہ پر کوئی تقریب منعقد کی جائے تو سب سے پہلے کس سے ملنا پسند کریں گی؟

آپ ان سوالات کے جوابات 09 اپریل تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کر سکتی ہیں۔

تیرے ہمراہ چلنا ہے

عفت سحر طاہر

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

میں اس حصار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
تمہارے پیار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
رچا ہوا ہے تیرا عشق میری نس نس میں
میں اس غبار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں

موسیٰ کو غصہ آیا اور جی بھر کے آیا۔ رانیہ کے دو غلے پن پر یا بزدلی پر جو بھی کہا جائے وہ موسیٰ کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھی اور یہ اس نے موسیٰ کو اول روز ہی باور کرادیا تھا۔ چند ثانیوں تک وہ کمرے کے وسط میں کھڑا آنکھوں پر چوڑیوں سے سجا بازو رکھے بے سدھ سوئی رانیہ کو کینہ پرور نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ کبھی یہ لڑکی اس کی سب سے اچھی اور بے لوث دوست ہوا کرتی تھی۔ جانے یہ ریاکاری اور دکھاوا اس نے کہاں سے سیکھ لیا تھا اور اب آئندہ وہ کیا انداز دکھانے والی تھی؟ لائٹ بند کر کے اس نے ڈم لائٹ آن کی اور کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے باتھ روم میں چلا گیا۔ زندگی کے اس دور کے متعلق موسیٰ نے جب کبھی بھی سوچا تو سوچوں میں نرماہٹ سی در آتی۔ وہ اپنی شادی شدہ زندگی کو بہت رومینٹک طریقے سے گزارنا چاہتا تھا۔ کسی ایسی لڑکی کے ساتھ جسے وہ جی بھر کر چاہتا اور وہ فقط اسے چاہتی۔ اس کی سانس کے ساتھ سانس لیتی۔

زیاں کا شدید احساس اس کے دل میں کثافت بھرنے لگا۔ پچھلی زندگی تو گزر گئی' اب جو دور شروع ہوا تھا' وہ موت تک کا تھا اور پہلی ہی رات جو بے کیفی چھائی تھی' یقیناً اس سے آگے بھی واسطہ پڑنے والا تھا۔ وہ باہر نکلا تو ڈم لائٹ سے آنکھوں کو مانوس ہونے میں چند لمحے لگے۔ موسیٰ نے غور کیا۔ کمرے میں سوائے فرش کے' سونے کی اور کوئی جگہ نہ تھی اور فرش پر سونا اس کی نفاست پسند طبیعت کو قطعاً گوارا نہ تھا۔ چہ جائیکہ چادر ہی کیوں نہ بچھی ہو۔

''ٹھیک ہے' جب اسے پروا نہیں' کتنے ٹھاٹ سے سو رہی ہے۔ میرا تو پھر بھی یہ ذاتی بستر ہے۔'' شانے جھٹکتا وہ آگے بڑھا اور بستر پر دراز ہوگیا۔ مجال تھی جو رانیہ کی نیند میں ذرا سا بھی خلل پڑا ہو۔ وہ بہت سی بدگمانیاں اوڑھ کر سوگیا۔

❁ .... ❁ .... ❁

اگلی صبح روایتی صبح ہرگز نہ تھی کم از کم موسیٰ کے لیے بالوں میں نرم انگلیوں کی سرسراہٹ اور پھر کسی نے اس کا شانہ زور سے ہلایا۔ موسیٰ نے مندی آنکھوں سے ایک نظر رانیہ کو دیکھا اور کروٹ بدل لی۔

''صبح ہوئے کافی دیر ہوچکی ہے جناب! خالہ جان ناشتے پہ انتظار کر رہی ہیں۔'' وہ دوسری طرف

سے آ کر اس کی طرف جھکتے ہوئے بولی تو یکلخت موسیٰ کو یاد آیا کہ زندگی کل سے ایک نیا موڑ لے چکی ہے۔ آج تو وہ کسی اور ہی حیثیت سے اس کے کمرے میں موجود تھی۔ ساری نیند پل بھر میں اُڑن چھو ہوئی اور وہ اٹھ بیٹھا۔ رانیہ مسکراتے ہوئے چادر تہہ کرنے لگی۔

"آج پہلی بار اتنی جلدی اٹھے ہو ورنہ پورا اصطبل بیچ کے سوتے تھے۔" اس کا انداز پرانا تھا۔ وہی اپنا اپنا اور دوستانہ سا۔ مگر موسیٰ اس سمجھوتے میں اس کا ساتھ دینے کو تیار نہ تھا۔ وہ جواب دیے بنا بستر سے اترا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ چادر تہہ کرتی رانیہ کے ہاتھ سست پڑے اور ہونٹوں کی مسکراہٹ گم ہوگئی۔ کمرے کی حالت درست کر کے وہ کچن میں چلی آئی۔ جہاں خالہ جان ناشتے کی ٹرے تیار کر رہی تھیں۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ میں بس آنے ہی والی تھی۔" وہ بے ساختہ آگے بڑھ کے ٹرے اٹھانے لگی۔

"تمہارا کیا خیال ہے آج مہندی لگے ہاتھوں سے بھی یہی کام کراؤں گی؟" انہوں نے اسے ہاتھ تھام کر پیار سے روک دیا۔ وہ اپنی نئی پوزیشن کا خیال کر کے ذرا جھینپی۔

"میرے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ تو دنوں تک نہیں جاتا۔ اب اتنے دنوں مہمان بن کے تو نہیں بیٹھ سکتی میں۔"

"نہ سہی! مگر آج تو ولیمہ ہے نا!" وہ مسکرائیں پھر پوچھنے لگیں۔

"موسیٰ اٹھ گیا ہے؟"

"جی......!" وہ پلیٹ کر ٹرے اٹھانے لگی۔ وہ اس کے تاثرات نہ دیکھ پائی تھیں۔

"ہم اکیلے ہی ناشتا کریں گے؟" اسے خیال آیا تو پوچھنے لگی۔

"زیبا کے تو گھر سے ناشتا آئے گا۔ دس تو بج چکے اب ہم کب تک ایسے ہی بیٹھے رہیں۔ وہ دونوں جاگیں گے تو کرلیں گے ناشتا!" انہوں نے خیال ظاہر کیا تو وہ محض سر ہلا کر ڈائننگ ٹیبل کی طرف چل دی۔

امی کے آنے تک موسیٰ بھی آ گیا۔ اس کے سلام کے جواب میں امی نے اسے خوب دعاؤں سے نوازا۔ رانیہ حسبِ عادت و معمول امی اور پھر موسیٰ کے لیے چائے مگ میں ڈالنے کے بعد موسیٰ کی پلیٹ میں ناشتے کے لوازمات رکھنے لگی۔

"رہنے دو۔" اخبار جھٹک کر سیدھا کرتے ہوئے وہ رکھائی سے بولا۔ "میں صرف چائے لوں گا۔"

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری، ناشتا کیوں نہیں کر رہے؟" امی نے تفکر سے پوچھا۔ مگر جسے پوچھنا چاہیے تھا، وہ اب اپنے لیے ناشتا پلیٹ میں نکال رہی تھی۔

"بس ایسے ہی موڈ نہیں ہو رہا۔" وہ اخبار کے پیچھے گم ہوگیا۔ ناراض اور سنجیدہ سا۔ امی نے حیرت سے رانیہ کو دیکھا وہ یوں ناشتا کرنے میں مگن تھی جیسے آج کا دن کوئی خاص دن نہ ہو یا وہ وہی پہلے والے موسیٰ اور رانیہ ہوں۔ مگر نہیں......!

اگر وہ پہلے والی رانیہ ہوتی تو اب تک موسیٰ کے ہاتھ سے اخبار چھین کر پلیٹ لپاٹ دیتی۔

"ناشتے کے وقت دھیان سے ناشتا کیا کرو، کیسے ڈاکٹر ہو تم؟" وہ اس پر رعب ڈالا کرتی تھی۔ اور اب......؟

انہوں نے کچھ اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ ڈائننگ ٹیبل پہ ان دونوں کی موجودگی کے باوجود چھائی خاموشی کچھ اور ہی کہانی بیان کر رہی تھی۔ مگر اسی

وقت زیبا کے میکے سے اس کی شادی شدہ بہن اور کزنز ناشتا لے آئیں تو ان کا دھیان بٹ گیا۔

"دوسرا جوڑا کہاں ہے بھئی!" مہر النساء عرف مہرو جو کہ زیب النساء عرف زیبا کی بڑی بہن تھی آنکھیں نچا کر پوچھ رہی تھی۔ ساتھ کنواری کزنز جن میں خالہ اور ماموں زاد بہنیں تھیں ان کی کھی کھی تھی۔ "ابھی تو وہ دونوں نہیں اٹھے۔" امی نے مختصراً جواب دیا۔

"ہاں ان کی نیندیں ہی پوری نہیں ہوئیں ابھی تک؟ میں دیکھتی ہوں جا کے۔" وہ مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرتی انہیں اٹھانے چل دیں۔

"آپ تو دلہن لگ ہی نہیں رہیں۔" زیبا کی خالہ زاد نے رانیہ کو دیکھتے ہوئے آنکھیں پٹپٹائیں۔ تو وہ قدرے گڑبڑا گئی کہ اس بات کا اب کیا جواب دیتی مگر موسیٰ نے اخبار تہہ کر کے بڑے اطمینان سے کہا۔

"دلہن کے سر پہ دو سینگ ہوتے ہیں کیا؟" اب کے سب ہنسی تھیں۔ مگر پہلے پہلے والی اب بھی نہ ہاری۔

"بھئی بندہ تیار شیار ہو کے رہتا ہے، شام تک یونہی سادہ سی گھومتی رہیں گی؟"

موسیٰ کا تو بحث کا پورا ارادہ تھا مگر رانیہ نے مختصراً بات ختم کر دی۔

"مجھے یونہی اچھا لگتا ہے۔"

زیبا کی بہن اسے جگا کر ہی لوٹی۔

ناشتے کی ٹیبل پر بھی زیبا کی آنکھوں میں نیند بھری تھی۔

"صبح صبح ناشتا لے کے پہنچ گئیں۔ فون کر کے پتا ہی کر لیتیں۔" اس نے جماہی لیتے ہوئے خود سے تین سال بڑی بہن کو لتاڑا۔

"تمہاری صبح تو شام تک نہ ہوتی۔" اس نے جواباً حملہ کیا۔

"تو اب بھی نیند کہاں پوری ہوئی ہے۔" زیبا کے منہ پھٹ طبیعت تو تھی ہی مگر یہ بے باکی! وہ بھی سب کی موجودگی میں امی تو بہانے سے آرام کرنے کا کہہ کر چلی گئیں۔ عیسیٰ میٹھی نظروں سے بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ زیبا کی کھلی ڈلی گفتگو اس کی کزنز کی ذومعنی ہنسی اور عیسیٰ کا وارفتہ انداز! رانیہ معذرت کرتی اٹھ گئی۔

"ناشتا تو کرلو۔" زیبا کو خیال آ ہی گیا۔

"ہم تو کر ہی چکے تھے۔" وہ رکی نہ تھی۔

"لگتا ہے ان کی بھی نیند پوری نہیں ہوئی۔" با آواز بلند سرگوشی اور پھر دبی دبی ہنسی۔ موسیٰ اندر ہی اندر تلملایا۔

"تم تو ناشتا کرلو۔" عیسیٰ نے اسے متوجہ کیا۔

"آپ کیجیے، مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔" وہ کرسی کھسکا کر اٹھتے ہوئے قصداً مسکرایا۔ مگر وہاں ان سب کی محفل اس قدر مکمل تھی کہ کسی کا بھی جانا انہیں محسوس نہیں ہوا تھا۔

وہ گاڑی لیے بے وجہ ہی سڑکوں پر پھرتا رہا۔

اب رنگِ زندگی کیا ہوگا؟

فقط ایک ہی سوال ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ جانے کتنی دیر تک سڑکوں کی خاک چھاننے کے بعد وہ گھر لوٹا تو امی اس کی منتظر تھیں۔

"تم کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہو؟" اسے دیکھتے ہی وہ ناراض ہونے لگیں۔

"نہیں تھا۔"

"مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی یہ ہو کیا رہا ہے۔ شادی والا گھر شادی والا لگ ہی نہیں رہا۔" وہ خفا تھیں۔

"میں تو کام سے گیا تھا۔" وہ سر کھجانے لگا۔ امی نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"آج کے دن کے لیے بھی کوئی کام اٹھا رکھا تھا تم نے؟"

"بس ایسے ہی۔" وہ نادم سا ہوا۔

رانیہ نے چائے کا کپ لا کر امی کو تھمایا۔ موسیٰ کی نگاہ بے اختیار اس کی طرف اٹھی۔ صبح سادگی کا دعویٰ کرنے والی اس وقت گہرے فیروزی رنگ کے جھلملاتے کپڑوں میں دمک رہی تھی۔

"ٹائم ہی کتنا رہ گیا ہے فنکشن میں اور ابھی ان دونوں نے پارلر بھی جانا ہے' کون لے جائے گا؟ عیسیٰ صاحب تو ناشتے کے بعد جو سوئے تو پھر جاگے ہی نہیں کہ کوئی ارادہ پوچھا جائے' بمشکل زیبا کو اٹھایا کہ ایک آدھ محلے دار آ گئی تھی۔"

امی کچھ کہہ رہی تھیں شاید...... وہ چونکا۔

"جی......!" اس کی "جی" کچھ سوالیہ تھی تو کچھ چونکنے والی۔ امی کو جی بھر کے اس کی غائب دماغی پر غصہ آیا۔

"شاباش! میں پتا نہیں کون سی حکایت سنا رہی ہوں اور یہ صاحب! اپنے ہی خیالوں میں۔" وہ اچھی خاصی ناراض ہو گئی تھیں۔

"اچھا نا میں ہی لے جاؤں گا دونوں کو پارلر۔" وہ جان چھڑانے والے انداز میں کہتا کمرے کی طرف بڑھا۔

"تم نے تو کھلی چھوٹ دے دی ہے اسے' ذرا قابو کر کے رکھو۔ اس کے آس پاس رہو۔' اسے امی کی دھیمی آواز کمرے تک سنائی دی۔ وہ رانیہ سے کہہ رہی تھیں۔ موسیٰ لب بھینچتا کمرے میں چلا آیا۔

کچھ تھکاوٹ اور کچھ خالی بستر پر ملکیت کا احساس! وہ شاید نیند کے جھونکے کی زد میں آ گیا۔ ورنہ یہ سونے کا ٹائم تو ہرگز نہیں تھا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ وہ آج ولیمے کی تقریب کا دولہا نمبر دو تھا۔ اسے اپنی پیشانی پر کوئی لطیف سا لمس محسوس ہوا اور اس کے بعد بالوں میں سرسراہٹ......! وہ چونک کر کچی نیند سے بے دار ہوا تھا۔ لمحہ بھر کو ساکت سا لیٹا رہ گیا۔

اس کی نگاہ خود پہ جھکی رانیہ کی نگاہوں سے ٹکرائی تو اسے جاگتا پا کر وہ جھینپی اور اس کے بالوں میں سے اپنا ہاتھ کھینچ کر سیدھی ہو گئی۔

"اٹھ جاؤ' دیر ہو رہی ہے پارلر لے جانے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔" فوراً ہی اسے جگانے کی وجہ بتائی۔

تھوڑی دیر اسے بہت اجنبی نگاہوں سے دیکھتے رہنے کے بعد وہ اٹھ بیٹھا۔ وہ اپنی پارلر ساتھ لے جانے والی اشیاء اکٹھی کر کے بیگ میں رکھ رہی تھی۔ شولڈر بیگ میں زیور رکھ کر پلٹی تو موسیٰ کو عین اپنے پیچھے کھڑا پا کر ٹھٹک گئی۔ پھر فوراً ہی کترا کر سائیڈ سے نکلنے لگی تھی کہ موسیٰ کے ہاتھ نے اس کے بازو کو گرفت میں لے لیا۔

"پارلر سے دیر ہو رہی ہے۔" وہ خائف سی ہو کر بولی۔

موسیٰ کی گرفت میں نا تو اپنائیت کا لمس تھا اور نا ہی محبت کی نرمی۔

"رومینٹک نہیں ہو رہا ہوں میں۔" اسے ایک جھٹکے سے اپنے سامنے کرتے ہوئے وہ کوئی اور ہی موسیٰ تھا۔ کرخت اور سرد مہر......!

"اور نہ ہی اس ان چاہے رشتے میں رومینس کی گنجائش نکلتی ہے۔ جب دل کی رضا شامل نہ ہو' ذہن میں کوئی اور نکاح میں کوئی اور ہو تو میاں بیوی کا رشتا محض کاغذی کارروائی کہلاتا ہے۔ سمجھیں۔" پھنکارتا ہوا اجنبی لہجہ...... وہ اسے جھٹکتا واش روم میں گھس گیا۔

رانیہ ٹھٹھرے حواس لیے وہیں ساکت و جامد کھڑی تھی۔

ولیمے کی تقریب گزری تو اس کے بعد دن تیزی سے معمول پر آئے مگر اس گھر کے نفوس جیسے اپنے معمول سے ہٹ گئے۔ عیسیٰ اور زیبا کی صبحیں دیر سے ہونے لگیں۔ رانیہ گم صم تھی تو موسیٰ اجنبی اور لاتعلق! امی چند دنوں میں بوکھلا گئیں۔ عیسیٰ اور زیبا کسی دوست کے ہاں دعوت میں گئے تو امی کے ہاتھ موسیٰ کے کان کھینچنے کا موقع لگا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"جی......!" وہ اس کی پلیٹ میں سالن ڈالنے کو بڑھتی رانیہ کو ہاتھ اٹھا کر روکتے ہوئے مختصراً بولا اور پھر اپنے لیے خود سالن نکال لیا۔ انہوں نے موسیٰ کی یہ حرکت نوٹ کی تھی۔

"تو پھر موڈ خراب ہوگا؟" انہوں نے طنز کیا۔

موسیٰ نے نا سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھا۔

"یہ کیا گھر کا ماحول بنا رکھا ہے تم لوگوں نے؟ بڑا ہے تو وہ اپنی دنیا میں گم ہو گیا ہے' ادھر تم ہو تو تمہیں جیسے گھر سے کوئی غرض ہی نہیں۔ اسپتال ہی کو گھر بنا لیا ہے۔ ماں تو ماں' نئی نویلی دلہن کا بھی کوئی خیال نہیں۔"

(اسی کا خیال تو گھر آنے سے روکتا ہے)۔

موسیٰ نے لب بھینچے۔

"بھائی کہاں ہیں؟"

اس کے کسی دوست کے ہاں دعوت تھی۔" انہوں نے بتاتے ہوئے جتلا بھی دیا۔ "ایک وہ ہے کہ جس کی دعوتیں ختم نہیں ہو رہیں اور ادھر تم ہو' مجال ہے جو کسی دعوت کے لیے ہامی بھری ہو۔ پتا نہیں کیا غلط فیصلہ کر دیا ہے میں نے۔"

"اُفوہ' امی جان! یہ تو بس چند ایمرجنسی کیسز کی وجہ سے لگاتار ڈیوٹی دینا پڑی۔ ایک ڈاکٹر چھٹی پر تھا مگر اب آپ بے فکر رہیں اگلے چار دن بالکل فارغ ہوں میں۔ لے جاؤں گا آپ کی بہو رانی کو گھمانے۔" اس نے جلدی سے امی کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی سعی کی لفظ 'بہو رانی' میں جو طنز چھپا تھا اسے رانیہ نے شاید پا لیا تبھی ایک نگاہ موسیٰ کے چہرے پر ڈالی۔ اب تو اس کے چہرے پر عجیب سا بیگانہ پن نظر آتا تھا۔ یہ دوست چہرہ' کس قدر اجنبی اور پرایا ہو گیا تھا وہ بھی اس قدر قریبی رشتا بندھنے کے بعد۔

امی فوراً غصہ بھول کر پرجوش ہوئیں۔

"خدا بھلا کرے تمہارا' تو پھر اپنی خالہ کا گلہ دور کر دو۔ کل اسلام آباد کا چکر لگا لو چار دن کے لیے۔ تفریح بھی ہو جائے گی اور عذرا آپا کی ناراضگی بھی دور ہو جائے گی کہ اتنی مرتبہ دونوں بھائیوں کی دعوت کی مگر کوئی نہیں پہنچا۔"

موسیٰ چیں بہ جبیں ہوا۔

"مکمل چھٹی تھوڑی ہے۔ بس اگلے چار دنوں میں کام کا بوجھ کچھ کم ہے اور ایمرجنسی کا کیا ہے' کبھی بھی آ سکتی ہے۔"

"اللہ خیر کرے گا' جس ڈاکٹر کے حصے کی ڈیوٹی دیتے رہے ہو چار دن وہ تمہاری نبھالے گا۔ تم نے تو شادی کے لیے بھی محض اڑھائی چھٹیاں لی تھیں۔" وہ اطمینان سے کہتی موسیٰ کا سکون غارت کر گئیں۔

بھلا ان دونوں کے مابین یہ 'ہنی مون ٹائپ' کا تعلق کہاں سے تھا کہ اسلام آباد کے رومینٹک ٹور پر جاتے۔

"نہیں' نہیں! ہم دونوں یہیں گھوم پھر لیں گے خالہ کی ناراضگی دور کرنے کے لیے بھائی اور بھابی کو بھیج دیں۔" وہ بدکا۔

"وہ تو کبھی نہ ٹلیں۔ مگر شادی سے لے کر ابھی تک وہ چھٹیوں پر چھٹیاں کیے جا رہا ہے۔ پرائیویٹ نوکری ہے' باوا کا آفس تو نہیں کہ کوئی لات مار کے باہر نہ کر دے گا۔ اسے تو میں بھنک بھی پڑنے نہیں دوں گی۔" وہ قطعیت سے بولیں تو موسیٰ نے بے اختیار پہلو بدلا۔

"خالہ کو میں منا لوں گا امی! میرا ہاؤس جاب مکمل ہونے میں ایک آدھ مہینہ رہ گیا ہے۔ پھر فارغ ہی فارغ ہوں۔ پھر لمبا چکر لگائیں گے۔" ہلکے پھلکے انداز میں انہیں مطمئن کرنا چاہا مگر انہوں نے اسی قطعی لہجے میں کہا۔

"میں نے کہہ دیا تو بس سمجھو پکا ہو گیا' بعد میں جتنے لمبے چکر چاہو لگا لینا۔ مگر یہ چار دن تو میں نے طے کر لیے ہیں۔"

"یا اللہ......!"

موسیٰ کا جی چاہا اپنے بال نوچ لے۔ اس نے سنجیدگی سے کھانا کھاتی رانیہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا امی کی بات ٹالنے کا مطلب ہے ان کی ناراضگی مول لینا اور اسی سے بچنے کے لیے تو اس نے شادی کے لیے ہامی بھری تھی۔ وہ بددلی سے روٹی کا لقمہ توڑنے لگا۔

"سردی تو یہاں لاہور میں بھی کافی ہے۔ مگر اسلام آباد میں تو صحیح معنوں میں سردی شروع ہو چکی ہے۔ اپنے خوب گرم والے کپڑے اور سوئٹر' جرسیاں رکھ لینا ساتھ۔" امی کھلتے لب و لہجے میں رانیہ کو نصیحت کر کے موسیٰ سے مخاطب ہوئیں۔ "ویسے اگر تم چاہو تو ان چار دنوں میں مری کا چکر بھی لگ سکتا ہے۔" موسیٰ جل کر رہ گیا۔

"ہاں! تب تو عذرا خالہ ناراض نہیں ہوں گی نا!" وہ کھسیائیں۔

"ہاں' سچ چلو ٹھیک ہے پھر سہی۔" موسیٰ سر جھٹک کر رہ گیا۔ دل ہی دل میں وہ خود کو کوس رہا تھا جس نے اگلے چار دن کی فراغت کا یوں ببانگ دہل اعلان کیا تھا کہ گویا اوکھلی میں ہی سر دے دیا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

برتن دھو کر کچن سمیٹنے کے بعد وہ کمرے میں آئی تو موسیٰ تکیے سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔ اضطرابی انداز میں مسلسل ہلنے والا پاؤں اس کے اضطراب کی نشاندہی کر رہا تھا۔ اتنا تو وہ بھی اسے جان ہی گئی تھی۔ وہ سفری بیگ لے کر الماری میں سے کپڑے نکال کر اس میں رکھنے لگی۔

"سادہ سے ہی کپڑے رکھنا ہنی مون ٹور نہیں ہے یہ۔" کٹیلا سا لہجہ۔

"ہنی مون ٹور ہوتا تب بھی سادہ سے ہی رکھتی۔" وہ بدستور کپڑے تہہ کرتے ہوئے آرام سے کہتی موسیٰ کا ضبط آزما گئی۔

"تم منع بھی تو کر سکتی تھیں امی کو۔" وہ اس پر جھنجلایا۔

"تم نے کیا تو تھا' میرے کہنے سے کیا فرق پڑتا؟" وہ اپنے مخصوص بے نیازانہ موڈ میں تھی۔ وہی موڈ جس میں آ کر وہ کبھی عیسیٰ رضا کو کھرے جواب دیتی تھی تو موسیٰ اس کی خوب ہی پشت تھپ تھپاتا تھا۔ مگر آج اس کا یہ موڈ اسے تپا گیا تھا۔

"اس سے کم از کم مجھ پر یہ بات واضح ہو جاتی کہ تمہیں میرے ساتھ ایسے ٹورز پر جانے کی کوئی حسرت نہیں۔" وہ سلگ کر بولا۔

وہ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے سرسری انداز میں بولی۔

"ہو سکتا ہے مجھے کوئی اعتراض نہ ہو۔" اس کے الفاظ نے جادو اثر کیا۔ خون کی گرم لہر موسیٰ کے دماغ

میں دوڑ اٹھی۔ اچھل کر بیڈ سے اترتے ہوئے وہ اس کے مقابل آ گیا تو وہ جو بیگ بند کر کے سیدھی ہی ہوئی تھی' سٹپٹا گئی۔

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ تمہیں کیوں اعتراض نہیں؟" عجیب سا لہجہ اور اس سے بھی زیادہ عجیب الفاظ اس قدر قریب وہ پہلی بار کھڑا ہوا تھا۔ اتنے قریب کہ اس کے کپڑوں سے اٹھتی اوبیشن کی خوش بو رانیہ کے نتھنوں میں گھس رہی تھی۔ موسیٰ نے ان گھبرائی وحشت زدہ آنکھوں کو پہلی بار اتنے قریب سے دیکھا تھا۔ انہی لمحوں میں اسے محسوس ہوا کہ اس کی سیاہ آنکھیں چمک دار اور شفاف تھیں اور یہ کہ اس کی صبیح پیشانی کا حسن اس کے بالوں کی سیدھی مانگ بڑھا رہی تھی اور اس پیشانی اور ان آنکھوں سے تھوڑا ہی نیچے احمریں لب۔

"میں اس بندھن میں اپنی مرضی سے بندھی ہوں۔" اس کی قربت سے اگر وہ خائف بھی تھی تو اس نے موسیٰ کو اندازہ نہیں ہونے دیا تھا۔ مگر موسیٰ کو تو ان لمحات میں وہ اپنے حواس پر چھائی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ بری تو وہ موسیٰ کو پہلے بھی کبھی نہیں لگی تھی مگر پہلے پسندیدگی کا پیمانہ کچھ اور تھا اور اب کی یہ قربت......! وہ اسے اپنے حواس سے جھٹکنا چاہتا تھا تبھی تلخی سے بولا۔

"کیونکہ تم اس گھر سے جانا نہیں چاہتی تھیں۔" وہ چند ثانیوں تک خاموش رہی اور اتنے عرصے تک موسیٰ اپنا ضبط آزماتا رہا۔

اس نے خفیف سی پلکیں اٹھا کر موسیٰ کو ایک نظر دیکھا پھر بولی تو اس کی آواز کی لرزش موسیٰ سے چھپی نہیں رہ سکی۔

"ہاں' یہ سچ ہے۔"

موسیٰ خاموش تھا۔ اس موضوع پر کچھ بھی کہنا اسے اپنی توہین کے مترادف لگتا تھا۔ مگر اس کے تاثرات ایک ہی سوال پوچھ رہے تھے۔

"کیوں......؟"

"اس گھر میں میرا ایک بہت اچھا دوست بھی رہتا تھا۔" وہ شاید جتا رہی تھی۔ موسیٰ کے برے رویے کو۔ مگر اس کے الفاظ نے موسیٰ کو ایک دم سے ٹھنڈا کر دیا۔ سارا غصہ' سارا ابال لمحہ بھر میں پانی کے جھاگ کی مانند بیٹھ گیا۔ واقعی' کبھی ان دونوں کے مابین بہت اچھی دوستی ہوا کرتی تھی اور وہ اسے عیسیٰ کے ٹائپ کی لڑکی بنانے کے لیے خوب خوب مشورے دیا کرتا تھا۔ مگر اس سے شادی کی رضامندی بھی تو خود ہی دی تھی۔ چاہے اپنی ماں کا مان بڑھانے ہی کو سہی۔ وہ تو انکار کرنے کی پوزیشن میں تھا پھر اب کاہے کا غصہ؟ وہ بہت ٹھنڈا ہو کر پلٹا اور بستر پر اوندھے منہ گر سا گیا۔ تکیے میں منہ دیے وہ گویا ساری دنیا سے ناراض تھا۔ چند لمحوں تک اسے دیکھنے کے بعد رانیہ سفری بیگ نکال کر اس میں موسیٰ کے کپڑے رکھنے لگی۔

❁ .... ❁ .... ❁

صبح وہ ناشتے کے بعد گھر سے نکلے مگر عیسیٰ اور زیبا چونکہ اٹھے نہ تھے اس لیے ان سے ملاقات نہ ہو پائی۔

"رات بھی اتنی دیر سے آئے' میں تو سونے جا چکی تھی۔ اپنی چابی سے دروازہ کھول کے آئے تھے اندر دونوں۔" امی نے موسیٰ کو بتایا۔

"پھر تو انہیں ہمارے پروگرام کا بھی پتا نہیں ہوگا۔"

"تم آرام سے جاؤ میں بتا دوں گی انہیں۔ ویسے بھی وہ دونوں گھر میں ٹکیں تو ہی کچھ اتا پتا ہوا نہیں۔" وہ اطمینان سے بولیں پھر مشورہ دیا۔

"عیسیٰ کی گاڑی لے جاؤ' اتنا لمبا سفر ہے۔"

"نہیں' شہر میں جانا ہوتا تو اور بات تھی۔ شہر سے باہر' وہ بھی تین چار روز کے لیے انہیں بھی تو ضرورت پڑ سکتی ہے پیچھے۔" موسیٰ نے فوراً ہی انکار کر دیا۔ پھر انہیں مطمئن کیا۔

"کرائے کی گاڑی لے کے جا رہا ہوں۔ ڈرائیو خود کر لوں گا۔"

اور اب انہیں امی کی دعائیں سمیٹ کر نکلے آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا۔ جب زیبا جمائیاں لیتی ٹیبل پر آ بیٹھی۔

امی وہیں دوپہر کے کھانے کے لیے سبزی بنا رہی تھیں۔

"عیسیٰ نہیں اٹھا ابھی......؟"

"وہی تو اٹھے تھے۔ مجھے تو بعد میں انہوں نے ہی جگایا ہے۔" وہ خفا سی تھی شاید "جلدی" اٹھائے جانے پر۔

"ناشتا کرنا ہوگا اس نے۔"

"آج آفس جانا تھا' اب تو کافی لیٹ ہو گئے ہیں۔" وہ ناگواری بلکہ بے زاری سے بولی تو تیز قدموں سے اس طرف آتا عیسیٰ طنز سے بولا۔

"یہ بھی تمہاری ہی مہربانی ہے' ڈیڑھ گھنٹے سے الارم بج رہا تھا مگر تم نہیں اٹھیں۔"

"جانا تم نے تھا' تم اٹھتے' کیوں چچی جان۔" زیبا نے ان کی حمایت چاہی مگر وہ خاموش رہیں۔

"اچھا امی جی! میں چلتا ہوں۔"

"ناشتا تو کر لو۔"

"آفس میں ہی کر لوں گا آج تو باس کی ڈانٹ بھی پکی ہے۔" وہ ان کے سامنے جھک کر سر پر ہاتھ پھرواتے ہوئے بولا اور ساتھ ہی منہ بسورتی زیبا کو دیکھ کے مسکرایا تو وہ بھی کھل کے مسکرا دی۔

"ناشتا بنا دوں تمہارے لیے؟ اب تو دس بجنے والے ہیں۔" عیسیٰ کے جانے کے بعد امی نے پوچھا تو وہ بے دلی سے بولی۔

"ابھی تو دل نہیں چاہ رہا۔" وہ سر ہلا کر مٹر چھیلنے لگیں۔

"موسیٰ اور رانیہ نہیں اٹھے ابھی؟" زیبا کو رانیہ دکھائی نہ دی تھی وگرنہ موسیٰ تو ان لوگوں کے اٹھنے تک اسپتال جا چکا ہوتا یا پھر جانے والا ہوتا۔

"اٹھے کیا! وہ تو اسلام آباد کے لیے نکل بھی چکے۔" انہوں نے مٹر کے دانے پیالے میں ڈالتے ہوئے آرام سے کہا۔ تو زیبا کی نیند اڑن چھو ہو گئی۔

"اسلام آباد......؟"

"یعنی ہنی مون!" اسے سب سے پہلا یہی خیال آیا۔

"ہاں' میں نے ہی کہا تھا پروگرام بنانے کو۔ کب سے عذرا آپا اصرار کر رہی تھیں۔" انہوں نے بتایا۔

"اصرار تو وہ ہمارے لیے بھی کرتی تھیں۔" زیبا کا لہجہ آپوں آپ تیکھا سا ہو گیا۔ جسے انہوں نے محسوس بھی کیا تو نظر انداز کرتے ہوئے آرام سے بولیں۔

"اب سبھی اکٹھے تو گھر سے نہیں جا سکتے تھے نا! آج وہ چلے گئے کبھی تم دونوں چکر لگا لینا۔ بلکہ میں بھی اسی بہانے ہو آؤں گی۔"

"ہنہ!" زیبا نے سر جھٹکا اور تمسخر سے سوچا۔

"اب ساس کے ساتھ ہنی مون پہ جاؤں گی۔ اتنے ہی حالات خراب ہیں نا میرے؟"

"گاڑی تو عیسیٰ کی ہی لے گئے ہوں گے' پتا بھی ہے ہمیں یہاں ضرورت پڑتی رہتی ہے۔" پھر وہی تیکھا اور حق جتاتا لہجہ۔

اب کی بار انہوں نے باقاعدہ زیبا کی طرف دیکھا۔ پرغرور اور بڑا اجنبی سا انداز تھا اس کا۔ پھر نرمی سے بولیں۔

"اتنی عقل تو ہے اس میں...... کرائے کی گاڑی لے کر گیا ہے۔ چار دنوں کے لیے۔"

"بڑی راز داری سے پروگرام بنایا ہے دونوں نے۔" اس کی مسکراہٹ میں طنز تھا۔ جسے وہ خوب سمجھیں۔

"رات تم دونوں لیٹ تھے ورنہ رات کھانے پر ہی پروگرام بنا تھا اور صبح تو یوں بھی تم لوگ دیر سے اٹھتے ہو' ان سے ملاقات کیا ہو پاتی۔" انہوں نے اپنے لب و لہجے کو تلخی سے پاک ہی رکھا تھا۔ زیبا کی طبیعت سے وہ اچھی طرح واقف تھیں۔ اس کی ماں کے ساتھ انہوں نے بارہ سال گزارے تھے اور پھر بیٹیاں ماؤں ہی کا پرتو ہوا کرتی ہیں۔ عموماً زیبا بھی ماں جیسی طبیعت کی مالک تھی۔

"میٹھا لازمی بنایا کریں چچی جان! مجھے تو عادت ہے کھانے کے بعد سویٹ ڈش کی۔" وہ کہتی ہوئی اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔ امی کو تاسف نے گھیرا۔

ساس بیٹھی سبزی بنا رہی تھیں اور بہو نے ایک مرتبہ جھوٹے منہ بھی نہ کہا تھا کہ مدد کر دوں۔ انہیں شدت سے رانیہ کی یاد آئی جو اپنے ولیمے والے روز بھی گھر داری سے نہ چوکی تھی۔ ان کے دل سے بے ساختہ اس کے اچھے نصیب کی دعا نکلی۔ موسیٰ کے تیور انہیں بدلے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ اسی لیے بہانے سے ان دونوں کو موقع دیا تھا کہ قریب رہ کر دلوں کی کدورت دور کر لیں۔ ادھر زیبا نے کمرے میں جاتے ہی ماں کا نمبر ملایا اور ادھر کی ساری رپورٹ مع تبصرہ دینا شروع کر دی۔

❁ .... ❁ .... ❁

لاہور سے گجرات تک کا سفر تو ٹھیک ہی گزرا۔ موسیٰ نے بڑی خاموشی سے ڈرائیونگ کی اور رانیہ جیسے لاہور تا اسلام آباد شہری آبادی پر تحقیق کرنے کے لیے مسلسل کھڑکی سے باہر کا جائزہ لے رہی تھی۔ مگر گجرات سے نکلتے ہی موسم نے اچانک ہی پلٹا کھا لیا۔ لالہ موسیٰ سے جو ہلکی ہلکی پھوار پڑنا شروع ہوئی تو کھاریاں تک پہنچتے اس نے موسلا دھار بارش کا روپ دھار لیا۔

وسط دسمبر میں موسم سرما کی پہلی بارش!

موسیٰ کو ڈرائیونگ میں مشکل ہو رہی تھی۔ رانیہ کا دل گھبرانے لگا۔

"کہیں گاڑی روک دو۔" اڑھائی گھنٹے کی ڈرائیونگ کے درمیان یہ پہلا جملہ تھا جو اس نے موسیٰ کو مخاطب کر کے ادا کیا۔

"ایسے ہی تو کہیں بھی نہیں روک سکتا نا!"

"موسم خراب ہو رہا ہے' اتنی تیز بارش میں پتا نہیں تم ونڈ اسکرین کے پار کیسے دیکھ رہے ہو' یا اندازے ہی سے گاڑی چلا رہے ہو۔" وہ خفا سی بولی تو لب و لہجے میں خوف بھی تھا۔ موسیٰ کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"یہ تو صحیح کہا تم نے۔"

"یا اللہ!" رانیہ نے لرز کے اسے دیکھا۔ گاڑی کی رفتار کم تھی اور اسکرین پر وائپر مسلسل چل رہے تھے۔ مگر بارش اتنی تیز تھی کہ پانی دبیز تہہ کی صورت اسکرین پر چلنے لگتا تھا۔

"ایسے موسم کو تو انجوائے کرنا چاہیے۔" موسم کے بگڑنے کی پریشانی تو موسیٰ کو بھی ہو رہی تھی مگر شاید موسم کی تبدیلی ہی نے اس کا موڈ بھی کچھ تبدیل کر دیا تھا۔

"وہ تو گھر میں نا! بلکہ تمہیں تو پتا ہے میرا' میں تو بجلی وغیرہ چمک رہی ہو تو کبھی کمرے سے نکلی ہی نہیں۔" وہ روانی سے بولی۔

"چلو' فی الحال تو بجلی نہیں چمک رہی۔" موسیٰ نے

اسے تسلی دی۔ مگر جہلم پہنچ کر یہ خام خیالی بھی دور ہوگئی۔ موسم کے تیور بگڑے تو بگڑتے ہی چلے گئے۔ گرج چمک کے ساتھ وہ بارش برسی کہ مسلسل وائپر چلانے سے بھی ونڈ اسکرین سے پانی کی دھاریں نہ ہٹتی تھیں۔ موسیٰ سے گاڑی چلانا محال ہوگیا۔ اس نے دریائے جہلم کے کنارے بنے شاندار ہوٹل ''ٹیولپ'' کی پارکنگ میں گاڑی روکی۔ رانیہ کو دیکھا وہ اب باقاعدہ دونوں پاؤں سیٹ پر کیے گھٹنوں میں منہ دیے یقیناً قرآنی آیات کا ورد کر رہی تھی۔ اتنی نازک صورتِ حال کے باوجود موسیٰ کو ہنسی آنے لگی۔ گاڑی رکنے پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ موسیٰ اس کی طرف متوجہ تھا۔ خجالت کے مارے اس نے جلدی سے پاؤں نیچے کیے۔ ''مجھے ڈر لگ رہا تھا کہیں بجلی نہ گر جائے۔''

''کھانے کا بھی ٹائم ہو رہا ہے اور اسی بہانے کچھ دیر ہوٹل میں ٹھہر جائیں گے۔ شاید تب تک بارش تھم جائے۔''

''باہر تو بارش ہو رہی ہے۔ پارکنگ میں تو شیڈ بھی نہیں کہ بارش سے بچا جاسکے۔ سیاہ بادلوں کی چادر کو چیر کر چمکتی کڑکتی بجلی سے خوفزدہ ہوکر وہ منمنائی۔

''کم آن یار! اب کھانا یہاں آنے سے رہا۔ باہر دیکھو اتنی ٹھنڈ میں بھی لوگ باربی کیو کے لیے بیٹھے ہیں۔''

واقعی باربی کیو کاؤنٹر کے آگے بنے گول شیڈ کے نیچے کتنی ہی میزیں زندہ دلوں سے بھری ہوئی تھیں۔ موسیٰ کے ہمت بندھانے پر وہ بمشکل گاڑی سے باہر نکلنے پر راضی ہوئی مگر پارکنگ سے لے کر ہوٹل کے داخلی دروازے تک پہنچتے پہنچتے وہ دونوں کافی بھیگ گئے۔ پستہ قامت باوردی ڈور کیپر نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور وہ موسیٰ کے ساتھ ہوٹل کے وسیع و عریض ہال میں داخل ہوئی تو لڑکھڑا سی گئی۔ موسیٰ نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام کر سہارا دیا۔ اسی وقت لمبے سیاہ بالوں والی پیاری سی اٹینڈنٹ ان کے پاس آئی اور انہیں اپنی معیت میں ایک خالی ٹیبل تک لے گئی۔ وہاں پہنچ کر موسیٰ نے اس کا ہاتھ چھوڑا تو وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ ایک تو پہلی مرتبہ ہوٹل میں آنے کا اتفاق ہوا تھا، اوپر سے بارش نے بھگو کر حلیہ بھی عجیب سا کر دیا تھا۔ ہال میں ہیٹر کی گرمائش نے اعصاب کو پرسکون کیا۔ موسیٰ ویٹر کو آرڈر لکھوا رہا تھا۔ ان کی نشست شیشے کی دیوار کے پاس تھی جہاں سے نیچے بہتا دریائے جہلم صاف دکھائی دے رہا تھا۔

''بارش تو رکتی نہیں لگ رہی۔'' موسیٰ کی آواز پر وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''اسلام آباد پہنچنے میں تو کافی ٹائم لگ جائے گا۔'' وہ بولی۔

''خیر، ایسے موسم میں تو اب سفر ہو بھی نہیں سکتا۔'' وہ کہنیاں ٹیبل پر ٹکائے ہال میں موجود لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ رانیہ پریشان ہونے لگی۔

''تو پھر کیا کریں گے، گاڑی میں ہی رات گزارنی پڑے گی؟'' موسیٰ کو ہنسی آئی۔

''بے وقوف اب اتنی بھی کیا غریب الوطنی ہے کہ گاڑی میں رات گزارنی پڑے۔''

''تو......؟''

''تو یہ کہ یہیں کھانا کھائیں گے اور یہیں رات گزارنے کے لیے کمرا لے لیں گے۔'' اطمینان سے بولا۔

''افوہ، ایسے ہی پروگرام بنالیا آج لاہور میں تو مطلع بالکل صاف تھا۔'' وہ کوفت زدہ سی بولی۔

''یہ جہلم ہے۔'' موسیٰ نے اسے یاد دلایا تو وہ گہری سانس لیتی کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

گیلے کپڑوں اور بالوں کی وجہ سے ٹھنڈ محسوس ہو رہی تھی۔

''میرے خیال میں پہلے روم بک کروالوں، گیلے کپڑے بھی چینج کرلیں گے، اس کے بعد کھانا کھالیں گے۔'' موسیٰ اسے خود میں سمٹتے دیکھ کر تفکر سے بولا۔ جانتا تو تھا ہی کہ کتنی نازک ہے اور موسم کی سختی اس پر کیسا برا اثر ڈالتی ہے۔ وہ اٹھ کر استقبالیہ کی طرف بڑھا تو رانیہ کی نگاہ اس کے ساتھ تھی۔

ان کی خوش قسمتی تھی کہ اس مصروف ترین ہوٹل میں انہیں کمرا مل ہی گیا۔ ہیٹر لگے کمرے کے پرسکون اور حدت آمیز ماحول نے سرد ہوتے اعصاب کو قدرے پرسکون کیا۔ موسیٰ گاڑی میں سے بیگ لے آیا تھا۔ رانیہ پہلے کپڑے تبدیل کر کے آئی پھر موسیٰ نے کپڑے تبدیل کیے۔ کپڑے تبدیل کر کے نکلا تو رانیہ بیڈ روم چیئر، ہیٹر کے قریب بچھائے تولیہ کے ساتھ بالوں کو خشک کر رہی تھی۔ موسیٰ نے عذرا خالہ کو فون کر کے ساری صورت حال بتادی اور ساتھ ہی امی کو بھی بتادیا۔ فون بند کرتے ہوئے وہ پلٹا تو ٹھٹکا۔ رانیہ شیشے کی دیوار کا پردہ سرکا کر باہر جھانک رہی تھی۔

''اتنی سردی ہے، سویٹر تو پہن لو۔ سوں سوں کر رہی ہو۔'' وہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔ رانیہ کا دل ایک دم سے اچھلا۔ وہ نیچے وسیع لان کے پرے بہتے دریائے جہلم کو تاریکی میں کھوج رہی تھی۔

''کمرے میں تو ٹھنڈ نہیں، ہیٹر لگا ہوا ہے۔'' اس نے بے پروائی دکھائی۔ مگر پھر ایک چھینک اور اس کے بعد لگاتار چھینکیں۔ موسیٰ نے اس کا بازو تھام کر اسے اپنی طرف موڑا۔

''اتنی چھینکیں کسی کے یاد کرنے سے نہیں آتیں۔ چلو سویٹر پہنو اور کمبل میں لیٹو۔'' رانیہ کو ہنسی آ گئی۔

''اچھے ڈاکٹر ہو، تم تو خود مریضہ کو ڈرا رہے ہو اور فائدہ کیا ہوا بھلا گھر والے کے ڈاکٹر ہونے کا؟'' وہ بے ساختہ بولی پھر سٹپٹا کر موسیٰ کو دیکھنے لگی۔ مگر موسیٰ تو اس کی شفاف ہنسی کے حصار میں جکڑا کھڑا تھا۔

''ابھی تو کھانا کھانے جانا ہے، لیٹنے کا ٹائم تو نہیں۔'' رانیہ نے جلدی سے کہا تو وہ یکلخت ہی حواس میں لوٹا۔ اس کا بازو فوراً چھوڑ کر پیچھے ہٹا۔

''ہاں، کھانا۔'' وہ خفیف سا تھا۔ شاید اپنی بے خودی پر۔

''سردی کافی بڑھ گئی ہے، کھانا روم سروس سے منگوا لیتے ہیں۔'' وہ اس سے نظریں چراتا انٹرکام کی طرف بڑھا۔

''تم نے کوئی خاص ڈش منگوانی ہے تو بتاؤ؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''نہیں، ایسی کوئی خاص تو نہیں۔'' وہ فنگر فش کہتے کہتے رک گئی۔ مگر انٹرکام پر آرڈر دیتے ہوئے موسیٰ نے فنگر فش کا بطورِ خاص آرڈر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسے موسم میں رانیہ کو فش بہت پسند تھی۔ آدھے گھنٹے کے اندر کھانا ان کے کمرے میں تھا۔ چھوٹی سی میز پر ویٹر نے برتن سیٹ کردیے۔

''آدھے گھنٹے تک گرین ٹی لے آنا۔'' موسیٰ نے اسے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتا چلا گیا۔ دونوں نے روم چیئرز سنبھال لیں۔ رانیہ نے عادتاً اس کی پلیٹ میں سالن نکالنا شروع کیا پھر ایک دم سے اسے دیکھا اور سٹپٹا کر چمچ ڈونگے ہی میں رکھ دیا۔ موسیٰ نے بھنویں اچکائیں۔

''کیا ہوا؟'' گویا اسے یاد نہیں تھا کہ اس دن وہ رانیہ کو اپنی پلیٹ میں سالن نکالنے سے منع کر چکا ہے۔

''شاید، تم خود ڈالنا چاہو۔'' وہ کترائی ہوئی بولی۔

''ڈال دو۔'' موسیٰ کچھ رک کر بولا۔ شاید اسے یاد آ گیا تھا پھر رسان سے بولا۔

''شاید مجھے اپنا دوستی والا رشتا یاد رکھنا چاہیے۔'' لب بھینچتے ہوئے رانیہ نے دوبارہ سے چمچ پکڑا اور اس کے لیے سالن ڈالنے لگی۔

''تم فش لو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' موسیٰ نے اسے کہا۔ تو وہ بے دلی سے مچھلی کا ٹکڑا لے کر اس کے نوالے توڑنے لگی۔ موسیٰ نے نوٹ کیا اس نے بہت بے دلی سے کھانا کھایا تھا۔ ویٹر گرین ٹی لے کر آیا تب تک وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ کھانے کے برتن بھجوا کر ان دونوں نے چائے پی اور اس دوران موسیٰ کی نگاہ بھٹک بھٹک کر رانیہ کے چہرے کی جانب اٹھی۔

''تم نے کھانا ٹھیک سے نہیں کھایا۔ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟'' وہ چائے کا مگ ہاتھ میں لیے دوسرے ہاتھ کی انگلی اس کے کنارے پر پھیرتی گم صم سی لگ رہی تھی۔ موسیٰ نے شاید اس منجمد خاموشی سے گھبرا کر بات شروع کی۔ تو وہ چونکی۔

''ہوں' ہاں' ٹھیک ہوں میں۔''

''کوئی مسئلہ ہے؟''

رانیہ نے ایک شکوہ کناں سی نگاہ اس پر ڈالی۔

''میں تو خود شاید ایک مسئلہ بن چکی ہوں تمہارے لیے۔'' پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا یہ جملہ بہت اچانک تھا۔ موسیٰ اس جملے کے لیے تیار نہ تھا۔ گڑ بڑا سا گیا۔

گہری سانس بھرتے ہوئے رانیہ نے دزدیدہ نظروں سے خاموش بیٹھے موسیٰ کو دیکھا۔

''جسے شاید تم کبھی حل کرنا نہیں چاہتے۔''

''میں......! میں حل نہیں کرنا چاہتا؟'' وہ جیسے صدمے کی گرفت میں آیا۔

''شادی دلوں کا سودا ہوتی ہے محترمہ! اور میں نے تم پر پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ دل میں کوئی اور' اور نکاح میں کوئی اور والی زندگی میں نہیں گزار سکتا۔''

''تو پھر تم نے یہ شادی کیوں کی؟ خوامخواہ کا بوجھ لاد لیا اپنے سر پر۔'' وہ تلخ ہوتے ہوئے خالی مگ ٹیبل پر رکھ کر اٹھ گئی۔

موسیٰ کو اس کی بات بہت چبھی۔

''بعض اوقات کسی پیارے کی خوشی کی خاطر ان چاہے بوجھ بھی ڈھونے پڑتے ہیں۔''

تکیہ ٹھیک کرتے رانیہ کے ہاتھ اس کی تلخ نوائی پر ٹھٹکے پھر وہ مزید کچھ بولے بغیر سویٹر اتارتی کمبل میں گھس گئی۔ موسیٰ کا جی چاہا اسے کمبل سے نکال کر جھنجوڑ کر رکھ دے۔

اس کی پوری زندگی کو ڈسٹرب کر کے وہ کتنی مطمئن و پر سکون تھی اور اس پر مستزاد وہ خود پر کوئی الزام لینے کو بھی تیار نہیں تھی۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا جب کسی عجیب سے احساس کے ساتھ موسیٰ کی آنکھ کھلی' ڈم لائٹ میں پہلے تو اسے یہ سمجھنے میں وقت لگا کہ وہ ہے کہاں' دوسرے ہی پل اپنا دایاں پہلو سلگتا محسوس ہوا تو اس نے بے اختیار اس طرف دیکھا۔ رانیہ اس کے بالکل پاس تھی اور دایاں پہلو سلگنے کی وجہ موسیٰ کو فوراً ہی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے بعجلت کہنی کے بل اٹھتے ہوئے اپنا ہاتھ رانیہ کی پیشانی پر رکھا تو وہ در حقیقت بخار میں جل رہی تھی۔

''اف خدایا......!'' وہ متفکر سا اٹھ گیا۔ اپنا ایمر جنسی بیگ وہ ساتھ ہی لایا تھا جس میں ضروری ادویات وہ ہمیشہ رکھتا تھا۔ اسے خیال آیا جس طرح رات بھیگنے کے بعد وہ چھینک رہی تھی۔ اسے سردی کی دوا دے دینی چاہیے تھی' اس نے لائٹ آن کر کے اپنا بیگ نکال کر رکھا۔ ایک ٹیبلٹ اور کیپسول

نکال کر پانی کا گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے رانیہ کو شانے سے پکڑ کر ہلایا۔

''رانیہ......رانیہ! اٹھو یہ میڈیسن لے لو۔''

''ہوں......!'' بخار کی شدت اسے بے سدھ کر رہی تھی۔ پپوٹے بھاری اور آنکھیں کھلنے سے انکاری تھیں۔ موسیٰ نے اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے اپنے شانے سے ٹیک لگا کر بٹھایا۔

''یہ میڈیسن لے لو شاباش! بہت تیز بخار ہو رہا ہے تمہیں۔'' اس نے موسیٰ کی ہتھیلی پر رکھی میڈیسن اٹھالی۔ موسیٰ نے پانی کا گلاس اٹھایا۔ رانیہ نے میڈیسن منہ میں ڈالی تو اس نے پانی کا گلاس رانیہ کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ وہ سارا پانی پی گئی تھی۔

''اور پانی چاہیے؟'' موسیٰ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور اس کے شانے سے ٹکا دیا۔ ذرا سی مشقت سے تھکاوٹ محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ شاید پھر سے سو گئی تھی۔ موسیٰ نے ذرا سا جھک کر اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کے شانے سے ٹیک لگائے وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھی۔ موسیٰ کے تمام حواس جاگنے لگے۔ بالکل ابھی ابھی اس نے رانیہ کے بالوں سے اٹھتی کسی اچھے سے شیمپو کی خوش بو محسوس کی تھی۔ اسے خیال آیا کہ اس کا ایک بازو رانیہ کی کمر کے گرد اسے سہارا دیے ہوئے تھا اور یہ کہ وہ بے سدھ سوئی ہوئی موسیٰ کے حواس کو بے دار کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ نے بے اختیار رانیہ کے بالوں میں سر سرانے اور انہیں سنوارنے کی خواہش کی تو کسی انہونی کے خوف میں گھرتے ہوئے موسیٰ نے اپنا سہارا ہٹاتے ہوئے اسے تکیے پر لٹا دیا اور خود فوراً وہاں سے اٹھا اور گہری سانس بھرتے ہوئے جیسے اندر کی کثافت کو کم کرنے کی سعی کی۔ پھر چہرہ موڑ کر رانیہ کی طرف دیکھا۔

شرعی رشتا اور دل کی سرکشی وہ ایک جنگ کی سی کیفیت میں تھا۔ ایک پلڑے میں انا تھی تو دوسرے میں سرکشی مگر انا کا وزن زیادہ نکلا۔ لائٹ آف کر کے وہ سر جھٹکتا کھڑکی تک گیا اور پردہ ہٹا کر باہر گھورنے لگا۔ نیچے لان میں لائٹس آن تھیں اور ان سے پرے نیچے بہتا دریائے جہلم بہت سیاہ اور سرد لگ رہا تھا۔ اس اندھیری رات کی طرح......!'' کتنی ہی دیر وہاں کھڑا رہنے کے بعد جب سردی سے اس کی ٹانگیں جمنے لگیں تب وہ مجبوراً وہاں سے ہٹا اور آ کر اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔ نرم و گرم کمبل نے اس کے اندر ایک سکون آور احساس پیدا کیا۔ تو وہ آنکھیں بند کرے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

❁ .... ❁ .... ❁

صبح بھی رانیہ کا بخار نہیں اترا تھا۔

''واپس آ جاؤ تم لوگ' ایسی خراب طبیعت لے کر کسی کے گھر کیا جانا' آپا سے معذرت کر لینا۔'' امی کو فون کر کے بتایا تو انہوں نے فوراً کہا۔ رانیہ شرمندہ سی تھی۔

''آئی ایم سوری۔'' موسیٰ نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

''کس بات کا؟''

''میری وجہ سے تمہارا پروگرام خراب ہوا۔'' اس نے وضاحت کی۔

''ہا!'' وہ طنزاً ہنسا۔

''میں تو شکر کر رہا ہوں کہ بلا وجہ دوسروں کے سامنے اداکاری کرنے سے بچ گیا۔'' لمحہ بھر اسے نا سمجھی کی کیفیت میں دیکھنے کے بعد وہ اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔

''کیسی اداکاری؟''

موسیٰ نے سلگ کر اسے دیکھا۔

''وہی خوش باش میاں بیوی۔ خوب صورت

زندگی وغیرہ وغیرہ۔'' وہ اسی انداز میں بولا۔

''ہمارے درمیان جو رشتا استوار ہے وہ شرعی اور حقیقی ہے۔'' وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر بولی جیسے اسے جتا رہی ہو۔

''مگر اس کی جو حقیقت ہے وہ صرف ہم دونوں ہی جانتے ہیں۔'' وہ سلگا۔

''موسیٰ تم صرف یہ بتا دو کہ اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟'' وہ تھک گئی تھی۔ اس کی آنکھیں جھلملا اٹھیں۔ دوست اجنبی بن گیا تھا۔

''تم سے......؟'' اس نے جیسے بڑی حیرت سے رانیہ کی طرف اشارہ کیا پھر استہزاء سے بولا۔

''کیا ہے تمہارے پاس؟ خالص جذبات' ان چھوئے احساسات اور سچی محبت۔ کیا ہے اس میں سے تمہارے پاس؟''

اس کی بے یقین نگاہوں میں غصہ اتر آیا۔

''تو کیوں نہیں کر لی کسی ایسی لڑکی سے شادی۔ اگر میں تمہیں اس حیثیت میں قبول نہیں تھی تو کیوں مجھے اس زنداں میں گھسیٹا ہے تم نے؟'' اس کی آواز میں بھیگا پن اتر آیا۔

ایک تو طبیعت پہلے ہی خراب تھی۔ اوپر سے یہ غصہ اور جذباتیت اس کا وجود کپکپانے لگا۔

''کرلوں گا۔ یقیناً! کروں گا۔ کیونکہ میں سمجھوتے کی زندگی نہیں گزار سکتا۔ ہرگز نہیں۔'' وہ سفاکی سے بولا۔

رانیہ لڑکھڑا سی گئی۔ بے اختیار ہاتھ بڑھا کر بیڈ کا سہارا لینے کی کوشش کی مگر بیڈ دور تھا۔ وہ گرنے کو تھی شاید چکر آ گیا تھا۔

موسیٰ نے بے اختیار ہی اسے سہارا دیا تو وہ اس کی بانہوں میں لہرا سی گئی۔ اتنی ٹھنڈ میں بھی اس کی پیشانی پر پسینہ چمک اٹھا تھا۔

''چھوڑ دو مجھے میں تمہارے قریب آنا بھی پسند نہیں کرتی۔'' اس کی مزاحمت کمزور ترین تھی اور آواز میں نقاہت اور آنسوؤں کی نمکینی۔

موسیٰ اس کا شوہر ہی نہیں ڈاکٹر بھی تھا۔ رانیہ کی حالت فی الحال اسے کان بند کیے رہنے پر مجبور کرنے لگی۔ اسے سنبھال کر بیڈ پر لٹایا۔

''تھوڑا ریسٹ کرو' میں ابھی استقبالیہ سے ہو کر آتا ہوں۔ آج چیک آؤٹ کرنا ہے۔ واپس لاہور چلتے ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے کہتا اپنی جیکٹ پہن کر کمرے سے نکل گیا۔ رانیہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

''تو اب تم مجھے محبت کرنے کی سزا دو گے موسیٰ رضا۔''

امی نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ خود انہیں بھی ہلکی سی حرارت ہو رہی تھی۔ مگر وہ رانیہ کے متعلق تشویش میں مبتلا تھیں۔

''اب تو ٹھیک ہوں میں۔'' وہ زیبا سے مل کر سوفے پر امی کے ساتھ آ بیٹھی۔

''خاک ٹھیک ہو؟ رنگت پیلی پڑ رہی ہے تمہاری۔ ایک رات کے بخار نے نڈھال کر دیا ہے' ہم سے مل لیں لیا' اب جا کے آرام کرو۔'' امی نے محبت سے کہا۔

زیبا نے تمسخرانہ انداز میں سر جھٹک کر رخ ٹی وی کی طرف کر لیا۔

''السلام علیکم!'' عیسیٰ ہشاش بشاش سا اندر داخل ہوا تھا۔ موسیٰ کی نظر بے اختیار رانیہ کی طرف اٹھی' وہ سوفے کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے سست سی بیٹھی تھی۔

عیسیٰ کو دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" عیسیٰ اس سے مخاطب تھا۔ موسیٰ کارواں رواں آنکھ بن گیا' سماعت بن گیا۔ وہ عیسیٰ سے بات کر رہی تھی۔ عام سی بات یونہی خیر خیریت مگر موسیٰ سے برداشت نہیں ہوا۔

"تم جاؤ جا کے آرام کرو۔" اس نے بمشکل اپنے لب و لہجے کو قابو میں رکھتے ہوئے رانیہ سے کہا تو امی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تو وہ خاموشی سے موسیٰ پر اچٹتی نگاہ ڈالتی اٹھ کر چلی گئی۔

"بڑی جلدی ختم ہوگیا تم لوگوں کا ہنی مون......؟" زیبا نے موسیٰ کو بڑی دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ مخاطب کیا تو امی تاسف سے سر ہلاتی اٹھ کر چلی گئیں۔ موسیٰ پرسکون ہو کر صوفے پر پھیل کر بیٹھتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"یہ تو ٹریلر تھا ہنی مون کے لیے تو ورلڈ ٹور پر جائیں گے۔" زیبا کا دل جل کر کباب ہوا۔ بے ساختہ عیسیٰ کو گھورا۔

"سن رہے ہیں؟ اور آپ دو ہفتوں کے بعد آفس جوائن کر بیٹھے ہیں۔"

"کیا یار تم بھی۔" عیسیٰ نے بھائی کو ذرا سا گھورا اور پھر زیبا کو سمجھانے لگا۔

"اس کا کون سا ویزا لگ گیا ہے ورلڈ ٹور کا؟ منہ سے کہہ ہی رہا ہے نا! تم بھی بس کانوں سے سن لو۔" عیسیٰ کی بات سن کر اس نے منہ بنایا۔

"اس کے دل میں خواہش تو ہے نا! تم نے تو کبھی خواہش بھی ظاہر نہیں کی۔"

"ایک تو تم عورتیں ہوتی بڑی ناشکری ہو' کیوں موسیٰ!" اس نے تاسف سے زیبا کو گھورتے ہوئے بھائی سے پوچھا تو وہ شانے جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"پتا نہیں' میرا ابھی تک کسی ناشکری عورت سے پالا نہیں پڑا۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

"یہ عورت کسے کہا تم نے؟" اپنے پیچھے اسے زیبا کی چلچلاتی ہوئی آواز آئی تھی۔

"کیا مطلب؟ تم عورت نہیں ہو کیا؟"

"لڑکی بھی تو کہہ سکتے ہو تم۔"

"گویا ناشکری پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں۔" عیسیٰ نے گہری سانس بھری۔

موسیٰ ہنسی دباتا اپنے کمرے میں گھس گیا۔

❀ .... ❀ .... ❀

اگلے روز سے گھر کی تمام ذمہ داری پھر سے رانیہ کے کندھوں پر آ گئی۔ امی کا جوڑوں کا درد تیز ہوا تو وہ بستر پر زیادہ وقت صرف کرنے لگیں۔

"ناشتا!" موسیٰ کو اسپتال سے دیر ہو رہی تھی۔ وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھا اور کچن کی طرف منہ کر کے ہانک لگائی۔ مگر پانچ منٹ گزر گئے اور ناشتے کی کوئی صورت حال نہ بنی تو وہ کچن کی طرف بڑھا۔

وہاں رانیہ ہمیشہ کی طرح ناشتا بنانے میں جتی تھی موسیٰ نے دیکھا' ناشتے کی ٹرے تیار تھی اور رانیہ تیزی سے پیالے میں انڈے پھینٹ رہی تھی۔

موسیٰ نے آگے بڑھ کے ٹرے اٹھائی۔

"ارے نہیں' یہ تمہارے بھائی صاحب کا ناشتا ہے' تمہارے لیے تو ابھی بنا رہی ہوں۔" وہ جلدی سے کہہ کر انڈوں کا آمیزہ فرائنگ پین میں انڈیلنے لگی۔ موسیٰ نے ٹرے کاؤنٹر پر پٹخی مگر اندر کی اٹھا پٹخ پھر بھی کم نہیں ہوئی۔

"میرے لیے بنانے کی کیا ضرورت ہے تم جن کی خدمت میں جتی ہو اسی میں مصروف رہو۔" سلگتا لہجہ۔

"انہیں جلدی آفس جانا تھا موسیٰ۔" وہ اس کے غصے سے گھبرا گئی تھی۔

"ان کی اپنی ایک عدد بیوی بھی ہے محترمہ!" اس نے دانت پیسے۔

"وہ سو رہی ہے۔ انہوں نے کچن میں آ کر مجھ سے خود کہا ناشتے کے لیے۔ تو کیا میں منع کر دیتی؟" وہ برافروختہ ہوئی۔

"ہاں کر دیتیں۔" وہ یونہی غصے میں جن بنا اس کے اوپر چڑھ دوڑا۔

"پہلے بھی تو میں ہی بناتی تھی۔" وہ اسے اتنے غصے میں دیکھ کر منمنائی۔

"تب تم میری بیوی نہیں تھیں۔" موسیٰ کی زبان پھسلی۔

"تو اب کیا مجھے ان کے لیے ناشتا نہیں بنانا چاہیے۔ تم سے شادی کے بعد کیا مجھے ان سے اپنا رشتا ختم کر لینا چاہیے؟" وہ متحیر تھی یا دکھی۔ موسیٰ کو سمجھ نہیں آئی۔ ہاں مگر اس کے الفاظ ضرور تپانے والے تھے۔

"تم صرف گھر کے کام کرو' ان کے کاموں کے لیے ان کی بیگم آ چکی ہے۔ جو ماہر امور خانہ داری ہے۔" موسیٰ نے سلگ کر کہا تو رانیہ کو بھی غصہ آنے لگا۔

"تو خود کیوں نہیں ان سے کہہ دیتے کہ......!" ابھی اس کی بات آدھی ہی تھی موسیٰ نے اسے دونوں شانوں سے تھام کر ہلکا سا جھٹکا دیا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں' وہ سنو!" وہ ساکت سی لمحہ بھر اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر رسان سے بولی۔

"اتنے دنوں سے صرف تمہاری ہی تو سن رہی ہوں۔" موسیٰ نے بہت پاس سے اس کے احمریں لبوں کی حرکت دیکھی اور نچلے لب کے پاس وہ سیاہ تل......! کیا وہ پہلے بھی اتنا ہی خوب صورت لگتا تھا؟ موسیٰ کا ذہن بھٹکا۔ پھر وہ چونکا۔ شاید رانیہ کچھ کہہ رہی تھی۔

"آملیٹ جل رہا ہے موسیٰ!" وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹا۔

"موسیٰ! پلیز' ناشتا تو کر جاؤ۔" اس نے اپنے پیچھے رانیہ کی منت بھری آواز سنی مگر اس کے قدم نہیں رکے تھے۔

"کیا جادو لڑکی ہے یہ...... کیسے اپنی طرف کھینچتی ہے کہ میں جو شعوری طور پر اس سے نفرت کرنا چاہتا ہوں۔ لاشعوری طور پر اس کی محبت میں گرفتار ہوا جا رہا ہوں۔ نہیں یا شاید یہ محض ایک پرکشش وجود کو قریب پا کر بھٹکنے کا احساس ہے اور بس!

وہ تمام راستا' اسپتال پہنچنے تک انہی سوچوں کی زد میں رہا۔ موڈ کی یہ خرابی رات واپسی تک برقرار ہی تھی۔ رانیہ کھانا لگاتے ہوئے اسے مسلسل نوٹ کر رہی تھی۔ عیسیٰ اور زیبا کو کھانا لگانے کے بعد بلانے کے لیے بھی رانیہ ہی کو جانا پڑا۔

"پتا نہیں ان دونوں کے طور طریقے کب بدلیں گے؟ ایک ہی دن کی بیاہی دلہنیں ہیں۔ مگر زیبا کے تو نئی نویلی دلہن والے چونچلے ہی ختم نہیں ہو رہے۔" امی کو روز کا یہ تماشا اور رانیہ کی ڈیوٹی پسند نہیں آ رہی تھی۔ رانیہ کے پیچھے ہی وہ دونوں بھی چلے آئے۔ گویا کھانا لگنے ہی کا انتظار تھا۔

"کیا کیا پکا ہے آج؟" عیسیٰ نے شوق سے ڈونگوں کے ڈھکن اٹھا کر دونوں سالن چیک کیے خوش بوئیں اڑاتے گرما گرم پلاؤ کی ڈش سامنے ہی رکھی تھی۔

"واہ۔" اس کا انداز توصیفی تھا۔ موسیٰ نے رانیہ کو مسکراتے دیکھا تو کرسی پر پہلو بدل کر رہ گیا۔

"بھئی زیبا تم بھی موقع دو ہمیں واہ واہ کرنے کا عیسیٰ تو بہت تعریف کرتا تھا تمہارے ہاتھ کے پکے

کھانے کی۔" امی نے طریقے سے اسے لائن پر لانا چاہا۔

گلاس میں پانی انڈیلتی وہ ٹھٹکی۔

"اچھا......!"

"ہاں بھئی، زیبا کے ہاتھ میں بھی بہت ذائقہ ہے۔" عیسیٰ نے خوش دلی سے بیوی کی تعریف کی۔

"آپ نے کب میرے ہاتھ کا بنا کھانا کھالیا؟" زیبا نے تیکھے انداز میں عیسیٰ کو دیکھا۔

"شادی سے پہلے کی بات کر رہا ہوں۔ جب بھی گیا تقریباً کھانا کھا کر ہی لوٹتا تھا۔"

"وہ......!" زیبا لمبا سانس کھینچ کر مسکرائی۔

"وہ سب تو بازار سے آتا تھا۔" وہ اب اطمینان سے اپنی پلیٹ میں پلاؤ نکال رہی تھی۔ عیسیٰ نے ان تینوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد زیبا سے کہا۔

"تائی جان نے تو یہی کہا تھا کہ تمہیں کوکنگ کا بہت شوق ہے۔"

"ماؤں کا کیا ہے، وہ تو دنیا بھر کی اچھی باتیں اپنی بیٹیوں میں بھر دیتی ہیں۔ مجھے تو الف بے نہیں آتی کھانا پکانے کی کہاں وہ اتنی مشکل ڈشز تیار کرنا۔"

"لو جی!" زیبا جی تو ہاتھ جھاڑ کے ایک طرف ہوگئیں۔ اب عیسیٰ کی خجالت قابلِ دید تھی۔

"چلیں کوئی بات نہیں، آہستہ آہستہ سب آجائے گا۔" رانیہ نے خوش دلی سے کہا۔

"خیر، مجھے دیگیں چڑھانے کا کوئی شوق نہیں، ہوٹل بھی تو ہم جیسوں ہی کے لیے بنے ہیں۔" اس نے تیوری چڑھاتے ہوئے گویا بات ہی ختم کر دی۔ رانیہ گہری سانس بھرتی اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔ جب کہ امی اور موسیٰ کی عیسیٰ کی طرف اٹھی نگاہوں میں تاسف تھا اور ہمدردی وہ بھی چور سا بن کر کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ کھانے کے بعد زیبا حسبِ عادت اپنے کمرے میں ٹی وی کے آگے براجمان ہوگئی۔ جب کہ رانیہ نے برتن سمیٹنے کے بعد چائے کا پانی چولہے پر چڑھا دیا۔ سب کو گرین ٹی کے مگ تھما کر وہ موسیٰ کو ڈھونڈتی اوپر بالکونی پر چلی آئی۔ وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھا جانے کیا سوچتا ہوا ملا۔

"چائے......!" اس نے مگ موسیٰ کے سامنے لہرایا۔

"اس کی کیا ضرورت تھی۔" وہی روکھا پھیکا لہجہ۔ دوستی کے دعوے کرنے والا مکرنے میں بھی جلدی کر گیا تھا۔ رانیہ نے یونہی مگ بڑھائے رکھا تو اسے تھامنا ہی پڑا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔" وہ اپنا مگ تھامے اس سے اجازت مانگ رہی تھی۔ اس کے پاس بیٹھنے کی۔

"تمہارا اپنا گھر ہے اس کے لیے تمہیں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔" موسیٰ نے ہاتھ سے ادھر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سنجیدگی اور رکھائی سے کہا۔ وہ اس سے تھوڑے سے فاصلے پر بیٹھتے ہوئے پھیکے لہجے میں بولی۔

"وقت اور حالات اس قدر بدل چکے ہیں کہ پہلے اور اب کے اختیارات پر اعتبار نہیں رہا۔"

ایک نظر اسے دیکھ کر وہ سر جھٹکتے ہوئے گرین ٹی کے گھونٹ لینے لگا۔ خوش رنگ و خوش ذائقہ چائے نے اس کے اعصاب کو اس سردی میں بہت لطف دیا۔

اس کے موڈ پر اچھا اثر پڑا تھا۔

"ہم ایسے کب تک زندگی گزار پائیں گے موسیٰ!" اس کی کچھ بھیگی کچھ نمکین سی آواز موسیٰ کو ٹھٹکا گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے مگ کو مضبوطی سے

تھام لیا۔ وہ اس جادوگرنی کے چہرے کو نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

"یہ تو تمہارے سوچنے کی بات ہے۔" اس نے اپنا لہجہ روکھا ہی رکھا۔

"تم مجھے کس بات کی سزا دے رہے ہو موسیٰ! محبت کرنے کی نا!" رانیہ کے آنسو بہہ نکلے۔

یوں فقیروں کی طرح اعتراف کرنا اسے ذلت کا شکار کر رہا تھا۔ مگر بات کیے بنا چارہ بھی نہیں تھا۔

"تم سب جانتی ہو۔" اس نے دانتوں پر دانت جمائے۔

"تو پھر دو زندگیاں مت تباہ کرو، مجھے برباد ہونے دو تم جسے پسند کرتے ہو اس سے شادی کرلو۔" وہ بے آواز آنسو بہاتی بڑی بہادری کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ موسیٰ نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا۔ وہ اسی کی طرف چہرہ موڑے ہوئے تھی۔ موسیٰ کو اپنی طرف متوجہ پا کر نظر چرائے اپنا مگ اوپر والی سیڑھی پر رکھنے لگی۔

"میں...... میں کسے پسند کرتا ہوں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"وہی، جس کے دل میں رہتے تم نکاح والی کو بسا نہیں سکتے۔" وہ موسیٰ کے الفاظ دہرا رہی تھی۔

اسے جھٹکا سا لگا گویا سارا الزام موسیٰ کے سر دھر رہی تھی۔

"ہم کبھی بہت اچھے دوست تھے موسیٰ! اسی دوستی کے پیشِ نظر میں تمہارا ساتھ دینا چاہتی ہوں، تم اپنی مرضی کا فیصلہ کرو، میں خالہ جان کے سامنے تمہیں سپورٹ کروں گی۔" رانیہ نے اسے یقین دلاتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھا۔ تو اس کی سرد انگلیوں کی ٹھنڈک موسیٰ کو اندر تک اترتی محسوس ہوئی۔ اپنا مگ رکھتے ہوئے موسیٰ نے اس کا جائزہ لیا تو وہ لینن کے سوٹ پر محض ایک سویٹر پہنے ہوئے تھی۔ اتنی ٹھنڈ میں بنا گرم شال کے محض شانے پر دوپٹا لٹکائے جو آدھا اس کے شانے پر اور آدھا سیڑھی پر دھرا تھا، وہ ان سرد سیڑھیوں پر آ بیٹھی تھی۔ موسیٰ نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ سرد پوروں والا بے حد ٹھنڈا ہاتھ......!

"اتنی سردی میں اوپر کیوں آئی ہو؟ گرم شال ہی لے لیتیں۔" پتا نہیں کیوں اس لمس سے وہ بے بس ہونے لگتا تھا۔

"تم بھی تو اتنی سردی میں بیٹھے ہو۔" وہ نجانے کیا جتانا چاہتی تھی۔ موسیٰ نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں بھینچ لیا۔ جیسے اسے گرما رہا ہو۔

"ابھی بخار سے اٹھی ہو۔ نیچے چلو پھر بیمار پڑو گی؟" وہ بے حد نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"ہنہ! اچھا ہے نا! آسانی سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔" وہ پتا نہیں ہنسی تھی یا روئی تھی۔ مگر موسیٰ کے دل کو کچھ ہوا۔

اسے لگا کہ یہ لہجہ اس کے دل میں گڑا ہوا ہے۔ جبھی تو اس کی نرمی گرمی اس شدت سے دل پر اثر انداز ہوتی تھی۔ رانیہ نے اپنا دوسرا سرد ہاتھ بھی موسیٰ کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔

"تم چاہو کوئی بھی فیصلہ کرو موسیٰ! مگر مجھے اپنا دوست ہی رہنے دینا۔" اس کا ملتجیانہ لہجہ......، کچھ عجیب سی بات تھی۔ اس کی باتوں میں، اس کے لہجے میں۔

کچھ تنہائی اور کچھ اس کا قرب......! موسیٰ رضا کو لگا ہر چیز پر وہی چھائی ہوئی ہے۔ بہت بے اختیار انداز میں اس کے گرد اپنی مضبوط بانہوں کا حصار باندھتے ہوئے اسے لگا۔ فقط یہی حقیقت ہو مگر یہ چند پل ہی کی بات تھی۔ یکلخت ہی اسے لگا جیسے وہ

دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف ہو۔ ایک ایسی لڑکی جو اس کے بھائی سے......!

وہ ایک دم سے اٹھا اور رکے بغیر نیچے جانے والی سیڑھیاں اتر گیا۔

رانیہ بے یقینی سے اس کی پشت دیکھتی رہ گئی۔

موسیٰ جاکے ٹی وی کے سامنے بیٹھ گیا۔ امی سونے چلی گئیں۔ تو وہ چینلز بدلنے لگا۔ مگر دھیان سارا سیڑھیوں کی طرف تھا۔ رانیہ ابھی تک نیچے نہ آئی تھی۔ اس نے اپنا پسندیدہ ٹاک شو لگایا اور ذہن کو ادھر لگانے لگا۔ اسے یاد آیا کہ وہ سرد موسم میں بنا گرم کپڑوں کے سرد سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ اس نے تین مرتبہ ''مجھے کیا'' کہہ کر خود کو بے حس بنانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ مگر پھر بھی دھیان کے سرے پلٹ پلٹ کے اسی سے جڑے تو وہ ٹی وی آف کر کے اٹھا۔

''بے وقوف لڑکی......!'' دانت پیستا وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ٹیرس پر آیا تو وہ منجمد مجسمے کی طرح وہیں سیڑھیوں پر بیٹھی تھی ویسی ہی جیسی وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

''رانیہ......!'' وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا' اسے شانوں سے تھام کر اٹھایا۔ وہ سرد تھی' بے حد سرد......!

''رانیہ پاگل ہو تم' مرنا چاہتی ہو؟'' موسیٰ نے اسے جھنجوڑا۔ تو اب تک جو برف کے منجمد مجسمے کی مانند بیٹھی تھی اس کے قرب کی آنچ پاتے ہی پگھل گئی۔

''ہاں' مرجانے دو مجھے' کیوں بچانے آجاتے ہو بار بار کیا لگتی ہوں میں تمہاری۔ کیا رشتا ہے میرے تمہارے درمیان؟'' ایک جھٹکے سے اپنا آپ چھڑاتے ہوئے وہ پھٹ پڑی' موسیٰ ششدر تھا۔

''رانیہ......!''

''موسیٰ پلیز' مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔'' وہ کپکپا رہی تھی' سردی سے اس کا پورا وجود لرز رہا تھا۔

''ابھی تم حواس میں نہیں ہو' نیچے چلو پھر بات کرتے ہیں۔'' موسیٰ نے بدقت تمام اپنے لہجے کو معتدل کیا ورنہ جی تو چاہ رہا تھا ایک تھپڑ لگا کر اس کا دماغ ٹھکانے لگادے۔

''مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی' جو غلطی میں نے کی ہے' اس کی سزا بھگت رہی ہوں یہاں بیٹھ کر۔'' وہ شعلہ بار لہجے میں کہتی کوئی اور ہی رانیہ تھی۔ اس ڈرپوک اور سیدھی سادی رانیہ سے مختلف' جسے عیسیٰ کے مقابل لانے کی ٹپس وہ اسے دیا کرتا تھا۔

''تم محض مجھے اذیت دے رہی ہو رانیہ! اور بس!'' اس کی آواز میں بھی غصہ اتر آیا۔ شاید اپنی بے بسی کے اعتراف پر کہ وہ رانیہ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

''تمہیں کیا فرق پڑتا ہے موسیٰ رضا! اول شب سے تم مجھے میری اوقات یاد دلا رہے ہو۔ مجھے میری محبت کے طعنے دے رہے ہو مگر شاید تم یہ بھول گئے ہو کہ مجھے اس راہ پر لانے والے تمہی تھے ورنہ میں تو محبت کے ہجوں سے بھی ناواقف تھی۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔

''اور تم......! تم کیا مجھے میری اوقات یاد نہیں دلا رہیں۔ اول روز سے تم اسی کی پسند کے رنگ پہنتی آرہی ہو' کیا ایک پل بھی تم نے مجھے بھولنے دیا ہے کہ تم میری نہیں ہو؟'' اس نے دانتوں پر دانت جمائے تھے۔

رانیہ نے رونا بھول کر تحیر سے اسے دیکھا۔

''اس کی......! کس کی پسند کے رنگ پہنتی ہوں میں؟''

''وہی' جس کی محبت میں تم نے خود کو سرتاپا بدل لیا

تھا۔'' وہ سلگ کر بولا۔

''کیونکہ میں نے تم سے سچی محبت کی ہے موسیٰ رضا! ورنہ تم جانتے ہو یہ تیز رنگ مجھے زہر لگتے ہیں۔ تم نے تو مجھے زیبا جیسا بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ مگر صرف تمہارے لیے۔ کیونکہ تمہیں یہ رنگ پسند ہیں۔'' وہ جذباتیت سے کہتی پھر سے رودی تھی۔

موسیٰ ششدر......لگا کچھ غلط سنا ہو شاید۔

''مجھے......میری پسند کے رنگ' میں نے کب کہا تم سے؟'' اسے لگا کچھ غلط ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے۔ تیزی سے پوچھا۔

''شادی سے پہلے کیا تم مجھے اپنی پسند و ناپسند نہیں بتایا کرتے تھے۔ یہ پہنو' یہ کھاؤ' یہاں جاؤ' وہاں نہ جاؤ۔ ایسے بات کرو اور میں بے وقوف خود کو تمہاری پسند میں ڈھالتی چلی گئی۔ یہ جانے بغیر کہ لڑکے کتنے دھوکے باز ہوتے ہیں۔''

میری پسند......! کھٹاک سے موسیٰ کے دماغ کی کھڑکی کھلی۔

اف خدایا! میں اسے بھائی کے لیے پٹاتا رہا اور یہ میرے لیے......؟

''لڑکے صرف دھوکے باز ہی نہیں' بیوقوف اور گدھے بھی ہوتے ہیں۔'' وہ ایک دم سے بولا تو رانیہ کی آواز اور آنسو دونوں کو بریک لگ گئی۔

''تم نے کس سے محبت کی تھی؟'' وہ دو قدم آگے بڑھا۔

''بیوقوفی کی تھی' معاف کردو مجھے کیا پتا تھا کہ فلرٹ کررہے ہو مجھ سے میں تو خوش تھی کہ میرا سب سے اچھا دوست ہی میرا شریک سفر ہوگا۔'' اس کی آواز بھرا گئی۔

ادھر موسیٰ اب بھی شاکڈ تھا۔

حیرت' بے یقینی' خوشی کتنے ہی جذبات بہ یک وقت اس پر طاری تھے۔

''تم......تم نے مجھ سے محبت کی تھی؟'' اسے بازوؤں سے تھام کر جھنجوڑا وہ روہانسی ہوگئی۔

''ہاں' تم جیسے سنگ دل سے' غلطی ہوگئی معافی دے دو۔''

''اف خدایا!'' وہ دفعتاً چہرہ اوپر کر کے ہنس دیا۔

''اور میں بے وقوف سمجھتا رہا کہ میں بڑی کامیابی کے ساتھ تمہیں عیسیٰ رضا کے لیے پٹا رہا ہوں۔''

''کیا مطلب......؟'' رانیہ بے ساختہ چیخ اٹھی۔

''تم مجھے عیسیٰ کے لیے......؟''

''اوئے دل خوش کردتا اے کڑیئے!'' موسیٰ نے اسے بازوؤں میں بھر کے گھما ڈالا۔

''موسیٰ!وہ بے یقین تھی۔

''آئی لو یو رئیلی آئی لو یو۔ میں تو یہ سوچ سوچ کر سلگتا رہا کہ میں اپنی بیوقوفی سے تمہیں عیسیٰ رضا سے محبت کروا چکا ہوں۔ شکر ہے خدا کا۔'' وہ خوش تھا بے حد خوش۔

اور رانیہ......! اس کا وجود تو جیسے ایک دم ہلکا پھلکا ہوگیا تھا۔

''اور جو تم نے اتنے دنوں مجھے ستایا رُلایا؟''

''ہر حساب بڑی محبت سے چکاؤں گا جانِ عزیز!'' وہ دھیمی آواز میں بولا تو سرد ہوا میں رانیہ کی کِل کِل کرتی نقرئی ہنسی گونج اٹھی۔ موسیٰ اسے بانہوں کے گھیرے میں لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ خوشیاں ان کی منتظر تھیں اور خوش قسمتی ان کے پیچھے۔

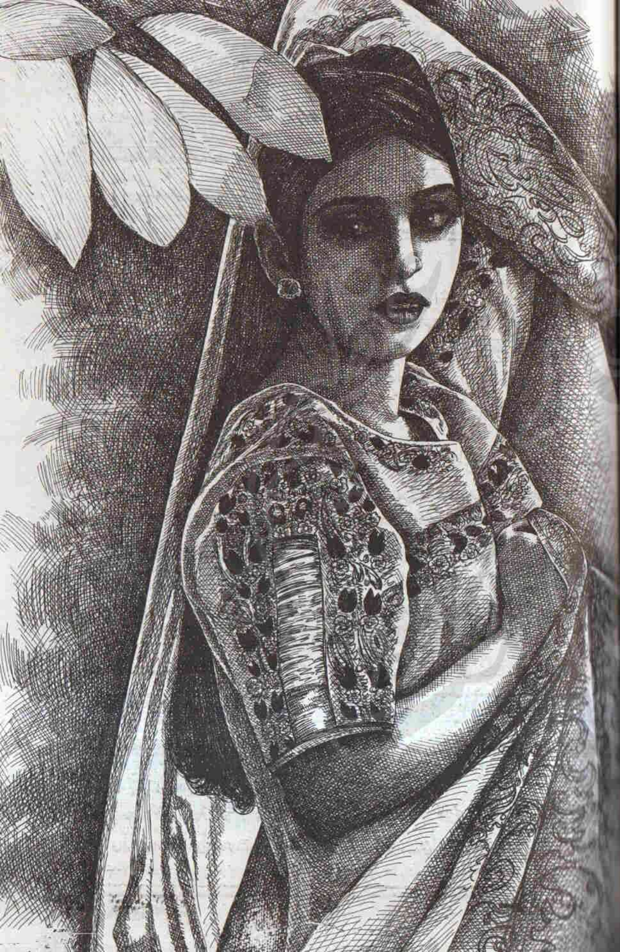

بھیگی پلکوں پر

اقرأ صغیر احمد

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

کیسے کر پاتے تیرے پیار کا اظہار صنم
ہم تیری چاہت کو اس دل میں چھپائے رکھتے
دل کی دھڑکن میں تیرا پیار بسا رکھا ہے
ہم کہاں اس کو یوں ہاتھوں میں اٹھائے رکھتے

پارس عرف پری عدم توجہی اور سوتیلے رشتوں کی بدسلوکی کا شکار ہے۔ دادی جان اس کے لیے گھر بھر میں واحد محبت کرنے والی شخصیت ہیں جبکہ اپنے والد فیاض صاحب سے اس کا رابطہ واجبی سا ہے۔ فیاض صاحب کی دوسری بیوی صباحت فطرتاً حاسد، فضول خرچ اور طمع پرست ہیں۔ ان کے یہی اوصاف ان کی بیٹیوں عادلہ اور عائزہ میں بھی بہ درجہ اتم موجود ہیں۔ البتہ پری اور دادی جان کی حیثیت گھر بھر میں مضبوط ہے۔

طغرل کی آمد خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ پری کے ذہن میں طغرل اور اپنی بچپن کی لڑائیاں تازہ ہیں۔ عادلہ، طغرل پر ملتفت ہے اس کی وجاہت اور اس کے اسٹیٹس کے سبب۔

پری کی والدہ فیاض صاحب سے علیحدگی کے بعد اپنے خالہ زاد صفدر جمال سے شادی کر چکی ہیں جو ایک کامیاب بزنس مین ہیں۔ پری کے لیے مثنیٰ کی محبت لازوال ہے مگر صفدر جمال کو پری کا ذکر بھی ناپسند ہے۔

وردہ بالآخر رجاء کو سلمان سے باضابطہ ملاقات پر آمادہ کر لیتی ہے مگر سلمان سے ملاقات کے لیے جاتے ہوئے رجاء پر وردہ کی اصلیت آشکار ہوتی ہے اور وہ اس کے چنگل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ وردہ اور سنی کا تعلق ایسے گروہ سے ہے جو معصوم لڑکیوں کو ورغلا کر اپنے گھناؤنے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔

طغرل، پری کی خود سے رکھائی پر حیران اور اس بابت اس سے استفسار کرتا ہے۔

رجاء سنی اور وردہ کے چنگل سے فرار ہو کر ماہ رخ کے گھر پناہ لیتی ہے۔ ماہ رخ، رجاء کو سنی اور وردہ کی اصلیت بتاتی ہے اور بحفاظت رجاء کو اس کے گھر چھوڑ کر آتی ہے۔

رجاء کو پیش آنے والے حادثے سے سبق سیکھتے ہوئے اس کی والدہ رضیہ بیگم نے اس کی شادی کر دی جس میں ماہ رخ پیش پیش رہیں۔

ماہ رخ ماضی میں جا پہنچتی ہیں۔ جہاں وہ ایک سبزی فروش کی لاڈلی بیٹی تھیں۔ ان کے قدم زمین پر مگر نگاہیں بلندی پر تھیں اور بلندیوں کی چاہ نے اسے اس کا مقام بھی بھلا دیا تھا اور اپنے کزن گلفام کی چاہت بھی۔

صباحت کی بھابی نے اپنے بیٹے فاخر کے لیے عائزہ کا رشتہ طلب کیا تھا۔ تاہم اماں جان نے فیاض صاحب کو اس رشتے کے لیے راضی کر لیا۔

رات کی تاریکی میں طغرل نے ایک سائے کو سوٹ کیس تھامے گھر سے فرار ہوتے دیکھا۔ طغرل کے خیال میں رات کے اندھیرے میں گھر سے فرار ہونے والی لڑکی پری ہے۔ جب کہ حقیقت مختلف ہے۔ صفدر جمال اور مثنیٰ کا بیٹا سعود غیر ملک میں کسی ہندو لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے جس کی مثنیٰ سختی سے مخالفت کرتی ہیں مگر اک روز صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود پوجا سے شادی کر چکا ہے وہ بھی ان کی اجازت اور شمولیت کے ساتھ...... مثنیٰ شاکڈ رہ جاتی ہیں اور ان سے برگشتہ ہو کر گھر چھوڑ دیتی ہیں۔

ماہ رخ کے ماضی میں اس کا کزن گلفام ہے جو اس پر فریفتہ ہے مگر ماہ رخ بے رغبتی کا شکار ہے۔ اپنی کلاس فیلو جویریہ کو اپنی جھوٹی امارت کے قصے سنا کر وہ مرعوب رکھتی ہے۔ جویریہ کا تعلق اَپر کلاس سے ہے۔

طغرل پری سے اپنی غلط فہمی پر تنہائی میں معذرت کرتا ہے اور اس لڑکی کی بابت دریافت کرتا ہے جو رات کے اندھیرے میں گھر سے فرار ہوئی تھی اور جس پر طغرل کو پری کا گمان گزرا تھا۔ جس پر پری اس کا تمسخر اڑاتی ہے۔

جویریہ کی امارت ماہ رخ کو احساس کمتری میں مبتلا رکھتی ہے وہ اپنے گھر کے حالات سے برگشتہ ہونے لگتی ہے۔ ایک روز اتفاقاً ماہ رخ سے جویریہ کا بھائی اعوان آ ٹکراتا ہے۔

صباحت حسبِ عادت شوہر کی دگرگوں حالات کی پروا کیے بغیر عائزہ کی منگنی کی تقریب وسیع پیمانے پر منعقد کرنے کی خواہش مند ہیں۔
صفدر جمال مُنی کو منانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر وہ ہنوز غم وغصے کا شکار ہیں؛ جس پر صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود نے پوجا سے شادی کرنے کے لیے خودکشی کی کوشش کی تھی جس پر انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔
صفدر جمال کی منت سماجت پر بالآخر مُنی واپس لوٹ آتی ہیں۔
جویریہ کے بھائی اعوان سے ماہ رخ کا رابطہ محبت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔
پری کے سامنے طغرل کو ایک بار پھر لان کے اندھیرے میں وہی سایہ نظر آتا ہے تو وہ پری کے روکنے کے باوجود اس سائے کے پیچھے بھاگتا ہے۔
طغرل باہر نکل کر اس سایہ کا پیچھا کرکے اس کو پکڑ لا کر اس کا چہرہ بے نقاب کرتا ہے تو وہ عائزہ ہوتی ہے جس کو دیکھ کر پری اور عادلہ حیران و پریشان ہوجاتی ہیں۔ کمرے میں شور کی آواز سن کے صباحت بیگم جب اندر آتی ہیں تو وہ کا منظر دیکھ کر ہقابقارہ جاتیں ہیں اور طغرل کی زبانی عائزہ کا کارنامہ جان کر ان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ طغرل کے جانے کے بعد صباحت پری کو سرزنش کرکے کمرے سے نکال دیتیں ہیں باہر طغرل پری کا منتظر ہوتا ہے وہ عائزہ پر نظر رکھنے کی تاکید کرتا عائزہ صباحت سے ضد کرتی ہے کہ وہ صرف راحیل سے ہی شادی کرے گی تو صباحت اس کو سمجھا سمجھا کر مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی ادھر طغرل ایک بار پھر دادی کو تنگ کرنے پہنچ جاتا ہے کہ وہ پری سے یا اس سے زیادہ پیار کرتیں ہے مگر دادی اس کو ڈانٹ کر چلیں جاتیں ہیں تو طغرل پری کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔ جس پر پری بے حد برہم ہوتی اور طغرل کو بے بھاؤ کی سنائی جس پر طغرل شدید طیش میں آجاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

"میں اس وقت تک تمہارا ہاتھ نہیں چھوڑوں گا' جب تک تم میری اَنا پر لگائے زخموں پر مرہم نہیں لگاؤ گی..... آخر تمہیں حق کس نے دیا ہے کہ تم جب بھی دل چاہے میرے کردار پر کیچڑ اُچھالو؟ مجھے میری نگاہوں میں گرانے کی کوشش کرو؟" اس کی آنکھیں' اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

پری کے ہاتھ کو اس نے ابھی تک مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اس کی ناراضگی و وحشت پری کی مزاحمت کمزور کر رہی تھی۔

"بحیثیت کزن! میں عادلہ سے بھی نارمل طریقے سے بی ہیو کرتا ہوں' وہ تمہاری طرح نہیں چڑتی۔ خود کو نیک پروین ثابت کرنے کی سعی نہیں کرتی' آج تمہیں بتانا ہوگا۔" اس کی گرفت اس کے ہاتھ پر قدرے ڈھیلی ہوئی تھی اور لہجے کا تناؤ بھی کم ہوا تھا۔ "تم کسی کمپلیکس کا شکار ہو یا اوور کانفیڈنس کا؟"

"میرا ہاتھ چھوڑ دیں طغرل بھائی!" اس نے اپنے لہجے کو کمزور نہیں ہونے دیا تھا' دل کی حالت زیروزبر تھی مگر وہ اس وقت اس خوف و تنہائی کے عالم میں اس پر کسی قسم کی کمزوری کا احساس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پری کے چہرے کو دیکھا تھا' جہاں ناگواری و ناپسندیدگی کی اتنی گہری دھند تھی کہ اس کو محسوس ہوا کہ وہ اس سے بہت فاصلے پر کھڑی ہے۔ جس کی مسافت طے کرنا کم ازکم اس کے اختیار کی بات نہ تھی۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے' میں بے حد غیر اہم لڑکی ہوں' میری کھوج میں پڑ کر آپ صرف وقت کا زیاں کر رہے ہیں طغرل بھائی! ہاتھ چھوڑ دیں پلیز....." بہت برہم انداز میں اس کا ہاتھ چھوڑ کر وہ تیزی سے وہاں سے چلا گیا۔

اس کے قدموں کی دھمک سے فضا گونجنے لگی تھی' پری نے ڈبڈباتی نظروں سے اپنی سفید کلائی کو دیکھا تھا۔ جس پر اس کی مضبوط انگلیوں کے سرخ نشان ثبت ہو کر رہ گئے تھے۔

آنسو بے حد خاموشی سے ٹوٹ کر رخساروں پر بہتے رہے۔ وہ نیم مردہ قدموں سے اپنے کمرے میں آگئی اور کچھ دیر خالی ذہن کے ساتھ بیٹھے رہنے کے بعد پھر گہرا سانس لے کر سیل پر نمبر پش کرنے لگی۔

وہ تیز تیز قدموں سے گھر پہنچی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے گلفام کو گھر میں بیٹھے دیکھا' وہ پلنگ پر بیٹھا بے قراری سے اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ لمحے بھر کو دونوں کی نگاہیں ٹکرائی تھیں اور نامعلوم ان صاف وشفاف براؤن آنکھوں میں کون سا جذبہ تھا' کون سی اذیت تھی جو وہ گھبرا کر نگاہیں جھکانے پر مجبور ہوگئی تھی۔

"السلام علیکم!" وہ کہہ کر آگے بڑھی۔

سارا گھر خاموش تھا۔ ماں اور چچی دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔

"امی اور چچی کہاں ہیں؟ کہیں گئی ہیں کیا؟" بہت تیزی سے اپنی گھبراہٹ و بوکھلاہٹ پر قابو پا کر پلنگ پر بیٹھتے ہوئے جوتے اتارتے ہوئے عام سے انداز میں گویا ہوئی تھی۔

"ابو کی خالہ' خالہ بختاور کا انتقال ہوگیا' وہاں گئے ہیں سب۔" اس نے جواب دیا تو اس کی آواز میں شگفتگی و جنوں خیزی نہیں تھی جو اس سے بات کرتے ہوئے اس کے لہجے میں در آتی تھی' عجیب رندھا رندھا لہجہ تھا' اس کا یقین سمندر میں ڈوبتی' ابھرتی کسی کشتی کی طرح وہ اس کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا گویا پہچاننے کی سعی کر رہا ہو۔

"اوہ..... تو سب کو جانے کی کیا ضرورت تھی؟ صرف ابو اور امی چلے جاتے وہاں۔ چچی اور چچا بھی چلے گئے خوامخواہ....." وہ بے زاری سے جوتے اتار کر اٹھتے ہوئے بولی پھر بیگ اور جوتے اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔

"یہ کیسی باتیں کرتی ہو رخ! خالہ بختاور دنیا چھوڑ گئی ہیں..... سب کا جانا ضروری تھا۔" اس کے انداز پر وہ افسردگی سے گویا ہوا تھا۔

"اچھا! سب کے جانے سے کیا خالہ بختاور واپسی کا ارادہ کرلیں گی کہ چلو بھئی! اب ناراضگی ختم سب لوگ

آپ دُنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ آنچل کراچی
ماہنامہ نئے اُفق
ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرتے
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے
امریکہ کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 5500 روپے
میڈل ایسٹ' ایشیاء' افریقہ' یورپ کے لیے 6000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام' ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کرکے کرسکتے ہیں۔
رابطہ: طاہر احمد قریشی...... 0300-8264242
نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز کمرہ نمبر: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔
فون نمبرز: 2/35620771-922+ فیکس: 5620773-922+ Email:circulationngp@gmail.com

آ گئے ہیں‘ واپسی کی راہ پکڑی جائے......!“

”استغفر اللہ! کیسی بھٹکی ہوئی باتیں کررہی ہو‘ مرنے والوں کے لیے ایسی باتیں نہیں کرتے‘ ویسے بھی وہ ابو کی سگی خالہ تھیں۔“ گلفام نے بے حد نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

”پھر تم کیوں نہیں گئے؟ تمہیں بھی جانا چاہیے تھا‘ آخر وہ ابو اور چچا کی سگی خالہ تھیں‘ تم نہیں گئے تو ان کی روح اداس ہوجائے گی اور ہوسکتا ہے تم سے شکایت کرنے یہاں بھی آجائے۔“ وہ اپنے ذہنی خوف پر مکمل قابو پاچکی تھی اور شوخ انداز میں اس کو چھیڑ رہی تھی۔

”مرنے والوں کا مذاق نہیں اڑاتے۔ اللہ کو پسند نہیں ہے یہ اور میں تو تمہارے لیے یہاں رک گیا تھا‘ تایا اور تائی نے کہا تھا تمہیں ساتھ لے کر آؤں۔“

”مائی گاڈ! میں بھی جاؤں گی وہاں......“ وہ کمرے میں جاتے جاتے پلٹ کرنا گواری سے گویا ہوئی۔

”ہاں! آج کوئی گھر نہیں آئے گا‘ وہیں رکیں گے سب‘ اتنا قریبی رشتہ ہے۔“

”اوہو! تو وہ کون سی سولہ سال کی عمر میں مری ہیں؟ پورے ساٹھ سال کراس کرچکی تھیں اور اب بھی نہ مرتیں کیا؟ جو اتنا سوگ منایا جارہا ہے۔ میں نہیں رکوں گی وہاں پر۔“ اس کے انداز میں جھنجلاہٹ تھی۔

”رخ! بات سنو؟“ اس کو آگے بڑھتے دیکھ کر وہ دھیمے لہجے میں پکار اٹھا۔ کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے قدم رک گئے تھے۔

”تم روز کالج سے اتنی دیر میں آتی ہو؟“ وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا‘ پل بھر کو وہ کچھ کہہ ہی نہیں پائی تھی۔

”نہیں! کبھی جلدی بھی آجاتی ہوں اور کبھی اس سے بھی زیادہ دیر ہوجاتی ہے۔“

”بس میں آتی ہوگی نا؟“ وہ اٹکتے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

”نہیں!“ وہ اسے گھور کر طنز سے گویا ہوئی۔ ”تم میرے لیے جہاز بھیجتے ہونا اسی میں آتی ہوں۔“ اس کے انداز پر وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیا تھا جب کہ وہ مزے سے کمرے میں چلی گئی تھی‘ وہ خاصی دیر ہلتے پردے کو دیکھتا رہا تھا۔ ایک گرد آلود موسم اس کے دل کے افق پر بھی چھایا ہوا تھا۔ آج جو کچھ اس کی نگاہوں نے دیکھا تھا نامعلوم وہ اس کی آنکھوں کا دھوکا تھا یا وقت کی حقیقت تھی۔

جو کچھ بھی تھا‘ مگر بہت تکلیف دہ تھا۔ اس نے ماہ رخ سے دل کی گہرائیوں سے محبت کی تھی‘ اس کے ایک ایک عکس سے‘ ہر ایک روپ سے واقف تھا وہ...... وہ خواہ کتنے پردوں میں رہ کر اوجھل ہوجائے کوئی سا بھی بہروپ دھار لے اس کی محبت کی کشش‘ اس کے جذبوں کی لگن‘ اسے شناخت کرلے گی۔ کیا معاف بھی کردے گی؟ وہ گہری سوچوں میں گم تھا۔

❁......☯......❁

کال کرکے اس نے ڈرائیور کو بلوالیا اور دادی کو بتانے چلی آئی۔ طغرل کی اس حرکت کے بعد اس کا بالکل بھی دل وہاں رکنے کو تیار نہ تھا اور رات گئے جانے کی اطلاع پر دادی نے چونک کر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر استفسار کیا۔

”رات کے اس پہر جاؤ گی؟ کیا ہوا ہے؟ کوئی بات ہوئی ہے؟“

”دادی جان! میں جانا چاہتی ہوں‘ مجھے جانا ہے ابھی اور اسی وقت۔“ دل کی کیفیت کا اثر تھا جو زبان بھی کچھ کڑوی ہوگئی تھی۔

”کل تک انکار کررہی تھیں جانے سے...... یہ آناً فاناً جانے کی سدھ کیا اٹھی ہے تمہیں؟ صبح چلی جانا کیا سوچیں گی‘ تمہاری نانی کہ اس وقت کیوں آئی ہو...... تم؟“ انہوں نے رسانیت سے سمجھانے کی کوشش کی اس وقت وہ طغرل کی موجودگی میں یہاں رکنا نہیں چاہتی تھی سو گویا ہوئی۔

”میں ابھی جاؤں گی دادی جان! صبح تک نہیں رک سکتی۔“

”ہاں...... تم صبح تک کیوں رکو گی؟ تمہارے نا جانے سے قیامت آجائے گی۔ ضدی تو سدا کی ہو‘ ہی کرتی ہو جو دل میں سودا سما جائے‘ جاؤ......“

جب وہ وہاں پہنچی تو اس کی کال کی وجہ سے نانو جاگ رہی تھیں۔ انہوں نے بے حد محبت سے اس کو گلے لگایا اور بتایا کہ اس کی مما وہاں موجود ہیں۔ اس وقت وہ سو رہی ہیں۔

اس نے منع کردیا کہ وہ ان کو بیدار نہ کریں‘ صبح ملاقات ہوجائے گی۔ جب ثنی اٹھیں اور مما کی زبانی پری کی آمد کا سنا تو وہ فکر مند ہوگئیں۔

”ممی! پری رات کو آئی ہے...... کوئی گڑبڑ ہے ورنہ اس سے قبل تو وہ شوفر کو واپس بھیج چکی تھی‘ آنے سے انکار کردیا تھا اس نے۔“ واک کرتے ہوئے عشرت جہاں ان کی تشویش کو رد کرتے ہوئے بولیں۔

”کیا گڑبڑ ہوگی بھلا؟ یہ اٹل حقیقت ہے کہ اس کی دادی اور باپ بھرپور خیال رکھتے ہیں پری کا‘ کوئی کیا گڑبڑ کرسکتا ہے؟“

”میں جانتی ہوں ممی! وہ اس طرح آنے والی نہیں ہے۔ اس کی اپنے باپ کی طرح بڑی اونچی ناک ہے‘ کوئی بات خلافِ توقع ہوئی ہے جس کی باعث وہ رات کو آئی ہے۔“ ثنی کے چہرے پر تفکرات کے جال تھے وہ مضطرب ہوگئی تھیں۔ وہ پری کے بیدار ہونے کا بے چینی سے انتظار کررہی تھیں۔ ناشتے کی ٹیبل پر ملاقات ہوئی تو حسبِ عادت انہوں نے گلے لگا کر اس کی پیشانی چومی۔ ان کی نگاہیں بڑی بے تابی سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ عشرت جہاں بہت اپنائیت سے اس کو ناشتہ کروا رہی تھیں اور ان کی نظریں گاہے بگاہے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جہاں ایسا کچھ نہیں تھا جو ان کو چونکانے کا باعث بنتا۔ البتہ یہ احساس ان کو شدت سے ہورہا تھا کہ...... وہ پہلے سے زیادہ سنجیدہ اور کم گو ہوچکی ہے۔ گہری براؤن آنکھوں میں خاموشی ساکت ہوگئی ہے۔

”پری! آپ کی مما بہت پریشان ہیں آپ کی وجہ سے۔“ نانو نے سلائس پر مکھن لگا کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

”وہ کیوں؟“ اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔ ثنی نے چونک کر اسے دیکھا۔

”ثنی کا خیال ہے کہ آپ کو کوئی پرابلم ہوئی ہے۔ جو آپ رات کو اچانک آئی ہیں۔“ پھر اس کے روکھے انداز کو اوٹ کرکے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”ایسی کوئی بات ہوئی ہے کیا پری؟“ اس نے سلائس کھاتے

ہوئے دونوں کی طرف غور سے دیکھا اور بولی۔

"دادی ٹھیک کہہ رہی تھیں...... مت جاؤ اس ٹائم۔"

"ارے ایسی بات نہیں ہے پری! یہ آپ کا گھر ہے' یہاں آنے کے لیے کسی ٹائمنگ کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کا بگڑتا موڈ دیکھ کر عشرت جہاں تیزی سے گویا ہوئیں۔

"میرا کوئی گھر نہیں ہے' نہ یہ گھر میرا ہے' نہ وہ گھر میرا ہے۔ میں اپنی مرضی سے نہ کہیں آسکتی ہوں' نہ جاسکتی ہوں۔" وہ غصے سے ناشتہ چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اس کی یہ شدید ناراضگی ان کو پریشان کرگئی تھی۔

انہوں نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ مثنیٰ نے وہاں سے جاتی پری کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"پری! دس از ناٹ گڈ! کیا ہوا ہے؟ کیوں اتنی ڈپریسڈ ہو؟ بتاؤ مجھے' اس طرح غصہ کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔"

"پلیز! آپ ہاتھ نہ لگائیں مجھے' آپ کا کوئی حق نہیں ہے مجھ پر۔" اس نے شدید خفگی سے ان سے ہاتھ چھڑا لیا تھا۔

"پری......!" وہ اس کے انداز پر شاکڈ رہ گئی تھیں۔ جب کہ پری بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔

"کچھ مت سوچو مثنیٰ! وہ ٹھیک ہوجائے گی ابھی...... آؤ تم ناشتہ کرو' میں اس کو ابھی اپنے ہاتھ سے ناشتہ کرواؤں گی۔" عشرت جہاں گم صم کھڑی مثنیٰ کا ہاتھ تھام کر تسلی دینے لگیں۔

"ممی! میں کیسے کچھ نہیں سوچوں؟ بتاؤ دیکھا آپ نے اس کا؟ وہ کہتی ہے میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ کیا ہوا ہے ممی اسے' اس نے تو کبھی نگاہ اٹھا کر مجھ سے بلند لہجے میں بات نہیں کی تھی' اس کا لہجہ تو ہمیشہ برف کی طرح ٹھنڈا اور روئی کی طرح نرم ہوتا تھا۔" وہ شدید اسٹریس کا شکار ہورہی تھیں۔

"کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے' بچے ماں سے خفا ہوجاتے ہیں' تم بھی ہوجاتی ہونا مجھ سے خفا پھر اسی طرح غصے کا اظہار کرتی ہو۔" وہ ان کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے رسانیت سے سمجھا رہی تھیں۔

"ناراضگی' خفگی' جھگڑا یہ سب محبتوں کا ہی تو انداز ہے۔ بس ذرا اس کا رنگ مختلف ہے' انداز جدا ہے۔"

سب ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے جب فیاض نے پری کی چیئر خالی دیکھ کر اماں جان سے استفسار کیا۔

"اماں جان! پری کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟ وہ ناشتہ نہیں کرے گی؟"

"وہ نانی کے ہاں چلی گئی ہے۔"

"کس ٹائم گئی ہے؟ شام تک تو گھر میں تھی وہ......" فیاض کے ساتھ ساتھ طغرل بھی چونکا تھا۔ جوس کا گلاس اس نے واپس رکھ دیا تھا۔ اس کے ماتھے پر شکنیں در آئی تھیں۔

"بارہ بجے کے بعد گئی ہے' میں نے ایک نیند لے بھی لی تھی' کہنے لگی ڈرائیور آگیا ہے نانو کے ہاں جارہی ہوں' میں نے کہا بھی صبح چلی جانا مگر تم تو جانتے ہی ہو وہ جس چیز کی ضد پکڑ لے کرکے ہی چھوڑتی ہے۔ اس

لیے میں نے بھی خاص توجہ نہیں دی اور جانے دیا اسے۔"

"ارے طغرل بھائی! آپ نے کیوں ناشتہ چھوڑ دیا......؟" صباحت کی نظریں طغرل کے چہرے پر تھیں جہاں کچھ الجھنیں نمایاں تھیں۔ عادلہ اس کی دلی کیفیت سے بے خبر مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔ جب کہ عائزہ بے فکری سے ناشتہ کررہی تھی جیسے یہاں موجود نہ ہو۔

"کیا ہوا طغرل! ناشتہ کیے بنا کیوں اٹھ رہے ہو؟" فیاض بھی چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"انکل! جوس لے لیا ہے میں نے...... ناشتے کی گنجائش نہیں ہے۔ سائٹ پر جانا ہے فیکٹری کی کنسٹرکشن میں کچھ پرابلم کری ایٹ ہورہی ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"اب ناشتہ تو کرلو...... یہ مسئلے تو زندگی میں چلتے ہی رہتے ہیں۔" اماں جان کو ہمیشہ کی طرح اس کا خیال آیا۔

"دادو! بھوک لگے گی تو باہر کرلوں گا ناشتہ! آپ فکر مت کریں۔"

"اوکے' میں بھی آتا ہوں سائٹ پر' ایک امپورٹنٹ میٹنگ ہے اس کے بعد' وگرنہ ابھی ساتھ ہی چلتا آپ کے۔"

"ناٹ مینشن انکل! جب بھی آپ فری ہوجائیں تو آجایئے گا۔" وہ سب کو سلام کرکے چلا گیا۔

صباحت کی نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا کسی نے بھی طغرل کی اس بے چینی کو محسوس نہیں کیا تھا جو ان کی نگاہوں نے دیکھا تھا کہ پری کے ذکر پر اس کے چہرے پر کئی رنگ بکھرے تھے اور ناشتے کی طرف بڑھتے اس کے ہاتھ ساکت ہوگئے تھے اور وہ جوس بھی پورا نہ پی سکا تھا۔ اس کا اظہار انہوں نے عادلہ سے بھی کیا تھا کمرے میں آنے کے بعد۔

"مما! آپ کیوں ایسی باتیں کرکے میرا دل دھڑکاتی رہتی ہیں؟"

"ویسے کیا تمہارا دل دھڑکتا نہیں ہے؟ ایسی باتوں سے ہی دھڑکتا ہے؟" وہ اس کو گھور کر گویا ہوئیں۔

"جب آپ پری اور طغرل کا نام ساتھ لیتی ہیں تو میرا دل بڑے درد بھرے انداز میں دھڑکتا ہے پھر آپ کو کیوں شک ہورہا ہے کہ ان دونوں میں ہی کوئی بات ہوئی ہے جو پری رات کو چلی گئی۔" عادلہ نے ماں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"جب اماں نے بتایا تھا پری کے جانے کا' وہ چونک اٹھا تھا اس کے چہرے پر ایسی کوئی بات تھی جس نے مجھے چونکا دیا' ضرور ہماری غیر موجودگی میں ایسی بات ہوئی ہے ان دونوں کے درمیان۔" صباحت کا لہجہ پر یقین تھا۔

"کیا ہوا ہوگا مما! میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"صبر کرو' جو کچھ ہے جلد سامنے آجائے گا۔"

وہ کالج سے نکلی تھی حسب توقع اعوان کار لیے کھڑا تھا اس کو باہر نکلتے دیکھ کر وہ قریب چلا آیا اس کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ کئی راتوں سے سکون سے سویا نہیں ہے' کچھ بیمار اور بکھرا بکھرا لگ رہا تھا۔

''رُخ پلیز...... بات سنو میری......'' اس نے قریب آ کر کہا۔

''اعوان! خدا کے واسطے جب تک میں نہ کہوں' یہاں نہ آؤ۔'' اس نے خوف زدہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

''کچھ دیر کے لیے میرے ساتھ چلو' قسم سے میں تمہارا زیادہ ٹائم نہیں لوں گا پلیز...... پلیز رخ!'' اس کا انداز منت بھرا تھا۔ رخ نے رِسٹ واچ میں ٹائم دیکھا اور ایک بار پھر کار میں بیٹھنے سے پہلے چاروں طرف گہری نظروں سے جائزہ لیا تھا' اطمینان ہونے کے بعد وہ بیٹھ گئی۔ اعوان کے چہرے پر ایک دم ہی خوشی پھیل گئی تھی۔ دونوں خاموش رہے تھے وہ اس کو جلد ہی ایک ریسٹورنٹ میں لے آیا اور ایک سپریٹ کیبن میں وہ بیٹھ گئے تھے۔

''یہ سب کیا ہے رخ! تم مجھے محبت کرنے کی سزا دے رہی ہو؟'' وہ بیٹھتے ہی شکائتی انداز میں کہنے لگا۔ ''ایک ہفتہ ہو گیا اور تم مجھ کو ٹائم نہیں دے رہی ہو' جانتی ہو میں ایک دن بھی تم سے نہ ملوں تو میرا وقت نہیں گزرتا اور تم نے پورا ایک ہفتہ مجھ سے ملے بغیر گزار دیا ہے۔''

''میں کیا اس طرح تم سے نہ ملنے پر خوش ہوں اعوان! میری بھی ایسی ہی حالت ہے' مجھے بھی تم سے ملے بغیر کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔'' وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر گویا ہوئی۔

''پھر کیا مجبوری ہے؟'' اس نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔

''ہے کوئی مجبوری...... اب تمہیں کیا بتاؤں؟''

''مجھے نہیں بتاؤ گی تو کس کو بتاؤ گی؟ کوئی نہ کوئی تو ایسی بات ہے جو ہمارے ملنے میں رکاوٹ بن رہی ہے اور...... میں ہر رکاوٹ کو ہٹانے کی طاقت رکھتا ہوں رخ! تم ایک بار بتاؤ تو سہی۔'' وہ محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر اصرار کر رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کس طرح بتائے کہ گلفام کو اس پر شک ہو گیا ہے۔ وہ حیلے بہانوں سے اس کے کالج آنے جانے کی روٹین کی نگرانی کرتا رہتا تھا اور وہ بھلا اتنی آسانی سے اس کی پکڑ میں آنے والی کہاں تھی؟ چکر دے کر اس کی گرفت سے بچ نکلتی تھی مگر اس کے بعد اس نے بہت سوچ کر اعوان سے کچھ دن نہ ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ گلفام سے بعید نہ تھا کہ وہ اس کھوج میں خاموشی سے اس کا پیچھا کرنا شروع کر دے۔

''اعوان! محبت میں دوری بھی آنی چاہیے' یہ محبت کو کم نہیں کرتی بلکہ بڑھاتی ہے اور میں چاہتی ہوں ہماری محبت بہت' بہت بڑھ جائے اور ہم......''

''کیوں تڑپا رہی ہو؟ جانتی ہو میری محبت کی کوئی حد نہیں ہے تمہاری جدائی میں' میں بیمار ہو گیا ہوں' راتوں کو نیند نہیں آ رہی ہے مجھے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر مخمور لہجے میں گویا ہوا۔

''راتوں کو نیند نہیں آ رہی ہے تو...... دن میں سو جایا کرو نا۔'' وہ شوخ انداز میں گویا ہوئی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

''میری جان پر بنی ہوئی ہے اور جناب کو اٹکھیلیاں سوجھ رہی ہیں۔''

''کچھ کھانے کو آرڈر کرو گے یا باتوں سے ہی پیٹ بھروانے کا ارادہ ہے؟''

''میں تو دیدارِ یار سے ہی سیراب ہو جاؤں گا' تمہارے لیے آرڈر کرتا ہوں' کیا منگواؤں؟'' وہ مینو دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

وہ ریسٹورنٹ سے باہر نکلے تھے کہ اعوان سے ایک بیرون ملک سے آیا ہوا دوست ٹکرا گیا۔

''ہیلو!'' وہ کنکھیوں سے آگے بڑھنے والی ماہ رخ کو دیکھتے ہوئے اعوان سے گرم جوشی سے گلے ملا' اعوان کے انداز میں بھی گرم جوشی تھی۔

''کیسے ہو تم؟ کب آئے کینیڈا سے؟''

''کل رات ہی آیا ہوں۔'' پھر رخ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''یہ کون ہے؟''

''اندازہ لگاؤ؟'' وہ مسکرایا۔

''تمہاری گرل فرینڈ ہے اور کون ہو سکتی ہے؟'' وہ اطمینان سے بولا۔

''گرل فرینڈ نہیں...... تمہاری ہونے والی بھابی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''اوہ رئیلی! مبارک ہو۔ شی از ویری پریٹی اینڈ گورجز گرل۔''

''تھینکس یار! آؤ میں تمہیں رخ سے ملواتا ہوں۔'' وہ اسے لے کر ماہ رخ کے پاس آ گیا۔ ''رخ! یہ میرا کلوز فرینڈ ہے فاخر خان! ہم نے ایک ساتھ ہی تعلیم حاصل کی اور ہمارا بچپن بھی ساتھ گزرا ہے' مجھے یہ بہت عزیز ہے۔''

''ہیلو! آپ سے مل کر اچھا لگا۔'' فاخر نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا تھا۔ اس کا بڑھا ہوا ہاتھ دیکھ کر اس نے ہچکچا کر اعوان کی طرف دیکھا تھا۔ جس نے مسکراتے ہوئے رضامندی سے کہا تھا۔

''ارے یار! ملا لو ہاتھ' یہ میرا دوست ہے' بھائی ہے میرا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا۔

❁......☯......❁

طغرل پری کے سخت رویئے کی وجہ جان ہی نہ سکا تھا کہ وہ کیوں اس کے ساتھ اس طرح کا سخت رویہ اختیار کرتی ہے؟

کیوں اس کی بے تکلفی کو وہ معیوب سمجھتی ہے؟ وہ کسی احساس کمتری کا شکار تھی یا احساس برتری کا......؟ وہ رات بھر اسی سوچ میں گزار کر بھی کچھ حاصل نہ کر پایا تھا اور صبح ناشتے پر جب اسے معلوم ہوا کہ وہ رات کو ہی اپنی نانو کے ہاں جا چکی ہے تو اس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔

ایک دن قبل ہی اس نے ڈرائیور کو واپس کیا تھا اس کی بات مانتے ہوئے اور اب اس طرح اس کا جانا کیا معنی رکھتا تھا۔ اسی سوچ میں وہ سائٹ پر گیا تھا۔ یہاں آ کر کسی کام میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔ فیاض کے سائٹ سے جانے کے بعد وہ بلاوجہ ہی سڑکوں پر کار دوڑاتا پھرتا رہا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

پری کیوں گئی؟

کسی طرح بھی یہ سوال حل نہ ہو سکا تو اس نے جیب سے سیل نکال لیا۔

❁......☯......❁

وہ بیڈ پر دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے گرد لپیٹے بیٹھی تھی جب مثنیٰ' عشرت جہاں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ وہ ان کو دیکھ کر بھی اس طرح بیٹھی رہی تھی۔

"پری! وہاں کسی سے جھگڑا ہوا ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے تمہیں؟" وہ اس کی پشت پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئی تھیں۔ عشرت جہاں بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گئی تھیں۔

"کیا کرلیں گی آپ؟ اگر کسی نے مجھ سے جھگڑا بھی کیا ہو، کسی نے مجھے کچھ کہا بھی ہو تو......؟" اس نے جھکی نگاہیں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو وہ نگاہیں جھکانے پر مجبور ہوگئی تھیں کہ کیا کچھ نہیں تھا ان آنکھوں میں......

شکایتیں...... گلے...... محرومیاں...... وہ اس سے نگاہیں ملانے کے قابل نہ رہی تھیں۔

"بتائیں مما! آپ وہاں جا کر میری سائیڈ لے سکتی ہیں؟ میری حمایت میں بول سکتی ہیں؟"

"آہ! یہ وقت آ گیا تھا، جس وقت سے بچنے کی انہوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن جو حقیقت ہوتی ہے وہ وقت پر ضرور اپنا چہرہ دکھاتی ہے اور جواب طلب کرتی ہے۔

وہ جواب طلب کر رہی تھی اور ان کے پاس کوئی جواب ہی نا تھا۔ وقت نے انہیں لاجواب کردیا تھا اور اتنا بے بس و بے اختیار کہ آج وہ اپنی ہی بیٹی کے آگے نگاہیں جھکائے بیٹھی تھیں۔

"ہونہہ! آپ تو مجھے ہی جواب نہیں دے پا رہی ہیں آگے میری حمایت میں کس طرح کچھ کہہ سکیں گی مما!" رنجیدہ لہجے میں کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔

"کیا بات ہوئی ہے پری! بتاؤ تو سہی میری جان! پھر تم دیکھنا تمہاری مما اور نانو بالکل کمزور نہیں ہیں۔ ہم تمہاری حمایت بھی لے سکتے ہیں اور تمہیں کچھ کہنے والوں کے منہ بھی توڑ سکتے ہیں۔" عشرت جہاں نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"جب آپ کو اور پاپا کو ساتھ نہیں رہنا تھا تو مجھے دنیا میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ روتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "مجھے اس دنیا میں لا کر کس بات کی سزا دی ہے آپ نے اور پاپا نے؟ آپ نے اپنی دنیا الگ بسالی تو پاپا نے علیحدہ، آپ دونوں کی زندگیوں میں کوئی کمپلیکس، کوئی کمی نہیں آئی۔ آپ کو یہاں سعود کی موجودگی میں میری یاد نہیں آتی ہوگی تو وہاں پاپا کو ایک نہیں تین بیٹیاں مل چکی ہیں۔" وہ بے ربط انداز میں بولے جارہی تھی۔

مثنیٰ کے چہرے پر کئی رنگ تھے، عشرت جہاں بھی گم صم دیکھے جارہی تھیں اس کی طرف جس کا وہ آج ایک نیا روپ دیکھ رہی تھیں۔

"ایک بندھن توڑ کر دوسرے بندھنوں میں بندھ کر آپ نے نئی دنیائیں آباد کرلی تھیں، فائدہ ہی فائدہ تھا آپ لوگوں کی زندگیاں لاس سے دور رہی تھیں۔ لاس صرف میرے نصیب میں آیا ہے میں وہ پتھر ہوں جو صرف ٹھوکروں کی زد پر رہتا ہے۔" وہ بُری طرح رو دی تھی۔

"پری! تم پتھر نہیں ہو، تم میری جان ہو، سعود سے زیادہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تم کو چاہتی ہوں، میرا یقین کرو میں جھوٹ نہیں بول رہی، تمہارے معاملے میں کبھی بھی جھوٹ نہیں بول سکتی۔" وہ بھی بُری طرح رو پڑی تھیں۔

"یقین کرو پری! مثنیٰ جھوٹ نہیں بول رہی ہے، یہ تم سے بے حد محبت کرتی ہے، سعود سے زیادہ چاہتی ہے۔"

عشرت جہاں نے اسے گلے لگاتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔ تینوں ہی رو رہی تھیں۔

کئی آنسو تھے......
مسرتوں کے
محرومیوں کے
پچھتاووں کے
گزرے ہوئے وقت کے، اس وقت کے جو گزر جاتا ہے اور پھر لوٹ کر نہیں آتا ہے جس کی واپسی کے انتظار میں سب کچھ بدل کر رہ جاتا ہے اور بدلتا ہی رہتا ہے۔

خاصی دیر کے بعد ان کے جذبات کی طغیانی میں ٹھہراؤ آیا تھا اور پری بھی دل کی بھڑاس نکال کر پُرسکون ہوگئی تھی، کل رات طغرل سے اس جھڑپ کے بعد وہ مثنیٰ سے بدظن ہوگئی تھی۔

"اب آپ آرام کرو، یہ اتنی پیاری پیاری آنکھیں رو رو کر خراب کرنے کا ارادہ ہے، بس اب کبھی مت رونا۔" نانو نے اس کی آنکھیں صاف کرتے ہوئے محبت سے کہا۔

"لنچ میں کیا کھاؤ گی، بتاؤ مجھے، میں اپنے ہاتھوں سے بناؤں گی۔" مثنیٰ نے بھی مسکرا کر ماحول کی تلخی کو دور کرتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ بھی بنالیں، میں فرمائش نہیں کرتی کبھی بھی۔" اس کی بات پر پھر مثنیٰ کے چہرے پر سایہ سا لہرایا تھا۔

"مجھے معلوم ہے پری کو کیا پسند ہے آؤ مثنیٰ! میں تمہاری مدد کرواتی ہوں، پری آپ کچھ دیر آرام کرلو بیٹا!" وہ باہر چلی گئی تھیں۔

پری کچھ دیر تک غائب الدماغی سے خلاؤں میں گھورتی رہی پھر گہری سانس لے کر لیٹ گئی۔ اسی پل موبائل پر بیل ہونے لگی تو اس نے چونک کر دیکھا اور اسکرین پر طغرل کا نام دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگواری کے رنگ ابھرے تھے اور اس نے لائن ڈسکنیکٹ کردی تھی مگر دوسری طرف بھی کوئی عام شخص نہ تھا وہ اس وقت تک کال کرتا رہا تھا جب تک اس نے کال ریسیو نہ کرلی تھی۔

"یس......!" اس نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"تم نے انکار کردیا تھا یہاں آنے سے پھر اس طرح یہاں آنے کا مطلب کیا ہے تمہارا؟ کیوں گئی ہو وہاں اتنی ایمرجنسی میں کہ تم سے صبح تک کا بھی انتظار نہ ہوسکا تھا۔" وہ سخت لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔

"آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے اس طرح پوچھ گچھ کرنے والے؟ میں دادی جان کی اجازت سے آئی ہوں، بھاگ کر نہیں آئی ہوں۔" وہ ترکی بہ ترکی اسی انداز میں گویا ہوئی۔

"جانتا ہوں میں تم کس طرح گئی ہو؟ اور کیوں گئی ہو...... مگر میں چاہتا ہوں تم فوراً واپس آجاؤ، ابھی اور اسی وقت......" اس کا لہجہ عجب دھونس بھرا حکمیہ انداز لیے ہوئے تھا۔

"میں نہیں آؤں گی۔"

"تم سمجھتی کیا ہو خود کو پارس؟" وہ جھنجلا اٹھا۔

"میں "لوٹ" کا مال نہیں ہوں جس پر ہر کوئی اپنا حق جتائے۔"

"واٹ......! تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے تمہیں بات کرنے کا سینس ہی نہیں رہا ہے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں......؟" اس کی طیش میں ڈوبی خفگی بھری آواز سنائی دی۔

"سچ سننے کا اس کو برداشت کرنے کا حوصلہ ہر کسی میں نہیں ہوتا' آپ میں بھی نہیں ہے؟ ویسے تو آپ خود کو بے حد بہادر سمجھتے ہیں۔" وہ استہزائیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"سچ کو اگر سچائی کے ساتھ ہی بولا جائے تو سچ مانا جاتا ہے۔ تم بے معنی اور فضول اپنی ذہنی اختراع کو سچائی ثابت کر کے دکھاؤ تو میں مان لوں گا' تم سچ کہہ رہی ہو۔"

"میں آپ سے بحث کرنا نہیں چاہتی طغرل بھائی!"

"میں نے کب کہا تم بحث کرو۔"

"پھر کال کرنے کا مقصد؟"

"گھر آجاؤ شرافت سے۔"

"یہ رعب آپ اپنی ان کزنز پر ڈالیے تو زیادہ سودمند ہوگا جو آپ کی کسی بھی بے تکلفی اور مذاق کو مائنڈ نہیں کرتیں۔ میں اس وقت تک گھر نہیں آؤں گی جب تک آپ اس گھر میں موجود ہیں۔" اس نے بے حد سفاکی سے کہہ کر لائن ڈسکنیکٹ کر دی تھی۔ اس کے چہرے پر طمانیت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی تھی وہ تصور میں طغرل کو غصے سے پاگل ہوتے دیکھ رہی تھی۔

اس کی اس بات نے اس کے پتنگے لگا دیئے ہوں گے اور وہ غصے وجنون میں کسی گیلی لکڑی کی طرح سلگ رہا ہوگا۔

وہ لاشعوری طور پر منتظر رہی کہ وہ ری کال کرے گا اور غصے سے برسے گا کہ وہ کون ہوتی ہے اس کو دادی جان کے گھر سے جانے کے لیے کہنے والی...... مگر ایسا کچھ نہیں ہوا اس کی کال نہیں آئی تھی۔

وہ بھی سو گئی تھی اور خاصی دیر بعد سو کر اٹھی تو طبیعت خاصی فریش تھی۔ وہ کمرے سے نکل کر لیونگ روم میں آ گئی جہاں مما اور نانو باتوں میں مصروف تھیں مگر ان کے انداز میں اداسی ورنجیدگی سی تھی۔

"سوری مما' سوری نانو! مجھے غصہ آ گیا تھا میں شرمندہ ہوں اپنے رویئے پر......" وہ ان کے قریب بیٹھ کر شرمندگی سے گویا ہوئی۔

"تم نے کوئی بات نہیں کی پری! جو مجھ سے ہوا وہ میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی' اس کا احساس مجھے مرتے دم تک رہے گا۔" مثنیٰ نے پری کو محبت سے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

وہ وین سے اتر کر چند قدم ہی چلی تھی جب اچانک ہی قریب سے گلفام نمودار ہوا تھا وہ آگے پیچھے کا جائزہ لیتا ہوا اس کی طرف آیا تھا۔

"آج تو کافی جلدی آ گئی ہو رخ!" وہ مسکرایا۔

وہ اپنی دوراندیشی کو شاباش دے رہی تھی کہ وہ آج کل اعوان سے کم سے کم مل رہی تھی اور جب بھی ملتی تھی واپسی میں کار سے دو اسٹاپ قبل ہی اتر کر وین میں یہاں تک آتی تھی۔

غزل

دل پہ ایسے بھی عذابوں کو اترتے دیکھا
ہم نے چپ چاپ اسے خود سے بچھڑتے دیکھا
اس کو سوچا تو ہر سوچ میں خوش بُو اتری
اس کو دیکھا تو پھر ہر لفظ مہکتے دیکھا
یاد آجاتے تو قابو نہیں رہتا دل پر
ورنہ دنیا نے کبھی ہم کو نہ تڑپتے دیکھا
اس کی صورت کو فقط آنکھ نہیں ترستی ہے
راستوں کو بھی اس کی یاد میں روتے دیکھا
ہم محبت کے لیے آج بھی دیوانے ہیں
یہ الگ بات کبھی اس نے نہ مڑ کے دیکھا

عائشہ جہاں...... بورے والہ

"میں نے بتایا تھا نہ وین بھی جلدی ملتی ہے اور بھی دیر میں پھر آج کل ایکسٹرا کلاسز بھی نہیں ہو رہی ہیں۔" خلاف توقع اس کے ساتھ اس کا موڈ بھی اچھا ہوتا جا رہا تھا' وہ اس سے مسکرا کر نرمی سے بات کرنے لگی تھی۔

"اچھا لاؤ' یہ بیگ مجھے دے دو میں اٹھا لیتا ہوں' تم آرام سے چلو۔" اس نے بڑی محبت سے بیگ پکڑا تھا۔

"یہ بیگ تو میں روز اٹھاتی ہوں' تمہارے ایک دن کے اٹھانے سے میرا کیا فائدہ ہوگا؟ کل پھر مجھے ہی اٹھانا ہوگا۔"

"اب یہ بیگ میں ہی پکڑوں گا تمہیں اب وین میں دھکے بھی نہیں کھانے پڑیں گے' آرام سے آؤ گی اور آرام سے جاؤ گی۔" وہ اس کی طرف دیکھتا ہوا ذومعنی لہجے میں کہتا ہوا چل رہا تھا۔

"اچھا...... تم کار لے رہے ہو؟" وہ طنزاً بولی۔ لمحے بھر کو وہ بھونچکا رہ گیا تھا ایک ترچھی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی تھی پھر خفیف سی مسکراہٹ سے گویا ہوا۔

"چار پہیوں والی نہیں' دو پہیوں والی اسکوٹر خرید رہا ہوں میں تمہارے لیے تاکہ تمہیں بسوں اور وین کے دھکے نہ کھانے پڑیں۔" وہ خوشی خوشی بتا رہا تھا اور اس کے اندر ایک وحشت بھرا اضطراب تیزی سے پھیلتا چلا گیا تھا کہ اس طرح تو سارے خواب بکھر جاتے' ساری تمنائیں ناتمام ہی رہتیں اعوان سے ملنے کا صرف خواب دیکھا جا سکتا تھا پھر۔

"ارے تم اتنی خاموش کیوں ہو گئی ہو؟ کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی یہ سن کر......؟" گلفام نے اس کی خاموشی کو محسوس کر کے پوچھا۔

"سارے سوال راستے میں ہی پوچھ لو گے کیا' گھر جا کر نہیں پوچھ سکتے ہو؟"

"معاف کرنا' بھول گیا۔ ہاں ہاں گھر جا کر بات کرتے ہیں۔ آج گھر میں امی ابا' تایا تائی سے کوئی بہت ہی خاص بات بھی کرنی ہے۔"

"نانسینس گرل!" اس نے غصے سے موبائل کو دور اچھال دیا تھا اور دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ پری اس کی سوچوں کی ضد ثابت ہو رہی تھی اور اس کو یقین ہو چکا تھا وہ شدید ترین اوور کانفیڈنس کا شکار تھی اور اسی طرح اس کے اس گھر میں رہنے کے بھی خلاف تھی۔

ان کے درمیان جاری رسہ کشی بڑھتی جا رہی تھی ایک سرا اس نے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا تو دوسرے سرے پر اس کی گرفت بھی کچھ کم نہیں تھی۔ اس میں ایک کو شکست لازمی تھی اور اس نے خاموشی سے شکست قبول کر لی تھی۔ فیصلہ کر لیا تھا وہ گھر چھوڑ دے گا' ویسے بھی ان کا ارادہ تھا مما اور ڈیڈی کی واپسی کے بعد علیحدہ گھر لینے کا اور اس نے سوچا تھا وہ اب پہلی فرصت میں کوئی شان دار سا بنگلہ خرید لے گا۔

"ارے پری..... او پری!" دادی جان کی آواز پر وہ پھرتی سے کمرے سے باہر نکلا تھا' وہ بے دھیانی میں اس کو آوازیں دیتی وہاں تک آ گئی تھیں۔

"دادو! پری تو نانو کے ہاں گئی ہوئی ہے نا!" وہ ان کے قریب آ کر گویا ہوا تھا۔

"لو میں بھول ہی گئی بیٹا! وہ گھر میں نہیں ہے۔" یاد دلانے پر وہ شرمندہ سی ہو کر گویا ہوئی تھیں۔

"دادو! کوئی کام ہے؟ کچھ چاہیے آپ کو مجھے بتائیے۔"

"پری ایک دن بھی گھر میں نہ ہو تو گھر الٹ کر رہ جاتا ہے' نوکروں کے بھی مزے آ جاتے ہیں۔ صباحت اور بچیوں کو تو کوئی غرض ہی نہیں ہے مجھ سے' مجال ہے جو صبح سے پلٹ کر پوچھا ہو کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت ہے یا نہیں؟" وہ حسب عادت بولتی ہی چلی گئیں۔

"آپ ہائپر مت ہوں دادی جان! آپ اپنے کمرے میں چلیں۔" وہ ان کو بازو کے گھیرے میں لے کر کمرے میں آیا اور بولا۔ "آپ یہاں آرام سے بیٹھیں' آپ کو چائے چاہیے؟ میں ابھی بنا کر لاتا ہوں' آج میرے ہاتھ کی چائے پی کر دیکھیں کیسی زبردست ہوتی ہے۔" وہ ان کی طلب سمجھ گیا تھا۔

"ارے تم کہاں بناؤ گے' میں ابھی عادلہ یا عائزہ سے بنوا لوں گی۔"

"مجھے چائے بنانی آتی ہے آپ پی کر بتائیے گا آتی ہے یا نہیں؟" وہ دس منٹ بعد چائے لے کر حاضر تھا۔

"ارے تم نے تو کمال کر دیا۔ چراغ والے جن کی طرح منٹوں میں چائے بنا کر لے آئے ہو اور چائے بھی بہت مزیدار ہے طغرل!" پہلا گھونٹ لے کر وہ ستائشی لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں تو ایسا ہی کام کرتا ہوں جھٹ پٹ اور مزیدار......"

"اچھا ہے کچن کے کچھ کام مردوں کو بھی آنے چاہئیں محتاجی نہیں ہوتی۔" وہ آہستہ آہستہ چائے پیتی رہیں پھر اس سے بولیں۔

"پری کو آنے میں ابھی دن لگیں گے وہ بہت دنوں بعد گئی ہے۔ مجھے تم عامرہ کے ہاں لے چلو' یہاں تنہا پڑے پڑے اکتا جاؤں گی' تنہائی سے بڑی وحشت ہوتی ہے مجھے۔"

"آپ کا عامرہ پھوپو کے ہاں قیام کرنے کا ارادہ ہے کیا؟"

"نہیں! رات تک واپس لے آنا' میں یہاں نہیں ہوں گی تو تم پریشان ہو جاؤ گے اور اس خیال سے مجھے نیند بھی نہیں آئے گی۔" ان کے لہجے کا دبدبہ مفقود تھا چہرے پر بھی عجیب پژمردگی تھی۔ پری کے نہ ہونے سے

وہ خود کو زیادہ تنہا محسوس کر رہی تھیں۔ طغرل نے یہ بات بہت شدت سے نوٹ کی تھی۔

"آپ عامرہ پھوپو کے ہاں رکنا چاہیں تو رک جائیے گا دادی جان! میں کوئی بچہ تھوڑی ہوں جو اپنا خیال رکھ نہ سکوں گا۔" اس نے ان کو بھرپور تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

"جانتی ہوں بچے نہیں ہو' خیال رکھ سکتے ہو اپنا۔" وہ دھیمے انداز میں مسکرائی تھیں مگر آج ان کے انداز میں اداسی تھی۔

"آپ تیار ہو جائیں میں لے چلتا ہوں آپ کو۔" وہ کہہ کر کمرے سے باہر آیا تو سٹنگ روم میں اسے عادلہ مل گئی وہ بیٹھی ہوئی ٹی وی دیکھ رہی تھی' اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"آپ کہاں غائب ہیں؟ بہت ہی کم ٹائم دیتے ہیں ہم کو۔" اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر شکایت کی۔

"میں ان دنوں یہاں بزنس ایڈجسٹمنٹ کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"کیوں کر رہے ہیں آپ اور تاؤ جان یہ سب کچھ جو یہاں بزنس کرنے والے ہیں' لوگ یہاں سے اپنے بزنس کو دوسرے ملکوں میں شفٹ کر رہے ہیں اور عجیب بات ہے آپ لوگ یہاں آ رہے ہیں' جہاں کچھ نہیں ہے۔"

"یہاں سے وہ ہی لوگ جا سکتے ہیں جن کو اپنے ملک سے محبت نہیں ہے۔ ایسے لوگ جو اچھے وقت پر یقین نہیں رکھتے' رات کتنی بھی اندھیری ہو' اس رات کا سویرا بہت بہت روشن اور خوشیاں لے کر آتا ہے۔ جو لوگ دکھوں سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ وہ سکھ کی چھاؤں سے بھی محروم رہتے ہیں' یہاں کے حالات سدا ایسے نہیں رہیں گے۔ آنے والا وقت بہت ہی اچھا ہوگا۔ بہت خوش حال ہوگا' ان شاء اللہ یہ میرا دل کہتا ہے۔" اس نے ریموٹ سے ٹی وی آف کرتے ہوئے اتنے پُریقین انداز میں کہا تھا وہ کچھ کہہ ہی نہ سکی۔

"تم کو معلوم ہے پری دادی کے پاس نہیں ہے' تمہیں ان دنوں ان کا اسپیشلی خیال رکھنا چاہیے۔"

"طغرل بھائی! دادی جان نے شروع سے پری کو ہی خود سے قریب رکھا ہے اور اب وہ اس کی اس حد تک عادی ہو گئی ہیں کہ انہیں ہمارا ہونا نہ ہونا محسوس نہیں ہوتا ہے۔" وہ شانے اچکا کر بے پروائی سے کہہ رہی تھی طغرل کے وجیہہ چہرے پر ناگواری سی پھیل گئی تھی وہ بنا کچھ کہے وہاں سے اٹھ گیا۔ عادلہ نے گھبرا کر اسے جاتے ہوئے دیکھا پھر اٹھ کر پیچھے آ گئی۔

"طغرل بھائی! طغرل بھائی! آپ مائنڈ کر گئے کیا؟"

"تمہارا کیا خیال ہے تم دادو کے خلاف بولو گی اور میں خوش ہوں گا۔" وہ سخت ناگواری میں بولا تو عادلہ بُری طرح گھبرا گئی۔

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا طغرل بھائی! میں کیوں دادی کے خلاف بولوں گی؟ میں یہ کہہ رہی تھی دادی پری کی جگہ کسی کو بھی نہیں دے سکتی ہیں۔ بھلے ہم کتنا بھی کر لیں ان کے لیے۔"

"جب کسی کے لیے کچھ کیا جاتا ہے تو یہ توقع نہیں کی جاتی کہ ہمیں بدلے میں کچھ ملے محبت اور خلوص تو مشروط نہیں ہوتے ہیں۔"

''اوہ......سوری طغرل بھائی! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔ آپ ناراض تو نہیں ہیں مجھ سے؟'' اس کے بگڑے تیور دیکھ کر اس نے معافی مانگنے میں عافیت پائی تھی۔

''اٹس اوکے' میں کیوں تم سے ناراض ہوں گا۔'' وہ کوریڈور سے گزر کر اپنے کمرے کے دروازے کے پاس آ کر رک گیا۔

''عائزہ کا خیال رکھنا......وہ اس حرکت کو پھر دہرا سکتی ہے۔'' وہ آہستگی سے گویا ہوا تھا۔

''ارے وہ اب ایسا نہیں کرے گی' ممی نے بہت سمجھایا ہے اسے۔'' وہ بولی۔

❁......☯......❁

سردی اپنے عروج پر تھی۔

آنگن میں لگے نیم کے درخت سے ہوائیں شائیں شائیں ٹکرا رہی تھیں۔ برف میں گھلا سرد جمود ماحول کو خاموشی کی چادر سے ڈھانپے ہوئے تھا۔ ایسی رگوں میں لہو جما دینے والی سردی میں وہ گرم بستر سے دور آنگن میں کسی روح کی طرح بھٹک رہی تھی۔

اس کے حسین چہرے پر تفکرات کی وحشت تھی' آج گھر آ کر اس کو خبر یہ ملی تھی کہ اس کی امی ابو اسی ہفتے اس کی اور گلفام کی منگنی کرنا چاہ رہے ہیں اور امتحانوں کے بعد شادی کرنے کا ارادہ ہے۔ یہ خبر اس کے قدموں تلے کی زمین نکالنے کے لیے کافی تھی۔ ابھی وہ اس ٹینشن سے نہ نکل پائی تھی کہ کس طرح اس کو اسکوٹر خریدنے سے باز رکھے کہ یہ منگنی کی نئی مصیبت گلے پڑتی نظر آ رہی تھی۔

''رخ! خیر تو ہے نا؟ یہ کیوں تُو اس سردی میں آنگن کے چکر لگا رہی ہے؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟'' گلفام ہمیشہ کی طرح اس کی خوشبو سونگھتا ہوا وہاں چلا آیا تھا۔

''تم......اس ٹائم تک جاگ رہے ہو آج؟'' وہ اسے حیرت سے دیکھ کر گویا ہوئی تھی کہ وہ جلدی سونے کا عادی تھا۔

''سچ پوچھو تو میں یہی دعا کر رہا تھا تم مجھے یہاں مل جاؤ۔'' اس کے دھیمے لہجے میں محبت کی آنچ سلگ رہی تھی۔ وہ محبت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''مجھے مارے خوشی کے نیند نہیں آ رہی ہے' جب سے امی نے کہا ہے وہ اسی ہفتے تیری انگلی میں انگوٹھی پہنائیں گی تب سے میں بے چین ہو گیا ہوں اور چاہتا ہوں جلد سے جلد اس خوب صورت ہاتھ کی انگلی میں میرے نام کی انگوٹھی تُو پہنے اور میں دیکھوں وہ انگوٹھی اس حسین انگلی میں آ کر اور کتنی حسین ہو جائے گی۔'' وہ محبت کے احساس سے سخت جذباتی ہو رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی تھوڑی ذہانت سے کام لے کر اس کو ہی استعمال کیا جائے کہ امی تو اس کی ایک سننے پر تیار نہ ہوتیں اگر وہ ان سے کچھ کہتی تو وہ بنا لحاظ اس کا منہ توڑنے سے بھی گریز نہ کرتیں۔

وہ پہلے ہی اس سے بے حد نالاں رہتی تھیں۔ اس وقت گلفام ہی اس کی مشکل حل کر سکتا تھا۔

''میں بھی یہی چاہتی ہوں' تمہارے نام کی انگوٹھی پہنوں مگر......'' اس نے جذباتی لہجے میں کہہ کر دانستہ بات چھوڑی تھی۔

''کیا تم بھی یہ سب چاہتی ہو......کیا تم دل سے کہہ رہی ہو رخ!'' ہوا کا ایک سرد جھونکا اسے کپکپانے پر مجبور کر گیا۔ گلفام نے خود اوڑھی ہوئی گرم شال اس پر ڈالتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے انداز میں بے یقینی و بے اعتمادی کا عنصر موجود تھا۔

''یہ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا تم کو معلوم نہیں ہے ہماری منگنی تو بچپن میں ہی کر دی گئی تھی۔ اب تو محض رسم ادا کی جائے گی۔''

''لیکن تم نے کبھی بھی اس رشتے کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔'' گلفام بھی آج دوٹوک بات کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

''کس طرح اظہار ہوتا ہے مجھے نہیں معلوم لیکن امی ابو کے حکم کو نہ ماننے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے اور اس کا مطلب یہ بھی ہے میں اس رشتے پر دل سے راضی ہوں۔'' اس کے چہرے پر خوب صورت مسکراہٹ تھی۔ ایسی مسکراہٹ جس پر وہ دل و جان سے فدا ہونے کو تیار رہتا تھا۔

''مگر تم نے مجھے ہمیشہ نظر انداز کیا ہے رخ! کبھی میری محبت کا جواب محبت سے نہیں دیا۔ مجھے یقین آتا کہ تم کو مجھ سے محبت ہے۔'' وہ اس کے قریب آ کر شرمیلی آواز میں بولی۔

''تم کو اس بات کا نہیں معلوم کہ عورت کے انکار میں اقرار چھپا ہوتا ہے اور ہر بات اپنے وقت پر ہی اچھی لگتی ہے۔ جب وقت آئے گا محبت کا تو میری محبت میں کوئی کھوٹ نہیں پاؤ گے مگر......''

''مگر......یہ مگر کیا ہے؟'' اس کے اظہار محبت نے اس کے چہرے پر چراغاں کر دیا تھا اور اس کی ادھوری بات پر وہ چونک کر بولا۔

''میرے پیپرز ہونے والے ہیں اور ان کی تیاریوں میں' میں یہ منگنی بھی انجوائے نہیں کر پاؤں گی۔ تم اچھی طرح جانتے ہو ایسے خوب صورت دن بار بار تو نہیں آتے ہیں اور اس ہفتے منگنی ہوئی تو میں اپنی فرینڈز کو دعوت بھی نہ دے سکوں گی کہ وہ پیپرز سے پہلے کوئی بھی نہیں آئیں گی۔'' وہ سخت اداس تھی۔

''یہ بات تو ہے تمہاری فرینڈز کو آنا تو چاہیے پھر کیا کریں؟''

''ایک ماہ بعد کا کہہ دو' میرا نام مت لینا۔''

❁......☯......❁

وہ دادی جان کو عامرہ پھوپو کے ہاں لے کر آیا تو وہ بے حد خوش ہو گئی تھیں۔

''ارے اماں! آج بیٹی کی یاد کیسے آ گئی؟ کتنے عرصے بعد آئی ہو؟'' اماں سے گلے ملنے کے بعد وہ طغرل کی پیشانی چوم کر گویا ہوئیں۔

''یاد آئی تمہاری اور میں آ گئی بس۔''

''یاد آ گئی یا آپ کی لاڈلی آپ کے پاس نہیں ہے تو دل بہلانے آپ یہاں میرے پاس آ گئی ہیں۔ میں سب جانتی ہوں اماں! پری کے سامنے آپ ہمیں کوئی اہمیت نہیں دیتی ہیں۔'' عامرہ کا لہجہ سخت شکایتی تھا' ملازمہ پانی کے گلاس رکھ کر گئی تھی۔

''کیسا خون سفید ہو گیا ہے تمہارا عامرہ! حد کرتی ہو لوگ کہتے ہیں پھوپی بھتیجی ایک ذات' ماں بیٹی دو ذات'

اور تم نے تو یہ مثال ہی بدل کر رکھ دی' کیوں بلاوجہ اس بچی سے دل میں بغض رکھتی ہو۔ جو تمہارے اچھے میں نہ بُرے میں گھٹ گھٹ کر زندگی جیے جارہی ہے وہ بھی سوچا ہے اس کی زندگی کے بارے میں؟" حسب عادت غصے میں وہ بولتی چلی گئی تھیں۔

"اماں جان! میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو آپ لوگ بگولہ ہورہی ہیں۔ ہمیشہ آپ پری کے معاملے میں آنکھیں بدل لیتی ہیں۔"

"جب تم ماتھے پر آنکھیں رکھ لوگی تو میں آنکھیں بھی نہ بدلوں؟ واہ بھئی واہ! تم بھی اور آصفہ بھی اس بچی کے ساتھ زیادتی کرتی آئی ہو' جب بھی گھر جاتی ہو میری پری تمہاری آؤ بھگت میں لگی رہتی ہے اور تم ساری محبت اور پیار عادلہ اور عائزہ پر لٹاتی ہو۔" انہوں نے بلا کسی لحاظ مروت کے کھری کھری سنائیں۔

"دیکھ رہے ہو طغرل! اماں کس طرح پری کی حمایت لیتی ہیں؟" وہ مسکرا کر طغرل سے مخاطب ہوئی تھیں۔ وہ بہت خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہا تھا پھر ان کی بات پر مسکرا کر بولا۔

"جی پھوپو! سن رہا ہوں مگر کچھ عرض نا کرسکوں گا کہ توپوں کا رخ میری طرف ہوجائے گا۔" اس کے انداز میں بلا کی شوخی تھی۔

"دیکھ طغرل! غلط بیانی سے کام مت لے' میں ناحق بات نہیں کرتی۔"

"بس ٹھیک ہے اماں! اب میں آپ کو جانے نہیں دوں گی' چند روز تو رہنا پڑے گا یہاں آپ کو' شریف یاد کررہے تھے آپ کو دیکھیں گے تو خوش ہوجائیں گے۔"

"اچھا بچیوں کو تو بلاؤ کہاں ہیں وہ سب؟"

"بلاتی ہوں اماں! وہ کمروں میں ہیں آپ کی آواز نہیں گئی ہوگی' ورنہ بھاگی ہوئی آتیں دونوں۔" پھر اٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"طغرل! کیا لوگے؟ اماں تو چائے پئیں گی مجھے معلوم ہے۔"

"تھینکس پھوپو! میں اب جاؤں گا' کسی تکلف کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ارے نہیں' میں تمہیں ابھی نہیں جانے دوں گی' کولڈ کافی منگواتی ہوں' وہ تمہیں پسند ہے نا اور رات کو ڈنر یہیں کرنا' سب ہوں گے مزہ آئے گا۔"

"ارے بیٹھ جاؤ نا! بچی اتنے پیار سے کہہ رہی ہے۔" اماں نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب ہی بٹھا لیا تھا اور اسے پھر بیٹھنا ہی پڑا تھا۔ عامرہ مسکراتی ہوئی چلی گئی تھیں۔

"نامعلوم کیا بات ہے طغرل! جی بہت اداس اداس سا ہوگیا ہے۔ ایک عجیب سی بے چینی ہے' وہاں گھر میں تھی تو طبیعت میں بے کلی تھی یہاں آئی ہوں تو وہ بے چینی و بے کلی حد سے سوا ہوگئی ہے۔"

"کیا مطلب دادو! شاید آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' چلیں کسی بہترین ڈاکٹر سے چیک اپ کروا لیتے ہیں۔" وہ بھی دیکھ رہا تھا دادی کسی اضطراب میں مبتلا ہیں۔

"ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے مجھے' میرا دل عجیب وسوسے کا شکار ہو رہا ہے۔ ان دیکھے وہموں کا شکار ہوگئی ہوں' ہر گھڑی ہر لمحہ ایسا لگتا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہے......" اس نے چونک کر ان کے چہرے کی طرف دیکھا

مہوش گل

السلام علیکم دوستو! میرا نام مہوش گل ہے۔ میں وادی سون نوشہرہ ضلع خوشاب میں رہتی ہوں۔ 8 اگست 1991ء میں پیدا ہوئی۔ نوشہرہ سون سکیم کے ساتھ ہی ہے۔ نوشہرہ پہاڑوں میں گھرا خوب صورت گاؤں ہے۔ فوجی فاؤنڈیشن ماڈل اسکول نوشہرہ سون میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے میرے ہاتھ میں آنچل آ گیا۔ وہ دن مجھے یاد ہے جب میں نے ایک دن میں اس کو مکمل کرلیا۔ آنچل اتنا اچھا لگا کہ مجھے اس سے دوستی ہوگئی۔ پھر دسویں جماعت میں پہلی کوشش کی اور آنچل پہلی بار افسانہ اب جو بچھڑے تو احساس ہوا لکھا۔ شاید پہلی بار تھی اس لیے ناقابلِ اشاعت میں آ گیا۔ لیکن اس بار میں نے پہلے سے زیادہ اچھا لکھنے کی کوشش کی کیونکہ انسان غلطیوں سے سیکھتا ہے۔ پلیز مجھے ایک بار موقع ضرور دیجیے گا۔

مجھے اقراء صغیر جیسی رائٹر پسند ہیں۔ ہر پہلو پر نظر ثانی کرتی ہیں اور یہی خواہش ہے کہ اگر زندگی موقع دے تو میں ان سے ملاقات کروں۔ اور ان کی طرح اچھی رائٹر بنو۔ اب میں نے ڈگری کالج نوشہرہ سون سے F.S.C کے پیپر دیے ہیں۔ میں پہلی لڑکی ہوں جس نے پہلی بار وہاں سائنس کے مضامین پڑھے ہیں۔ مجھے شاعری پڑھنا افسانے' ناولٹ' ناول پڑھنا اور لکھنا اچھے لگتے ہیں۔ اسکول میں سب مجھے شاعرہ کے نام سے پکارتے تھے۔ کیونکہ میں خود شاعری بھی کرتی ہوں۔ میں نے شاعری لکھنا آٹھویں جماعت سے شروع کیا۔

ہجوم میں بھی ہم اپنے آپ کو تنہا پاتے ہیں
نہ کسی کو دوست نہ کسی کو ہم نوا پاتے ہیں
یہ شوق تمنا ہے کہ کوئی پیار سے پکارے
ہم تو اسی آس پر جیے جاتے ہیں

یہ شعر میرا ذاتی ہے۔ امید ہے کہ آپ میری کہانی کو ضرور پڑھیں گے اور حوصلہ افزائی کریں گے تاکہ آئندہ اس قابل ہوجاؤں کہ ناول لکھ سکوں۔ شکریہ

تھا اور ان کے چہرے کی رنگت کچھ متغیر تھی' آنکھوں میں انجانے خوف کی پرچھائیاں سی تھیں۔ اس نے محبت سے ان کے ہاتھ تھام لیے اور کہا۔

"دادو! میں ہوں نا! میرے ہوتے ہوئے آپ کو کسی سے بھی خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اللہ تمہیں سلامت رکھے میرے بچے! مگر نامعلوم کیا بات ہے' میں عائزہ کے چال چلن سے مطمئن نہیں ہوں۔" ان کا اندیشہ اس کا دل دھڑکا گیا کہ وہ اتنی بے خبر نہیں تھیں جتنا ان کو سمجھا جارہا تھا وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

"السلام علیکم نانی جان! السلام علیکم طغرل بھائی!" تافیہ اور طیبہ بہت خوشی خوشی اندر داخل ہوئی تھیں اور ان کا موضوع بھی چینج ہوگیا تھا۔

وہ بے تابی سے اعوان کا انتظار کررہی تھی۔ تین دن ہوگئے تھے اس کو اس کا انتظار کرتے ہوئے اور وہ جو بلاناغہ آتا تھا' ان تین دنوں سے نہیں آرہا تھا اور اس کی انتظار کی شدت بڑھنے لگی تھی اور وہ گویا اس کا امتحان لے رہا تھا۔ آج اس کی دعائیں رنگ لے آئی تھیں اور وہ آ گیا تھا۔ رخ بے تابی سے اس کی طرف بڑھی تھی۔

اس نے مسکرا کر ڈور کھول دیا تھا اور اس کے بیٹھتے ہی کار ہواؤں کے دوش پر اڑنے لگی تھی۔

''کہاں چلے گئے تھے؟ معلوم بھی ہے یہ تین دن تین سال کے برابر گزرے ہیں مجھ پر اور تم بغیر اطلاع کے غائب ہو گئے تھے۔'' اس نے بیٹھتے ہی شکوہ کیا۔

''مائی ڈیئر! تین سال صرف...... مجھ سے پوچھو جس کو یہ تین دن تین صدیوں کے برابر لگے ہیں۔'' اعوان کے لہجے میں شکوہ نہیں بے قراری تھی۔

''کہاں چلے گئے تھے؟ کیا کام آ گیا تھا ایسا......؟''

''بزنس کے سلسلے میں جاپان جانا ہے مجھے۔ بس اس لیے ویزے کے سلسلے میں اسلام آباد چلا گیا تھا' تمہارا فون نمبر بھی نہیں ہے میرے پاس جو میں جانے سے پہلے تمہیں انفارم کر دیتا۔''

''سلو ڈرائیو کرو میرے پاس باہر جانے کا ٹائم نہیں ہے، ہم ڈرائیونگ کے دوران ہی باتیں کریں گے' تم جاپان کب جا رہے ہو؟'' وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

''پرسوں رات کی فلائٹ ہے میری' تم خاصی ڈسٹرب لگ رہی ہو کوئی پرابلم ہے کیا؟'' وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں! ڈیڈی منگنی کر رہے ہیں میری...... کزن سے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''وہاٹ! اور تم راضی ہو؟ تم نے ان کو بتایا نہیں کہ......''

''نہیں مانے وہ' میں نے بہت ٹرائی کی' وہ نہیں مانے۔''

''ڈونٹ وری! پلیز تم روؤ مت' میں ابھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں' تم دیکھنا میں ان کو منا لوں گا' اتنے گٹس ہیں مجھ میں۔'' وہ اس کے آنسو صاف کرتا اعتماد سے بولا۔

''نہیں اعوان! تم ڈیڈی کو نہیں جانتے وہ کبھی بھی نہیں مانیں گے' ان کو بیٹی سے بڑھ کر اپنے خاندان کی عزت عزیز ہے۔ وہ کہتے ہیں خاندان سے باہر شادی نہیں کریں گے۔'' گلوگیر لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''تم ایک بار مجھے ان سے ملواؤ تو سہی' تم دیکھنا پھر......''

''مجھے معلوم ہے وہ نہیں مانیں گے بلکہ ان سے کوئی بعید نہیں وہ تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کریں۔ تم ان سے ملنے کا خیال چھوڑ دو پلیز...... ہم ایسا کرتے ہیں کورٹ میرج کر لیتے ہیں۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' وہ چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ کر رونے لگی تھی۔ اعوان نے نسبتاً ایک سناٹے والی جگہ پر کار روک کر اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر محبت سے کہا۔

''رخ! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تمہیں عزت و وقار کے ساتھ اپنانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں ہم اپنی نئی زندگی کا آغاز اپنے بڑوں کی دعاؤں اور خوشیوں کے ساتھ کریں' بددعاؤں کے ساتھ نہیں۔'' وہ بڑی بردباری سے اسے سمجھا رہا تھا۔

دادی کی بات اس کے لیے بے حد حیران کن تھی۔ وہ حقیقت سے بے خبر ضرور تھیں مگر ان کے احساس نے کسی ادراک کو پا لیا تھا اور وہ بنا کسی کی نشاندہی پر درست راستے پر گامزن تھیں اور اس کو احساس ہوا گھر میں

بزرگوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی کیسی گراں قدر نعمتیں موجود ہوتی ہیں۔

جن کے وجود کی برکت سے' جن کی دعاؤں کی کثرت سے پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں' بلائیں ٹل جاتی ہیں' عائزہ تو جا چکی تھی ایک بار نہیں دوبارہ وہ بھی مکمل انتظام کے ساتھ اور دادی کی دعاؤں کی طاقت اسے کھینچ کر واپس لے آئی اور اس رات کی رسوا کن سیاہی ان کے چہرے پر تباہی کی سیاہی بن کر پھیلنے سے رہ گئی تھی۔

دادی کو وہ دل و جان سے چاہتا ہی تھا اور اب تو ان سے وہ عقیدت کا رشتہ بھی جوڑ بیٹھا تھا۔

وہ رات کو عامرہ کے یہاں رکنے پر راضی نہ ہوئی تھیں اور وہ چاہتا بھی نہیں تھا کہ وہ رات وہاں قیام کریں سو ان کو گھر لے آیا تھا۔ اب ان کے منع کرنے کے باوجود بھی ان کی ٹانگیں دبا رہا تھا۔

''دادو! کل آصفہ پھوپو کے ہاں ڈراپ کر دوں آپ کو؟ رات کو آفس سے واپسی پر لیتا آؤں گا۔'' اس نے استفسار کیا۔

''نہیں میرے بچے! روز روز کہاں جانے والوں میں سے ہوں میں' وہ تو بس طبیعت بے چین ہو رہی تھی تو چلی گئی اور وہاں جا کر کون سا قرار مل گیا۔ وہ ہی بے چینی سی بے چینی ہے۔'' وہ دھیمے لہجے میں چھت کو گھورتے ہوئے بولیں۔

''دادی جان! آپ پری کو یاد کر رہی ہیں؟''

''ارے وہ مجھے بھولتی ہی کب ہے' جو اسے یاد کروں گی؟ وہ مجھے ہر وقت یاد رہتی ہے' ہر وقت فکر لگی رہتی ہے مجھے اس کی' سوچا تھا آصفہ' عامرہ کے ماشاء اللہ بیٹے ہیں دونوں میں سے کسی ایک کے لیے پری کا ہاتھ مانگ لوں گی۔'' وہ کہہ کر خاصی دیر کو خاموش ہو گئی تھیں گویا خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہوں اور وہ سمجھ کر بھی ان کی بات نا سمجھنے کی سعی میں لگا ہوا تھا۔

''لیکن تم نے دیکھا آج عامرہ کتنی نفرت سے پری کے متعلق بات کر رہی تھی' اس کی ماں کے گناہوں کی سزا یہ لوگ اس بچی کو کیوں دینا چاہتے ہیں؟'' وہ پری کی محبت میں بے حد جذباتی ہو رہی تھیں۔

''دادو! آپ کیوں اتنی فکر مند ہو رہی ہیں اس کے نصیب میں بھی کوئی نہ کوئی لکھا ہوگا نا' جو اسے مل جائے گا۔'' اس نے بھرپور انداز میں انہیں تسلی دی۔

''ہاں! ٹھیک کہہ رہے ہو تم' یہ فیصلہ وقت کرے گا' جاؤ جا کر سو جاؤ' خوش رہو۔ بہت خدمت کرتے ہو میری۔'' ان کی دعاؤں کی پھوار میں بھیگتا ہوا وہ اپنے کمرے میں چلا آیا تھا اور دادی کی سوچیں بھی اس پر حاوی ہونے لگی تھیں۔ وہ نائٹ سوٹ اٹھا کر واش روم کی طرف بڑھ گیا اور جب چینج کر کے آیا تو کچھ دیر تک ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بناتا رہا پھر پرفیوم اٹھا کر اسپرے کیا اور اسی لمحے اس کی نگاہ کرسی پر بیٹھی عادلہ پر پڑی تھی۔

''تم...... اس وقت یہاں......؟''

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

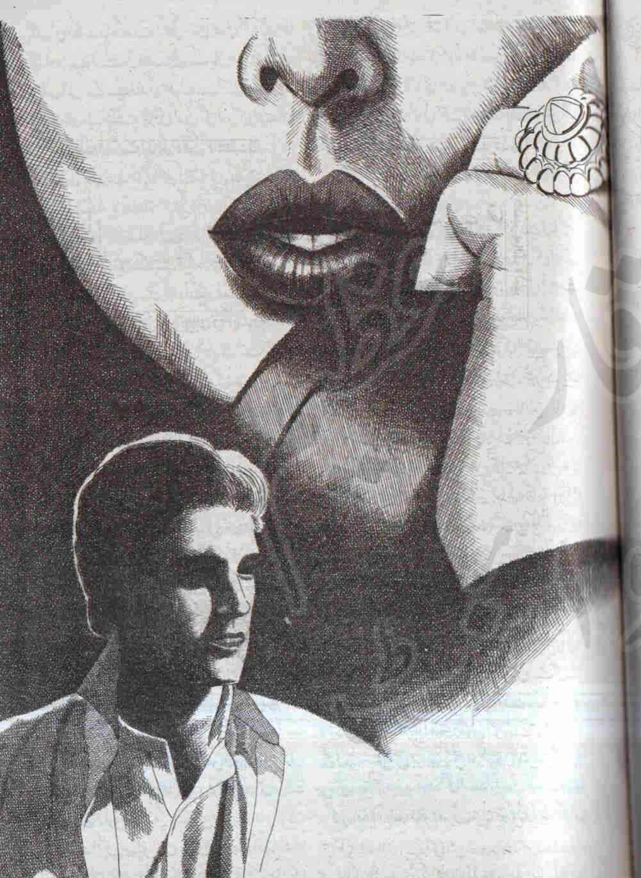

سرپرائز

عمیرا احمد

مجھ سے مخلص تھا نہ واقف مرے جذبات سے تھا
اس کا رشتہ تو فقط اپنے مفادات سے تھا
اب جب بچھڑا ہے تو کیا روئیں جدائی پہ تیری
یہ اندیشہ تو ہمیں پہلی ملاقات سے تھا

کیا نہیں تھا اس کی زندگی میں......؟

اعلیٰ گھر، بے تحاشا محبت، قیمتی زیورات اور ملبوسات، نوکر چاکر...... ضروریات زندگی کی ہر شے پھر بھی وہ اس زندگی سے مطمئن نہیں تھی۔

رضا حسین اس کا شوہر تھا اور شوہر بھی جان نچھاور کرنے والا اس کے دن کو دن اور رات کو رات کہنے والا۔ بے حد مثالی شوہر، پھر بھی وہ اس سے خوش نہیں تھی۔ وہ اس زندگی سے ہی خوش نہیں تھی اور کیوں......؟ یہ شاید اس کی سمجھ سے بھی باہر تھا۔

چند سال قبل رضا حسین نے اس سے محبت کی شادی کی تھی سارے خاندان سے ٹکر لے کر۔ اس وقت وہ خوش تھی مگر، اب جیسے جیسے اس رشتے پر منافقت کی گرد پڑتی جا رہی تھی اس کا دل اس رشتے سے اچاٹ ہوتا جا رہا تھا۔

وہ دولت جائیداد پر مرنے والی لڑکی نہیں تھی۔ نہ ہی شاہانہ زندگی سے اس کی ذات پر کوئی فرق پڑتا تھا۔ اس کے نزدیک اگر کوئی چیز اہم تھی تو وہ تھی محبت۔

رضا حسین سے بھی اسے محبت ہی ہوئی تھی۔ وہ اپنے آپ میں رہنے والا ایک خوش مزاج نوجوان تھا۔ حریم اپنی ایک دوست کی عیادت کے لیے اسپتال گئی تھی وہیں اس کی ملاقات رضا حسین سے ہوئی تھی۔ رضا حسین اس کی دوست کا علاج کر رہا تھا۔ ڈاکٹر تھا اور حال ہی میں وہاں اپائنٹ ہوا تھا۔

دیکھنے میں وہ خاصا خوش شکل تھا۔ حریم اس کی پیشہ ورانہ مہارت اور اخلاق سے بہت متاثر ہوگئی تھی۔ اسی کی تعریف نے اسے رضا حسین کی طرف مائل کیا تھا۔ آنے والے دنوں میں وہ کئی بار اپنی دوست سے ملنے اسپتال گئی تھی۔ تب ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب آگئے تھے۔

رضا حسین چار بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا اور اس کی نسبت اپنی بہن کی نند سے وٹے سٹے میں طے تھی۔ مگر، حریم سے ملنے اور اس کے قریب آنے کے بعد وہ اس رشتے سے پھر گیا تھا۔ بقول اس کے حریم میں کچھ ایسی کشش تھی جو اسے کسی اور طرف مائل ہی نہیں ہونے دیتی تھی۔

حریم کو اس کا خلوص اور صاف ستھری محبت اچھی لگی تھی۔ لہٰذا اس نے بھی اس سے راہ و رسم بڑھانے میں کوئی عار محسوس نہ کی، اس کے والدین چونکہ بچپن

میں ہی وفات پاگئے تھے۔ کوئی بہن بھائی بھی نہیں تھا لہٰذا وہ اپنے رشتے کی ایک چچی کے ہاں رہ رہی تھی۔ جہاں اس کے لیے زندگی موت سے کہیں بدتر تھی۔ اسے مناسب وقت پر شادی کرنی تھی اور کسی ایسے ہی شخص سے کرنی تھی جو اس کی زندگی کو سنوار دیتا۔

رضا حسین کے ساتھ اس کی شادی کے فیصلے کو اس کے چچا نے سراہا تھا۔ تاہم چچی خوش نہیں تھی۔ رضا کے فیملی بیک گراؤنڈ، اخلاق اور شرافت کو جانچنے کے بعد وہ انہیں اپنی بیٹی کے لیے زیادہ مناسب لگا تھا۔ مگر شوہر کے دباؤ کی وجہ سے مجبوراً انہیں یہ پرپوزل حریم کے لیے قبول کرنا پڑا تھا۔ حریم جان گئی تھی کہ وہ دوبارہ زندگی میں کبھی اس گھر میں اس حیثیت سے نہیں رہ سکے گی جس حیثیت سے وہ رہتی آئی تھی۔

رضا حسین سے شادی کے ابتدائی دن بہت خوش گوار بسر ہوئے تھے۔ وہ جہاں پیر دھرتی تھی وہاں وہ اپنی پلکیں بچھا دیتا تھا۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے رضا حسین اس سے مخلص نہیں ہے۔ دونوں کے تعلق میں وہ گرم جوشی بھی مفقود تھی جو کہ ہونی چاہیے تھی وہ زندہ دل لڑکی تھی۔ اسے ہر وقت اٹھکیلیاں اچھی لگتی تھیں۔ ہنسنا بولنا اچھا لگتا تھا جب کہ رضا ٹھہرے پانیوں جیسا شخص تھا۔ جسے اپنے پیشے سے بھی بے حد محبت تھی۔

اس کا کہنا اور ماننا تھا کہ محبت ہر وقت اظہار کی محتاج نہیں ہے۔ اس کی دل کشی دل کے طاقچے میں مقید رہنے سے بھی بڑھتی ہے اس وقت جب آپ اپنے محبوب کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دو، دونوں کے متضاد خیالات اور مشاغل نے حریم کو اس رشتے سے بددل کر دیا تھا۔

اسے ابھی اپنے حسن کے سحر کو برقرار رکھنا تھا لہٰذا وہ ابھی ماں بننے کے مرتبے پر فائز ہونا بھی نہیں چاہتی تھی رفتہ رفتہ اس نے گھر کے کاموں سے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔ تاہم رضا نے اس کا برا نہیں مانا وہ اسے مکمل آزادی اور چاہت کے ساتھ خوش رکھنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی اس کے دل میں بہت اعلیٰ مقام پر فائز تھی۔

انہی دنوں حریم کے سیل پر رانگ کالز کا سلسلہ بڑھ گیا تھا۔

اس نے چیک کیا تو پتا چلا کہ وہ غلطی سے اپنا نمبر اپنے Face Book اکاؤنٹ میں لکھ بیٹھی تھی اور یہ تنگ کرنے والے لوگ وہی تھے۔ تب پہلی فرصت میں اس نے اپنا موبائل نمبر تبدیل کیا تھا۔ رضا جانتا تھا کہ وہ نیٹ استعمال کرتی ہے مگر پھر بھی اس نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی کہ اس کی محبت ایسی ہی فیاض تھی۔

شادی کا ایک سال جیسے تیسے گزر گیا تھا۔

حریم سے محبت کے ساتھ ساتھ رضا حسین کی مصروفیات اور ذمہ داریاں بھی بڑھتی گئی تھیں۔ تاہم اپنے فرائض سے وہ کبھی ایک پل کے لیے غافل نہیں ہوا تھا۔ اس کی چاروں بہنیں اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو چکی تھیں۔ اب صرف بوڑھے ماں باپ کا ساتھ تھا اور اس کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ ان کے ساتھ بھی کوئی زیادتی نہ ہونے دے تاہم حریم کی ان دونوں کے ساتھ نہیں بنتی تھی۔

شروع سے ہی اس کے دل میں یہ پھانس چبھی ہوئی تھی کہ وہ لوگ اسے اکلوتی بہو کی حیثیت سے قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔ جس بہن کی نند کے ساتھ رضا منسوب تھا وہ بھی اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ لہٰذا آئے روز گھر میں کوئی نہ کوئی ڈراما لگا ہی رہتا تھا۔

انہی دنوں حریم کی Face Book آئی ڈی میں

ایک نیا لڑکا عمار شامل ہوا۔ اس کی طرح وہ بھی خوش مزاج اور قدرے کھلنڈرے جذبات کا مالک تھا۔ حریم نے شروع میں اسے کوئی خاص لفٹ نہیں کروائی تھی تاہم رفتہ رفتہ وہ جیسے اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا تھا۔ اس کی یہی شدت حریم کو اچھی لگی تھی وہ واقعی ویسا ہی تھا جیسا وہ چاہتی تھی۔

اس نے سوچا تھا وہ Face Book چھوڑ دے گی مگر عمار نامی اس شخص سے دوستی کے بعد اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اب صبح و شام سوائے Face Book کے اسے اور کوئی کام ہی نہیں تھا۔ عمار نے اسے بتایا تھا کہ اس کی صرف ایک بہن ہے جو اس سے بڑی ہے اور اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔ باپ حیات نہیں ہے تاہم ماں ہے حریم کو اس کے گھر والوں کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا تھا۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ اس سے جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ اس کی سچائی اور محبت کی شدت دیکھتے ہوئے حریم نے بہت مشکل سے اسے اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتانے کا فیصلہ کیا تھا اور اس وقت اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب اس کے بارے میں سچائی جان کر بھی عمار نے اس سے تعلق ختم نہ کیا البتہ اس کی ہمدردی مزید بڑھ گئی۔

حریم نے اپنی ازدواجی زندگی کی ہر بات اسے بتا دی تھی۔ یہ بھی کہ وہ ڈاکٹر رضا سے شادی کے بعد اپنے فیصلے سے مطمئن نہیں ہے۔ شاید رضا حسین وہ شخص ہی نہیں جو اس نے خدا سے مانگا اور چاہا تھا اور تب عمار نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی زندگی مزید برباد مت کرے اگر وہ رضا حسین کے ساتھ خوش نہیں ہے تو اسے ابھی اپنے لیے کچھ بہتر سوچ لینا چاہیے اور تب اس نے عمار سے مدد کی درخواست کی تھی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ رضا حسین کی اس درجہ مصروفیات کا باعث کیا ہے کہ اس کے پاس اسے گھمانے پھرانے اور اس کی مداح سرائی کرنے کا وقت ہی نہیں۔

عمار نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس کی مدد کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے اسے تسلی بھی دی تھی کہ اس کی مداح سرائی کے لیے وہ اکیلا ہی کافی ہے۔ اسے اپنے شوہر کی بے پروائی پر کڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں اگلے دو ماہ میں عمار کے توسط سے بہت سی باتیں اس کے علم میں آئی تھیں اور ان میں سب سے تکلیف دہ بات رضا حسین کا اس سے فیئر نہ ہونا تھا۔

اس روز وہ بہت روئی تھی۔ تاہم اس نے رضا حسین پر کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے مزاج میں تبدیلی آنے لگی تھی۔ پہلے وہ رضا کے قریب رہنے کے بہانے ڈھونڈتی تھی اور اب اس کی قربت سے بھاگتی تھی۔

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسے کیا ہوتا جا رہا ہے۔

صرف اس کی خوشی کے لیے اس نے اپنی مصروفیات بھی کم کر دی تھیں مگر وہ پھر بھی خوش نہیں تھی۔ اب تو اس نے علیحدہ گھر کا مطالبہ بھی کر دیا تھا۔ رضا اس کی ہر بدتمیزی خاموشی سے سہہ جاتا تھا مگر یہ مطالبہ ماننا اس کے لیے از حد شرمندگی کا باعث تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے بہت پیار سے اسے اس مسئلے پر سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ نہیں مانی تو اس نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

حریم شاید یہی چاہتی تھی۔

دونوں کے بیچ بات چیت بند ہو گئی تھی۔ اس نے اپنا بستر بھی رضا سے الگ کر لیا تھا اس کے تمام کام بھی ملازمہ پر ڈال دیے۔ وہ اس کی ان حرکتوں سے کتنا ہرٹ ہو رہا ہے اسے پروا نہیں تھی۔ عمار اب اس سے ملنے لگا تھا۔

وہ شخص اپنی باتوں اور لفظوں میں جتنا خوب

صورت تھا۔ حقیقت میں بھی اس سے کہیں زیادہ خوب صورت تھا۔ حریم کو حیرت ہوتی تھی کہ اتنا خوب صورت، مالدار ہونے کے باوجود وہ اس جیسی بظاہر عام سی لڑکی کو کتنی اہمیت دے رہا تھا۔ کیسے ہر ہر بات میں اس کی تعریف کرتا تھا۔ اس کا خیال رکھتا تھا۔ اسے پیار دیتا تھا۔

وہ اپنے نصیب پر جتنا بھی رشک کرتی کم تھا۔

اس روز موسم بہت سرد تھا۔ صبح اسپتال کے لیے جاتے ہوئے رضا نے اسے منانے کی کوشش کی تھی مگر اس نے اس کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔

اگر وہ اس سے صلح کر لیتی تو پھر الگ کمرے میں کیسے سوتی؟ ساری رات جاگ کر اپنے محبوب سے اس کی من پسند باتیں کیسے کرتی؟

رضا مایوس لوٹ گیا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے اس کی نیند اور خوراک متاثر ہو رہی تھی۔ اس کی ماں نے اسے کہہ دیا تھا کہ وہ حریم کی بات مان لے وہ دونوں بوڑھے میاں بیوی اکیلے رہ لیں گے مگر وہ نہیں مانا تھا اسے یقین تھا کہ حریم کا غصہ ڈھل جائے گا اور وہ اس کی بات مان لے گی۔

رضا کے اسپتال جانے کے بعد وہ اپنی ساس کے منع کرنے کے باوجود عمار سے ملنے چلی گئی تھی۔ موسم خوب صورت اور سرد تھا مگر من پسند ہم سفر کے ساتھ نے اس کا حسن مزید دوبالا کر دیا۔ صرف اس کی فرمائش پر عمار نے اسے پورا شہر گھمایا تھا۔

اب شام ڈھلنے لگی تھی۔ واپسی کے سفر میں اس نے اس سے پوچھا تھا۔

”عمار! آج نہیں تو کل تمہاری شادی ہو جائے گی ممکن ہے جو لڑکی تمہاری بیوی کی حیثیت سے تمہاری زندگی میں آئے تم اسے مجھ سے بھی زیادہ چاہنے لگو۔ اگر ایسا ہوا تو کیا تم مجھے بھول جاؤ گے۔“

”نہیں، میں شادی ہی نہیں کروں گا۔“

”گھر والوں نے مجبور کیا تب بھی نہیں؟“

”نہیں، مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔“

”اچھا اگر میری شادی نہ ہوئی ہوتی تو کیا تم مجھ سے شادی کر لیتے؟“

”شادی ہو گئی تو کیا ہوا، میں جسموں سے محبت کا قائل نہیں ہوں۔ یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔“

مکمل توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کیے اس نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ حریم کے دل پر ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی فرطِ جذبات میں اس نے عمار کا بایاں بازو اپنے بازوؤں کے حصار میں لیتے ہوئے اپنا سر اس کے شانے پر ٹکا دیا تھا۔

”میں تمہیں پانا چاہتی ہوں عمار، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اگر کوئی اور لڑکی تمہاری زندگی میں آئی تو میں مر جاؤں گی۔“

”آج ایسا کہا ہے آئندہ کبھی مت کہنا نہیں تو میں بات نہیں کروں گا۔“

”ٹھیک ہے نہیں کہوں گی۔ مگر کیا تم مجھ سے شادی کر سکتے ہو؟“

ہاں، کر سکتا ہوں مگر میں کسی کا دل نہیں دکھا سکتا ریم۔ تمہارا شوہر ہے جو تم سے محبت کا دعوے دار بھی ہے اس کا کیا ہوگا۔“

”وہ میرا شوہر ہے مگر مجھ سے مخلص نہیں ہے اور جو شخص مجھ سے مخلص ہی نہیں ہے۔ میں اس کے ساتھ رہوں یا اسے چھوڑ دوں کیا فرق پڑتا ہے؟“

”ہوں پھر بھی میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ تم کسی قسم کی جذباتیت میں کوئی فیصلہ مت کرنا۔“

”یہ جذباتیت نہیں ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر میں یہ قدم اٹھا رہی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ تم سے نہیں کہا اب تک۔“

عمار کا بازو چھوڑتے ہوئے اس نے کھڑکی کی طرف رخ کیا تھا۔

”عجیب کشمکش ہے جس میں، میں پھنسی ہوئی ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ عمار تم میرے خوابوں کا حاصل ہو تم بالکل ویسے ہی ہو جیسا میرا خواب ہے۔ افسانوں، ناولوں کے ہیروز جیسے جب زندگی صرف ایک بار ملتی ہے تو میں بھی کیوں ناں اسے اپنے من پسند ہم سفر کے ساتھ بسر کروں، کیا میرا اپنی زندگی پر کوئی حق نہیں، تم نے ہی تو کہا تھا مجھے اپنی زندگی مزید برباد نہیں کرنی چاہیے۔“

”ٹھیک ہے، لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ رضا حسین تمہیں آسانی سے آزاد کر دے گا۔“

”نہیں وہ ایسا شخص ہے کہ اگر میں اس کی جان لینے کی کوشش بھی کر لوں تب بھی وہ مجھ سے نفرت نہیں کرے گا۔ مگر پھر بھی میں اس کی جان لے سکتی ہوں۔“

”مگر میں تمہیں کسی کی جان لینے نہیں دوں گا۔ اتنا خود غرض نہیں ہوں میں کہ اپنی خوشیوں کے لیے تمہیں مصیبت میں ڈال دوں۔ تم صرف اس سے ڈائیورس لو گی اور بس۔“

”ٹھیک ہے۔ تو اب ہم اسی دن ملیں گے جب میں اس فضول کے بندھن سے آزاد ہو جاؤں گی۔“

”سوچ لو اتنے دن میرے بغیر رہ جاؤ گی۔“

”ہاں تمہیں ہمیشہ کے لیے پانے کے لیے تھوڑے دن کی عارضی جدائی کا زہر تو پینا ہی پڑے گا۔“

”ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔“

”میری ایک مدد کرو گے؟“ گاڑی سے اترتے ہوئے اچانک وہ پلٹی تھی۔

”ہاں بولو۔“

رنگارنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہو گیا ہے
ماہنامہ نئے افق کراچی
مسلسل اشاعت کے 35 سال
پکار — ایک ایسے نوجوان کی سرگزشت، ایک واقعہ نے اسے اللہ تعالیٰ کا باغی بنا دیا تھا طویل ناول
بارھواں کھلاڑی — گیارہ کھلاڑیوں کے درمیان ایک بارھواں کھلاڑی کو دنے کی ایک دلچسپ و دلکش داستان
قارئین کی کئی نسلوں کو متاثر کرنے والا پاکستان کا واحد صاف ستھرا اور تفریحی جریدہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے آہنگ، نئے رنگ اور نئے انداز میں قدیم اور جدید ادب کا امتزاج لئے ہر ماہ آپ کی دہلیز پر
قارئین کی دلچسپی کیلئے 3 خوبصورت سلسلے
بزم سخن شعر و شاعری کا منفرد سلسلہ، خوشبوئے سخن منتخب غزلیں و نظمیں، ذوق آگہی اقتباسات، اقوال زریں، احادیث وغیرہ
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

''مجھے رضا سے ڈائیوراس میں تمہاری مدد چاہیے۔''

''کیسی مدد۔''

''وہ کل ملائشیا جارہا ہے۔ دوروز بعد واپس آئے گا۔ میں چاہتی ہوں جب وہ واپس آئے تو ہم دونوں کو ناقابلِ برداشت حالت میں دیکھ کر مشتعل ہوجائے اور غصے میں طلاق دے دے۔''

''آئیڈیا برا نہیں ہے مگر سوری۔ میں اس کے سامنے نہیں آؤں گا۔ ہمارے کچھ فیملی ریلیشن ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وقت سے پہلے میرا امیج کسی کی نظر میں خراب ہو۔ ہاں میں اپنے کسی قریبی دوست کی مدد لے سکتا ہوں اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔''

''ٹھیک ہے بس میں اور وہ کمرے میں تنہا ہوں گے۔ رضا کے لیے یہی بہت ہے کہ میں نے اس سے بے وفائی کی۔''

''اوکے' اللہ نے چاہا تو ویسا ہی ہوگا جیسا تم چاہتی ہو۔''

''تھینک یو عمار آئی لو یو سو مچ۔'' سرشاری سے کہتی اس کی گاڑی سے نکل آئی تھی۔

♥......☆......♥

اگلی صبح رضا ملائیشیا جارہا تھا۔ پانچ بجے اس کی فلائٹ تھی۔ وہ تین بجے ہی بیدار ہوگیا تھا۔ حریم ابھی سو رہی تھی۔ اس نے اسے ڈسٹرب کیے بغیر وضو کیا۔ تہجد کی نماز پڑھی اور کمرے سے نکل گیا۔

اپنی تیاری اس نے کل رات ہی مکمل کرلی تھی۔ والدین سے ملنے کے بعد وہ کمرے میں آیا تھا۔ حریم جاگتے ہوئے بھی سوتی بنی رہی۔ وہ ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ جلدی جلدی کرتے ہوئے بھی تاخیر ہو رہی تھی۔ مکمل تیار ہوکر بیگ اٹھانے سے قبل اس نے زبردستی حریم کو جگا کر اپنے مقابل کرلیا۔ پھر یونہی گلے سے لگاتے ہوئے اس کے کان میں بولا۔

''میں جارہا ہوں اپنا خیال رکھنا واپسی پر ایک بہت بڑا سرپرائز دوں گا۔''

''میں بھی۔''

مسکراتے ہوئے حریم نے اسے دیکھا تھا۔ وہ اس کی پیشانی چومتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ دوروز کے بعد اس کی واپسی ہوئی تھی۔ ایئرپورٹ پر پہنچتے ہی اس نے حریم کو اپنی آمد سے آگاہ کرنے کے لیے کال کی تھی۔ مگر اس نے اس کی کال پک نہیں کی کئی بار ٹرائی کے بعد اس نے سیل جیب میں ڈالا اور اسے سرپرائز دینے کا سوچ کر بنا ڈرائیور کو کال کیے ٹیکسی سے گھر چلا آیا۔

سنڈے کے باعث ملازم چھٹی پر تھے۔ گھر کے اندر بھی کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ بڑی بی کے کمرے میں جھانکنے کے بعد اس کے قدم حریم کے کمرے کی طرف اٹھے تھے۔ ازحد سرشاری کے عالم میں اس نے دروازے کی ناب گھما کر اندر قدم رکھا تھا مگر......!

سامنے موجود منظر نے اسے ساکت کرڈالا۔

سورج طلوع ہونا بھول سکتا تھا' دریا الٹے بہہ سکتے تھے' ہوائیں چلنا رک سکتی تھیں مگر......!

اس کی حریم اس درجہ گر نہیں سکتی تھی۔ یہ وہ لڑکی تھی جسے اس نے اپنی جان سے بھی عزیز رکھا تھا۔

بہت اچانک اس کے دل پر دباؤ بڑھا تھا اور اگلے ہی لمحے ساری خواہشیں' سارے خواب مٹی ہوگئے۔ حریم پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس خوب صورت توانا شخص کو دیکھ رہی تھی۔ جسے اس کی بے وفائی نے لمحوں میں چت کرڈالا تھا۔ کتنا پکا تھا وہ شخص اپنی عادتوں اور دعوؤں میں' طلاق دینے اور لینے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ اس سے پہلے ہی وہ زندگی

کی بازی ہار گیا تھا۔

♥......☆......♥

مکمل سیاہ لباس میں ملبوس افسردہ سی وہ عمار کے ساتھ بیٹھی تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔

''جو کچھ ہوا' نہیں ہونا چاہیے تھا۔ صحیح کہتے ہیں کہنے والے عورت کی ہوس اور لالچ کی کوئی حد نہیں' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم واقعی اتنی سفاک ہوسکتی ہو' جاننا چاہو گی کہ میں نے تم سے راہ و رسم کیوں بڑھائے' خود کو تمہاری پسند کے سانچے میں ڈھال کر تمہیں اس شخص سے علیحدہ کرنا کیوں چاہا۔''

وہ چیخ رہا تھا اور حریم بالکل ساکت بیٹھی خاموش نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''منگیتر تھا وہ میری بہن کا' بچپن کا منگیتر اور میں...... میں اس کی بہن سے منسوب تھا۔ اس بہن سے جو میرا پہلا خواب تھی' پہلی محبت' پہلا عشق تھی' صرف تمہاری وجہ سے نہ میری بہن کی شادی ہوسکی اور نہ میں غیرت میں اپنی محبت کو پاسکا۔ سوچا تھا رضا کی جان تم سے چھڑا کر اپنی بدنصیب بہن کا گھر آباد کردوں گا۔ مگر' سارے پلان کا بیڑا غرق کردیا تم نے اب جاؤ اور کسی ریل کی پٹڑی پر سر رکھ کر مرجاؤ۔''

ہمیشہ پھول برسانے والے لب اس وقت سنگ باری کررہے تھے۔ حریم لہولہان ہوتی روح کے ساتھ گنگ سی بیٹھی رہی۔ وہ اٹھا تھا اور اس پر دو حرف بھیجتے ہوئے مخالف سمت میں چل پڑا تھا۔ حریم دھول ہوتی نگاہوں میں چبھن محسوس کرتی ہوئی دیر تلک اسے دیکھتی رہی۔ ابھی اس نے عمار کو یہ تو بتایا ہی نہیں تھا کہ رضا نے صرف اس کی خوشی کے لیے اس کی ضد سے ہار مانتے ہوئے نہ صرف علیحدہ رہنے کا فیصلہ کرلیا تھا بلکہ وہ گھر بھی اسی کے نام کردیا تھا۔

بڑی بی کے آنسو رکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ بڑے میاں کی آنکھوں کی ویرانی اور نفرت اس کا وجود چھیدتی تھی۔ کیا زندگی کبھی ایسا دھوکا بھی دیتی ہے؟ کتنی عجیب بات تھی کہ جو شخص اپنی زندگی میں اس کی صرف ایک نگاہ کو ترستا تھا۔ اسی شخص کے مرنے کے بعد اس کے دل میں پھر سے اس کی محبت سر اٹھانے لگی تھی۔

سورج اب ڈھل رہا تھا۔ اس نے ایک نظر سر اٹھا کر اوپر گدلے آسمان کی طرف دیکھا پھر شکستگی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک ایک قدم پر' رضا حسین کی ایک ایک یاد اس کا دامن پکڑ رہی تھی۔ شہر سے کافی دور آ کر وہ ریل کی پٹڑی پر بیٹھ گئی تھی۔

ایک سرپرائز اس نے رضا حسین کو دیا تھا جواب میں ایک سرپرائز رضا حسین اسے دے کر چلا گیا۔ ابھی تھوڑی دیر قبل ایک سرپرائز اسے عمار سے ملا تھا اور اب ایک سرپرائز اسے زندگی کو دینا تھا کہ اندھی خواہشات کی بھینٹ چڑھنے والوں کے ساتھ تقدیر عموماً ایسے ہی کھیل کھیلا کرتی ہے۔

مجھ سے مخلص تھا نہ واقف میرے جذبات سے تھا
اس کا رشتا تو فقط اپنے مفادات سے تھا
اب جو بچھڑا ہے تو کیا روئیں جدائی پہ تیری
یہ اندیشہ تو ہمیں پہلی ملاقات سے تھا

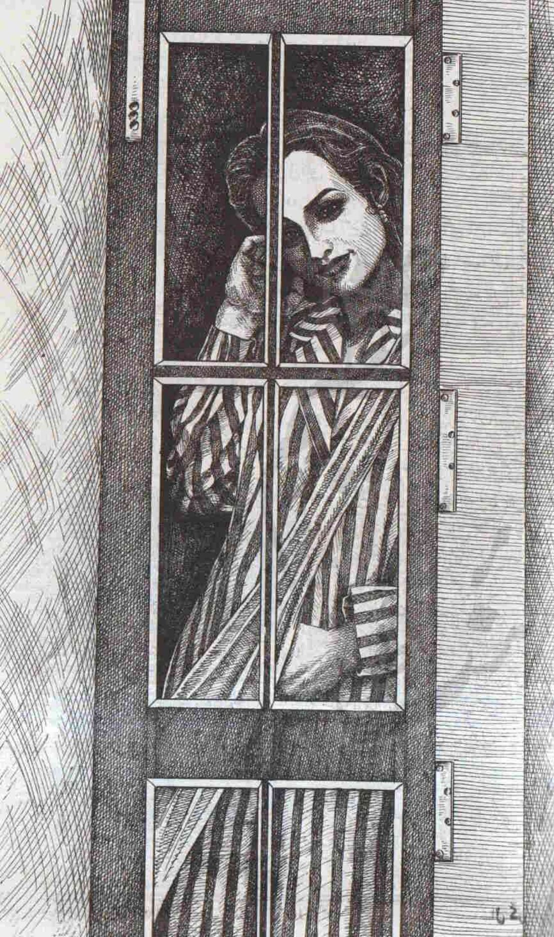

چوٹ

عروسہ عالم

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

ہوا تلاش کریں' روشنی تلاش کریں
ہم آس پاس کہیں زندگی تلاش کریں
ہم اپنی اپنی خوشی تو گنوا چکے ہیں سب ہی
ہو' دوسروں کی خوشی میں خوشی تلاش کریں

ان دونوں کی آپس میں بہت دوستی تھی۔ بچپن سے ایک ہی کلاس میں پڑھ رہی تھیں' کچھ باتوں میں اختلاف ہونے کے باوجود بھی ذہنی ہم آہنگی تھی۔ دونوں تقریباً ہم عمر تھیں۔ سگی چچازاد' تایازاد تھیں پھر اسکول کالج کے علاوہ گھر پر بھی ہر وقت ساتھ رہتی تھیں۔ اریج کی منگنی خالہ زاد حنان کے ساتھ ہو چکی تھی۔ دونوں میں بڑی انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ دونوں ویک اینڈ اکثر ساتھ ہی گزارتے تھے۔ مدیحہ آنٹی بہت آزاد خیال تھیں انہوں نے دونوں کو پوری آزادی دی ہوئی تھی۔ منگنی کے بعد پردوں کے پیچھے چھپی لڑکیاں انہیں بہت بُری لگتی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی جتنا وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزاریں گے اتنا ہی ایک دوسرے کو سمجھیں گے۔ اس طرح شادی کے بعد ساتھ رہنے میں مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔ اگر شادی سے پہلے دونوں کو ایک دوسرے کی باتیں اور عادتیں ناگوار لگیں اور اختلاف رائے ہو تو رشتہ ختم کیا جا سکتا ہے اور زندگی برباد ہونے سے بچ سکتی ہے۔ اسی لیے وہ شادی سے پہلے نکاح کے حق میں نہیں تھیں صرف منگنی کی قائل تھیں۔

ایک دوسرے کے مزاج کو پہچاننے اور سمجھنے کے خیال سے انہوں نے اریج کو حنان کے ساتھ گھومنے کی کھلی چھوٹ دے رکھی تھی اور اریج بھی ماں کی دی ہوئی آزادی سے بھرپور فائدہ اٹھا رہی تھی۔

عفت کو جٹھانی کا یہ طریقہ پسند نہیں تھا لیکن وہ خاموش ہی رہتی تھیں کہ کہیں جٹھانی کو ان کی کوئی بات بُری نہ لگ جائے کیونکہ دونوں دیورانی جٹھانی میں بہت اتفاق تھا وہ کوئی بھی بات کر کے ان کا دل دکھانا یا انہیں ناراض کرنا نہیں چاہتی تھیں۔

نوفل کیپٹن بنا تو مدیحہ کو اس کا رشتہ کرنے کی فکر ہو گئی' لڑکی دیکھنے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ شروع سے ہی رومان کو بہو کے روپ میں دیکھ رہی تھیں۔ بس رشتہ دینے کی دیر تھی کہ دونوں طرف دھڑا دھڑ تیاریاں شروع ہو گئیں۔

رومان دل میں نجانے کب سے نوفل کو بسائے بیٹھی تھی۔ وہ ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ اریج نے اسے آتے ہی گلے لگا لیا۔

''دیکھا تمہاری نمازیں اور دعائیں کام آ گئیں'

بالآخر تم نے میرے بھیا کو چرا ہی لیا ناں!"

"تم ان سے جاکے پوچھو کس نے کس کو چرایا ہے۔" اس نے اپنے چہرے کے رنگوں کو چھپانے کے لیے چہرہ نیچے کرکے کہا۔

"وہ تو میں پوچھ ہی لوں گی پہلے ذرا تمہاری خبر تو لے لوں۔" رومان کے کچھ کہنے سے پہلے فون کی بیل بج گئی۔ اریج نے آگے بڑھ کر فون اٹھالیا۔ "اوہ بھیا! ہاں بالکل بھابی جان یہیں ہیں۔" اس کے بھابی جان کہنے پر رومان نے اس کے ہاتھ جڑ دیا۔ "ہاں لیجیے بات کیجیے وہ آپ کے فون کا ہی انتظار کررہی تھیں۔"

"پاگل میں کب انتظار کررہی تھی۔" رومان نے اس کے ایک اور ہاتھ لگایا۔

"جلدی آؤ بھئی بھیا بلارہے ہیں۔"

"ہرگز نہیں اب جو بھی بات ہوگی شادی کے بعد ہی ہوگی۔"

"ارے واہ! میرے بھائی نے اتنی دور سے فون کیا ہے اور محترمہ ہیں کہ لفٹ ہی نہیں کرارہی ہیں۔"

"انہوں نے فون میرے کہنے سے نہیں کیا ہے خود کیا ہے۔ میں شادی سے پہلے نہ ان سے بات کروں گی نہ سامنے آؤں گی۔" اریج نے نوفل کو منع کرکے فون بند کردیا۔

"محترمہ قدامت پسند صاحبہ! پرسوں بھائی ایک ہفتے کے لیے آرہے ہیں میں دیکھتی ہوں کہ تم ان سے کہاں تک بچتی ہو۔"

"دیکھ لینا میں بھی تمہیں ان سے بچ کے ہی دکھاؤں گی۔"

رشتہ گھر میں ہورہا تھا کسی چھان بین کی ضرورت نہیں تھی نہ ایک دوسرے کو آزمانے اور پرکھنے والی بات تھی اسی لیے سب کی متفقہ رائے سے نکاح کا فیصلہ کیا گیا اور ایک خوب صورت سی شام رومان اور نوفل نکاح کے مقدس بندھن میں بندھ گئے۔ نکاح کے بعد نوفل کئی دن رہا لیکن رومان اس کے سامنے نہیں آئی۔

آج کل نوفل کی پوسٹنگ کاکول میں تھی۔ آج آخری دن تھا اس لیے رات کو سب نے باہر کھانے کا پروگرام بنایا۔ نوفل بہت خوش تھا کہ آج رومان ضرور آئے گی اور اریج کو بھی یہی امید تھی لیکن جب چچا چچی اور ایمان آئے تو وہ ایک دم سے بجھ گیا لیکن اگلے ہی پل اس نے خود کو سنبھال لیا۔ وہ سب کے سامنے اپنی بے چینی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"عفت! رومان کیوں نہیں آئی؟" مدیحہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"بھابی! میں نے تو اسے چلنے کے لیے کہا اس نے منع کردیا تو میں نے بھی زبردستی نہیں کی۔" انہوں نے سہولت سے کہہ کے سب کو مطمئن کردیا حالانکہ وہ خود بھی نوفل کی موجودگی میں رومان کے آنے کے حق میں نہیں تھیں لیکن اس وقت اس قسم کی کوئی بات وہ کرنا نہیں چاہتی تھیں کیونکہ حنان اور اریج ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی ساتھ تھے۔

حنان کے گھر والے شادی پر زور دے رہے تھے انہوں نے اریج اور نوفل کی شادی کا فیصلہ کرلیا۔ شادی کی تاریخ طے ہوتے ہی دونوں طرف تیاریاں شروع ہوگئیں۔ رومان اریج کی طرف آئی تو وہ کہیں جارہی تھی۔

"تم کہیں جارہی ہو کیا؟"

"ہاں! حنان آرہے ہیں ان کے ساتھ شاپنگ کرنے جانا ہے اور واپسی میں ایک شان دار سا ڈنر ہوگا۔"

"تم حنان بھائی کے ساتھ اتنا زیادہ کیوں گھومتی ہو؟"

"یار! اس طرح ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے ایک دوسرے کی پسند ناپسند کا پتا چلتا ہے۔"

"یہ سب باتیں تو بعد میں بھی پتا چل سکتی ہیں پہلے سے جاننے کی کیا ضرورت ہے۔ دونوں کو ساری زندگی ساتھ رہنا ہوتا ہے عادتیں اور پسند ناپسند پتا چلتی رہتی ہیں۔ شادی کے بعد کی لائف تو تم شادی سے پہلے گزار رہی ہو بعد میں کیا کرو گے تم دونوں۔"

"کیا مطلب بعد میں کیا کرو گے بعد میں بھی انجوائے کریں گے بھئی!" اس نے ہنس کے کہا۔

"لیکن اس انجوائے منٹ میں چارم نہیں ہوگا زندگی پھیکی سی لگے گی۔"

"اوہ مائی گاڈ! تمہارے اندر پتا نہیں کہاں سے یہ بڈھی روح گھس گئی ہے۔"

"اپنی اپنی سوچیں اور خیالات ہیں لیکن میں اب بھی تم سے کہوں گی کہ کچھ بعد کے لیے بھی رکھ چھوڑو۔"

"بعد کی زندگی بعد میں جو ابھی کی لائف انجوائے منٹ کا چارم ہے وہ بعد میں نہیں ہوسکتا۔ بعد میں تو شادی کے بعد کا چارم ہوگا ناں منگنی کے بعد کا تو نہیں۔"

آج کل نوفل آیا ہوا تھا مدیحہ چاہتی تھیں کہ رومان نوفل کے ساتھ جاکر کچھ اپنی اور کچھ اس کی پسند کی شاپنگ کرلے۔ آج اسی مقصد سے وہ عفت کے پاس آئی تھیں۔

"عفت! میں سوچ رہی ہوں کہ رومان نوفل کے ساتھ جاکر کچھ شاپنگ کرلے۔"

"بھابی! آپ جو چیز لے کر آئیں گی وہ رومان کو پسند آجائے گی آپ کی تو اپنی پسند بہت اچھی ہے پھر رومان کو جانے کی کیا ضرورت ہے اور جہیز بری

alislampk.com
ملک کا منفرد دینی و اصلاحی رسالہ
الاسلام
کراچی
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ممتاز مفکر و دانشور مشتاق احمد قریشی کی زیر ادارت
قیمت: 20 روپے
دینی مسائل کا حل: مولانا سعید احمد جلال پوریؒ
روحانی مسائل: حافظ شبیر احمد
خوابوں کی تعبیر: حافظ عبدالقیوم نعمانی
اسلام اخوت بھائی چارے اور تہذیب شائستگی کا مذہب ہے۔
اپنے دین کو جاننا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے ہمیں اسے صحیح سمجھنے کی ضرورت ہے۔
اس پر عمل کرکے ہی ہم آخرت میں سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں۔
قارئین کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے الاسلام میں کچھ ایسے سلسلے شروع کیے ہیں جن سے عام لوگوں کو دینی مسائل سمجھنے میں آسانی ہوسکے گی۔
دنیائے اسلام کے تمام مسالک سے متعلق علمائے کرام کی نگارشات اور آراء پر مشتمل
وہ سب کچھ جو آپ جاننا اور پڑھنا چاہتے ہیں
پتا: کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی
فون: 35260771/2 فیکس: 35260773
alislamkhi@gmail.com

یں تو اپنی سے اپنی چیزیں ہی رکھی جاتی ہیں وہ لڑکیوں کو پسند آ ہی جاتی ہیں۔"

"ارے بھئی عفت! اب زمانہ بدل گیا ہے اب تو زیادہ تر لڑکے لڑکیوں نے والدین کو ایک طرف کر دیا ہے۔ شاپنگ' شادی اور رسمیں سب کچھ خود ہی طے کر لیتے ہیں۔"

"بھابی! بچوں کو اتنی آزادی اور اتنے اختیارات دے کر زمانے کو تو والدین نے بدلا ہے ناں' جو ہمارے کرنے کے کام ہیں وہ ہم نے بچوں کو سونپ دیئے ہیں' وہ ناتجربہ کار ہونے کی بنا پر غلط اور الٹے سیدھے کام کرتے ہیں تو انہیں روکنے اور سمجھانے کے بجائے ہم ان کی ناجائز تعریفیں کرتے ہیں۔ جس سے انہیں حوصلہ ملتا ہے اور وہ اپنے غلط فیصلوں اور کاموں کو درست سمجھنے لگتے ہیں۔ بھابی ہر کام اپنے وقت عمر اور ماحول کے حساب سے اچھا لگتا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ رومان اور نوفل کے لیے ابھی ایسا وقت نہیں آیا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" عفت کی ہر بات ٹھیک تھی مدیحہ نے کچھ نہیں کہا اور خاموشی سے پلٹ آئیں پھر انہوں نے اریج کے ساتھ مل کر بری تیار کی تو دونوں ماں بیٹی کو بہت پسند آئی اور رومان تو یہ کہتے ہوئے ان سے لپٹ گئی کہ تائی امی آپ کی پسند تو میری پسند سے بھی زیادہ اچھی ہے۔ مدیحہ کو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی۔

دونوں طرف شادیاں خیریت اور سہولت سے ہو گئیں۔ آج کل دونوں جوڑوں کی دعوتوں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ آج اریج اور حنان بھی آئے ہوئے تھے' خوش گپیوں کے دوران سب بیٹھے شام کی چائے پی رہے تھے۔

"آج تم دونوں ہماری طرف سے ڈنر کرو گے کیونکہ چند دن کے بعد ہم دونوں ہنی مون پر چلے جائیں گے۔" نوفل نے بہن بہنوئی کو دعوت کی پیشکش کی۔

"ہم دونوں نے شادی سے پہلے باہر جا جا کر اتنے لنچ اور ڈنر کیے ہیں کہ اب باہر کا کھانا کھانے کو دل ہی نہیں چاہتا ہے۔"

"او کم آن یار! وہ شادی سے پہلے کی باتیں تھیں اور یہ شادی کے بعد کی لائف ہے۔"

"اصل میں ہم دونوں شادی کے بعد کی لائف کو شادی سے پہلے انجوائے کر چکے ہیں۔ اس لیے اب میرا کہیں باہر جانے کو دل ہی نہیں چاہتا ہے۔" حنان کی بات پر خجالت کے مارے مدیحہ اور اریج کے چہرے دھواں دھواں سے ہو گئے۔ مدیحہ نے ہی بیٹی کو یہ کھلی چھوٹ دی تھی جس سے اس نے خوب فائدہ اٹھایا اور آج اس کے بدلے میں شرمندگی اٹھا رہی تھی۔

"مجھے آفس کا کچھ کام کرنا ہے' اس لیے میں تو چلتا ہوں۔ اریج اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہو تو چلی جاؤ۔"

"میں آپ کے بغیر جا کر کیا کروں گی۔" اس نے آہستگی سے کہا اور حنان کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔ وہ بات کو بڑھا کر تماشا نہیں بنانا چاہتی تھی۔

"بھئی میرے ساتھ تو تم پورے شہر کے ہوٹلز' ریسٹورنٹس' شاپنگ سینٹرز اور پکنک اسپاٹس انجوائے کر چکی ہو اب ان لوگوں کے ساتھ بھی کچھ انجوائے کر لو۔"

حنان کہہ تو صحیح رہا تھا لیکن اسے اس کی باتیں طنز لگ رہی تھیں اور پھر اسے رومان کی بات بھی یاد آ رہی تھی کہ "کچھ انجوائے منٹ شادی کے بعد کے لیے بھی چھوڑ دو۔" کتنی صحیح تھی اس کی بات جسے اس وقت اریج نے کچھ سمجھا ہی نہیں۔ اس میں اب مزید شرمندگی اٹھانے کی تاب نہیں تھی اس لیے وہ فوراً حنان کے ساتھ واپس آ گئی۔

کچھ دن بعد نوفل اور رومان ہنی مون پر چلے گئے۔ اریج کو بھی ہنی مون پر جانے کی ہوک اٹھنے لگی۔

"حنان! آپ نے ہنی مون کے بارے میں کیا سوچا ہے' ہم کہاں جائیں گے؟" اریج نے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا جب کہ شادی سے پہلے وہ کیسی بہادری سے اسے ہر جگہ چلنے کے لیے کہتی تھی۔

"ہنی مون!" حنان نے ہنستے ہوئے کچھ اچنبھے سے کہا۔ "یار! ہم منگنی سے شادی ہونے تک دو سال ہنی مون ہی مناتے رہے ہیں اب کس بات کا ہنی مون۔ ہنی مون کیا ہے گھومنا پھرنا ہی تو ہے ناں اور ہم دونوں اتنا زیادہ گھوم پھر چکے ہیں کہ اب مجھے گھومنے کے نام سے اکتاہٹ اور بیزاریت ہونے لگی ہے۔"

"تو کیا اب ہم زندگی بھر کہیں نہیں جائیں گے' آپ کو اگر شادی سے پہلے کا گھومنا پھرنا اتنا ہی ناپسند تھا تو آپ کیوں میرے ساتھ گھومتے پھرتے تھے۔" اریج چڑ کے بولی۔

"جب میں نہیں جانا چاہتا تھا تو تم ہمیشہ زبردستی کرتی تھیں۔ تمہیں ایک دوسرے کو سمجھنے اور انڈرسٹینڈنگ پیدا کرنے کا بڑا شوق تھا۔ میں تو تمہیں چند ہی دنوں میں سمجھ گیا تھا کہ تم ایک ہلا گلا کرنے والی لڑکی ہو لیکن افسوس کہ تم مجھے نہیں سمجھ سکیں' میں ٹھہرے ہوئے مزاج کا سنجیدہ سا آدمی ہوں' میاں بیوی کو ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے بلکہ مکمل طور پر سمجھنے کے لیے کئی سال درکار ہوتے ہیں' وہ رات دن ساتھ ہوتے ہیں کئی بچوں کے والدین بن جاتے ہیں پھر بھی ایک دوسرے کی شخصیت کے کچھ پہلو ایک دوسرے سے مخفی رہ جاتے ہیں پھر منگیتر چند گھنٹوں کی چند ملاقاتوں میں ایک دوسرے کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ میں تو اتنی ملاقاتوں میں تمہیں ابھی اس حد تک سمجھا ہوں کہ تم ایک غیر سنجیدہ مزاج لڑکی ہو۔ اس کے علاوہ بھی تمہاری کچھ عادتیں ہوں گی جو مجھے تمہارے ساتھ رہ کر پتا چلیں گی اور جہاں تک ہنی مون کی بات ہے تو یہ تو ایک چونچلا ہے تقریباً پانچ فیصد لوگ جاتے ہیں' باقی پچانوے فیصد تو اس کے بغیر ہی خوش گوار اور شان دار زندگی گزارتے ہیں اور ہم بھی ایسی زندگی گزار سکتے ہیں اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو مزاج کو سمجھ لو' زندگی گھومنے پھرنے اور ہلڑ بازی کا نام نہیں ہے۔ گھریلو زندگی میں چین سکون ہو تو ہر دن ہنی مون ہے۔" حنان کی باتیں اتنی صحیح تھیں کہ اریج بیچ میں کچھ بول ہی نہیں پائی تھی۔

"میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تمہیں خود کو میرے مزاج کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔ مجھے اپنے مطابق کرنے کی کوشش مت کرو۔"

یہ قندیل حیا یارب رہے فانوس کے اندر

الٰہی ماؤں بہنوں' بیٹیوں کو دین داری دے
الٰہی پود کو اسلام کی فصل بہاری دے
بچالے مومنہ کو اے خدا' مغرب پرستی سے
بچا اس شمع کو بادِ فنا کی چیرہ دستی سے
یہ قندیل حیا یارب رہے' رہے فانوس کے اندر
یہ جسم پارسا یارب' ملبوس کے اندر
پتا بجھنے کا دے جاتی ہے شعلہ کی پریشانی
کفن کی چادروں کا نام ہے ملبوس عریانی
الہ العالمین یہ وقت فتنوں کا زمانہ ہے
ہزاروں بجلیوں میں ایک اپنا آشیانہ ہے
سروں میں عقل دے یارب' دلوں میں نور ایمانی
کہ خیرہ ہو گئی ان تابشوں میں چشم نسوانی

نمرہ..... ٹنڈو الہیار

وہ تو حنان کو سمجھنے کی دعویدار تھی۔ اس کا یہ روپ دیکھ کر تو وہ حیران رہ گئی۔ یہاں تو سب کچھ اس کی سوچوں کے خلاف ہو رہا تھا۔ اس نے حنان کو کتنا جانا تھا شاید بالکل بھی نہیں جب کہ حنان تو اسے بہت اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ وہ تو واقعی میں ہلا گلا کرنے اور اسے پسند کرنے والی ایک لاابالی سی لڑکی تھی۔ اسے تو سنجیدہ اور ذمہ دارانہ زندگی کا کوئی احساس ہی نہیں تھا۔ ان دنوں کو عیش میں گزار کے اس نے تو ساری زندگی کو اسی زاویئے پر دیکھا اور پرکھا تھا۔ جب کہ وہاں عیش کر کے اس نے یہاں کے عیش ختم کر لیے تھے جب کہ رومان اور نوفل بھائی اس وقت نہ مل کے آج کتنی خوش گوار اور خوش حال زندگی گزار رہے تھے اور یہاں اس نے اپنی نادانی میں ہنی مون جیسا سہانا پیریڈ بھی کھو دیا تھا۔

"جو بیویاں مردوں پر حکمرانی کرتی ہیں، ان گھروں کے ماحول خوش گوار نہیں ہوتے ہیں۔ عورت، عورت کے روپ میں اور مرد، مرد کے روپ میں اچھا لگتا ہے۔ دونوں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں تب زندگی کا ہر دن ہنی مون بن جاتا ہے، اگر ایسا نہ ہو تو زندگی ہنی مون کے بجائے بٹر من بن جاتی ہے۔"

"بٹر من!" اریج نے نہ سمجھتے ہوئے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"بھئی دیکھو ناں ہنی مون کیا ہے؟ شہد جیسے میٹھے اور چاند جیسے ٹھنڈے اور خوش گوار دن جن میں کوئی تکلیف دہ بات نہیں ہوتی ہے اور جن دنوں میں کوئی محبت خوشی اور دلچسپی نہیں ہوگی تو وہ کڑوے اور سورج کی طرح جلتے ہوئے بن جائیں گے۔" حنان کی بات پر خراب موڈ کے باوجود اریج کی ہنسی نکل گئی۔

"تم لوگ ابھی تک یہیں بیٹھے ہوئے ہو، کسی ہل اسٹیشن پر جاؤ، گھومو پھرو، عیش کرو۔" آج وہ امی کے گھر آئی تو وہ اسے دیکھتے ہی شروع ہو گئیں۔

"ممی! میں شادی سے پہلے ہر جگہ گھوم پھر چکی ہوں۔" اس نے بگڑے موڈ کے ساتھ کہا۔

"کیا مطلب ہے، شادی سے پہلے گھوم چکی ہو تو اب کہیں نہیں جاؤ گی۔"

"مطلب یہ ممی کہ آپ نے ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے مجھے جو آزادی دی تھی تو میں اس وقت کتنا سمجھ سکی تھی حنان کو، کیا سمجھا تھا میں نے ان کو؟ ایک گھمانے پھرانے والا خوب ہوٹلنگ اور شاپنگ کرانے والا مرد۔ وہ صرف اس وقت کی بات تھی اب کے لیے تو میں نے انہیں سمجھا ہی نہیں تھا کہ وہ اصل میں کیسے مرد ہیں۔ ہاں لیکن انہوں نے مجھے مکمل طور پر سمجھ لیا ہے کہ میں ایک نہایت غیر ذمہ دار اور ہلڑ باز قسم کی لڑکی ہوں۔ ممی! آپ نے مجھے گھومنے پھرنے اور شاپنگ کرنے کی تربیت دے کر صرف لائف کو انجوائے کرنا سکھایا، لائف کو ذمہ دار طریقے اور سلیقے سے گزارنا نہیں سکھایا اور یہ خیال بالکل ہی غلط ہے کہ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کے ساتھ مل کر گھوم پھر کر ایک دوسرے کو سمجھ لیتے ہیں۔ ممی! ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر ایک دوسرے کے کام کر کے ہی دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے اور جاننے کا موقع ملتا ہے۔ شادی ایک ذمہ داری ہے جسے بڑے ڈھنگ اور عقل مندی سے نبھانا پڑتا ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ لڑکا لڑکی کو شادی سے پہلے ایک دوسرے سے پردہ کر لینا چاہیے۔ آپ کے گھر میں دونوں مثالیں موجود ہیں۔ بیٹا آج خوش گوار زندگی گزار رہا ہے جب کہ بیٹی اب شوہر کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آپ کے بیٹے اور بہو کو شادی سے پہلے نہ مل کر ایک دوسرے کو سمجھنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہو رہا جب کہ آپ کی بیٹی پہلے کی ملاقاتوں کی وجہ سے آج مسائل سے دوچار ہے۔"

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو۔ حنان کا تو بالکل ہی دماغ چل گیا ہے۔"

"ممی! ان کا دماغ نہیں چلا ہے بلکہ وہ میرے چلے ہوئے دماغ کو ٹھکانے پر لے آئے ہیں۔"

"تو کیا اب تم ساری زندگی گھر میں پڑی ہانڈی چولہا کرتی رہو گی۔" انہوں نے تنک کر پوچھا۔

"جو کچھ ایک اچھی عورت کرتی ہے اب وہ سب کچھ میں کروں گی۔" اس نے ایک عزم سے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اب تمہیں وہاں جانے کی، دیکھنا چند دن میں کیسے سر کے بل آتا ہے، وہ تمہیں لینے کے لیے۔"

"ممی! یہ آپ کی بہت بڑی خوش فہمی ہے، سر کے بل تو کیا وہ پیروں کے بل بھی نہیں آئیں گے بلکہ کاغذ پر لکھ کے دو بول ہاتھ میں پکڑا دیں گے۔ آپ مجھے یہاں آنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔ یہاں بیٹھ کے میں لوگوں کی زبانیں اپنے اوپر کھلواؤں، انہیں خود پر ہنسنے اور بولنے کا موقع فراہم کروں کہ شادی سے پہلے گھوم پھر کر دو سال تک میں نے ذہنی ہم آہنگی پیدا کی تھی ایک دوسرے کو سمجھنے کے دعوے کیے تھے، وہ سب کیا ہوا؟ میں خاندان کی پہلی لڑکی ہوں جو منگیتر کے ساتھ گھومتی پھری اور آج میں ہی مشکلات کا شکار ہوں۔ جنہوں نے ایسا نہیں کیا وہ آج اپنے گھروں میں خوش حال زندگی گزار رہی ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان کی ماؤں نے لڑکیوں کو غلط آزادی نہیں دی۔ انہیں گھر گرہستی کے اصول سکھائے۔ اب یہ بات مجھے اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے کہ ماں ہی بیٹی کا گھر برباد کرتی ہے، ماں ہی اسے آباد کرتی ہے۔ پہلے آپ نے مجھے غلط آزادی دے کر ایک غلطی کی اور اب آپ مجھے یہاں بٹھا کر دوسری غلطی کر رہی ہیں۔ میں ایک دفعہ آپ کا کہنا مان کے اپنا نقصان کر چکی ہوں جب مجھے عقل نہیں تھی جب مجھے وہی صحیح لگتا تھا لیکن اب میں شوہر، اس کا گھر، شادی کے بعد کی زندگی اور ذمہ داریاں سمجھ چکی ہوں۔ اب میں اپنا کوئی نقصان نہیں کروں گی۔ میں اپنی زندگی کو بٹر من نہیں بننے دوں گی۔" اس نے پرس کندھے پر ڈالا اور باہر نکل گئی اور مدیحہ نہ سمجھنے والے انداز میں بٹر من کے بارے میں سوچتی رہ گئیں۔

نظم

کچی بستی کے بام و در پر اترتی جاڑے کی سرد شامیں
شفق کی گہری اداس آنکھوں میں دھیرے دھیرے سمٹتا سورج
میں بالکونی میں سرد ہوتے گلابی پھولوں کو دیکھتا ہوں
گھروں سے اٹھتے دھوئیں کے بادل فضا میں تحلیل ہو رہے ہیں
میں سوچتا ہوں، نجانے ایسے اداس موسم میں تم کہاں ہو؟
چلے بھی آؤ، چلے بھی آؤ
کہ اب اداسی کی شال اوڑھے سسکتے مہتاب کی نگاہیں بھی منتظر ہیں
چلے بھی آؤ...... چلے بھی آؤ
کہ اب تو راہوں کے نرم جگنو بھی سو گئے ہیں
چلے بھی آؤ
چلے بھی آؤ
کہ روتے روتے یہ آنسو پتھر کے ہو گئے ہیں......!

فاطمہ عاشی...... جھنگ صدر

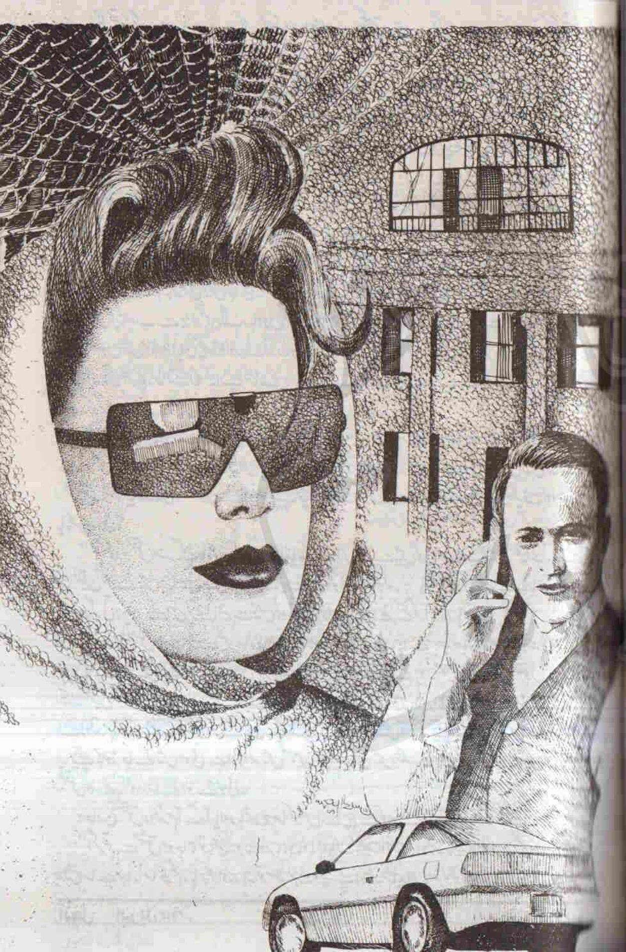

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

اس کی حسرت ہے جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں
ڈھونڈنے اس کو چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں
مہرباں ہو کے مجھے بلا لو چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

کیا یہ وہی انائیا ملک تھی؟ جو اس کے سامنے کبھی کھل کر بولتی نہیں تھی' اس کا ازلی اعتماد اس طرح بحال کیوں کر تھا؟ ایسا کیا تھا اس کے دماغ میں جو معارج تغلق پڑھ نہیں پا رہا تھا۔

ایسی کیا بات تھی جو اسے تن کر اپنے پیروں پر کھڑے رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس کی عقل اتنی دگنی کیوں لگ رہی تھی؟

وہ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''میں لفظوں سے کھیلنا نہیں جانتی معارج تغلق نہ جذبات کو روندنا میری عادت ہے۔ میں اگر سر اٹھا کر تن کر تمہارے سامنے آج کھڑی ہوں تو اس لیے کہ میرے اندر کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میں اندر سے شفاف ہوں۔ سو میں کسی بات پر پشیمان نہیں' نہ مجھے کسی اپنے عمل پر کوئی قلق ہے نہ کسی کے ساتھ ان فیئر کیے گئے عمل کا پچھتاوا مجھے ستاتا ہے۔ میں تم سے کبھی نہیں ڈرتی تھی۔ کیونکہ میں جانتی تھی کہ تم ایک ایسے انسان ہو جو درد پہنچانے کی کوئی حد نہیں رکھتے۔ اس کے لیے ہمیشہ خود کو تیار پاتی تھی۔ تمہارے ہر عمل سے اگلی بار میں ایک بھرپور اسٹریٹجی بنا کر اپنے اندر کو مضبوطی سے تیار کر کے کھڑا کر دیتی تھی۔ یہی سبب ہے کہ میں ہاری نہیں مگر تم بھول جاتے ہو ہر درد کی ایک حد ہوتی ہے اور اس سے آگے ایک فل اسٹاپ بھی لگتا ہے۔ درد جتنا بڑھتا ہے وہ اپنی وقعت ایک نقطے سے آگے بڑھنے کی صلاحیت کھوتا جاتا ہے۔ سو مجھے ہر بار معلوم ہوتا تھا کہ اب اور نہیں۔ تم یہیں تک کر سکتے تھے۔ سو کر گزرے۔ معارج تغلق تم صرف اپنے حصے کے حساب بے باق کرنا جانتے ہو۔ دوسرے کی باری بھی نہیں آنے دیتے۔ اسے دوسرے لفظوں میں بزدلی بھی کہتے ہیں اور اندر سے ڈرا ہوا انسان بھی اور......!''

معارج تغلق نے اس کی بات ختم ہونے سے قبل اسے شانوں سے تھاما اور اس کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ اس کے پنجے انائیا ملک کو اپنے گوشت کے اندر اترتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں نمی

اترنے لگی تھی، مگر وہ اس کی سمت بنا پلک جھپکے اسی اعتماد سے دیکھتی رہی۔ وہ اگر اسے چپ کرانے کی کوشش کرنا چاہتا تھا تو وہ اس میں کامیاب ہو چکا تھا۔

''میں نے طے کرلیا ہے انائیہ ملک کہ اس سے زیادہ درد تمہیں نہیں پہنچاؤں گا تو تم اس کے لیے مجھے حدود پار کرنے پر مجبور مت کرو۔ میں چیلنجز قبول کرسکتا ہوں مگر میں کوئی ان فیئر کرنا نہیں چاہتا۔ تمہیں تکلیف پہنچانا مقصود تھی سو حد سے زیادہ، مگر اب میرا ارادہ ایسا نہیں ہے اور اگر میں ٹھان ہی چکا ہوں تو مجھے مجبور مت کرو۔ تم سے کئی بار کہا ہے کہ میں حق سے زیادہ وصول نہیں کرتا۔ جو تم سے لیا، بس وہی میرا حق بنتا تھا اور میرا نقصان اتنا ہی تھا جو پورا ہوا، اس سے آگے کی کھاتے داری بند۔ میری مصلحت کو میری کمزوری مت جانو انائیہ ملک! میں نہ کمزور ہوں نا بزدل اور نہ ہی احمق۔ میں چیزوں کو ضرورت سے زیادہ طول دے کر کھینچنے کے حق میں نہیں۔ تم ایک لڑکی ہو اور مجھے تمہیں آزمائشوں میں گھیرنا اچھا نہیں لگتا۔ میں تمہارے جذبات سے کھیلنا نہیں چاہتا نا احساسات سے۔ تم کچھ بھی نہیں جانتی۔ تمہیں حقیقت پتا چلے گی تو شاید میں اتنا غلط نہیں لگوں گا۔ اس وقت میں تمہیں اپنا سب سے بڑا دشمن لگ رہا ہوں مگر سوچو گی تو تمہیں اپنا سب سے کھرا دوست لگوں گا۔'' انائیہ ملک کی آنکھوں میں رکا ہوا پانی چھلکا اور بے قدر ہوکر رخساروں پر بہہ رہا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلانے لگی اور پھر یکدم اپنے اندر کی بھرپور طاقت لگا کر اپنے شانے پر سے اس کے دونوں ہاتھ ہٹا دیے تھے اور اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسے پرے دھکیل دیا اور بغور اس کی سمت تکتی ہوئی بولی۔

''میں تمہیں اپنا دوست نہیں مان سکتی معارج تغلق، تم میرے دوست نہیں ہو، دوست ایسے نہیں ہوتے، تم نے جو بھی کیا وہ اتنا شرمناک ہے کہ اس پر دوستی کا ٹیگ لگا دینا بہت بڑی حماقت ہوگی اور میں ایسی حماقت نہیں کرسکتی۔'' انائیہ ملک کی آنکھوں سے آنسو چپ چاپ ٹوٹ کر گرے تھے۔ یہ اندرونی کسی تکلیف کا احساس تھا یا پھر بیرونی؟

''تم خود کو عقل مند کہنے کا دعویٰ کرتی ہو انائیہ ملک مگر اس دعوے میں کوئی صداقت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ تم حماقتیں کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ بہت بے وقوف ہو تم اور ہر بار تم خود کو پہلے سے زیادہ بے وقوف ثابت کرتی ہو اور مجھے اس پر کوئی حیرت نہیں ہوتی۔'' وہ اسے ہرانے کے گر آزما رہا تھا۔

''معارج تغلق بہت بڑے تیس مار خان سمجھتے ہو تم خود کو یا بہت بڑے شعبدہ باز ہو تم؟ تم بلندی پر کھڑے ہونے کے دعوے کرتے ہوئے اتنا ہی خود کو پست قامت ثابت کرتے ہو۔ تمہیں جتانا بھی فضول ہے۔ جب تک تمہیں خود اس کا ادراک نہ ہو۔ یہ سب بہت فضول ہوگا۔ مجھے تمہیں نا ہرانا ہے نا تم سے جیتنا ہے۔ نا مجھے تم سے دو قدم آگے چلنے کے جتن کرنے ہیں۔ کیونکہ میری ڈکشنری میں آگے پیچھے چلنے سے نہیں ہوتی۔ دماغی سطح پر پیچھے چھوڑ جانے میں ہوتی ہے اور اگر میں تمہیں کسی میدان میں شکست دینے کی خواہاں ہوں تو وہ میدان عقل کا ہے۔'' وہ جتاتے ہوئے بولی۔

معارج تغلق دو قدم آگے آیا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو ہولے سے تھپتھپا کر مسکرا دیا۔

''اگر تم سے عشق ہو جاتا تو یقیناً بہت دلربا ہوتا انائیہ ملک، پچھتاوا نہیں ہوتا۔ پچھتاوا تو اب بھی نہیں۔ مگر ایک ملال سا ہے تمہارا ساتھ کم رہا کچھ اور رہتا تو سفر بہت دلچسپ ہوتا۔ شاید اس سفر کو طول دینے کے بارے میں بھی

سوچتا مگر اب تو وہ حال ہے کہ نا عشق رہا، نہ جنوں، نہ پری رہی۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔

''کیا ثابت کرنا چاہتے ہو معارج تغلق کہ تمہاری حس مزاح کتنی شاندار ہے؟ یا پھر یہ کہ تمہیں کوئی پچھتاوا ہے؟ تمہیں گمان ہے کہ تمہارے جیسا خود پرست شخص کسی سے عشق کرسکتا ہے؟'' وہ اس کی سمت ہمت سے دیکھتے ہوئے بولی۔

معارج تغلق مسکرایا۔

''کیا تمہیں بھی ایسا کوئی پچھتاوا ہے؟ ویسے اگر عشق ہو جاتا تو تم آج اس طرح کھڑی میری مخالفت کر رہی ہوتیں؟ تم بہادر لگتی ہو انائیہ ملک، محبت ہو جاتی تو کچھ کمزور پڑ جاتیں۔'' وہ بے فکری سے مسکرایا۔

''محبت کمزوری نہیں طاقت ہوتی ہے معارج تغلق مگر تم جیسا بندہ اس حقیقت کو نہیں جان سکتا لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ تمہیں اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی گمان ہے کہ کوئی تم سے عشق کرسکتا ہے؟ تم اب بھی یہ چاہتے ہو کہ تمہیں کوئی عزیز جانے؟'' وہ بغور اس کی سمت تکنے لگا تھا۔

''تم محبت کے لیے بھی شرطیں رکھنا چاہتی ہو، محبت میں اگر مگر کی نوبت نہیں آتی اور مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ ہم محبت کو ڈسکس کر رہے ہیں...... ہاہ۔'' وہ بے پروا انداز میں بولا تو انائیہ ملک اسے یک ٹک دیکھتی رہی۔

''مجھے بھی اس بات پر حیرت ہے۔ تم جیسا شخص محبت کی بات کرتا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ یہ قصے اجنبی لگتے ہیں جب تم ذکر کرتے ہو یقین کرنے کو دل نہیں کرتا محبت بہت بڑا افریب لگتا ہے۔''

''میں نے تمہیں کبھی کوئی خواب نہیں دکھائے تھے انائیہ ملک میں نے تم سے ہمیشہ یہی کہا تھا۔ فیئر ڈیل تھی وہ۔'' انائیہ ملک اس کی طرف بغور دیکھ رہی تھی۔

''اتنا قلق کیوں ہے؟''

''قلق نہیں ہے انائیہ ملک اور سچ کہو تو کوئی پچھتاوا بھی نہیں۔'' ہاتھ بڑھا کر اس کے اطراف بازو حمائل کیا تھا اور اسے خود سے کچھ قریب کرتے ہوئے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

''مجھے ان کھوکھلے سہاروں کی ضرورت نہیں۔ نہ لفظوں کی نا استعاروں کی تم اب تک میرے وجود سے جڑی ہو۔ میری ذات کا حصہ ہو اور اس کے لیے مجھے کھوکھلے جواز دینے کی ضرورت نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اور کچھ یاد رہتا ہی نہیں؟ اس چہرے سے نگاہ ہٹتی نہیں اور ذہن کچھ اور سوچتا ہی نہیں۔ کیا فسوں ہے تم میں؟ اس جادو کی حقیقت کیا ہے؟ بس یہی؟ یا کچھ اور بھی سننا چاہتی ہو تم؟'' معارج تغلق مدہم سرگوشی میں اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

''کوئی سرور ملتا ہے یا لطف کہ کوئی آپ کے پیار میں پاگل ہے یا کسی کو اپنے جنوں کا اسیر کرلیا؟ ہاں۔'' اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو چہرے پر سے ہٹاتے ہوئے وہ بولا۔

انائیہ نے پر اعتماد انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

''تم وہ نہیں ہو، تم وہ ایک ہو بھی نہیں سکتے معارج تغلق۔ وہ ایک بننے کے لیے بہت جتن کرنے پڑتے ہیں اور شاید وہ گٹس تم میں ہے ہی نہیں۔ تم نا تو کسی لڑکی کا دل جیت سکتے ہو نا اس کے دل پر راج کرسکتے ہو۔'' انائیہ

ملک نے اس کے بازو کے دائرے کو اپنے اطراف سے بہت اعتماد کے ساتھ ہٹایا تھا اور یکدم مڑ کر واپس پلٹ گئی تھی۔

معارج تغلق اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

❖......○......❖

اناہیتا بیگ، حیدر مرتضیٰ سے مل کر واپس لوٹی ہی تھی جب راہداری میں قدم رکھتے ہی دامیان سوری نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اناہیتا بیگ کے لیے یہ اقدام بہت اچانک تھا۔ سو وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

دامیان سوری اس کو قریب کیے اس کی آنکھوں میں یک ٹک دیکھ رہا تھا۔

اناہیتا بیگ کچھ لمحوں تک گنگ سی رہی تھی پھر اس کے مضبوط ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کی تھی، مگر دامیان سوری جیسے ابھی اس پر مائل نہیں تھا۔

''ہاؤ زاٹ گوئنگ ود حیدر مرتضیٰ؟ کسی کو چاہنے کے لیے کتنا ٹائم چاہیے ہوتا ہے؟ محبت ہوگئی ہے کیا۔'' مدہم لہجے میں دریافت کیا گیا تھا۔ اناہیتا بیگ نے الجھے انداز میں اسے دیکھا تھا پھر اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کی تھی۔

دامیان سوری نے اس کے چہرے کو ہاتھ بڑھا کر چھوا تھا پھر ایک مدہم سرگوشی کی تھی۔

عشق کو صبر نہیں اور وہ نگاہ پُر شوق نہیں
کوئی بتلائے اسے کہ مجھ کو نیند آتی نہیں

اس کی نگاہ میں ایک تپش تھی اور لہجہ جنونی تھا۔ اناہیتا بیگ کو اس کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہوئی تھیں اور چہرہ جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ یہ کیا تھا؟

کیا ہوگیا تھا اچانک اسے؟

اناہیتا بیگ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

کوئی بتلائے اسے...... کہ مجھ کو نیند آتی نہیں!

ایک مدہم سرگوشی اس کی سماعتوں کے قریب ہوئی تھی اور اناہیتا کو سارے وجود میں ایک سنسنی سی محسوس ہوئی تھی، جیسے ٹھہرے ہوئے پانی میں کسی نے اچانک ہی ایک طوفان اٹھا دیا ہو۔

اناہیتا بیگ اس کی سمت دیکھ نہیں پا رہی تھی۔ ایسا کیا تھا کہ نگاہ ایک پل کو خود بخود جھکی تھی۔ وہ دامیان سوری کی نظروں کی تپش کا احساس تھا یا کچھ اور اناہیتا بیگ جیسے کسی جادو کے زیر اثر تھی۔

''مجھے بتاؤ، جب سارے راستے دھندلکوں میں کھونے لگتے ہیں تو سب سے پہلا عمل کیا ہے جو ضروری ہوتا ہے؟'' دامیان سوری نے مدہم سرگوشی کی تب بھی اناہیتا بیگ نے اس کی سمت نہیں دیکھا تھا۔

دامیان سوری نے ہاتھ بڑھا کر اس کا جھکا چہرہ آہستگی سے اٹھایا تھا۔

''مجھے ان آنکھوں کو دیکھنے دو نا! ان آنکھوں کو دیکھنے کی جستجو میں میں نے میلوں کا سفر کیا ہے اور کئی مداروں کے گرداب میں بھٹکتا رہا ہوں اب جب مجھے وہ ایک لمحہ ہاتھ لگا ہے جب میں خود کو تمہارے مدار چے میں پاتا ہوں تو میں ایک لمحہ کھونا بھی نہیں چاہتا۔ مجھے یاد ہے تم نے کہا تھا ایسا ممکن نہیں، ایسا ممکن ہو بھی نہیں سکتا مگر میں

نے دیکھا ہے کبھی کبھی کوئی ناممکن، ممکن بھی ہو سکتا ہے میں نے معجزوں کی زمین نہیں دیکھی مگر میں قیاس کر سکتا ہوں کہ اگر معجزے اس زمین پر ہوتے ہیں تو میں اس زمین پر جینے کی خواہش رکھتا ہوں۔ مگر ان خواہشوں میں ایک خواہش تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کی بھی ہے اور دوسری میں کبھی اپنے مدار چے میں واپس جانا نہیں چاہتا، تمہارے لیے کیا کچھ تیاگ سکتا ہوں اس کے بارے میں فی الحال کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا مگر مجھے خواہشوں کی انگلی تھام کر چلنا فی الحال اچھا لگ رہا ہے۔ اگر یہ سفر اور مختصر قیام تمہارے مدار چے میں کچھ طویل ہو بھی جائے تو مجھے اس پر کوئی تعجب نہیں ہوگا۔'' یہ کیا ہوگیا تھا اسے؟ وہ کیسی باتیں کر رہا تھا؟

اناہیتا بیگ کو اس کے انداز پر اس کی سمت دیکھنا پڑا تھا۔ وہ مدہم لہجہ عجب محبوبانہ تھا اور اس کی آنکھوں میں اس لمحے کیا تھا؟ یا کسی خمار میں تھا؟

اناہیتا بیگ نے اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کی تھی۔ وہ اس حیرت میں زیادہ دیر مبتلا رہنا نہیں چاہتی تھی اگر یہ خواب تھا تو وہ اسے توڑنا چاہتی تھی۔ شاید وہ اس احساس سے خوفزدہ ہوگئی تھی۔ دامیان شاہ سوری شاید اس کی سوچ پڑھ رہا تھا تبھی بولا۔

''یہ خواب نہیں ہے انا اسے توڑنے کی کوشش مت کرو۔ اگر خواب ہوتا بھی تو میں تمہیں اس سے جاگنے نہیں دیتا۔ چاہے مجھے اس کے لیے اپنی تمام عمر تیاگ دینا پڑتی۔ میں تیاگ دیتا۔'' اس مدہم سرگوشی میں کیا تھا۔

کیسا اسرار تھا کیسے بھید تھے ان لفظوں کے اناہیتا اپنا ہاتھ چھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی مگر اس گرفت کے باعث اس کی کانچ کی چوڑیاں ٹوٹ کر کلائی میں کھب گئی تھیں۔

کلائی سے خون رسنے لگا تھا۔

دامیان سوری نے اس کا زخم دیکھنے کو ہاتھ تھامنا چاہا تھا مگر اناہیتا بیگ نے کلائی کھینچ لی تھی۔ نگاہ اس کی سمت اٹھی تھی تو کچھ اجنبی سی تھی آنکھوں میں جانے کیوں نمی آن ٹھہری تھی۔ آنکھوں میں کیسا شکوہ تھا؟

''آئی ایم سوری۔'' دامیان سوری کیا ایک پل میں ازالہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ بھیگتی آنکھوں سے الٹے قدم پیچھے ہٹی تھی۔

''تم صرف درد دے سکتے ہو دامیان شاہ سوری اور ہر درد کی حد پہلے سے سوا ہوتی ہے۔ تمہارے پاس میرے لیے اور کچھ نہیں ہے اور یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو تم خواب دکھانے میں خواہشوں کے جہان بنانے میں ماہر ہو گے مگر میں خواب دیکھنے کی عمر سے نکل آئی ہوں میرا تعاقب کرنا چھوڑ دو۔'' یہ کہہ کر وہ ایک دم تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔

دامیان سوری کی نگاہوں میں الجھنیں صاف دکھائی دیں تھیں۔

❖......○......❖

''تم بہت ضدی ہو پارسا۔ تمہیں یہ بات سمجھنی چاہیے۔ یہاں سب کچھ بہت بدل چکا ہے اور پھر......!''

اماں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا مگر پارسا نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

''کیا بدل چکا ہے اماں؟ کیا واقعی میرا احساس آپ کے اندر سے مٹ چکا ہے؟ یا میرا خیال ان سات برسوں میں ایک لمحے کو بھی نہیں آیا؟ کیا میں واقعی آپ سب کے لیے مر چکی ہوں؟''

پارسا بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو اماں اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

"اماں اتنی بڑی غلطی نہیں تھی میری' صرف اعتبار کیا تھا میں نے کسی پر' آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی پارسا ایسی ہوسکتی ہے؟ وہ شخص دغاباز تھا ایک نمبر کا جھوٹا اس نے جال بچھایا اور سازش کا شکار آپ کی بھولی بھالی گلابو بنی تھی۔ اس نے مجھے' آپ سب کو' صرف قربانی کا بکرا بنایا۔ میں آپ کو اس وقت ہی بتانا چاہتی تھی مگر آپ لوگ میری سننے کو تیار ہی نہیں تھے۔ اس وقت چھوٹی تھی میں۔ مجھے نہیں معلوم تھا اپنا مدعا کیسے بیان کیا جاتا ہے اور کس طرح اپنے آپ کو بیگناہ ثابت کیا جاسکتا ہے' مگر میرے آج نے مجھے کچھ اور دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ مگر ایک اعتماد ضرور دیا ہے چاہے' آپ مجھے اس گھر میں واپس رکھیں یا نہ رکھیں مجھے اپنے دل میں جگہ دیں یا نہ دیں' مگر میری کردار کشی جو ہوئی تھی جو داغ میرے دامن پر لگا مجھے اس کو دھونا ضروری ہے اور اس کے لیے آپ کو میری صفائی سننا پڑے گی۔ آپ بے شک مجھے ابا سے نہ ملنے دیں۔ چاہے آپ کتنی بھی پتھر ہوجائیں مگر آج میں اپنے دل پر مزید بوجھ نہیں رکھ سکتی۔ جس سچائی کو میں نے سات برسوں تک خود تنہا سہا ہے اسے آپ کو بھی سننا پڑے گا۔ جس پچھتاوے میں میں جھلستی رہی ہوں اس پچھتاوے کا احساس آپ کو بھی ہونا ضروری ہے۔" وہ بھیگتی آنکھوں کے ساتھ بولی۔

"مجھے یقین نہیں ہوتا میرے اپنے اتنے بے حس ہوسکتے ہیں اور آج جب میں حوصلہ کرکے خود آگئی ہوں تو مجھے پھر سے اندھیروں میں دھکیل رہی ہیں۔ کیسی ماں ہیں آپ' آپ کے سینے میں دل نہیں؟ کسی گناہ کی سزا اتنی بڑی ہوتی ہے؟ مجھے ملال اس بات کا نہیں ہوگا کہ آپ نے مجھے واپس گھر میں نہیں لیا۔ مجھے ملال اس بات کا ہوگا کہ اس گھر کی بیٹی پر کسی نے اعتبار نہیں کیا۔ میں نے خود کو لڑکی نہیں سمجھا۔ ہمیشہ ایک بیٹی سمجھا۔ بیٹی جو اپنے خاندان کی عزت ہوتی ہے۔ میں اس خاندان کا نام ہمیشہ اونچا رکھنا چاہتی تھی مگر میں بلندیوں پر سے گر گئی اور ایک اژدھے نے مجھے اپنے کھلے منہ میں نگل لیا۔ مجھ پر انگلی اٹھانے کا مطلب خود آپ کی پرورش کو غلط ثابت کرنا ہوگا۔ آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی پرورش غلط ہوسکتی تھی؟"

اماں اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔ دل ایک لمحے کو پگھلا تھا۔ اس کی بھیگتی آنکھوں کو دیکھ کر دل کو کچھ ہوا تھا کہ ان کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں۔ مگر وہ سر انکار میں ہلانے لگی تھیں۔

"پارسا تیرے ابا کی حالت ٹھیک نہیں۔ ڈاکٹر نے انہیں ہر پریشانی سے دور رکھنے کا کہا ہے۔ ابھی یہ ایشو بہت بڑا ہے اور معاملہ پیچیدہ بھی۔ تو اپنے ابا سے ملنے کی ضد کررہی ہے اور اگر انہیں کچھ ہوگیا تو؟ تُو خود کو معاف کرپائے گی؟" اماں نے پوچھا۔

"معاف تو میں سات سال پہلے بھی خود کو نہیں کرپائی تھی اماں اس وقت بھی آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ابا کا واسطہ دے کر دہلیز سے باہر کھڑا کردیا تھا کہ ابھی تو جا۔ جب تیرے ابا کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا تو تجھے جاکر لے آؤں گی۔ مگر شاید ان سات برسوں میں بھی وہ غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ غلطی شاید میری ہی ہے جو میں واپس لوٹی۔ مجھے پلٹنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ میں آپ لوگوں کے لیے مرچکی ہوں اور مجھے اس کا یقین کرلینا چاہیے۔" وہ اٹھی تب اماں نے اسے پکارا تھا۔

"گلابو۔" وہ رک گئی تھی مگر پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں تیرے ابا سے بات کروں گی۔ زخم پرانا بھی ہوجائے تو درد باقی رہتا ہے اور پھر وہ زخم تو دل پر گہرا لگا تھا کچھ وقت سنبھلنے کو تو لگتا ہے نا۔"

"میں زیادہ دن نہیں رک سکتی اماں مجھے آج شام ہی واپس جانا ہے۔" وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

❖......○......❖

انائیا چپ چاپ بیٹھی سوئمنگ پول کے پانی میں اپنی انگلیوں کے دائرے بنا رہی تھی۔ آدھے پاؤں پانی میں تھے اور پوری توجہ پانی کی سطح پر...... اسے اندازہ نہیں ہوا تھا کب معارج تغلق اس کے پاس آن کھڑا ہوا تھا اور پھر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

وہ چونکی تب تھی جب معارج تغلق نے ہاتھ پانی میں ڈال کر اس کے دائرے بناتی انگلیوں کو چھوا تھا۔ وہ سر اٹھا کر اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"مجھے ایسے مت دیکھو انائیا ملک' میں خواب نہیں ہوں نا تم کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔"

"آپ یہاں۔" اس کی موجودگی بے وقت تھی سو وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔

"کیا مجھے اپنی وائف سے ملنے کے لیے وقت اور اجازت درکار ہوگی۔" معارج تغلق مسکرایا۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ بس چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

"انائیا ملک تم قانوناً میری وائف ہو اور وہ رشتہ تب تک ختم نہیں ہوسکتا جب تک میں نہ ختم کروں۔ سو اس رشتے کی حقیقت تو باقی رہے گی چاہے تم اسے مانو یا نہ مانو۔" وہ مدہم لہجے میں بولا۔

"معارج تغلق میرے لیے تمہیں سمجھنا ناممکن ہے۔ تم بہت مشکل سوال ہو' اور جب بھی ملتے ہو پہلے سے زیادہ مشکل لگتے ہو۔ میں قیاس آرائیاں نہیں کرسکتی نا اس رشتے کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے اپنا وقت ضائع کرسکتی ہوں۔ رشتے دل سے بنتے ہیں اور ہم دونوں کے دل بہت فاصلوں پر ہیں۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا بولی۔

معارج تغلق نے بہت آہستگی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ انائیا ملک اسے چونک کر دیکھنے لگی۔

"میں پہروں سوچتا رہا' انائیا ملک پر مجھے محسوس ہوا کہ تمہارے ساتھ کچھ زیادتی ہوگئی۔ اس کا پچھتاوا ہے مگر ہر پچھتاوے کا ازالہ بھی ہے۔ ہم ساتھ نہ سہی مگر ہم ایک ان دیکھی ڈور سے بندھے ضرور ہیں اور پھر دل چاہے ملیں یا نہ ملیں اس سے فرق نہیں پڑتا۔ میں بھی اس جنوں اور کسی توپ قسم کے عشق پر یقین نہیں رکھتا۔ محبت نہیں نا سہی مگر مجھے تمہارے پہلی بار فکر ہوئی ہے اور میرے اندر کا یہ احساس خود میرے لیے بھی نیا ہے۔ تم اسے پچھتاوے کا نام دے سکتی ہو' مگر یہ حقیقت ہے کہ میں نے کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔ سو اگر تمہارے ساتھ کچھ غلط کیا بھی تو اس کا ملال ہے۔ کسی کمزور پر وار کرنا اور اسے ہرانے کے جتن کرنا کوئی دلیری نہیں مگر مجھے وہ ایک قدم لینا تھا سو لیا' اور میں خود کو اس سے باز بھی نہیں رکھ سکا۔ اتنا کمزور شخص نہیں ہوں میں مگر اپنوں کے لیے کچھ ایموشنل ہوں۔ ان کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ کسی بھی حد تک جاسکتا ہوں۔ مگر مجھے تم سے ہمدردی ہے انائیا ملک جو ہوا اگر نا ہوتا تو بھی کچھ تو ہوتا کیونکہ اسے تو ہونا ہی تھا۔ بعض چیزوں کو ٹالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ وہ شاید لکھا تھا سو ٹل نہیں سکا۔ وقت کو ہمیں ملانا تھا ایک دوسرے سے جوڑنا تھا اور یہ سب بھی ہونا تھا جو

ہوا۔ مگر مجھے اب تمہاری تکلیف کا احساس ہے۔ کیا ہم دوست بن سکتے ہیں۔" وہ اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ انائیا ملک حیرت زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"اتنا کچھ ہونے کے بعد اب یہ کون سی نئی چال ہے معارج تغلق تم کوئی نیا کھیل کھیلنے آئے ہو؟" وہ مدہم لہجے میں بولی تو معارج تغلق مسکرا دیا۔

"شک کر رہی ہو نہ؟ دیکھو ایک بیوی کی طرح بی ہیو کر رہی ہو نا۔" وہ مسکراتا ہوا کتنا عجیب لگ رہا تھا۔ یہ اس کا وتیرہ نہیں تھا۔ پچھتاوا معافی' تلافی' ازالہ' مسکرانا' دوست بننا وہ سب اس کی پرسنالٹی کی نفی کر رہا تھا۔

"تم ایسے نہیں ہو معارج تغلق؟" وہ سر انکار میں ہلاتی ہوئی ساکت نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

"کیا مطلب کیا نہیں ہوں؟" وہ چونکا۔

"تم ڈھونگ کر رہے ہو نا پھر کوئی شاطرانہ چال چلنے کے لیے۔ تمہیں لوگوں کو اپنے زیر کرنا اور اپنی پسند کی سزائیں دینا اور پھر مسکرانا۔ تمہیں یہ سب سکون دیتا ہے نا؟" وہ جتاتی ہوئی بولی تھی تو وہ مسکرا دیا۔

"میں بھی انسان ہوں انائیا ملک مجھے خود سے الگ کر کے کیوں دیکھتی ہو ہمیشہ؟"

"انسان تم جیسے نہیں ہوتے معارج تغلق۔"

"آہ' تم ہمیشہ شکوے کرتی رہو گی میں دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں کیونکہ مجھے احساس ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں میں ہار مان کر ہتھیار ڈال رہا ہوں۔ مجھے تم سے ابھی عشق نہیں ہوا انائیا ملک۔ عشق ہوتا تو کوئی بات بھی تھی فی الحال سچ یہ ہے کہ میں تمہارا بیمار نہیں ہوں۔ مگر مجھے احساس ہے جو ہوا غلط ہوا۔ ہمارے دل جڑے ہوئے نہ سہی' محبت نہیں نہ سہی۔ کوئی اور تعلق بھی ہوتا ہے نا۔

دوست بننے کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں ہار مان رہا ہوں اور کوئی نیا جال بن رہا ہوں۔ بہت سی شادیاں ختم ہوتی ہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہم ہاتھ میں تیر کمان لیے یا بندوقیں اٹھائے ایک دوسرے کو پل پل مارتے رہیں۔ تم کیوں سمجھتی ہو کہ میں ہر بات اپنے فائدے کے لیے کرتا ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

وہ اسے خاموشی سے دیکھنے لگی۔ معارج تغلق نے اس کے چہرے پر آئی ہوئی لٹ کو ہاتھ بڑھا کر بہت آہستگی سے اس کے چہرے پر سے ہٹایا تھا۔

"میں تمہارا دشمن نہیں ہوں ہنی! نا ہی میں اتنا برا ہوں۔ کوئی ہمیشہ دشمن نہیں ہوتا۔ نا ہمیشہ دوست ہوتا ہے مگر دشمنی کا وقت گزر گیا ہے۔ جب احساس ہو جائے تو وہی لمحہ آخری ہوتا ہے اور آخر وہ لمحہ گزر گیا' تمہیں دوستی آفر کرنا اس دشمنی کا اختتام ہے اور خیر خواہی کا آغاز' کچھ ازالہ کرنے دو کم از کم مجھے اس پچھتاوے سے ہی نکلنے دو۔"

انائیا ملک براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"کتنے چہرے ہیں تمہارے معارج تغلق؟ تمہارا اصل کیا ہے؟" وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"مجھ پر اعتبار کرنے سے ڈر رہی ہو سویٹ۔"

"تم دنیا کے سب سے ناقابلِ اعتبار انسان ہو معارج تغلق' تم اگر زمین پر آخری انسان بھی بچو تو میں تم پر

کبھی اعتبار کرنا نہیں چاہوں گی۔" وہ اپنا رخ پھیرتی ہوئی بولی۔

"اوہ تم تو بہت خائف لگتی ہو۔ میں اتنا برا نہیں ہوں۔ میں اسے ثابت کر سکتا ہوں۔ تم اعتبار کرنے میں چاہے ہچکچاؤ مگر میری طرف سے تمہیں ہمیشہ ایک سیف زون ملے گا۔ نو مور وار۔ میں نے امن قائم کرنے کی ٹھان لی ہے اب تم بھی اچھے بچوں کی طرح ضد کرنا ترک کر دو۔" وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

کیا سچ تھا؟ یہ معارج تغلق؟ یا پھر وہ معارج تغلق؟

وہ اعتبار کرتی یا نہیں؟ اس کی آنکھوں میں کیا تھا؟ اس کے چہرے کا اسرار کیا تھا؟ وہ کیسے جان پاتی؟

"اگر تم چہرہ پڑھ سکتی ہو تو میں تمہارے سامنے ہوں انائیا ملک اور اگر نگاہ پڑھنا چاہتی ہو تو میں تمہاری طرح سے اپنی پلکیں نہیں جھپکوں گا۔ چاہے جتنی بھی دیر لگے۔ تم میری آنکھوں میں جھانک سکتی ہو اور میری آنکھیں پڑھ سکتی ہو۔ میں تمہیں سچائی دیکھنے اور جاننے کی پوری آزادی دیتا ہوں۔ اب یہ سفر تمہیں کرنا ہے چاہے وہ نظر سے نظر کا ہو یا دل سے دل کا۔ اس کا فاصلہ تم ناپو اور قدم تم بڑھاؤ۔ اس کے لیے کوئی شرط ہے نا کوئی زبردستی نا کوئی مخصوص مدت چاہے آج' ابھی سے یا پھر کبھی دیر سے' کبھی بھی۔ اس کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں تم وہ ایک قدم اٹھاؤ اور ان فاصلوں کو سمیٹو۔ میاں' بیوی بن کر نہ سہی دوست بن کر ہی سہی' کوئی اعتبار کا رشتہ جڑنے دو۔" کیسی خواہشیں تھی لہجے میں...... یا پھر درخواست؟ انائیا ملک اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں تمہیں ڈر لگتا ہے انائیا ملک۔ مگر میں تمہیں اور ڈرانا نہیں چاہتا۔ میں تمام خوف سمیٹنا چاہتا ہوں۔ تمہارا شوہر بن کر۔ دوست بن کر۔ ایک لمحے کو وہ رشتہ بھول جاؤ اس رشتے کی کڑواہٹ بھول جاؤ۔ یاد رکھو اس لمحے کو اور اس تعلق کو جو بے ضرر ہے۔" معارج تغلق کہہ رہا تھا۔

اور وہ اسے چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔

❖......○......❖

"کیا ہوا انا؟ اس طرح اندھیرے میں کیوں بیٹھی ہو؟" ممی نے اسے سیڑھیوں پر بیٹھے دیکھا تو اس طرف آ گئی تھیں انابیتا بیگ چونک کر ماں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"کیا ہوا؟ کچھ پریشان ہو؟" ممی نے پیار سے اس کے چہرے کو تھام کر پوچھا تو انابیتا نے سر انکار میں ہلا دیا۔

"اس طرح اندھیرے میں کیوں بیٹھی ہو؟"

"بس ممی دل چاہ رہا تھا سو یہاں آ کر بیٹھ گئی کبھی کبھی جو روشنی میں دکھائی نہیں دیتا اس کا پتا تاریکی میں چل جاتا ہے۔ میں تاریکی میں رنگوں کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔" وہ مسکرائی۔

"مگر اندھیرے میں رنگ دکھائی نہیں دیتے انا۔ تم یہ بات کیسے بھول گئیں۔" ممی نے اسے جتایا۔

"ہاں اس کی خبر مجھے ہو گئی ہے کہ اندھیرے میں سارے رنگ ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔" وہ نگاہ جھکا کر بولی تھی۔ ممی نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"تم کچھ الجھی ہوئی سی لگ رہی ہو۔ کیا پریشانی ہے؟" ممی نے پوچھا۔

’’کوئی پریشانی نہیں ہے ممی! میں کچھ تھک گئی تھی۔ آج کچھ زیادہ پریکٹس کرنا پڑی۔ دو دنوں میں میچ ہے نا۔ اس کو جیتنے کی تیاری کررہی تھی۔‘‘

’’انا! بیٹا کوئی میچ جیتنا اہم نہیں ہوتا نا ہارنا مگر اندر کا امن بہت ضروری ہے۔ کبھی کسی ہار میں جو سکون ہوتا ہے وہ کسی جیت میں بھی نہیں ہوتا۔ ہار یا جیت کھیل کھیلنے سے نہیں ہوتی‘ اس کو اندر کے سکون سے ناپا تولا جاتا ہے۔‘‘ ممی نے اسے جانے کیا سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ اتنی ناسمجھ تھی کیا؟

’’ممی میں ہار جیت پر یقین نہیں رکھتی‘ نا مجھے کوئی جھنڈا گاڑھنے کا شوق ہے۔ مگر آپ جانتی ہیں مجھے ٹینس سے کتنا لگاؤ ہے۔‘‘

’’میں اس کھیل کی بات نہیں کررہی انا! تم سمجھ دار ہو۔ تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ کس بابت بات کررہی ہوں۔ کھیل صرف وہ نہیں جو ٹینس کورٹ میں یا میدان میں کھیلا جاتا ہے۔ بہت سے کھیل ان چاہے ہوتے ہیں جو اپنے آپ شروع ہوجاتے ہیں اور پھر ہماری ایگو کا حصہ بن جاتے ہیں پھر ہم جو بھی کرتے ہیں وہ اپنے سکون یا بے سکونی کے لیے نہیں کرتے۔ اپنی خوشی اس میں شامل نہیں ہوتی مگر صرف ایگو شامل ہوتی ہے اور اس کے کھیلنے سے صرف اس ایگو کو تسکین ملتی ہے۔‘‘ ممی کے کہنے پر اناہیتا بیگ ماں کو خاموشی سے دیکھنے لگی۔

’’ایکسل کا فون آیا تھا۔ تمہارے کیمپس میں فیئر ویل کی تیاریاں ہورہی ہیں۔ اس نے کہا تھا کہ میں تمہیں بتادوں۔‘‘

’’مجھے اس میں کوئی انٹرسٹ نہیں ممی! میں نے اپنا پروجیکٹ جمع کردیا ہے اور اس سے آگے مجھے کیمپس کے بارے میں نہیں سوچنا۔ میں اپنی زندگی پلان کررہی ہوں۔ اس میں کسی فضول چیز کے لیے وقت نہیں ہے۔‘‘ وہ بے دلی سے بولی۔

’’پچھلی بار کی دی گئی فیئر ویل میں تم انار کلی بنی تھیں نا؟‘‘ ممی نے پوچھا۔

’’ہاں وہ ہمارے سینئرز کے لیے دیا گیا فیئر ویل تھا۔ اس وقت بھی زبردستی ایکسل نے مجھے پھنسا دیا تھا۔ میں نے اسے کہا بھی تھا کہ مجھے یہ سب نہیں آتا۔ اب بھی اس نے کوئی فضول قسم کا Script لکھ کر Skit ریڈی کررکھا ہوگا تبھی فون کیا۔ آپ اسے بتادیجیے گا میرا موڈ نہیں ہے۔ میں انٹرسٹڈ ہوں تو صرف اپنی ڈگری یونیورسٹی سے ملنے کی۔ اس کے بعد میں اپنا کیریئر شروع کروں گی۔‘‘ وہ سنجیدگی سے بولی۔

’’تم اتنی بے زار کب سے ہوگئی ہوانا؟ ایسا کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ نہ وہ شوخی‘ نہ شرارت نا چہرے پر مسکراہٹ یہ کیسی بن گئی ہو تم؟ ہم نے کب کوئی بات تھوپی تم پر؟ کب فیصلہ کیا کہ تمہارا شادی کرنا اتنا ضروری ہے؟‘‘ ممی نے ڈپٹا۔

’’ممی یہ بات شادی کی نہیں ہے۔ میں سمجھتی ہوں ان باتوں کی عمر ہوتی ہے۔ انائیا کی شادی ہوئی ہم دونوں کی عمریں یکساں ہیں۔ تو اب میری باری ہے میں جانتی ہوں۔ میں حقیقت پسند ہوں مجھے اس سے کوئی پرابلم نہیں ہے۔‘‘ وہ نرم لہجے میں بولی۔

’’تمہیں پرابلم ہے اناہیتا! میں تمہاری ماں ہوں۔ سمجھتی ہوں تم الجھی ہوئی ہو۔‘‘ ممی نے کہا۔

’’میں ٹھیک ہوں ممی! شادی بھی ضروری ہے اور اس تمام عمل سے گزرنا بھی۔‘‘ اس کا لہجہ سرد ہوگیا۔

’’تمہیں حیدر مرتضیٰ سے کوئی لگاؤ نہیں نا؟‘‘ ممی نے دریافت کیا۔

’’وہ اچھا انسان ہے۔‘‘ اناہیتا ماں کی طرف دیکھے بنا بولی۔

’’میں تمہاری نظروں میں پڑھ سکتی ہوں‘ وہ کتنا اچھا انسان ہے اور تم اسے کتنا پسند کرتی ہو۔‘‘ ممی نے اسے جتایا۔ وہ مسکرادی تھی۔

’’آپ کو حیدر مرتضیٰ بالکل پسند نہیں نا! مگر اس کی کوئی وجہ تو ہوگی نا؟‘‘ اناہیتا بیگ نے پوچھا۔

’’اناہیتا بیٹا! میں زندگی کو تم سے زیادہ بہتر جانتی ہوں جو چیز مجھے مناسب نہیں لگتی۔ اس کے لیے میں تمہیں اجازت نہیں دے سکتی۔ میں جانتی ہوں وہ شخص ہماری پسند یا خواہش نہیں‘ وہ بس ایک ضد ہے۔ مگر میں تمہیں کوئی فیصلہ کرکے رسک لیتا دیکھ نہیں سکتی۔ تم خود کو کسی مشکل میں ڈالو گی تو اس تکلیف کو ہم سب بھی اسی قدر محسوس کریں گے۔‘‘ ممی نے جتایا تھا۔ اناہیتا خاموشی سے ماں کو دیکھنے لگی تھی۔

❖......○......❖

کبھی کبھی کسی شے کے ہونے کا احساس اتنی دیر سے کیوں ہوتا ہے؟ اناہیتا بیگ نے کیمپس کے اندر قدم رکھا تھا تو اجنبی نظروں سے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو شاید اچانک یا پھر دانستہ اس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ دانستہ تنہا نہیں آئی تھی۔

گاڑی کا دروازہ کھول کر حیدر مرتضیٰ باہر نکلا تھا تو اناہیتا بیگ نے اپنی نظر سامنے کھڑے دامیان سوری سے دانستہ ہٹائی تھی۔

’’تم شادی کرنے جارہی ہو اناہیتا؟‘‘ للّی نے اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اناہیتا نے ستون کے ساتھ ٹیک لگائے دامیان کو ایک نظر دیکھا تھا اور پھر مسکرادی۔

’’ابھی نہیں للّی! مگر حیدر مرتضیٰ کی آمد اسی وجہ سے ہوئی ہے۔ اگر ہم ایک دوسرے کو منتخب کرتے ہیں تو پھر جلد شادی ہوگی۔‘‘ اس کا لہجہ بے فکر تھا اور للّی اسے حیرت سے دیکھنے لگی پھر دو قدم کے فاصلے پر کھڑے دامیان سوری کو دیکھا جو کچھ بے چین دکھائی دیا۔

’’شادی بہت بڑا فیصلہ ہے اناہیتا! اس کے لیے اتنی جلدی ٹھیک نہیں۔‘‘ للّی اس کی خیر خواہ کب سے بن گئی تھی؟

اناہیتا نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

’’تم اور دامیان کب کوئی گڈ نیوز سنا رہے ہو؟ شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کا کب پلان ہے؟‘‘ اناہیتا مسکراتی ہوئی بولی۔

’’تم سے کس نے کہا میں اور دامیان شادی کررہے ہیں؟‘‘ للّی نے چونکتے ہوئے کہا۔

’’ویل تم دونوں اتنے برسوں سے ساتھ ہو۔ مجھے کیا سب کو یہی لگتا ہے کہ تم دونوں جلد شادی کرو گے۔‘‘ اناہیتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’وی آرنا ٹ ان رش اناہیتا! اور ہمارا ایسا کوئی پلان فی الحال نہیں۔‘‘ للّی نے انکار کیا۔

’’فی الحال...... یعنی مستقبل میں ایسا کوئی ارادہ ہے؟‘‘ اناہیتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ للّی نے شانے

اچکا دیئے۔ ''اینی ہاؤ ان سے ملو۔ یہ حیدر مرتضیٰ ہیں۔ کینیڈین ہیں۔ ان دنوں شادی مشن پر نکلے ہوئے ہیں اور......''

''شادی مشن پر نہیں شادی کرنے۔'' حیدر مرتضیٰ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''آپ کی یہ دوست بہت نادر و نایاب قسم کی لڑکی ہیں اور مجھے ان کی یہی بات بہت منفرد لگی ہے' میری طرف سے 99% ہاں ہے مگر ان کی ہاں کا انتظار ہے۔ جیسے ہی یہ ہاں کرتی ہیں ہم ایک رشتے میں بندھ جائیں گے بس اسی بات کا انتظار ہے اور ان دنوں میں اسی مشن پر ڈٹا ہوا ہوں۔'' حیدر مرتضیٰ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔

للّی نے نگاہ اٹھا کر اس شخص کو دیکھا تھا۔

کیا وہ اس شخص سے خوش تھی؟

اس کے ساتھ زندگی گزارنے جا رہی تھی اور وہ دامیان سوری......؟ وہ جو کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اس کی اضطرابی کیفیت کیا کہہ رہی تھی؟ کیا اناہیتا کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ کوئی اس کے لیے کیا سوچتا تھا؟

''کیا ہوا تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟'' اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر اناہیتا بیگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اناہیتا بیگ ہم جو بھی کرتے ہیں اپنی خوشی کے لیے کرتے ہیں سو دوسروں سے پوچھنا کچھ فضول لگتا ہے کہ وہ خوش ہیں بھی یا نہیں۔ تمہیں فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ اگر کسی کو بُرا لگتا بھی ہے تو زندگی تمہاری ہے اور گزارنا تم کو ہے۔'' للّی میک بولی۔

''ٹھیک کہا آپ نے للّی! آپ کافی سمجھ دار معلوم ہوتی ہیں۔ انسان اپنے دوستوں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔'' حیدر مرتضیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مگر للّی میک میری دوست نہیں ہے۔'' اناہیتا بیگ بولی تھی تو للّی اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

''کیا مطلب؟ تو پھر یہ آپ کی دشمن ہیں؟'' حیدر مرتضیٰ نے کہا۔

''نہیں دشمن بھی نہیں' مگر ہم میں کوئی دوستی نہیں ہے۔ ہم صرف کلاس میٹس ہیں' اس کے علاوہ کچھ نہیں۔'' بہت کھردرا لہجہ تھا اس کا۔ للّی کو یقین نہیں ہوا تھا وہ اتنی روڈ بھی ہو سکتی ہے۔

دامیان سوری جو قدرے فاصلے پر کھڑا سب سن رہا تھا جانے کیا ہوا تھا کہ ایک دم اناہیتا بیگ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ اناہیتا بیگ نے اسے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی تعارف کراتی یا کچھ کہتی دامیان سوری نے اس کی کلائی پکڑی تھی اور اسے لے کر وہاں سے نکلنے لگا۔ وہ اس کی ہمت پر حیران رہ گئی تھی اور حیران تو حیدر مرتضیٰ بھی ہوا تھا۔

''ایکسکیوزمی! کون ہیں آپ؟ اور اس طرح زبردستی کہاں لے جا رہے ہیں اناہیتا کو؟'' حیدر مرتضیٰ نے کہا تھا۔ دامیان نے پلٹ کر اسے درشت نظروں سے دیکھا۔

''یہ میری انارکلی ہے۔ اس پر صرف میرا حق بنتا ہے۔ اغواء کر کے لے جا رہا ہوں' ہمت ہے تو آ کر روک لو......'' دامیان سوری نے للکارا۔

حیدر مرتضیٰ اس کسرتی جسامت اور اونچے لمبے قد کو دیکھ کر چپ ہو گیا۔ دامیان سوری تن کر کھڑا اسے دیکھنے

لگا تھا پھر اناہیتا بیگ کو لے کر کوریڈور کراس کر گیا۔

''چھوڑو میرا ہاتھ...... یہ کیا بدتمیزی ہے؟ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی؟'' اناہیتا بیگ اس کی گرفت سے اپنی کلائی چھڑاتی ہوئی بولی۔ دامیان سوری اسے سرخ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

''مجھ میں کتنی ہمت ہے اس کا ثبوت تمہیں مزید درکار ہے؟ تمہارے اس کینیڈین بزنس مین کی ایک لمحے میں بینڈ بجا سکتا ہوں۔ اگر اس کے سامنے تمہارا ہاتھ پکڑ کر لا سکتا ہوں تو اگلا قدم اس سے بھی بڑا لے سکتا ہوں۔ ابھی تو صرف اغواء کرنے کا کہا ہے تم نے اس سے ملنا بند نہیں کیا تو سچ میں لے کر کہیں دور نکل جاؤں گا۔'' وہ بھاری لہجے میں بولا۔

کتنا انتہا پسند تھا وہ؟ یا پھر اناہیتا کے عمل نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔ اناہیتا بیگ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

''شٹ اپ دامیان شاہ سوری! زندگی مذاق نہیں ہے' تم اس طرح کا بچپنا میری زندگی کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ جس طرح تم میرا ہاتھ پکڑ کر حیدر مرتضیٰ کے سامنے سے لے کر آئے ہو تمہیں پتا ہے اس کا اثر میری زندگی پر کیا ہوگا؟ کیا سوچے گا وہ میرے بارے میں؟ تمہیں اس کی فکر نہیں ہے اور فکر ہوگی بھی کیوں تم تو بس ہر قدم پر میرے مخالف کھڑا ہونا چاہتے ہو۔ دوست سمجھتی تھی میں تمہیں مگر تم تو اس قابل بھی نہیں۔'' اناہیتا بیگ غصے سے بولی تھی اور اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا کر اسے پرے دھکیل دیا۔

''تم کیوں میری زندگی میں پوک کرنا بند نہیں کر دیتے؟ کیوں ہمیشہ کہیں سے بھی نکل کر آ جاتے ہو۔ تمہیں لطف ملتا ہے مجھے پرابلمز میں ڈال کر؟ اچھا لگتا ہے جب مجھے تکلیف پہنچتی ہے؟'' اس کی آواز بھرا گئی تھی اور آنکھیں نمی سے بھر گئی تھیں۔

''ہاں اچھا لگتا ہے' بہت اچھا لگتا ہے اور میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دینا چاہتا ہوں کیونکہ جب تم روتی ہو تو اتنی بری نہیں لگتیں۔ مجھے وحشت ہوتی ہے اس اناہیتا بیگ سے جو پری ٹنڈ کرتی ہے' جو فطری نہیں۔''

''ایسا کر کے تم جتانا چاہتے ہو کہ تم میرے کتنے بڑے خیر خواہ ہو' یا تمہیں میری کتنی فکر ہے؟ ڈھونگی ہو تم' جھوٹ بولتے ہو۔ تمہیں اچھا نہیں لگ رہا اگر میں کسی کے ساتھ ہوں۔ تمہیں جلن ہو' نہیں دیکھ سکتے تم مجھے خوش۔ میری خوشیوں کے دشمن ہو تم۔'' وہ کانپتی ہوئی بولی۔ اس کے اندر جیسے ایک طوفان تھا' پورا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ دامیان سوری کو جیسے اس لمحے ایک پل میں اس پر ترس آیا تھا۔ دو قدم آہستگی سے بڑھا کر اس کے قریب آیا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں سے نمی چنی اور اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے بولا۔

''ہاں نہیں اچھا لگتا' اگر تم کسی اور کا ہاتھ تھام کر چلتی ہو مجھے یہ بات کاٹتی ہے اندر ہی اندر بہت جلن ہوتی ہے۔ تمہیں خوش نہیں دیکھ سکتا ہوں مگر میں ایسا ہی ہوں۔ تمہیں کسی دن فرار کر کے اپنا کے کسی ایک سنسان کونے میں لے جاؤں تو برا مت ماننا۔ میں حاسد ہوں مجھے اچھا نہیں لگتا جب کسی کی نظر تمہارے چہرے پر پڑتی ہے۔ کوئی تمہاری طرف دیکھتا ہے یا تمہارے ساتھ کا تمنائی ہوتا ہے۔ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا۔ میں ایسا نہیں تھا۔ اسباب معلوم کرنا ہے تو تمہیں اجازت ہے۔ تمہیں حق ہے تم شکوہ کرو مگر میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں۔ یہ ضروری نہیں۔'' کیا ہو گیا تھا اس شخص کو۔

کیا پاگل ہو گیا تھا وہ؟ نہ زمانے کی فکر رہی تھی نہ کسی بات کا لحاظ وہ کیوں بھول رہا تھا کہ وہ لڑکی تھی اور کسی

بات کا اس کی زندگی پر اثر ہوسکتا تھا۔
اور وہ حیدر مرتضٰی وہ کیا سوچ رہا ہوگا؟ اور اب کتنے سوال نہیں کرے گا۔
اوہ خدا وہ تو پہلے ہی پوچھ رہا تھا کہ اس کا کوئی پاسٹ تو نہیں اور اب جب وہ دیکھ چکا ہے کہ دامیان سوری اس کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح وہاں سے لے آیا ہے تو وہ کیا کچھ اخذ نہیں کر چکا ہوگا۔ اس بات کی فکر دامیان سوری کو کیوں نہیں تھی۔ وہ کیوں پروا نہیں کر رہا تھا کیوں اس کی زندگی کے سارے راستے بند کر رہا تھا ایسی بڑی دشمنی تھی کیا؟ وہ اتنا انتہا پسند ہو رہا تھا۔
اناہیتا بیگ اسے بھیگتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور ان آنکھوں میں پچھتاوے کا احساس بہت واضح تھا۔
''تم سے دوستی میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی دامیان سوری۔ تم کسی قابل نہیں ہو۔ تم صرف تکلیف دینا جانتے ہو۔ تمہیں دوسروں کے جذبات کی' احساسات کی کوئی پروا نہیں تم نا محبت کے قابل ہو نا نفرت کے۔'' اس کا لہجہ زہر خند تھا۔
مگر دامیان سوری مسکرا دیا تھا۔ پھر اس کے سینے پر بہت آہستگی سے انگلی رکھی تھی۔
''یہ دل اس حیدر مرتضٰی جیسے چغد کے لیے نہیں ہے۔ یہ اس کے لیے کبھی نہیں دھڑک سکتا۔ بے وقوف ہو تم پرلے درجے کی احمق ہو انا ہیتا بیگ۔ تمہیں سمجھانا فضول ہے۔ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ مگر ایک بات دھیان میں رکھو میں یہ دل سینے سے نکال کر پھینک دوں گا اگر یہ کبھی اس حیدر مرتضٰی جیسے کارٹون کے لیے دھڑکا۔''
''کیوں؟ کیا پرابلم ہے تمہیں اس سے؟ کیوں اتنے انتہا پسند ہو رہے ہو؟'' قدامت پرستی کے لیے' کیا لگتی ہوں میں تمہاری۔ مجھ پر اتنا حق کیوں جتا رہے ہو۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔
دامیان سوری براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتا مسکرا دیا۔
''وہ تم ہی ہو جس پر میں سارے حق جتا سکتا ہوں۔ ان آنکھوں کو دیکھا کبھی آئینے میں۔ مجھے آپ کہتی ہیں کہ ہم پر حق جتاؤ۔ اس دل کی دھڑکنوں کو سنا ہے کہ میں انہیں سنوں اور اپنے ساتھ باندھ لوں۔ تمہاری ہر سانس چاہتی ہے کہ میں یہ ہاتھ تھاموں اور قدم قدم تمہارے ساتھ چلوں۔ تم میرے ساتھ کی تمنائی ہو۔ یہ جو مجھ سے فرار ہے یہ بے معنی نہیں ہے۔ یہ مجھ سے دور نکلنے کی چاہ بے معنی نہیں ہے۔ میں سارے اشارے سمجھتا ہوں۔ نظروں کی زبان بھی پڑھ سکتا ہوں اور دھڑکنوں میں چھپے آہنگ بھی سمجھ سکتا ہوں۔ میرا جو دل چاہتا ہے میں وہی کرتا ہوں۔ میں وہی کروں گا جو دل مجھے کہے گا۔ اپنے دل سے کہو مجھے اشارے کنایوں میں سب کہنا' درخواستیں کرنا ترک کردے۔ میں بھی تمہاری زندگی میں دخل دینا ترک کردوں گا۔ مگر جب تک تمہارے دل کا میرے دل سے ربط ہے اور تمہاری دھڑکنوں کا تال میل مجھ سے جڑا ہے تب تک۔ ناممکن ہے کہ میں تمہاری بات نہ سنوں یا پھر تمہاری طرف دیکھوں بھی نہیں۔ یہ ناممکن ہے انارکلی اور مجھے اس کے لیے کسی کی پروا نہیں ہے۔ کوئی کچھ بھی کہتا ہے شوق سے کہے۔ کچھ بھی سوچتا ہے شوق سے سوچے۔ آئی ڈونٹ کیئر۔'' اس کا انداز بے پروا تھا۔ بلا کا ضدی اور خودسر۔
اناہیتا بیگ کے لیے اس کا یہ روپ بہت انوکھا تھا اور نرالا بھی وہ ساکت سی اسے دیکھ رہی تھی جب ایکسل

اپنا اسکرپٹ لیے وہاں آیا۔

"کیا ہوا تم دونوں اس طرح بت بنے کیوں کھڑے ہو؟ اور انابیتا تم روئی ہو؟ کیا کہا دامیان نے تمہیں؟" ایکسل فکرمندی سے بولا۔

"کچھ نہیں ہوا ایکسل...... کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔ کچھ ہونے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور ان محترمہ کے پاس نہ عقل ہے نہ فہم۔" دامیان سوری بغور انابیتا کو تکتا ہوا بولا اور پلٹ کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"مجھے تم دونوں کی سمجھ نہیں آتی۔ ہر وقت بچوں کی طرح جھگڑتے رہتے ہو۔ میں نے انابیتا کو یہاں منتیں کر کے بلایا تھا اور تم نے پھر سے اس کا موڈ بگاڑ دیا۔ یار میرے اسکرپٹ کی فکر کرو۔ ہماری فیئر ویل کا سوچو میں نے پلان کیا تھا ہم انارکلی پارٹ ٹو کریں گے۔ اتنی محبت سے رات بھر جاگ کر اسکرپٹ لکھا۔ مگر تم دونوں ہو کہ۔"

"ایکسل میں Skit نہیں کروں گی۔ تم کسی اور کو رکھ لو۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"اوہ گاڈ یار اب اتنا ظلم مجھ پر مت کرو۔ میں بے چارہ سا بندہ کچھ رحم کرو مجھ پر۔ یہ دیکھو دونوں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ کم از کم اس دوستی کی خاطر یہ Skit کرلو۔ یار یہ آخری موقع ہے جب ہم سب اکٹھا ہوں گے۔ کچھ اچھی یادیں سمیٹ لینے دو۔ کانووکیشن پر میں نہیں ہوں گا یہاں۔ مجھے ڈیڈ کے ساتھ ان کے بزنس ٹور پر جانا ہے اور تبھی میں یہ موقع کھونا نہیں چاہتا اور مزید یادگار بنانا چاہتا ہوں۔" ایکسل نے دوستی کا واسطہ دیا۔

انابیتا اور دامیان سوری خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔

❖......O......❖

انائیا ملک کمرے میں آئی اور اپنے بیگ کی زپ کھول کر ابھی وہ پنک ڈائری نکالنا چاہ رہی تھی جب معارج تغلق وہاں آ گیا۔ انائیا نے ڈائری واپس بیگ میں چھوڑ دی تھی اور زپ بند کر کے سر اٹھا کر معارج تغلق کو دیکھا۔

"کیا کر رہی ہو تم؟" معارج تغلق نے دریافت کیا۔

"کچھ نہیں۔" وہ اس کی سمت دیکھے بنا بولی۔ شاید وہ اس بات کو معمول کے مطابق ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ معارج تغلق کو ذرا سا بھی پتا چل جاتا یا شک ہو جاتا تو وہ اس کے ہاتھ سے وہ ڈائری لے لیتا اور پھر وہ باقی کا آدھا سچ جان نہیں پاتی۔ اس کے لیے وہ باقی کا آدھا سچ جاننا بہت ضروری تھا۔ تبھی چہرے پر کوئی تغیر لائے بنا وہ اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"تم پریشان ہو؟" معارج تغلق نے اس کے چہرے کو بغور جانچا تھا۔ اسے خبر کیسے ہو جاتی تھی کہ وہ پریشان ہے اور جب خود پریشان کرتا تھا تو اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔

"نہیں، میں پریشان نہیں ہوں۔ تم اس وقت یہاں کیسے آئے ہوئے ہو؟ تمہارے پاس اتنا فالتو وقت کہاں سے آیا۔ آفس کا بزی شیڈول کیا ہوا ہے؟" وہ اس کی سمت دیکھے بنا بیڈ پر سے بکھری کتابیں اٹھا کر ریک پر رکھنے لگی تھی۔

"مجھے لائف اور چیزوں کو مینج کرنا آتا ہے سویٹ۔ تم اس کی فکر مت کیا کرو۔ مجھے ممی کا فون آیا تھا انہوں

نے کہا تمہیں گھر سے لے لوں۔ اسپتال جانا ہے۔" معارج تغلق نے کہا تھا وہ چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔

"اسپتال کیا ہوا؟ سب ٹھیک تو ہے؟" اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر معارج تغلق اس کے قریب آیا اور بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھاما تھا اور دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا تھا اور اسے بغور دیکھتے ہوئے ملائمت سے بولا۔

"ہر بات کی اتنی فکر مت کیا کرو۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر الجھ مت جایا کرو۔ سب ٹھیک ہے۔ ممی کو لگا تمہارے پاس گاڑی نہیں ہے تو تمہیں اسپتال پہنچنے میں تکلیف ہوگی تبھی مجھے فون کر دیا۔ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ تمہاری گاڑی ورکشاپ میں ہے؟ میں آج ہی نئی گاڑی ڈرائیور کے ساتھ یہاں بجھوا دوں گا تاکہ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔"

اس کے نرم لہجے اور دوستانہ مزاج پر انائیا ملک اس کو ساکت نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟ تمہیں اتنی حیرت کیوں ہوتی ہے؟ اب ضروری تو نہیں تم ہر بات کو پرکھو اور کسوٹی پر تولو۔ کچھ چیزوں کو نارمل بھی لینا چاہیے۔ یہ احساس اس "کچھ" باقی بچ جانے کا ہے۔ جب کچھ باقی نہیں بچتا تو کچھ نہ کچھ پھر بھی بچ جاتا ہے۔ میں یہ خیال تمہارا ہزبینڈ ہونے کے ناتے نہیں کر رہا تمہارا دوست ہونے کے ناتے کر رہا ہوں۔ اب ایک رشتے کی کسوٹی پر فیل ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہر رشتے میں فیل ہو جاؤں۔ مجھ پر اتنا شک مت کرو۔ ایک اچھا دوست بننے کی پوری صلاحیت ہے مجھ میں۔ اعتبار کرنا سیکھو۔" اس کے مدہم لہجے میں کیا تھا کہ چاروں اطراف کو اپنے ساتھ باندھ رہا تھا؟

"تم چاہتے کیا ہو معارج تغلق؟ مجھے مارنا ہے تو ایک ہی بار مار کیوں نہیں دیتے؟ یہ ہر بار ایک نیا روپ لے کر میرے سامنے کیوں آ جاتے ہو؟ تمہیں کیوں لگتا ہے کہ میں اتنی بے وقوف ہوں کہ اب تم پر پھر سے اعتبار کرلوں گی؟ تم نے جو کیا وہ اتنا معمولی ہے کہ بھلایا جاسکے یا کسی نئے رشتے کو تمہاری شرطوں پر قبول کیا جاسکے اور میں ڈمی بن کر تمہارے اشارے کو فالو کیوں کرتی ہوں؟ تم کیوں چاہتے ہو کہ میں سب تمہاری مانوں؟" وہ اسے جتاتے ہوئے بولی تھی۔ انداز میں اکتاہٹ اور غصہ تھا مگر معارج تغلق بہت نرمی سے مسکرا دیا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی ناک کو بہت آہستگی سے نرمی سے دبایا۔

"شاید اس لیے کہ مجھے لگتا ہے کہ تمہیں مجھ سے عشق ہے اور محبت ہو جائے تو پھر ضروری یا غیر ضروری کی فکر کون کرتا ہے؟ عشق میں تو بہت "ناٹھیک" بھی ٹھیک لگتا ہے نا؟" وہ اس کی بات کو مذاق میں ٹال رہا تھا۔

یہ معارج تغلق تھا یہ انقلاب کیسے آیا۔

یہ وہ شخص تھا جو شعلہ جوالہ تھا؟ جو اسے تہس نہس کر دینا چاہتا تھا جس کی آنکھوں سے شعلے نکلتے تھے اور ہر بات پر اختیار رکھتا تھا؟ یہ اتنی بڑی تبدیلی کا باعث کیا تھا؟ کیا اسباب تھے؟ کیا وہ واقعی بدل رہا تھا؟ یا......؟

"تم جاؤ یہاں سے۔" وہ اپنی نگاہ پھیرتی ہوئی بولی۔

"مجھے اسپتال جانے کے لیے تیار ہونا ہے۔" وہ معارج تغلق کی کسی بات کا نوٹس نہیں لینا چاہتی تھی۔ معارج تغلق نے اسے گہری نظروں سے دیکھا تھا پھر مسکرایا۔

"اور میرا جانا کیوں ضروری ہے؟ آفٹر آل آئی ایم یور ہزبینڈ۔" وہ شرارت کر رہا تھا یا چھیڑ رہا تھا۔

اس کی نگاہ میں وہ سختی تھی نا کھردرا پن۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی یہ کوئی خوف تھا؟ یا کوئی ڈر؟

معارج تغلق نے اس خوف کو صاف محسوس کیا تھا۔ تبھی ملائمت سے بولا۔

''اپنے گھر پر نقب زنی کوئی نہیں کرتا سویٹ۔ اگر مجھے تمہیں حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے مجھے کوئی زبردستی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر تم میری ہی ہو اس کے لیے مجھے کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ مگر فی الحال اس کا وقت نہیں۔ ہمیں ڈیڈی کو دیکھنے اسپتال جانا ہے اور یہ کام بہت ضروری ہے میں تمہارا انتظار باہر کررہا ہوں۔ جلدی سے ریڈی ہوکر آجاؤ۔'' وہ پلٹ کر باہر نکل گیا اور انائیہ ملک حیرت سے اس کی پشت کو دیکھنے لگی تھی۔

❖......○......❖

پارسا بہت آہستگی سے چلتی ہوئی ابا کے کمرے میں آئی تھی۔ وہ جاگ رہے تھے۔ اس کی سمت دیکھا مگر نا وہ چونکے تھے نا کسی غصے کا اظہار کیا تھا۔ بس خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے رہے تھے۔

پارسا ان کے قریب آکر رک گئی۔ پھر سر جھکا کر آہستگی سے بولی۔

''ابا آپ کی بیماری کی خبر سن کر میں رہ نہیں پائی۔ ملنے چلی آئی۔ مگر اس کا مقصد آپ کو مزید کوئی تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔ میں آپ سے اور اماں سے بہت محبت کرتی ہوں۔ دونوں کو کسی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ بس اسی لیے آئی ہوں۔ خواہ میں اس گھر کے لیے یا آپ سب کے لیے مرچکی ہوں مگر میری زندگی میں رشتوں کی اہمیت اسی طرح قائم ہے۔ میرے لیے سارے رشتے آج بھی اتنے ہی اہم ہیں۔ میں دور رہوں یا پاس۔ ہمیشہ آپ کے لیے دعا کرتی رہوں گی۔ سات سالوں میں بہت تڑپا یہ دل آپ لوگوں سے ملنے کے لیے مگر میں نہیں آئی۔ اماں نے کہا تھا آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا تو مجھے جاکر بوا کے گھر سے واپس لے آئیں گی۔ شاید آپ کا غصہ اب بھی اسی طور برقرار ہے۔ آپ اب بھی مجھ سے خفا ہیں اور میں آپ کی ناراضگی ختم ہوئے بنا اس گھر میں قیام نہیں کرسکتی۔ میں جانے سے پہلے آپ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔'' وہ لمحہ بھر کو رکی تھی۔ اندرونی خلفشار سے آواز بھرا گئی تھی۔ ابا اسے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

''میں آپ سے بہت بہت پیار کرتی ہوں ابا۔ میں کبھی بھی آپ کے کسی فیصلے کے خلاف نہیں جاسکتی۔ اپنی گلابو کو معاف کردیجیے گا۔ کچھ نادان تھی۔ آپ کی عزت کا شملہ اپنے کمزور کندھوں پر اونچا نہیں رکھ پائی۔ مگر اتنی نادان نہیں تھی کہ آپ کا سر جھکا دیتی۔ آپ کی گلابو نے کبھی آپ کا سر نہیں جھکایا۔ جو ہوا وہ ایک سازش تھی اور آپ کی گلابو اس کا حصہ بن گئی تھی۔ اتنے سالوں میں آپ کی بہت یاد آئی۔ مگر آپ کا حکم تھا سو واپس نہیں لوٹی۔'' اس نے بھیگتی آنکھوں کو ہاتھ سے رگڑ کر صاف کیا تھا اور واپس پلٹ گئی تھی۔

ابا اسے خاموشی سے دیکھتے رہے تھے۔

❖......○......❖

''کون تھا وہ؟ اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں یہاں سے اس طرح لے جانے کی؟ میں نے تم سے کہا تھا نا انابیتا بیگ کوئی پاسٹ ہے تو مجھے بتادو؟'' حیدر مرتضیٰ اس کے سامنے کھڑا رہا تھا۔

''میرا کوئی پاسٹ نہیں ہے حیدر مرتضیٰ! مجھ سے اس طرح سطحی مردوں کی طرح بات مت کرو۔ مجھے گھٹن ہوتی ہے اس طرح بی ہیو کرو گے تو شاید ہمارا رشتہ کبھی نہیں جڑ سکے گا۔ نا بات آگے بڑھ پائے گی۔'' اس کے دوٹوک انداز پر حیدر مرتضیٰ اسے حیرت سے تکنے لگا۔ پھر موقع کی نزاکت دیکھ کر نرمی سے بولا۔

''میرا مطلب وہ نہیں تھا انا مگر تم سوچو مجھے کتنا برا لگا وہ اتنی ہمت سے تمہارا ہاتھ وہاں سے پکڑ کر نکل گیا اور......!''

''برا لگا تو روک کیوں نہیں لیا؟ اس نے ہمت کی ہاتھ پکڑا وہاں سے لے کر نکل گیا تو تم کیا کررہے تھے؟ تمہاری ہمت کہاں گئی تھی؟'' وہ سخت لہجے میں بولی۔

''وہ تمہارا دوست تھا انا اور میں الجھنا نہیں چاہتا تھا اور......!''

''یہی بات حیدر مرتضیٰ میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ وہ میرا دوست تھا۔ مذاق کررہا تھا وہاں ایکسل نے مجھے فیئر ویل کے ایکٹ کے لیے بلایا تھا۔ اسی ایکٹ کی ریہرسل کے لیے وہ مجھے وہاں سے لے گیا تھا۔ اس کا مزاج ہے ایسا۔ وہ ایسی ہی حرکتیں کرتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم کچھ بھی سوچ لو۔ میں چاہتی ہوں میرا ہونے والا جیون ساتھی مجھ پر اعتبار کرے۔ سب سے بڑا زندگی گزارنے کے لیے یہی ہے۔ اعتبار کے بنا کوئی رشتہ قائم نہیں ہوسکتا۔ اور......!''

''انابیتا بیگ آئی ایم سوری میں سمجھتا ہوں مگر کچھ چیزیں فطری بھی ہوتی ہیں اگر کوئی دیکھتا ہے تو ایسے ہی ری ایکٹ کرتا۔'' وہ شاید بات بڑھانا نہیں چاہتا تھا نہ اسے کھونا چاہتا تھا تبھی بولا۔ انابیتا مزید کچھ نہیں بولی مگر تبھی پلٹی تو وہ حیران رہ گئی تھی۔ اس کے سامنے دامیان سوری کھڑا تھا۔

تو کیا اس نے طے کرلیا تھا کہ اس کی زندگی میں سے حیدر مرتضیٰ کو نکال کر ہی رہے گا؟ وہ کیوں اس کے پیچھے آرہا تھا جب جانتا تھا کہ وہ کسی اور کے ساتھ انگیج ہورہی ہے۔

انابیتا اسے سامنے دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔ وہ مسکرادیا تھا۔

''کیا ہوا انا تم حیران کیوں ہو؟ میں بیچ کی طرف نکل رہا تھا سوچا تمہیں بھی ساتھ لے لوں۔ دراصل مجھے تنہا واک کرنا پسند نہیں اور پھر تمہیں بھی تو ساحل پر چلتے ہوئے Sunset دیکھنا اچھا لگتا ہے نا؟'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا اور حیدر مرتضیٰ اس کے عقب میں کھڑا اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''ارے حیدر صاحب آپ بھی یہیں پائے جاتے ہیں؟ سوری میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔ دراصل انا کو بیچ پر واک کرنا بہت پسند ہے۔ میں نے سوچا ریہرسل سے پہلے واک ہوجائے تو دماغ کچھ فریش ہوجائے گا۔ ویسے میں اور انا گھنٹوں ساحل پر چپ چاپ چلا کرتے تھے۔ بعض اوقات لفظوں کی ضرورت نہیں رہتی نا؟'' دامیان سوری مسکراتے ہوئے جلیبی اٹھا کر کھانے لگا۔

''انا یہ جلیبی تم نے بنائی ہے۔ یار تم تو پرفیکٹ وائف بننے کے سارے گر سیکھ رہی ہو۔ مجھے پتا ہوتا تو انکار نہیں کرتا۔ تھوڑا بدھو ہوں نا۔ مجھے لگا تم سارا وقت وہاں ٹینس کورٹ میں پریکٹس کرتی رہا کروگی اور میں گھر میں بیٹھا انتظار کیا کروں گا۔ حیدر صاحب انا نے آپ کو بتایا نہیں؟ شاید ذہن سے نکل گیا۔ مگر قصہ کچھ یوں ہے کہ انا ہے ہی اتنی اچھی لڑکی کہ کوئی بھی پسند کرسکتا ہے۔ سو میں بھی کر بیٹھا۔ اب پسند تو کرلیا مگر مجھے لگا ایک

اچھی بیوی کو ہزبینڈ کا دل جیتنے کا گر بھی آنا چاہیے۔ مگر شاید آپ نہیں جانتے انا کو کوکنگ سے کوئی دلچسپی ہے ہی نہیں۔ اب پیار سے کہاں پیٹ بھرتا ہے۔ معدے کا راستہ تو دل سے ہی ہو کر گزرتا ہے۔ سوان کی طرف سے بات چلی بھی تو میں نے منع کر دیا۔ اوہ واؤ۔ سموسے کافی مزیدار ہیں انا آئی ایم سوری یار میں نے اس وقت انکار کر دیا۔ حیدر صاحب آپ موقع دیں تو میں ایک بار پھر ٹرائی کروں۔ یار بے وقوفی میں لوگ پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہیں میں نے کلہاڑی پر ہی پاؤں دے مارا۔ تھینک گاڈ وقت اتنا نہیں گزرا کہ مجھے کہنا پڑے چڑیاں چگ گئیں کھیت...... انا سوری سویٹ ہارٹ یہ نا اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہم اب ایک پرفیکٹ میچ ہیں......!" وہ مسکراتے ہوئے سموسہ نگلتے ہوئے کہہ رہا تھا انا اسے درشت نظروں سے دیکھ رہی تھی اور حیدر مرتضیٰ ہکا بکا کھڑا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو یار میں کوئی غیر تھوڑی ہوں۔ تمہارا دوست ہوں۔ آج فیانسی یا ہزبینڈ بھی ہوتا اگر ذرا سی غلطی نہ کی ہوتی اب اپنی بے وقوفی پر کتنا پچھتانا پڑے گا؟ چلو ایک کام کرو۔ میں پرپوزل دوبارہ بھجواتا ہوں۔ تم بس ایک چھوٹی سی فیور کرنا اس بار ایگو ایک طرف رکھ کر ہاں کر دینا۔ حیدر صاحب کا کیا ہے اچھے خاصے ہیں۔ کینیڈین بزنس پرسن ہیں انہیں تو کوئی دوسری بھی مل جائے گی۔ تم خوامخواہ ان کی فکر مت کرو۔" انابیتا بیگ کے لیے یہ سب بہت شاکڈ کر دینے والا تھا۔

کیا وہ کوئی سازش کر رہا تھا؟

وہ پلان کر کے آیا تھا کہ اس کی شادی نہیں ہونے دے گا؟

اگر وہ اس کی شادی روکنا چاہتا ہے تو اس کے لیے وہ پرفیکٹ اسکرپٹ لکھ کر آیا تھا اور خوب ایکٹ کر رہا تھا۔ وہ جان بوجھ کر جھوٹے قصے بنا کر سنا رہا تھا تاکہ ان کے درمیان غلط فہمیاں پھیلیں اور بات یہیں ختم ہو جائے۔ اسے دامیان سوری کو روکنا تھا۔ یہ بہت غلط ہو رہا تھا۔ وہ ماؤف کھڑی تھی۔ دماغ پہلے تو کچھ سوچ ہی نہیں سکا تھا اس کے گمان تک میں نہ تھا وہ کچھ ایسا ڈرامہ کرے گا۔

"کیا بکواس ہے یہ دامیان سوری! کیا فضول بول رہے ہو تم؟" انابیتا نے ہمت کر کے کہا تھا۔

"کیا فضول ہے ہنی! تم ہی بتاؤ کیا ہمارے رشتے کی بات نہیں چلی تھی؟ حیدر صاحب آپ کو یقین نہ آئے تو آپ ممی سے پوچھ لیں۔ ڈیڈی سے پوچھ لیں یا پھر عدن بھائی سے۔ اس گھر کا ہر فرد جانتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"شٹ اپ دامیان! حیدر تم اس کی باتوں میں مت آنا اسے عادت ہے بکواس کرنے کی۔ کچھ نہ کچھ بولتا رہتا ہے۔" وہ دفاع کرتی ہوئی بولی۔

"کیا مطلب؟ یہ کوئی طریقہ ہے۔ دوستوں سے مذاق کرنے کا؟ کیا آپ دونوں کے رشتے کی کوئی بات چلی تھی؟ آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" حیدر مرتضیٰ نے جواز مانگا۔

"آپ میری بات سنیں۔ رشتے کی بات چلی تھی مگر......"

"مگر کیا؟" حیدر نے پوچھا تھا۔ دامیان سکون سے بیٹھ کر گلاب جامن کھانے لگا۔ جو تیر چلایا تھا وہ نشانے پر لگا تھا۔

"آپ ایک شکی آدمی ہیں؟ کسی اور کی سن رہے ہیں، میری نہیں۔" وہ تھک کر بولی تھی۔ حیدر مرتضیٰ کچھ بھی کہے بنا وہاں سے نکل گیا۔

انابیتا نے پلٹ کر اسے دیکھا، نظریں قاتلانہ تھیں اگر کوئی نظروں سے قتل کر سکتا تو شاید آج انا اسے قتل کر چکی ہوتی۔ دامیان سوری مسکرا دیا، تبھی انا نے کشن اٹھایا اور اسے مارنے لگی تھی۔ وہ اس کے سامنے سے ہٹا نہیں تھا نا اپنا بچاؤ کیا تھا۔ اس کے سامنے تنا کھڑا رہا تھا اور اسے مسکراتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ پھر جب وہ تھک کر چور ہو گئی تھی تو اس کے شانے پر سر رکھ کر تھکے ہوئے انداز میں گہری گہری سانسیں خارج کرتے ہوئے اندر کا غبار نکالنے کی کوشش کرنے لگی تھی مگر آنکھوں میں نمی اتنی تھی کہ وہ نہ رونے کا ارادہ کرتی ہوئی بھی اس کا شانہ بھگونے لگی تھی۔

وہ اس کے سامنے اس کی ڈھال بنا اسی طرح کھڑا رہا تھا۔ وہ اس کے کاندھے پر رو رہی تھی جس کے باعث اس کی زندگی میں ساری اتھل پتھل ہو رہی تھی۔ کچھ دیر رونے کے بعد احساس ہوا تھا تو وہ ہاتھوں کے مکے بنا کر اس کے سینے پر برسانے لگی تھی۔ مگر تب دامیان سوری نے اس کی کلائیوں کو تھام لیا تھا۔

"تم رونا نہیں چاہتی، خود کو بہادر ثابت کرنا چاہتی ہو اور میں چاہتا ہوں تم ان آنسوؤں کے ساتھ اپنے اندر کا سارا غبار دھو دو اور آخر میں یاد رکھو تو اتنا کہ یہاں ایک دل ہے جو صرف تمہارے لیے ہے اور اس دل کو تمہاری بہت فکر ہے بس۔" انابیتا بیگ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ دامیان سوری نے اپنا ہاتھ سینے کی طرف لے جاتے ہوئے شہادت کی انگلی سے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا اور جتایا کہ اس کا دل اس کے لیے کتنی محبت رکھتا ہے۔

مگر انابیتا نے دونوں ہاتھوں سے پوری طاقت لگا کر اسے پرے دھکیل دیا۔

"آئی ہیٹ یو دامیان سوری! تم اگر زمین پر آخری شخص بھی بچو گے تو میں تم سے کوئی رشتہ جوڑنا نہیں چاہوں گی۔ تم صرف میری کردار کشی کر رہے ہو اور ایسا کر کے تم خود کو میرا خیر خواہ ثابت نہیں کر رہے، تم مجھے کسی کی نظروں میں گرا رہے ہو۔ یہ بتا کر کہ میں کل اپنے پاسٹ میں تم سے کوئی رشتہ رکھتی ہوں۔ جھوٹی کہانیاں گھڑ رہے ہو تم۔ کیوں کر رہے ہو ایسا؟ تم چاہتے ہو میں اپنی زندگی بھی شروع نہ کروں؟ نفرت کرتی ہوں میں تم سے۔ میرے لیے میری رسپیکٹ بہت اہم ہے اور اس پر داغ لگانے کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ میں تمہیں پہلے سے بھی زیادہ شاٹ پریڈ میں شادی کر کے دکھاؤں گی۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ تمہیں جو کرنا ہے کر لو۔" وہ ہاتھ اٹھا کر وارننگ دیتے ہوئے بولی جانے کے لیے پلٹی تھی جب دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

انابیتا بیگ غصے سے سرخ چہرے کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔ وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"تمہاری شادی نہیں ہوگی کم از کم اس چغد حیدر مرتضیٰ سے تو کبھی نہیں، اس کے لیے تم جتنی کوششیں کر سکتی ہو کر لو۔"

"تمہیں پرابلم کیا ہے؟" وہ چیخی۔

"تمہاری آنکھیں...... ان سے کہو مجھے نہ بتائیں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ تم سے کہا تھا نا تمہارے دل کی دھڑکنوں کا ربط مجھ سے جڑا ہے۔" "تو بس اس ربط کو ختم کرو۔ میں تم سے اپنے آپ دور چلا جاؤں گا۔" وہ

اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ اناہیتا کا دل چاہا کہ اس کا منہ نوچ لے۔ اس کا اطمینان اس کا غصہ مزید بڑھا رہا تھا۔

''ان فاصلوں کو سمیٹنا یا بڑھانا تمہارے اختیار میں ہے انا!'' وہ مدھم سرگوشی میں اس کے چہرے کو بہت آہستگی سے چھوتے ہوئے بولا۔

''چاہو تو فاصلے بڑھا کر صدیوں سالوں تک پھیلا دو' چاہو تو صدیوں سالوں کو ایک پل میں سمیٹ لو۔ میں تو ایک کچی ڈور سے بندھا ہوں' تم وہ ڈور توڑنے میں کامیاب ہو گئیں تو تم سے اتنی دور چلا جاؤں گا کہ پھر دیکھنا بھی چاہو گی تو نہیں دیکھ پاؤ گی۔ مجھے اپنی آنکھوں میں رکھ کر خود سے باندھ لو یا پھر فنا کر دو' یہ سب تمہارے اختیار میں ہے۔ سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اس ان دیکھی کچی ڈور کو ڈھونڈو پھر کیسے توڑنا ہے یہ طے کرو۔ تمہارے پاس لامتناہی وقت ہے۔ میں بھی یہیں ہوں اور تم بھی کہیں نہیں جاسکتیں' جب تک یہ رابطہ نہ ختم کر دو اور میں تمہیں کہیں جانے بھی نہیں دوں گا۔'' وہ بہت مدھم سرگوشی میں بولا' اناہیتا بیگ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

''تم میری بلا سے مر جاؤ' مجھے تمہاری پروا نہیں!'' وہ ہاتھ چھڑا کر وہاں سے ایک پل میں نکل گئی تھی۔ دامیان سوری کھڑا رہا۔

اس کے غصے پر وہ غصہ نہیں کر رہا تھا۔ بہت مطمئن ظاہر کر رہا تھا خود کو۔ اس کے دماغ میں کیا تھا' یہ وہی جانتا تھا۔

❖......○......❖

پارسا واپس آ گئی تھی مگر یہ سفر بہت تھکا دینے والا تھا اور اس کا اندر بہت بکھرا بکھرا سا تھا۔ وہ خود کو سمیٹنے کے جتن کرنا نہیں چاہتی تھی۔ عدن اسے سہارا دے رہا تھا مگر اس کے لفظ ناکافی تھے۔ وہ وہاں سے لوٹ کر پہلے سے زیادہ چپ ہو گئی تھی۔ خاموشی بڑھ جائے تو طوفان کا پتا دیتی ہے۔ کیا اس کی زندگی میں بھی کوئی طوفان آنے والا تھا؟

وہ اس شام آفس کا کام ختم کر کے چیزیں سمیٹ رہی تھی جب پیون نے آ کر بتایا تھا کوئی نیچے اس کا منتظر تھا۔ وہ چونکی تھی۔ پھر بیگ شولڈر پر ڈال کر نکل آئی اور سامنے جو کھڑا تھا اسے دیکھ کر وہ خود حیران رہ گئی تھی۔

''مجھے دیکھ کر چونک کیوں گئی ہو گلابو! کیا اتنا اجنبی ہوں تمہارے لیے؟'' یلماز کمال اسے دیکھ کر بولا اور اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔ جب وہ بولا تھا۔ ''پلیز پارسا! بہت کشمکش میں رہا ہوں' بہت سوچتا رہا ہوں' مجھے اس طرح نظر انداز مت کرو۔ اب اگر میرے اندر نے مجھے احساس دلا دیا ہے کم از کم مجھے اپنی کہہ لینے دو؟'' وہ ریکوئسٹ کرتا ہوا بولا۔

کیا وہ پھر سے اس پر اعتبار کر سکتی تھی؟

اس نے لمحہ بھر کو رک کر اسے دیکھا تھا۔ پھر جانے کیا سوچ کر اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ یلماز کمال اسے ریسٹورنٹ میں لے آیا' کچھ دیر تک خاموش رہی تھی۔ وہ اس کے بولنے کی منتظر تھی مگر وہ جیسے اپنے اندر الجھا ہوا تھا اور لفظ تلاش رہا تھا۔

''تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو یلماز کمال! آج کیا سبب ہے؟ تم کہنے میں اتنی دیر لینے کے عادی تو نہیں

پھر آج کیا ہوا؟'' وہ اس کی چپ کو دیکھتی ہوئی بولی۔

''آج میرے پاس واقعی لفظ نہیں ہیں پارسا! میں سوچ سوچ کر تھک گیا۔ میں تم سے ملنا چاہتا تھا' تم سے کہنا چاہتا تھا تمہیں پچھلے گزرنے والے دنوں میں بہت یاد کیا اور تب میں نے ریلائزڈ کیا کہ وہاں کچھ ہے جو مجھے چونکا گیا۔ مجھے تمہیں بتانے میں کوئی عار نہیں گلابو! چاہے تم یقین کرو یا نہیں مگر میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے لگتا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔'' اور پارسا چوہدری اسے ساکت سی دیکھنے لگی۔ ''میں جانتا ہوں تم میری کسی بات کا اعتبار نہیں کرو گی مگر مجھے نہیں معلوم میں تمہیں یقین دلا بھی پاؤں گا یا نہیں مگر میرے دل میں اتنی بے پناہ محبت کب اور کیسے آئی میں اس کے بارے میں خود حیران ہوں۔ کل جو بھی ہوا سو ہوا اس وقت ہم دونوں نادان تھے۔ مجھ سے بھی کچھ غلطی ہوئی' لفظ معافی شاید اس کے لیے ناکافی ہے۔ میں نے تمہاری زندگی میں طوفان مچا دیا اور اس سب کا ذمے دار میں ہوں۔ تم چاہتی ہو تو میں اماں ابا سے جا کر ساری سچائی کہہ دوں گا۔ تم جو کہو گی کروں گا مگر مجھے اس الجھن میں سے نکلنے میں مدد دو۔ میں ازالہ نہیں کر رہا' اس کا ازالہ ممکن بھی نہیں۔ مجھے اقرار ہے کہ اس وقت تم سے محبت نہیں تھی مگر آج مجھے تم سے واقعی محبت ہے کیسے کیوں کر؟ میں نہیں جانتا...... اسباب میں نے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی' نا چاہتا ہوں۔ میں تم سے معافی مانگنے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ بہت گھناؤنا جال بُنا تھا میں نے۔ بہت بُری طرح پھنسایا تھا تمہیں اگر آج اس محبت کا اقرار سن کر تم میرے منہ پر تمانچہ بھی مارتی ہو تو مجھے حیرت نہیں ہو گی۔ میں اس سلوک کا مستحق ہوں مگر اب محبت ہو گئی تو کیا کروں' کس سے کہوں؟'' وہ عجب بے بس لہجے میں کہہ رہا تھا۔ پارسا چوہدری ساکت تھی۔ یہ وقت اس کے ساتھ کیا کر رہا تھا؟ کیا کسی نئی سازش کی داغ بیل رکھ رہا تھا وہ؟ کوئی نیا جال بُن رہا تھا؟ وہ اس شخص پر اعتبار کیسے کر سکتی تھی؟

''آپ اپنا مدعا کہہ چکے؟'' پارسا نے پُرسکون انداز میں پوچھا۔

''پارسا...... میرا یقین کرو مجھے تم سے محبت ہے۔'' وہ جتاتے ہوئے بولا۔ ''اب محبت ہو گئی تو کیا کروں؟ پارسا!'' اس کی آواز بازگشت بن کر اس کے پیروں سے لپٹ رہی تھی۔ اس کا تعاقب کر رہی تھی مگر وہ رکی نہیں تھی نا ہی پلٹ کر دیکھا تھا۔

❖......○......❖

ڈیڈی کو ہوش آ گیا تھا اس نے سنا تو ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوئی۔ وہ اس رشتے کو قریب سے محسوس نہیں کر سکی تھی مگر اس رشتے سے جو احساس جڑا تھا اسے وہ محسوس کر سکتی تھی۔

وہ للی کے ساتھ بیٹھی تھی ان فیکٹ یہ خبر للی نے ہی سنائی تھی جو شام ممی کے ساتھ ڈیڈی کو دیکھنے گئی تھی جب ڈاکٹر نے خبر دی تھی مگر ان سے ملنے کی اجازت فی الحال نہیں تھی۔

''تمہیں اچھا لگا ڈیڈی کو ہوش آ گیا؟ تم انہی کی تلاش میں یہاں آئی تھیں نا؟'' انایا نے پوچھتے ہوئے کافی کا سپ لیا۔ للی نے سر ہلا دیا۔

''ہاں میں انہی کے لیے یہاں آئی تھی۔ مجھے جان کر اچھا لگا۔ مجھے لگتا ہے ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ آپ نے بھی کبھی انہیں نہیں دیکھا' نا اس رشتے کو محسوس کیا۔ سو شاید ہم دونوں کے جذبات کم و بیش ایک

جیسے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے، ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور دونوں کا نصیب بھی ایک جیسا ہے۔ نہ انہوں نے آپ کو وہ اپناپن دیا نہ مجھے۔"

"ہاں! مگر خدا نہ کرے جو تمہارا نصیب میرے جیسا ہو۔ جو بھی ہو تم میری بہن ہو۔ میرے لیے تم للی میک نہیں للی جہانگیر ہو۔ مجھے نہیں پتا تھا اچانک سے رشتے جنہیں کبھی دیکھا بھی نہ ہو وہ اہم کس طرح ہو سکتے ہیں مگر اب میں نے اس کا تجربہ کیا ہے تو پتا چلا ہے کہ رشتے دل سے جڑے ہوتے ہیں۔ اس کے لیے فاصلے کوئی معنی نہیں رکھتے بس دل سے جڑے لوگ چاہے جتنی دور مرضی جا نکلیں دل سے احساس ختم نہیں ہوتا۔" وہ کافی کے کپ کی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے بولی۔ تبھی عقب سے آواز آئی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم دل سے جڑے رشتے کتنے بھی دور جا نکلیں ہمیشہ پاس رہتے ہیں۔ فاصلے معنی نہیں رکھتے' یہ بات میں نے بھی تجربہ کرنے کے بعد جانی ہے۔" انائیا ملک نے گردن پھیر کر دیکھا تھا۔ معارج تغلق اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

"میں چلتی ہوں۔ مجھے کچھ ضروری ای میلز کرنی ہے۔" للی میک معذرت کرتی ہوئی اٹھ گئی۔

معارج تغلق اس کے قریب آن بیٹھا پھر اس نے مٹھائی کا ڈبا کھولا اور ایک گلاب جامن نکال کر اس کے منہ میں ڈال دی۔

"مبارک ہو ڈیڈ کو ہوش آ گیا۔" وہ مسکرایا۔

"تمہیں کس نے بتایا کہ ڈیڈ کو ہوش آ گیا؟" وہ چونکی۔

"مجھے ممی نے بتایا تھا تبھی تو مٹھائی لے کر آیا۔ اچھی خبر سنو تو منہ ضرور میٹھا کرنا چاہیے نا؟ تم نے تو ان فیکٹ مجھ سے ڈیڈی کے واپس آنے اور ان کے ہاسپٹلائز ہونے کی بات بھی چھپائی تھی۔ تم نے کبھی ذکر بھی نہیں کیا وہ تو اچھا ہوا اس دن اپنی ورکر کو دیکھنے اسپتال آیا تھا جب ممی یہاں نظر آ گئیں اور تبھی ڈاکٹر نے آ کر بتایا کہ ان کے شوہر اچھا پروگریس کر رہے ہیں۔ تب مجھے حیرت ہوئی تھی کہ تم نے اور ممی نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ اس میں چھپانے والی بات کون سی تھی؟ ممی نے اس دن ان کے بارے میں بتایا تھا اور تبھی اس روز میں تمہیں اسپتال لے جانے کے لیے آ گیا تھا مگر تم اتنی الجھی ہوئی تھیں کہ تمہیں اندازہ بھی نہیں ہوا کہ مجھے اس بارے میں خبر کیسے ہوئی؟ مجھے ایک بات اب بھی تشویش میں مبتلا کر رہی ہے اس میں نا بتانے والی کیا بات تھی؟ تم چیزوں کو راز بنا کر کیوں رکھنا چاہتی ہو؟ کیوں چاہتی تھیں کہ اس بات کی خبر مجھے نہ ہو؟" معارج تغلق نے دریافت کیا تھا تو اس نے نگاہ پھیر لی تھی۔

"اس میں چھپانے والی کوئی بات نہیں تھی معارج! اور پھر یہ ہمارا فیملی میٹر ہے۔" وہ روکھے پن سے بولی۔

"فیملی میٹر! اور میں اس فیملی سے الگ ہوں؟ اب تک تمہارا نام میرے نام سے جڑا ہے' وہ رشتہ ختم نہیں ہوا ہے تمہیں یہ جان کر خوشی ہو گی کہ ڈیڈی کے بارے میں جان کر سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی ہے۔ وہ مل گئے اور وہ صحت یابی کی طرف گامزن ہیں۔ اس کے بارے میں جان کر جو خوشی مجھے ملی ہے اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" وہ مدہم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

انائیا ملک اس کی سمت ساکت سی دیکھ رہی تھی۔ کیا تھا اس کے لہجے میں؟ کیا تھا اس کی نظروں میں؟ وہ جو آدھی کہانی اس نے جانی تھی اس کے اگلے حصے کی کوئی پرچھائیں تھی اس کی آنکھوں میں؟ وہ کیا سوچ رہا تھا؟

وہ نہیں چاہتی تھی ڈیڈی کے بارے میں اسے پتا چلے۔ اس ڈائری کو آدھا پڑھ لینے کے بعد تو وہ کبھی نہیں چاہتی تھی اس بات کی بھنک بھی معارج تغلق کو پڑے۔ مگر ممی نے سب راز کھول دیا تھا اب وہ شخص کس حد تک جا سکتا تھا ممی نہیں جانتی تھیں' مگر اسے اس کا اندازہ تھا۔

"آپ کو ڈیڈی کے ٹھیک ہونے کی خوشی حد سے زیادہ ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کہیں ان سے بھی کوئی پرانا حساب تو نہیں نکلتا؟" وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی تھی تو وہ مسکرا دیا۔

"ہونا پھر بیوی...... بیویوں والے شک ہی کرتی ہو' تمہیں تو سی آئی ڈی میں ہونا چاہیے تھا۔" وہ مذاق کرتے ہوئے مسکرا دیا مگر وہ نہیں مسکرائی تھی۔ "مسز انائیا تغلق! مجھے بات تو ایک اور بھی پتا چلی ہے۔ جو تم نے مجھ سے چھپائی تھی۔" وہ مدعا پر آتا ہوا بولا تو وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

آج بہت دنوں بعد اس نے مسز انائیا تغلق بلایا تھا ورنہ وہ اسے انائیا ملک کہہ کر بلا رہا تھا۔ اس طرز تخاطب کے بدلنے کی کیا وجہ تھی اور اس کے پیچھے کیا اسباب تھے؟ اسے کیوں اس کا ہر اقدام مشکوک لگ رہا تھا؟

کیوں لگ رہا تھا کہ اب کے پہلے سے کوئی زیادہ بڑا نقصان ہونے جا رہا ہے اور معارج تغلق پہلے سے زیادہ اسے تکلیف دینے والا ہے۔

وہ اس سے خوف زدہ تھی؟

"تمہاری دھڑکنوں کو کیا ہوا مسز تغلق؟ آواز یہاں میرے کانوں تک آ رہی ہے...... کیا ہوا ہے؟ تم خوف زدہ لگ رہی ہو؟ کیا ہوا سویٹ؟" اسے بہت ملائمت سے تھاما تھا اور اس کے شولڈر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"تم پریشان کیوں ہو رہی ہو' میں ہوں نا' میرے ہوتے ہوئے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اپنی ساری الجھنیں' پریشانیاں مجھے ایک پوٹلی میں باندھ کر دے دو' میں جاتے ہوئے انہیں سمندر میں پھینک دوں گا۔ یہی نہیں میں تمہاری ہر چھوٹی سے چھوٹی ٹینشن اور تکلیف سمندر برد کر دینا چاہتا ہوں۔ چلو مسکراؤ' اب میں نے بہت دنوں سے تمہیں مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اتنی خوشی کی بات ہے ڈیڈی زندگی کی طرف واپس لوٹ آئے ہیں اور تم ہو کہ اب بھی منہ بنائے بیٹھی ہو۔ تم خوشی کو سلیبریٹ کرنے کا ڈھنگ بھی بھول چکی ہو انائیا تغلق؟" وہ مسکرایا۔ "کم آن...... چیئر اپ...... سمائل کرو بھئی!" اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر باقاعدہ اس زاویے سے پھیلایا تھا کہ اسمائل بن جائے مگر وہ مسکرا نہیں سکی تھی اور ڈر لگ رہا تھا اگر معارج تغلق جہانگیر ملک کے ہوش میں آنے پر اتنا خوش تھا تو وہ ضرور اپنے پچھلے معاملات اور حساب بے باق کرنے کے پلان بنا رہا تھا۔ وہ کیسے اسے باز رکھتی...... کیسے روکتی......

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

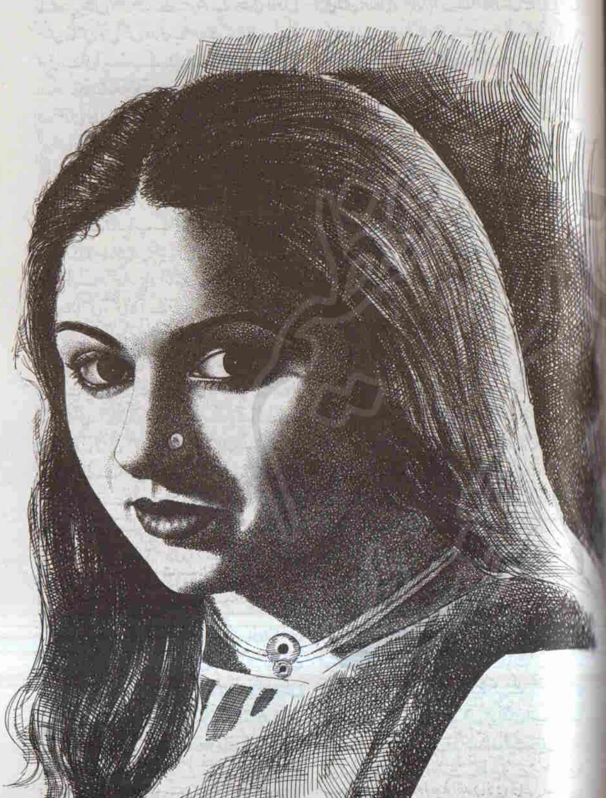

فنکار

اریشہ غزل

سالگرہ نمبر

ذہن و دل جن کی صداقت کے بھی منکر ہو جائیں
سانحے ایسے بھی آ کے گزر جاتے ہیں
منحصر اہلِ ستم پر ہی نہیں ہے محسن
لوگ اپنی عنایت سے بھی مر جاتے ہیں

''کیا ارادے ہیں تمہارے؟ اب اس معاملے پر اور کتنی سوچ بچار ہوگی۔ اس سال بتیس کی ہو جاؤ گی۔ اپنا گھر بسانا ہے یا یونہی ماں کے سینے پر سوار عمر بتانی ہے، کچھ تو پھوٹو۔ ایسے کتنے رشتے لائن لگا کر کھڑے ہیں اور مہارانی کو فرصت ہی نہیں چننے کی۔'' سروری بیگم اس کے سر پر سوار غصے سے بول رہی تھیں اور وہ اپنی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ فائل اور کتابیں میز سے اٹھائیں، چادر سر پہ درست کرتی وہ ماں کے پاس لحہ بھر کو رکی تھی۔ ان کی ناراضگی و خفگی چہرے سے عیاں تھی۔

''اماں! صبح ہی صبح اچھا اچھا بولتے ہیں تاکہ دن اچھا گزر سکے آپ کے ان کلمات کے بعد تو کسی اچھی بات کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی۔ آپ میرے جواب کی منتظر ہیں نا۔ صرف چند روز ٹھہر جائیں اور اگر انہیں جلدی ہے تو جانے دیں۔'' وہ اپنی جگہ مطمئن و پرسکون تھی۔

''جانے دو۔ ایسی کون سی تم حور پری ہو جو کسی مزید رشتے کی امید کی جاسکے؟ رو پیٹ کر تیسرا رشتہ آیا ہے وہ بھی نظروں میں خار بن کر کھٹک رہا ہے۔ اگر اب انکار ہو گیا تو پھر کوئی رشتہ نہیں آنے والا۔ کان کھول کر سن لو۔'' وہ اسے آنے والے وقت سے ڈراتے ہوئے تلخی سے بولی تھیں۔

''تمہاری آس میں تم سے چھوٹی دونوں بہنوں کی منگنیاں ہوگئیں۔ تمہارا کروں، تو ان کا سوچوں، مگر تم مسلسل سردرد بنی ہوئی ہو اگر باہر کسی سے دل لگا لیا ہے تو اسے ہی بلا لو مجھے تو وہ بھی منظور ہوگا مگر بی بی! خدا کے واسطے مجھے میرا فرض ادا کرنے دو تاکہ میں سکون سے مر سکوں۔'' وہ مسلسل بول رہی تھیں۔

مریم کے تیز قدم گھر سے باہر آتے ہی سست پڑنے لگے۔ کون اپنی خوشی سے طعنہ سنتا ہے، آنسو پیتا ہے۔ مگر نصیب میں ہی خرابی ہو تو اپنے حصے کے دکھ تو اٹھانے ہی ہوتے ہیں۔ اسے بھی یوں لگتا تھا جیسے احراز کی محبت، اس کا غمگسار، اس کا دوست، اس کا رفیق، اس کا محبوب وہ اس کے لیے کیا تھا؟ سروری بیگم کیا جان سکتی تھیں۔ چھ سال پہلے اس کے والد کی اچانک وفات نے ان کے گھر بھر کو مفلوج کر دیا تھا۔ ایک بھائی اور چار بہنیں، بڑی بہن رومانہ اور بڑے بھیا ثاقب کی شادیاں ان کے والد اپنی زندگی میں کر چکے تھے ان سے چھوٹی مریم، حمیرا اور سمیرا باقی تھیں۔ مریم بی۔ اے کے بعد کمپیوٹر کلاسز لے رہی تھی وہ اپنی تینوں بہنوں کے مقابلے میں کم صورت تھی، کہنے والے یہی کہتے تھے وہ اپنے والد کی کاپی تھی۔ بی۔ اے سے فارغ ہونے تک اس کا صرف ایک رشتہ آیا تھا۔ جو نا

مناسب ہونے کے سبب ان کے والد نے ازخود منع کردیا تھا۔ وہ اپنی زندگی میں اس کے رشتے کے سلسلے میں خاصے پریشان وفکر مند تھے۔ مریم کے بعد کی دونوں بہنیں خاصی خوش شکل اور خوب صورت تھیں اس لیے کم عمری سے ہی ایک خالہ کے بیٹے کے ساتھ اور دوسری کا چچا کے گھر رشتہ طے ہوچکا تھا۔ سروری بیگم کو مریم کی بڑھتی عمر اور رشتوں کی کمیابی نے فکر و پریشانی میں مبتلا کر رکھا تھا۔ فکر اس وقت اور بڑھ گئی جب ان کی زندگی کے ساتھی غمگسار نہ رہے۔ مریم کے والد کے انتقال نے انہیں اچانک بے سائبان کردیا تھا۔ بیٹیوں کا وجود انہیں بھاری بھرکم بوجھ لگنے لگا۔ باپ کے انتقال کے بعد ثاقب پر ہی گھرداری کا سارا بوجھ پڑ گیا۔ اس کی تنخواہ اتنی نہیں تھی کہ وہ آسانی کے ساتھ گھر چلا سکتا پھر بیٹے کے بدلتے رویے بہو کی ناراضگی و خفگی کا آئے دن سامنا کرنا پڑتا مہنگائی کا رونا، انہیں اور کمزور کرتا چلا گیا۔ گھر کے حالات دیکھتے ہوئے مریم نے نوکری کا ارادہ کیا اور اپنے چچا کے توسط سے اسے ایک پرائیویٹ اسکول میں جاب مل گئی۔ مگر تنخواہ خاصی کم تھی۔ اس کی تنخواہ سروری بیگم کے ہاتھ آنے سے جہاں بہو کی چخ چخ کم ہوئی وہیں سوخرچوں کے لیے بیٹے کا منہ دیکھنے سے وہ بچنے لگیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا وہ اس صورت حال سے خوش ہوجاتیں مگر مریم کی گزرتی عمر انہیں ہنوز تشویش میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔ رشتے کے سلسلے میں ہر بار اس کی کم صورتی آڑے آتی رہی۔ لڑکے والوں کو یا تو خوب صورت لڑکی درکار تھی یا پھر ڈھیر سارا جہیز اور یہ دونوں ہی چیزیں وہ فراہم کرنے سے قاصر تھے آنے والوں کو گھر کی حالت سے ان کے مالی حالات سے آگاہی ہوجاتی۔ تین کمروں کے مختصر چھوٹے چھوٹے کمروں اور مختصر سے صحن پر بنا پسماندہ گھر جہاں اچھے وقتوں میں پالش اور رنگ وروغن ہوا تھا۔ دوسری کسر مریم کی صورت دیکھ کر پوری ہوجاتی اور آنے والے دوبارہ صورت نہ دکھاتے اس کے رشتوں کے انتظار نے باقی دونوں بہنوں کو بھی انتظار کی سولی پر ٹانگ رکھا تھا۔

خالہ آتے ہی اس کی شادی کا رونا لے کر بیٹھ جاتیں دعاؤں کے ساتھ اس کا اصرار بھی چلتا رہتا کہ اگر مریم کی ابھی نہیں ہورہی تو کم از کم اس کے انتظار میں حمیرا کو بوڑھی نہ کیا جائے۔ حالانکہ وہ اس سے دو سال چھوٹی تھی۔ سروری بیگم کبھی ان کے فرمان سن لیتیں اور کبھی زچ ہوکر ٹوک بیٹھتیں۔

''اری رقیہ بہن زمانے کو موقع مل جائے گا باتیں بنانے کا صاف کہہ دیں گے۔'' مریم کے ددھیال والوں کو صبر نہ ہوا دیکھو تو سمیرا کے چچا بھی تو بھتیجی کے ارمان میں اپنے سب احساس ٹھنڈے کیے بیٹھے ہیں۔ جب آتے ہیں یہی پوچھتے ہیں مریم کا کہیں سے رشتہ آیا۔ کیا بات ہوئی۔ دل جل کر رہ جاتا ہے۔ کیا برا تھا گر یہ بچی بھی شکل وصورت میں ننھیال پر پڑ جاتی مگر......!'' وہ تاسف و افسوس ظاہر کرتیں۔

''ہاں آپا! مرد تو کم صورت چل جاتا ہے مگر عورت ......! کی کایا بڑی مٹی ہوتی ہے۔ یہ زمانہ خوبیوں پر کہاں نظر رکھتا ہے وگرنہ بچی میں خوبیاں تو لاکھوں ہیں، سگھڑ ہے، سلیقہ مند، پڑھی لکھی، شریف اور مختلف کورسز کر رکھے ہیں۔'' وہ معترف ہوتیں، ''اگر نعمان سے بڑی نہ ہوتی تو میں حمیرا کے بجائے پہلے اس کا سوچتی۔'' وہ برملا اظہار کرتیں اور سروری بیگم دل مسوس کر رہ جاتیں۔ صرف ایک ماہ بڑے ہونے سے کیا ہوتا ہے، اگر انسان ظرف بڑا کرلے۔ مگر وہ دل کی بات دل میں سوچ کر رہ جاتیں آخر وہ بہن کے ساتھ بیٹی کی ہونے والی ساس بھی تھیں۔ کچھ لحاظ تو رکھنا تھا۔ یونہی زندگی کے جھمیلوں میں چھ سال گزر گئے۔ بہن کا اصرار بڑھتا گیا اب تو اقبال چچا بھی مریم سے قطع نظر اپنے بیٹے کی شادی کی بات کرنے لگے تھے، وہ تو سروری بیگم کو مشورہ دیتے کہ لگے ہاتھوں جس بیٹی کے نصیب کھل رہا ہے اس پر انہیں اب غور کرنا چاہیے۔ مریم کی آس میں وہ کب تک بیٹھے رہیں گے۔ اس دوران ثاقب کے دوست کے توسط سے فیروز حسن کا رشتہ آیا تھا۔ وہ ان کے آفس میں کمپیوٹر سیکشن میں ہوتا

تھا۔ تنخواہ بھی ٹھیک ٹھاک تھی شکل وصورت معمولی تھی تو کیا ہوا؟ قد چھوٹا تھا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ سر کے آگے سے بال اڑے ہوئے تھے پھر بھی وہ انہیں قبول تھا۔ کیونکہ اپنی دو بہنوں کو وہ بیاہ کران کے گھروں کا کرچکا تھا۔ ماں باپ کے انتقال کو مدت ہوئی، بہنوں کے اصرار پر ہی وہ شادی کررہا تھا۔ تھوڑی عمر زیادہ ہوگئی تھی۔ مگر عمر تو مریم کی بھی بڑھ چکی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر مطمئن نہیں تھیں۔ ذرہ برابر وہ انہیں پسند نہیں آیا تھا۔ مگر ثاقب نے کچھ اس طرح انہیں سمجھایا تھا کہ اس کی ساری خامیاں بھی خوبیاں بن کر نظر آرہی تھیں۔

''اماں! لڑکے کی شکل وصورت پر نہ جائیں، اتنی مہنگائی کے وقت میں اپنا گھر قسمت والوں کا ہوتا ہے پھر محنتی ہے، قابل ہے، تنخواہ بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ مرد کی عمر کون دیکھتا ہے۔ اس کی شرافت دیکھی جاتی ہے۔ مریم کو سمجھانا اب آپ کا کام ہے۔ اپنی قسم دے کر منائیں گی تو وہ کیسے انکار کرے گی۔ آخر اس کے بعد حمیرا اور سمیرا کا بھی کرنا ہے۔ خالہ اور چچا کب تک انتظار کریں گے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ مریم کے چکر میں ہم ان کے رشتوں سے بھی ہاتھ گنوا بیٹھیں۔'' کہتے کہتے اس کا لہجہ سخت ہوگیا تو سروری بیگم بیٹے کے تیور دیکھنے لگیں۔ جسے روز بہ روز اپنی بہن کا وجود کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا تھا۔ بہو کی باتوں سے بھی وہ نالاں تھیں، جو آئے دن ہر پڑوسی اور رشتے داروں کے درمیان نند کی بڑھتی عمر اور کم صورتی کا رونا روتی نظر آتی تھی۔ وہ خود دل سے یہی چاہتی تھیں کہ مریم اپنے گھر کی ہوجائے چھ سال ہوگئے تھے اس کو ٹیچنگ کرتے۔ شروع میں اس کی تنخواہ کم تھی پھر گزرتے برسوں میں اس کی قابلیت، محنت اور کارکردگی پر تنخواہ بڑھادی گئی تھی۔ کچھ وہ بچوں کو شام میں ٹیوشن پڑھاتی تھی۔ پہلے پہل بچے کم تھے پھر تعداد بڑھتی گئی۔ اب اتنے بچے ہوتے تھے کہ مہینے میں ٹھیک ٹھاک رقم بن جایا کرتی تھی۔ جس کی سروری بیگم نے کمیٹی ڈال رکھی تھی۔ بقول ان کے ''مریم کی شادی پر یہ رقم کام آئے گی۔'' فیروز حسن کا رشتہ غیبی امداد کے طور پر انہیں نہ صرف پسند آیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی رضامندی سے مریم کو بھی آگاہ کرڈالا تھا۔

''مگر اماں میں...... مجھے کچھ تو وقت دیں سوچنے کے لیے۔'' وہ حیران پریشان انہیں تشویش میں مبتلا کرگئی۔

''دیکھو اب اور کتنا سوچنا ہے خیر سے بتیس کی ہونے والی ہو اپنی کوئی فکر ہے یا یونہی کما کما کر بال سفید کرنے ہیں۔'' وہ باقاعدہ ناراض ہوگئیں۔

''میں نے ایسا کب کہا۔'' وہ زچ ہوئی۔

''پھر وقت کیوں چاہیے خیر سے اچھا گھرانہ ہے شریف لڑکا ہے۔ محنتی، قابل ہے۔'' وہ اس سے زیادہ اس کی خوبیاں بیان نہ کرپائیں۔

''ٹھیک ہے مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے، مگر کچھ وقت چاہتی ہوں اگر آپ دیں تو......!'' وہ کہتے کہتے چپ ہوگئی۔

''دیکھ تو اچھی طرح سوچ سمجھ لے وقت تیزی سے گزر رہا ہے یہ نا ہو کہ تمہارے ابا کی طرح میں بھی اس آس میں......!'' وہ اُداس ہوگئیں تو مریم نے ان کے شانوں پر اپنے بازو دراز کرتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی۔

''ایسا نہ کہیں ابھی تو آپ کو مونا (پوتی) کو بھی بیاہنا ہے۔ بڑی آپا کی روحی آپ کے ہاتھوں کے رخصت ہوگی، ان شاء اللہ۔'' وہ انہیں سنہرے خواب دکھا رہی تھی۔

وہ اچھی امید اور آس لیے چپ ہوگئیں۔ ایک مہینے کے بعد دوبارہ فیروز حسن کی بہنیں شام میں اس وقت آئیں جب مریم بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھی۔ یوں ان لوگوں نے پہلی بار مریم کو دیکھا سادہ سی مریم انہیں پہلی ہی نظر میں بے حد اچھی لگی یا پھر کہہ لیں کہ بھائی کے جوڑ کی لگی۔ انہوں نے اپنی رضامندی دیتے ہوئے شگن کے کچھ پیسے دینے چاہے تو سروری بیگم سوچ میں پڑ گئیں۔ مریم نے وقت مانگا تھا۔ انہوں نے مناسب لفظوں میں انہیں سمجھایا اور اگلے ہفتے جواب دینے کو کہا۔ ان کے جانے کے بعد بہو اور بیٹے کی زبان چل نکلی جو ماں کی کوتاہی اور کمزوری کو ہدف بنا کر ان کے

لتے لے رہے تھے۔

''ابھی بھی سوچا جارہا ہے کوئی رشتوں کی لائن لگی ہوئی ہے جو اتنا پس وپیش ہورہا ہے۔ ہاں کہہ کر جان چھڑانی تھی اور کب تک اسے بٹھانا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ آپ کو اسے بیاہنا ہی نہیں ہے۔ اتنا اچھا رشتہ آیا ہے قسمت سے، اور مزاج ہی نہیں مل رہے۔'' ثاقب اور دلہن کی بڑبڑاہٹ ان کی ناراضگی کو بڑھا رہی تھی۔ وہ بہو اور بیٹے کے منہ نہیں لگ سکتی تھیں، مگر صبح صبح مریم کے آگے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگیں۔ ان کی تلخ وترش سن کر مریم کو بھی اندازہ ہو چکا تھا اسے اس ہفتے میں ہر صورت جواب دینا تھا۔ آر یا پار، دونوں میں سے ایک ہی صورت ہونی تھی گھر میں بڑھتی ہوئی کشیدگی اور تلخی سے بہتر تھا کہ وہ ماں کے آپشن کو مان لیتی مگر اس دل کا کیا کیا جائے جو احراز کے بجائے کسی اور کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ کسی اور کو اس مقام پر رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ اسکول آف ہونے کے بعد احراز کے آفس جائے گی۔ لنچ ٹائم میں ایک گھنٹے وہ فری ہوتا تھا۔ وہاں کینٹین میں ان کی بات ہوسکتی تھی۔ اس نے فون کر کے اپنے پروگرام سے اسے آگاہ کیا اور گزرتے وقت کا انتظار کرنے لگی۔ مگر آج دھیان بار بار بھٹک رہا تھا۔ احراز اور اس کا کم و بیش چھ سال کا ہی ساتھ تھا۔ اس نے نیا، نیا اسکول جوائن کیا تھا اکثر بھیڑ کی وجہ سے اس کی بس رہ جایا کرتی تھی۔ وہ رش کم ہونے کے انتظار میں لیٹ ہوجایا کرتی تھی۔ بس اسٹاپ پر ان کی واقفیت ہوگئی جو بڑھ کر پہلے دوستی اور پھر محبت میں تبدیل ہوگئی۔ احراز اچھی شکل وصورت کا خوبرو نوجوان تھا۔ اس کا ہم عمر تھا۔ جس قسم کے مسائل سے وہ دوچار تھی کم وبیش اس کے ساتھ بھی یہی مسائل تھے۔ اس کی تین بہنیں اور دو چھوٹے بھائی تھے۔ سب پڑھ رہے تھے۔ والد بھی جاب کرتے تھے اور ایم اے کرنے کے بعد وہ بھی نوکری کرنے لگا تھا۔ بہت زیادہ خوش حالی نہیں تھی۔ مگر اچھا گزارہ ہوجایا کرتا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ مریم کی کس ادا سے متاثر ہو کر اس کی طرف بڑھا تھا مگر مریم نے اس کی شرافت اور کردار کی پختگی دیکھ کر اس کا انتخاب کیا تھا۔ آج کل کے نوجوانوں کی طرح نہ تو لڑکیوں پر اس نے جملے کستے دیکھا تھا نہ ہی کسی خوب صورت چہرے کو دیکھ کر دیوانہ ہوتے وہ بہت سنجیدہ اور سوبر تھا۔ اس کی یہی عادتیں مریم کے دل میں اس کا گہرا مقام بنا گئی تھیں۔ محبت کا پہلے اظہار بہت اچھوتے اور منفرد انداز میں اس نے ایک دن گلاب دیتے ہوئے کیا تھا۔ بہت زیادہ رومانی نہ سہی مگر اس کی گفتگو مہذب ہوا کرتی تھی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس کی گفتگو کے کسی حصے کو سن کر اس کا موڈ خراب ہوا ہو، وہ بہت اچھا سینس رکھتا تھا اور حسِ مزاح بھی۔ کتابوں کا اسے بھی شوق تھا اور مریم کو بھی، ان کی کافی عادتیں ملتی جلتی تھیں اور مزاج کی یہی ہم مزاجی انہیں قریب لے آئی تھی۔ ان چھ برسوں میں شادی کے علاوہ ان کی ہر موضوع پر سیر حاصل گفتگو ہوچکی تھی۔ اس نے اپنی ازلی شرم کے باعث اس موضوع کو نہ چھیڑا اور احراز نے بھی اس کا ذکر کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ مگر اب وقت آ گیا تھا۔ اسے اس موضوع پر احراز سے صاف اور دوٹوک بات کرنی تھی۔ اپنا فیصلہ سنانا تھا اور اس کی مرضی جاننا تھی۔ اگر وہ انکار کردے تو......! اندر کہیں چور بیٹھا تھا جو بار بار اس خدشے کا اظہار کرتا تھا اور اس کی پیشانی برف آلود ہوجاتی تھی۔ صرف اس خیال سے ہی کہ اگر وہ انکار کردے گا تو کیا وہ اس دوستانہ سلسلے کو برقرار رکھ سکے گی یا اس سے قطع تعلق کر کے بیٹھ جائے گی۔ اسے چھوڑ دینے کا خیال ہی کس قدر تکلیف دہ تھا۔ جس نے اس کی نیند اڑا ڈالی تھی۔ اس پر مستزاد ماں کے فیصلے کو ماننا بھی تھا۔ آج وہ نہ تو صحیح پڑھا سکی اور نہ ہی اس کا دھیان کتابوں کی طرف تھا وہ ناسازی طبع کا بہانہ کر کے آدھا پیریڈ لے کر وٹینگ روم میں بیٹھ گئی۔ کلاس آف ہوئی تو شینا جو اس کی دوست اور ساتھی ٹیچر بھی تھی وہ اس کی الجھن اور پریشانی کی کیفیت کو کافی دنوں سے نوٹ کررہی تھی۔ پوچھ بیٹھی۔

''کیا بات ہے کچھ پریشان ہو، گھر میں پھر کوئی مسئلہ

ہے۔'' اس نے مریم کے چہرے پر بکھری پیرشانی کو دیکھتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ تو جواب میں مریم نے مختصراً اپنے رشتے کی بابت اسے آگاہ کر ڈالا۔

''ارے واہ یہ تو اچھی خبر ہے اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔ میرا خیال ہے اب تمہیں سہرے کے پھول سر پر سجا ہی لینے چاہئیں۔ بلکہ تمہارے ہاں تو سہرے کے پھول دولہا کے سجتے ہیں ہے نا۔'' وہ اپنی بات کہہ کر ہنسی تھی، وہ کرسچن تھی اس لیے ان کے ہاں یہ رسومات نہیں ہوتی تھیں۔

''مسئلہ یہ نہیں ہے، بلکہ میں کسی کو پسند کرتی ہوں اور وہ بھی......!'' اس نے ٹوٹے ٹوٹے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

''ارے واہ، چھپی رستم آج تک تو بتایا نہیں، کون ہے، کہاں ہے، کیسا ہے؟'' اس نے ایک ساتھ کئی سوال اکٹھے کر ڈالے اس کی بے چینی پر وہ ناراض ہوتے ہوئے بولی۔

''یار تمہیں شوخیاں سوجھ رہی ہیں یہاں جان عذاب میں مبتلا ہے آج تک ہمارے درمیان اس موضوع پر کبھی بات نہیں ہوئی۔ اپنے منہ سے یہ بات کہتی اچھی لگوں گی۔'' وہ پریشان ہورہی تھی۔

''اوہ کم آن یار وہ زمانے گئے جب لڑکیاں، بالیاں ایسی بات کرتے ہوئے لجا سے شرمایا بلکہ مرجایا کرتی تھی۔ دوپٹے کا کونا کیا بلکہ آدھا دوپٹا کھا جایا کرتی تھیں آج کل ماڈرن جدید زمانہ ہے لڑکا ایسی بات نہ کرے تو لڑکی کرے کیا فرق پڑتا ہے؟ زندگی تو دونوں کو مل کر گزارنی ہے۔ مجھے دیکھ لو میں نے عاشر سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر شادی کرنی ہے تو سلسلہ بڑھانا صحیح ہے وگرنہ السلام علیکم تم اپنے راستے میں اپنے راستے میں صحیح ہوں۔ تم بھی یہی اصول اپناؤ۔ کتنا ٹائم ہوا ہے تمہیں آپس میں......!'' وہ کہتے ہوئے اپنی ازلی بے نیازی و بے فکری سے پوچھ رہی تھی۔

''تقریباً چھ سال۔'' وہ سرد لہجے میں مایوسی سے بولی۔

''اوہ گاڈ چھ سال۔ کیا چھ سال میں ایک بار بھی اس نے کچھ نہیں کہا۔ وہ واقعی سیریس ہے یا ٹائم پاس کررہا ہے۔'' اس نے مشکوک لہجے میں کہا تو مریم نے کتابیں سمیٹ کر بیگ شانے سے لٹکالیا۔ کلاسز آف ہونے کے بعد ماسی دروازہ بند کرتی پھر رہی تھی۔ وہ دونوں وہاں سے گزرتی ہوئی باہر گراؤنڈ میں آئی جہاں وین والی لڑکیاں وین کے انتظار میں بینچوں پر بیٹھی تھیں اور زیادہ تر لڑکیاں اپنے گھروں کو روانہ ہوچکی تھیں۔

''پتا نہیں وہ وقت پاس کررہا ہے یا میں، مگر اس کے بغیر اب میری زندگی مشکل ہوگئی ہے۔'' اس نے بے چارگی سے کہا۔

''آج حوصلہ کرلو دوٹوک پوچھ لو۔ تمہیں اندازہ ہوجائے گا وہ کتنے پانی میں ہے۔'' وہ اسے نئی راہ دکھا رہی تھی۔

''سوچ تو رہی ہوں مگر...... حوصلہ کہاں سے لاؤں گی۔'' وہ بے بسی سے کہہ رہی تھی۔

''مجھ سے لے لو ایک کلو چاہیے یا دس کلو۔ واہ بھئی واہ حوصلہ کہاں سے لاؤں سمجھ میں نہیں آتا تمہارے جیسی بزدل لڑکیاں محبت جیسا خطرناک عمل کیسے کرلیتی ہیں، اس کے تو وائرس بھی بڑے خطرناک ہوتے ہیں، لگ جائیں تو بندے کو تباہ کردیں۔'' وہ اپنی گول گول آنکھوں کو گھماتی عجیب سی شکل بنا کر بولی تو مریم کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کبھی تو اچھی بات کیا کرو۔'' مریم نے اسے ٹوکا۔

''نیکی برباد گناہ لازم، یہاں آپ کی ٹینشن فری کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور خلوص کا یہ جواب سچ کہتی ہوں۔ دنیا وہ نہیں جو نظر آتی ہے، دنیا کے لوگوں نے اپنے چہرے پر ماسک پہن رکھے ہیں اندر کچھ باہر کچھ کس کے اصل کا پتا ہی نہیں چلتا۔ تم اتنی دور نہ نکل جانا کہ واپسی کا سفر مشکل ہوجائے۔'' وہ اس کے ساتھ اسٹاپ تک آئی پھر اپنے روٹ کی بس کو دیکھ کر اس سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوگئی اور وہ بددلی سے اپنی بس کا انتظار

کرنے لگی۔ ابھی اسے احراز کے آفس جانا تھا۔ اس سے اس معاملے پر بات کرنی تھی اور سب کام کہہ دینے سے آسان نہیں ہوجاتے۔ وہ شینا نہیں تھی، جو محبت مقابل کے آگے صاف گوئی سے اپنا مدعا بیان کرسکتی تھی۔ اسے کبھی عادت نہیں رہی تھی کہ اتنی آسانی اور صاف گوئی کے ساتھ سچ کہہ سکے اگر ایسا ہوتا تو اسے آج اتنی پریشانی وجھجک کا سامنا نہ ہوتا۔ وہ اسی ٹینشن میں بس میں چڑھی اور اس کے آفس کے آگے اترنے کے بجائے اپنے گھر کے راستے پر آ گئی۔ گھر پر وہی موضوع زیر بحث گفتگو تھا۔ سروری بیگم کی ٹھنڈی آہیں اور بہنوں کے چہرے سے جھلکتی ناراضگی ان کے مزاج بتا گئی تھی بھابی نے باقاعدہ ہونہہ کہہ کر گردن موڑ لی تھی۔ وہ اپنے اور بہنوں کے مشترکہ کمرے میں آ کر کتابیں ٹیبل پر رکھ کر پلنگ پر بیٹھی تھی۔ افسردگی و رنجیدگی دل میں پنجے گاڑے بیٹھی تھی۔ دل کو کچھ بھی بھلا نہ لگ رہا تھا۔ آنکھوں میں خوامخواہ آنسو اُترتے محسوس ہورہے تھے۔ ماں کی ناراضگی اور بہنوں کے رویے سے اس کے نازک سے دل کو خاصی ٹھیس پہنچی تھی۔ وہ سوچوں میں غلطاں بیٹھی تھی۔ جب سروری بیگم اس کے سامنے آ کر کھڑی ہوئیں۔

''میرے سفید بالوں کا ہی خیال کرلے مریم، مجھے اپنی رضامندی دے دے تاکہ میں تیرے فرض سے سبکدوش ہوسکوں۔ تیرے بعد تیری باقی دو بہنوں کی بھی شادی کرنی ہے۔ مجھے ان کی فکر بھی کھائے جارہی ہے۔ تو خیر سے اپنے گھر کی ہو تو ان کا سوچوں۔ تجھے ربّ کا واسطہ میرے لیے آسانی کردے۔'' صبح کی نسبت اس وہ غصے میں نہ تھیں۔ انتہائی رنجیدگی و غمگین لہجے میں وہ اس کا جواب مانگ رہی تھیں۔ وہ ان کے ہاتھ تھام کر رو دی۔

''اماں...... !صرف آج کی رات اور پھر جو تم کہو گی وہی ہوگا۔'' اس کا جواب اتنا تسلی بخش تھا کہ ان کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ مسرت سے حمیرا کو آواز دے کر بلانے لگیں۔

''بہن کب سے آئی بیٹھی ہے کھانے کا ہوش ہے کہ نہیں۔ جلدی لاؤ۔'' ان کی خوشی نے بہنوں کے چہرے بھی کھلا ڈالے۔

''انسان بھی کتنی جلدی اپنے رویے بدل لیتا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ سب اس کے لیے اجنبی اور غیر ہوگئے تھے اور اب وہی پہلے جیسی اپنائیت اور محبت ان کے چہروں پر نظر آرہی تھی۔ وہ ان کے بہت اصرار پر تھوڑا بہت کھا کر اٹھ گئی۔ اسے احراز سے بات تو کرنی تھی۔ یہ وہ موضوع تھا جس پر کسی نہ کسی کو پہل تو کرنی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا۔ رات میں جب بھابی اپنے کمرے میں چلی جائے گی تب وہ احراز سے بات کرے گی ان کی زیادہ تر گفتگو آفس کے فون پر ہی ہوتی تھی کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ اسے گھر پر فون کرنا پڑا ہو مگر آج مجبوری تھی شرم و حیا آڑے آرہی تھی۔ اس سے نظریں ملاتے ہوئے، جھجک مائل تھی اس نے سوچا فون پر اس کی رائے معلوم کروں، کیا کہتا ہے۔ یہ سوچ کر وہ رات ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ ذہن بہت سی گتھیوں میں الجھا ہوا تھا۔ ثاقب اس کی رضامندی سے خوش نظر آرہا تھا۔ بھابی کا رویہ بھی خلافِ توقع بہتر تھا۔ وہ جب تک اس کے سامنے بیٹھی رہیں یہی کہتی رہیں کہ اس کے سامنے کے بچے جوان ہورہے ہیں۔ اس لیے اسے اپنے لیے بہتر اور صحیح فیصلہ کرنا چاہیے۔ مرد کی صورت شکل کو نہیں دیکھنا چاہیے پیسا پاس ہو تو سو عیب بھی چھپ جاتے ہیں۔ فیروز حسن شکل کا کم صورت ضرور ہے مگر اچھی پوسٹ پر ہے اور گھر بار والا ہے۔ بہنیں بھی گھر بار والی ہے وہ اس گھر کی مکمل طور پر مالک مختار ہوگی۔ ساس، سسر کا جھنجٹ بھی نہیں ہوگا۔ اس سے زیادہ عورت کو اور کیا چاہیے۔ وہ ہمیشہ کی طرح ان کی سچ گوئیاں مانتی رہی۔ رات ہوتے ہی اسے یوں لگا جیسے اس کا جمع شدہ حوصلہ و ہمت جواب دیتی جا رہی ہو۔ اسے اپنی کم ہمتی و بزدلی پر غصہ آنے لگا۔ بقول احراز وہ رات بارہ بجے تک جاگتا تھا سردیوں کے دن تھے اسے اندازہ نہ تھا سب دس بجے تک اپنے کمروں میں چلے جائیں گے اور ہوا بھی یہی اماں کے کمرے میں فون رکھا تھا۔ اماں سرِ شام ہی سونے کی عادی تھیں اور صبح سحر خیزی سے انہیں اٹھنا ہوتا تھا۔ ان کے خراٹوں سے ان کی نیند کا احساس ہوتا تھا۔ وہ فون اٹھا کر صحن میں آئی جو ٹھنڈ سے سرد ہورہا تھا۔ سردی کے یخ احساس نے لمحہ بھر کو اس کے وجود کو سن کر ڈالا ہاتھوں کو رگڑتی وہ صحن کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ اور فون اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا تار لمبا ہونے کے باعث فون ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں آسانی لے جایا جاسکتا تھا۔ یہ سہولت بھی بھابی بیگم کی وجہ سے دی گئی تھی جو آج اس کے کام آرہی تھی۔ وہ سوچتی آنکھوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ فون کو دیکھتی رہی پھر ہمت مجتمع کرکے اس نے نمبر ملائے تھے۔ بارہ بجنے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ احراز سے بات ہوسکتی تھی پہلی بار وہ اس کے گھر کے نمبر پر ڈائل کر رہی تھی۔ ورنہ کبھی ایسی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ اس نے سرد ہوتی انگلیوں سے نمبر ملائے اور سن ہوتے کان پر ریسیور رکھا تھا۔ دوسری طرف سے کوئی نقرئی آواز اس کا تعارف جاننا چاہ رہی تھی۔ لمحہ بھر کو وہ گھبرا گئی۔ اچھا نہیں لگتا تھا کہ جس گھر میں اسے بیاہ کر جانا تھا وہ لوگ اتنی رات گئے اس کے فون کی خبر سنتے۔ اس نے یہی محسوس کیا احراز کی بہنوں میں سے کوئی تھا۔ ''بولیں بھئی کس سے بات کرنی ہے۔'' لڑکی اس کی خاموشی سے چڑ رہی تھی۔

''ثنا...... ثنا بات کر رہی ہوں احراز ہوں گے۔'' اس نے بے قابو ہوتے دل کے ساتھ اس کا پوچھا تھا۔ ''تم لوگوں کو اور کام نہیں ہے آفس سے آتے نہیں فون آنے شروع ہوجاتے ہیں آفس میں باتیں پوری نہیں ہوتی جو گھر فون کیا ہے۔'' وہ خاصی بےزار دکھائی دے رہی تھی، دونوں بہنیں احراز سے چھوٹی تھیں اور ان کی اتنی مجال نہیں ہوسکتی تھی کہ اس کے معاملات پر اسے ٹوک سکیں یا اس طرح برملا اظہار کرسکیں وہ شش و پنج میں پڑ گئی کہ بات کرے پابند کردے۔ اس نے لب کاٹتے ہوئے پل بھر کو سوچا پھر جھجکتے ہوئے احراز کے بارے میں جاننا چاہا۔

''پلیز آپ احراز کو بلادیں۔''

''کیوں، میرا وجود کانٹا لگ رہا ہے، جس شخص کی چکنی

اقصیٰ کنزہ

ڈیئر آنچل فیملی اور تمام قارئین کو محبت اور خلوص بھرا سلام قبول ہو۔ میرا نام اقصیٰ کنزہ ہے۔ میرا تعلق سرگودھا سے ہے میرے گھر میں ابو امی دادا ابو میرا بھائی اور میں رہتے ہیں۔ میں ایف اے کی اسٹوڈنٹ ہوں میرا اسٹار Virgo ہے۔ اسٹارز پر تھوڑا بہت یقین رکھتی ہوں لیکن پڑھتی ضرور ہوں۔ بے حد سادہ ہوں میک اپ وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تنہائی پسند ہوں۔ زیادہ بولتی بھی نہیں ہوں موسموں میں مجھے سردیاں اچھی لگتی ہیں کھانے میں مجھے نمکین چیزیں پسند ہیں میٹھے میں آئس کریم پسند ہے تھوڑی بہت کوکنگ بھی کرتی ہوں۔ رنگوں میں گلابی، فیروزی، جامنی بہت پسند ہیں۔ باقی رنگ بھی اچھے ہیں موویز نہیں دیکھتی ہوں صرف ڈرامے دیکھتی ہوں اور میوزک کبھی کبھار سن لیتی ہوں۔ رائٹرز میں نازی آپی اور آپی سمیرا شریف بے حد پسند ہیں آخر میں ایک ریکوئیسٹ ہے کہ مجھے اچھی سی اور پیاری سی دوستوں کی ضرورت جو ہمیشہ میرا ساتھ دیں پلیز جواب ضرور دیجیے گا۔ خدا حافظ

اتنا ٹوٹی ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گی
اب اگر اور آزماؤ گے تو مر جاؤں گی
پھول رہ جائیں گے فقط گلابوں کی نظر
میں تو خوش بو ہوں ہواؤں میں بکھر جاؤں گی
اک عارضی مسافر ہوں میں تیری کشتی میں
تو جہاں مجھے کہے گا میں اتر جاؤں گی
ہاتھ پکڑو گے تو سایہ بن کے ساتھ رہوں گی
ہاتھ چھوڑو گے تو ہمیشہ کے لیے بکھر جاؤں گی

چیڑی باتوں پر فدا ہو اس کی وائف سے بھی چند باتیں کرلو گی تو تمہارا بھلا ہی ہوگا برا نہیں......!" وہ تلخی سے اس کے سر پر آسمان گرا رہی تھی۔

"وا......ئف......!" اسے یقین نہیں آیا جو چند الفاظ اس نے ادا کیے تھے وہ سچ تھے حقیقت تھی یا پھر اس کے کانوں کو دھوکا ہوا تھا۔

"وائف! کیا آپ ان کی وائف بات کررہی ہیں۔" اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا پھنسنے لگا۔ دل پر کسی نے جیسے گھونسا مارا تھا وہ درد کی کیفیت سے دوچار تھی۔

"وائف ہی ہوں مگر اس کم ظرف شخص نے اپنا فون سننے کے لیے ماسی بنا رکھا ہے۔ آفس سے آتے دیر نہیں ہوتی کہ تم جیسی بے وقوف اور احمق لڑکیوں کے دسیوں فون اس کے بلاوے کے لیے آجاتے ہیں۔ آخر کیا نظر آتا ہے تم لڑکیوں کو اس میں صرف صورت ہی اچھی ہے اور باتیں کرنے کا فن جانتا ہے۔ وگرنہ کردار تو پھٹے کاغذ کی طرح پھٹیچر ہے اور تمہارے جیسی لڑکیوں نے اس کا دماغ خراب کررکھا ہے۔ تعریفیں کر کر کے۔" وہ خاصی ناراض منہ پھٹ اور تیز لگ رہی تھی۔ مریم کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں کے مصداق وہ اپنی جگہ پر بیٹھی برف ہو رہی تھی۔

"مجھے ان سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ مرے لہجے میں بولی سارا جوش وخروش اور خوشی ہَوا ہو چکی تھی۔ اتنا بڑا دھوکا اتنا بڑا فریب شینا صحیح کہتی ہے دنیا کے لوگوں نے اپنے چہرے پر کئی ماسک چڑھا رکھے ہیں جس سے کسی کے اصل کا اندازہ نہیں ہوتا۔ ان چھ برسوں میں وہ اسے دل کھول کر بے وقوف بناتا رہا اور وہ جی بھر کر بنتی رہی۔ کبھی یہ غور کرنے کی سعی نہیں کی کہ اگر یہ مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے تو کبھی پانے، حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا کبھی ملنے کا تقاضہ نہیں کیا وہ اس کی دوستی، اس کے ساتھ پرخوش تھا اور وہ اسے اس کی شرافت اس کے کردار کی پختگی سمجھتی رہی۔

"ضرور کرنا مگر ابھی وہ بچے کی دوا لینے مارکیٹ تک گئے ہیں آجائیں تو کرلینا سمجھ میں نہیں آتا تم لڑکیوں کے پیرنٹس اتنے بے خبر کیوں ہیں جو ان کی ناک کے نیچے تم غیر، اجنبی لڑکوں سے دوستیاں کرتی پھرتی ہو یا پھر احراز کی طرح تم نے بھی شغل اختیار کررکھا ہے ٹائم پاس کرنے کا۔" وہ اسے جی بھر کر سنا رہی تھی اور جو جتنا جلا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی کڑوا ہوتا ہے۔ ان کی باتیں سن کر مریم کا جی چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے اس نے خاموشی کے ساتھ ریسیور کریڈل پر رکھا تھا۔ بھیگتی اوس میں اس کا وجود اکڑ سا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے گرم آنسو گالوں کو بھگونے لگا۔ اسے سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے رونا کیوں آرہا تھا احراز کے دھوکے پر یا اپنے بے وقوف بنائے جانے پر یا پھر اس اعتبار پر جو جی بھر کر اس نے بے اعتبار کیا تھا اور اسے آج پتا چلا تھا کہ جس تعلق کو وہ محبت سمجھتی رہی تھی وہ تو اس کے لیے ٹائم پاس کا ذریعہ تھا وہ ہی نہیں نجانے کتنی لڑکیوں کے فون اس کے گھر پر آتے تھے۔ گھر پر یہ حال تھا تو آفس میں اسے کون پوچھنے والا تھا؟ اور جو اچھی شکل وصورت کے ہوتے ہیں ان کے معیار بھی اونچے ہوتے ہیں۔ اس نے یہ کیوں نہیں سوچا اس کے لیے تو فیروز حسن جیسے معمولی کم صورت شخص کا ساتھ ہی بہتر تھا۔ اگر اس نے انجانے میں کچھ خواب بن ڈالے تھے۔ تو اس میں احراز کا کیا قصور تھا۔ اس نے کبھی کوئی امید نہیں دلائی تھی۔ ان چھ برسوں میں کبھی کوئی لفظ آس کا نہیں پکڑایا تھا۔ مستقبل کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس کی باتیں آج اور حال پر ہوتی تھیں۔ جس تعریف کی وہ متلاشی تھی وہ لفظ اسے سننے کو ضرور مل جاتے تھے اور لڑکیاں کسی سے کیا مانگتی ہیں تعریف کے وہ پھول الفاظ کے وہ موتی جو ان کے خون کی روانی کو اور بڑھا دیتے ہیں اور جب کبھی اپنے گھر میں یہ الفاظ سننے کو نہ ملے تو انسان کہیں نہ کہیں در پردہ چور راستہ اختیار کر ہی لیتا ہے۔ وہ بھی انجانے میں اس چور راستے کی طرف آگئی تھی۔ مگر بہت دور آنے سے پہلے کسی کی دعاؤں نے اسے کھائی میں گرنے سے بچالیا تھا

اور وہ اپنے بچ جانے پر رو رہی تھی۔ استعمال کیے جانے پر آنسو بہا رہی تھی یا اپنے قیمتی جذبے بے مایا ہونے پر، کتنے ہی احساس تھے جو اسے آنسو بہانے پر مجبور کررہے تھے۔ کافی دیر دل ہلکا کرنے کے بعد وہ اٹھی اور پھر فون اماں کے کمرے میں رکھ کر واپس اپنے کمرے کی طرف گئی وہاں اماں محوخواب تھیں یہاں دونوں بہنیں آسودہ نیند لے رہی تھیں آج شام بھائی کے ساتھ اماں کی جو میٹنگ ہوئی تھی اس میں انہوں نے ثاقب اور دلہن کو یہی خوش خبری سنائی تھی کہ لگے ہاتھوں اگلے ہفتے مریم کی بات طے کردی جائے گی اور دو ماہ کے مختصر وقفے میں اسے اپنے گھر کی کردیا جائے، پہلے ہی وقت بہت برباد ہوچکا ہے آگے دو کو اور نمٹانا ہے۔ دونوں بہنوں کے چہرے پر بجی آسودہ مسکراہٹ اس بات کی غماز تھی، وہ اس فیصلے سے مطمئن وشاد تھیں۔ صبح اسکول روانہ ہونے سے پہلے اس نے سروری بیگم کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا اور سست قدموں سے ان کی دعائیں سمیٹتی گھر سے باہر نکل آئی۔ بس اسٹاپ پر حسب معمول احراز اپنے وقت پر موجود تھا۔ اسے دیکھ کر وہ ہولے سے مسکرایا اور سر کے اشارے سے خیریت دریافت کی وہ اس کے اشاروں اور حوصلہ افزا مسکراہٹ پر مسکرا بھی نہ سکی، دل درد کا پھوڑا بنا ہوا تھا۔ دھوکے اور فریب کے احساس سے اس کا منہ کڑوا ہونے لگا۔ اس نے غیر ارادی طور پر نظریں دوسری طرف پھیر لیں۔ بسیں آتی رہیں لوگ چڑھتے، اترتے رہے اس وقت وہ دونوں رہ چکے تھے۔ جب احراز نے اس کے درمیان فاصلہ کم کرتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے موڈ آف لگ رہا ہے۔" چھ سالہ دوستی کی پاسداری کرتے ہوئے وہ تلخ نہ ہوسکی۔

"نہیں تو......!" مختصراً کہا۔

"کل تم لنچ ٹائم میں آفس نہیں آئی۔ سارا دن میں تمہاری راہ تکتا رہا کم از کم فون کردیتیں میں اتنا پریشان رہا۔" وہ چہرے پر فکر سجائے دل سوز لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اس کے بہترین فنکار ہونے پر اسے رشک آنے لگا لوگ کیسی کیسی اداکاری کرلیتے ہیں۔ یہاں اپنے تاثرات سنبھالنے مشکل ہوجاتے ہیں اس نے جل کر سوچا۔

"ہاں، میں آرہی تھی پھر سوچا کارڈ لے کر ہی جاؤں تو بہتر ہے۔" اس نے اپنے آپ کو مطمئن ظاہر کیا۔

"کارڈ، تمہاری بہن کی شادی ہورہی ہے۔" اسے معلوم تھا کہ اس سے چھوٹی دونوں بہنوں کی نسبت طے تھی اور بھائی ایک ہی تھا جو پہلے ہی شادی شدہ تھا۔ اس نے سرسری پوچھا۔

"شادی کا ہی ہے مگر بہن کی نہیں میری ہورہی ہے۔" وہ پرسکون لہجے میں بولی تبھی اسے اپنی بس آتی نظر آئی اس کے لفظوں پر اس کا چہرہ چند ثانیوں کے لیے پھیکا پڑ گیا۔

"اوہ مبارک ہو۔" وہ سنبھل کر اسے وش کررہا تھا۔

"مجھے اندازہ تھا۔ میری خوشی سے تم بھی خوش ہوگے آخر دوست ہو۔" وہ جتا رہی تھی طنز کررہی تھی۔

"صرف دوست۔" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ اسے یکسر بدلا ہوا اجنبی اور غیر لگ رہا تھا۔ وہ کہتے ہوئے بس میں چڑھ کر اپنی سیٹ تلاش کرکے بیٹھ گئی۔

اس نے مڑ کر اس شخص کے چہرے پر شرمندگی، ملال یا افسردگی دیکھنا نہیں چاہا۔ اسے معلوم تھا ایسے فنکار لوگوں کی زندگی میں کسی کے آنے یا جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انہیں ایک طرح سے عادت سی ہوجاتی ہے لوگوں سے تعلق بڑھانے دوستانہ میل جول رکھنے کی اور صنفِ نازک میں یہ دلچسپی ان کی فطرت کا حصہ ہے۔ کچھ لوگ ندیدوں کی طرح دیکھ کر اپنی ہوس پورا کرتے ہیں۔ دل کو سکون دیتے ہیں اور کچھ اس طرح ٹائم پاس کرکے۔ احراز کا شمار بھی دوسری قسم کے مردوں کی کیٹیگری میں ہوتا تھا۔ بظاہر سوبر وسنجیدہ، شریف اور اسمارٹ مگر فنکار......! اس نے تلخی سے سوچتے ہوئے سر جھٹکا تھا۔

قسط نمبر 35

پتھروں کی پلکوں پر

نازیہ کنول نازی

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

میں تجھ کو چاہ کے کیسے کسی کی چاہ کروں
تجھے نباہ کے کیوں کر کوئی نباہ کروں
تو زندگی ہی نہیں میری بندگی بھی ہے
کسی کو سوچ کے کیسے کوئی گناہ کروں

ہر گھڑی درد کی شدت سے سسکتی آنکھیں
اور اوپر سے تیرے وصل کے خوابوں کے عذاب
روز آنگن میں کھڑے پیڑ سے گرتے پتے
اور سرِ شام پرندوں پہ گزرتی آفات
نبض اور دل کی بغاوت سے تڑپتی ہے حیات
اس بھرے شہر میں بڑھتا ہوا لوگوں کا قحط
روز ہوتی ہے میرے ساتھ دیواروں کی جھڑپ
روز اک سانس کو پھانسی کی سزا ملتی ہے
اب تو آجا! اے میری جان کے پیارے دشمن
اب تو آجا کہ تیرے ہجر کے قیدی کو یہاں
روز اس شہر میں مرنے کی دعا ملتی ہے

رات کا پچھلا پہر تھا جب تختہ ہوئی کمر کے ساتھ امامہ حسن کو بالآخر خواتین کی جیل میں بھجوا دیا گیا۔ پچھلے ساڑھے چار گھنٹوں میں وہ ارسلان کے ساتھ اے ایس آئی کے کمرے میں بیٹھی انہیں اپنی ذات کے لیے صفائی دینے کی کوشش کرتی رہی تھی مگر......

وہاں ڈیوٹی پر موجود قانون کی ذمہ دار وردی میں ملبوس وہ ''انسانی گدھ'' اس ہاتھ آئی چڑیا کو کسی طور رہا کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ اے ایس آئی کا چند گھنٹوں کے لیے گھر جانے کا ارادہ بھی بدل گیا تھا۔ ارسلان مچل رہا تھا مگر قانون کے ان رکھوالوں کو احتجاجاً بلند ہونے والی آوازوں کو دبانے میں خاصی مہارت تھی۔

ارسلان پر کیس بن گیا تھا مگر امامہ کو بنا کسی چالان کے جیل بھجوا دیا گیا۔ قانون اور اس کے قاعدے منہ لپیٹے

پڑے رہے تھے۔ ساٹھ ستر خواتین پر مشتمل وہ بیرک جہاں وہ لائی گئی تھی' چوں چوں کا مربع لگ رہی تھی۔ سات سال کی بچی سے لے کر اسّی سال کی عورت تک وہاں موجود تھی۔

قدرے پریشان نگاہوں سے سب کا جائزہ لیتی وہ ایک کونے میں بیٹھ گئی۔

یکلخت کیسی مصیبت آن پڑی تھی۔ ایک مرتبہ پھر اسے ارسلان حیدر سے شدید نفرت کا احساس ہوا تھا۔ وہاں بیرک میں اس سے کچھ ہی فاصلے پر ایک حاملہ لڑکی بیٹھی تڑپ رہی تھی۔ اسے شاید وہاں آئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے۔ بیرک میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ سگریٹ' پان' تمباکو' عطر' تیل سب کی ملی جلی خوشبو و بُو نے کھل کر سانس لینا بھی محال کردیا تھا۔ امامہ کا سر چکرانے لگا۔

"پڑھی لکھی لگتی ہے اور شاید کنواری بھی...... بے چاری!"

اس سے کچھ ہی فاصلے پر بیٹھی ایک بزرگ خاتون نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔ امامہ اس کے افسوس کو نہ سمجھ سکی۔

"ہوں...... پڑھی لکھی ہے تو کیا ہوا' یہاں جیل کی چار دیواری کے اندر خواتین کے ساتھ کیا ہوتا ہے ذرا پڑھے لکھوں کو بھی پتا چلے۔" بزرگ خاتون کی ہمدردی پر ایک اور خاتون نے دل جلایا تھا۔ امامہ خوف زدہ سی بیٹھی انہیں دیکھتی رہی۔

اس رات وہاں بیرک میں اس حاملہ لڑکی کی موت ہوگئی تھی۔ جیل کی سلاخوں کے اندر جنم لینے والے بچے نے دُنیا کا منہ دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔ برف جیسی سفید و سرد رنگت والی حالات کی ستائی اس لڑکی نے اپنی جان دے کر اس رات اس کی عزت کو داغ دار ہونے سے بچالیا تھا۔ روح کی جسم سے پرواز کے ساتھ ہی اسے جیل سے بھی رہائی نصیب ہوگئی تھی مگر امامہ سُن ہوکر رہ گئی تھی۔ صبح ہونے میں ابھی کافی وقت تھا۔ جیل میں عجیب سی کھلبلی مچ گئی تھی' وہ دہشت کا شکار ہوتی سر گھٹنوں میں دے کر بیٹھ گئی۔

❁......❖......❁

"پاپا...... مما کب آئیں گی......؟"

شجاع گڑیا کو گھر لے آیا تھا اور اس وقت اس کے بستر میں گھسا اسے کہانی سنا رہا تھا۔ جب اس نے اچانک بخار سے تمتماتے چہرے کے ساتھ اس کی گود سے سر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ شجاع اس سوال پر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ٹھٹک گیا۔ جانے کیوں وہ امامہ کو بھول ہی نہیں پا رہی تھی۔

"کیا آپ کے لیے پاپا کا پیار کافی نہیں ہے گڑیا......؟" بہت اضطراب کے عالم میں رنجیدگی سے اس نے پوچھا تھا۔ گڑیا جواب میں پلکیں موند گئی۔

"مجھے مما بہت یاد آتی ہیں پاپا! وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں پلیز انہیں ڈھونڈ کر لے آئیں ناں!" وہ بچی جسے شروع سے ہی ماں کی آغوش اور محبت نصیب نہیں ہوسکی تھی۔ جو چار سال کی ہونے کے باوجود نہ ہنستی تھی' نہ بولتی تھی' نہ ٹھیک سے کھاتی تھی' نہ سوتی تھی۔ اس ننھی پری کو امامہ کے پیار اور توجہ نے یکسر بدل دیا تھا۔ وہ جینے لگی تھی' ہنسنے بولنے لگی تھی مگر......

امامہ حسن سے اچانک جدائی نے اس ننھی پری کے لبوں پر قفل لگادیئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ پھر اپنے خول

میں بند ہو رہی تھی۔ ملازمین کے بقول وہ سارا دن کسی سے بات نہیں کرتی تھی۔ شجاع اپنے ہاتھ سے زبردستی کچھ کھلا دیتا تو کھا لیتی وگرنہ بھوکی بیٹھی رہتی' اسے اپنی بچی بہت عزیز تھی مگر بہت سی باتوں پر اس کا اختیار نہیں تھا۔

پچھلے ایک ہفتے سے گڑیا کو ہلکا ہلکا بخار بھی رہنے لگا تھا۔ اس نے صرف گڑیا کے خیال کے لیے دوبارہ سے "آیا" رکھنے کی کوشش بھی کی مگر وہ کسی کے ساتھ ایڈجسٹ نہ ہوسکی۔ جانے امامہ نے اس بچی پر کیا جادو کر رکھا تھا۔ اس روز گڑیا کو اپنے ہاتھ سے ناشتہ کروانے کے بعد وہ خاصے اضطراب و پریشانی میں آفس آیا تھا۔ رات جانے کیوں بار بار کروٹیں بدلنے کے باوجود اسے نیند نہیں آئی تھی۔ امامہ حسن اپنی تمام تر بے وفائی کے باوجود اسے یاد آتی رہی تھی۔ بھرپور تھکن سے چُور جسم کے ساتھ جیسے اعصاب بھی چیخ کر رہ گئے تھے۔ اُدھر قریبی علاقہ کی جیل میں پچھلی رات ایک حاملہ خاتون کی اچانک موت نے میڈیا میں ہلچل مچادی تھی۔ شجاع کو ایمرجنسی اس جیل کا دورہ کرنا پڑا تھا۔

اِدھر امامہ کی دھڑکن اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ آنے والی رات کی تاریکی میں اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا وہ جان گئی تھی۔ قانون کی وردی پہن کر' فرض شناسی کا حلف اٹھانے والے' بظاہر مسلمان رکھوالے دن کا اجالا ڈھلتے ہی کیسے اس کا بدن نوچیں گے اسے وہاں جیل کی ہی ایک خاتون نے بہت تفصیلاً بتادیا تھا۔

عزت کی جس چادر کو وہ اب تک سنبھال کر اجلا رکھے ہوئے تھی وہ چادر بس میلی ہونے ہی والی تھی۔ رو رو کر اس نے اپنا بُرا حال کرلیا تھا۔ دعائیں مانگ مانگ کر اس کے لب خشک ہوگئے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا سامنا شجاع سے ہوگا مگر عزت کی قیمتی متاع لٹانے کے بعد بھلا اس سے ملنا کیا معنی رکھتا تھا؟ پھر چاہے وہ اس کی عزت کے لٹیروں کا حشر بگاڑ دیتا مگر اس کی پاکیزگی کبھی واپس آنے والی نہیں تھی۔

اس نے طے کرلیا تھا وہ رات آنے سے قبل جیسے بھی ہوسکا اپنی جان پر کھیل جائے گی مگر عزت کا سودا نہیں ہونے دے گی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا رحمٰن اور رحیم ربّ اسے مشکل کی اس گھڑی میں بھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ گناہ گار ہے' خطا کار ہے' مگر بدکار نہیں ہے۔ اس نے اللہ کی قائم کردہ "حدود" کو پار نہیں کیا تھا لہٰذا رو رو کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اس نے ایک بار پھر سے ربّ کو سچے دل سے مدد کے لیے پکارا تھا۔

شجاع جس وقت وہاں مانیٹرنگ کے لیے آیا وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی جانے کون کون سی قرآنی آیات اور دعائیں پڑھنے میں مشغول تھی' اس کی پوچھ گچھ پر بھی اس نے گھٹنوں سے سر اٹھانے کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی۔

وہ پلٹ رہا تھا جب سرسری سی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے اس نے اپنے ماتحت کھڑے ایس ایچ او سے پوچھا تھا۔

"یہ کون ہے؟"

"نئی لڑکی ہے سر! کچھ روز پہلے ایک لڑکے کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے ہوئے پکڑی گئی ہے۔"

"بکواس ہے یہ......" ایس ایچ او کے الزام پر اس نے اچانک چلاتے ہوئے سر اٹھایا تھا اور پھر جیسے

ساکت رہ گئی تھی۔ ''کوئی رنگ رلیاں نہیں منائیں میں نے کسی کے ساتھ...... یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔''

شجاع کی آنکھوں کے دکھ، حیرت اور نفرت نے اسے جیسے کاٹ ڈالا تھا مگر وہ پلٹ گیا۔ امامہ کو لگا جیسے وہ مر جائے گی۔

''ڈی آئی جی صاحب! خدا کا واسطہ ہے آپ کو میرا یقین کریں میں گناہ گار نہیں ہوں، یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔'' وہ تڑپ رہی تھی۔ شجاع کی آنکھوں کے سامنے اس کی چند روز پہلے کی ''عیاشی'' کا منظر گھوم گیا۔ اگلے اٹھتے قدم پر اس کی سماعتوں میں اپنی بیٹی کی صدا گونجی تھی۔

''مجھے مما بہت یاد آتی ہیں پاپا...... وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں...... پلیز انہیں ڈھونڈ کر لے آئیں ناں......''

''کیا ایف آئی آر ہے اس کے خلاف......؟'' کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پھر ایس ایچ او سے پوچھا تھا۔ جواب میں وہ گڑبڑا گیا۔

''سر! ایف آئی آر ابھی درج نہیں ہوئی ہے۔''

''کیوں؟'' اسے حیرانی ہوئی تھی مگر ایس ایچ او کے پاس فی الحال اس کی کیوں کا جواب نہیں تھا تبھی وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا تھا۔

''کس لڑکے کے ساتھ پکڑی گئی ہے یہ؟''

''آپ آئیں سر! میں ملواتا ہوں۔'' از حد گھبرائے چہرے کے ساتھ وہ اسے وہاں سے ٹالنا چاہ رہا تھا تبھی وہ لڑکی بول اٹھی تھی۔

''ڈی آئی جی صاحب! یہ لڑکی جھوٹی نہیں ہے، خدا کا واسطہ ہے آپ کو اسے لے جائیں یہاں سے، ورنہ یہ بھی برباد ہو جائے گی، لٹ جائے گی۔'' کیسی کسک تھی اس سزا یافتہ قیدی خاتون کے لہجے میں۔ شجاع بے ساختہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ اسی روز شام میں امامہ حسن کی رہائی ہوگئی تھی۔ وہ چاہتا تو اپنی عزت پر ہاتھ ڈالنے والے سارے عملے کو معطل کر دیتا مگر ایسا تو تب ممکن ہوتا جب امامہ حسن اس کی نگاہ میں سرخرو ہوتی اور وہ اس کی نگاہ میں سرخرو تو نہیں تھی۔

یاد پیا کی آئے......
بیری کوئلیا یا شور مچائے
مجھ برہن کو راس نہ آئے
من میں جوت جگائے...... ہائے
یاد پیا کی آئے

قدرے ریش ڈرائیونگ کے ساتھ مدھم آواز میں گاڑی میں گونجتی یہ غزل اس کے پُرتھکن اعصاب کو قرار بخش رہی تھی اور پھر اس نے شہر کے سب سے بڑے شاپنگ پلازہ کے سامنے گاڑی پارک کر کے جب وہ سیڑھیاں تیزی سے چڑھ رہا تھا تو عین اسی لمحے صاعقہ اپنا دوپٹا ٹھیک کرتی شاپنگ پلازہ سے نکلی تھی۔

ازلان جلدی میں تھا اور شاید صاعقہ بھی، یہی وجہ تھی کہ عین سیڑھیوں کے وسط میں دونوں کا زبردست ٹکراؤ ہوا تھا۔ صاعقہ اس ٹکراؤ کے لیے تیار نہیں تھی، تبھی برہم ہوئی تھی۔

''دیکھ کر نہیں چل سکتے آپ......؟'' بمشکل سنبھل کر سر اٹھاتے ہوئے اس نے جونہی ازلان کو دیکھا پھر گویا پتھر کی ہوگئی۔

''میرال......؟'' دوسری طرف سامنے موجود شخص کا وجود بھی جیسے آندھیوں کی زد میں آ گیا تھا۔

بہتے ہوئے اشکوں کی روانی میں مرے ہیں
کچھ خواب میرے عین جوانی میں مرے ہیں
قبروں میں نہیں ہم کو کتابوں میں اتارو
ہم لوگ محبت کی کہانی میں مرے ہیں

''میں...... میرال نہیں ہوں۔'' دھک دھک کرتے دل کی دھڑکنوں پر بمشکل قابو پاتے ہوئے اس نے وضاحت دی تھی مگر ازلان کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا۔

''میرال نہیں ہو تو پھر کون ہو......؟''

''پتا نہیں...... راستہ چھوڑیں میرا۔''

ازلان حیدر سے یوں اچانک سر راہ ٹکراؤ اس کے پلان کا حصہ نہیں تھا تبھی وہ سرعت سے اس کی سائیڈ سے نکل آئی تھی مگر...... وہ اب بھی وہیں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

اس نے چھو کر مجھے پتھر سے پھر انسان کیا
مدتوں بعد میری آنکھ میں آنسو آئے

''ایکسکیوزمی......!'' صاعقہ وہاں سے جا چکی تھی اور اب کوئی اور لڑکی اس کے مقابل کھڑی اس سے راستہ مانگ رہی تھی، وہ چونکا اور بجائے اندر جانے کے تیزی سے سیڑھیاں اترتا اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔ ہاتھوں کی لغزش اس کے اندر کی دنیا کے زیروبم ہونے کا واضح اشارہ دے رہی تھی، اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اس وقت کہاں جائے؟ ذہن جیسے کام ہی نہیں کر رہا تھا۔

انتہائی مصروف شاہراہ پر جتنی بے پروائی اور غیر ذمہ داری سے وہ ڈرائیو کر رہا تھا اس کا زبردست حادثہ ہو جانا یقینی تھا مگر وہ بچ گیا تھا، ابھی کچھ روز قبل ہونے والے ایکسیڈنٹ کے زخم تازہ تھے۔ دوپہر کے اس وقت کوئی گرل فرینڈ، کوئی کلب، کوئی نشہ اسے پناہ نہیں دے سکتا تھا تبھی وہ گھر چلا آیا تھا۔

صبح وہ اپنا کمرا جس حال میں چھوڑ کر گیا تھا وہ اب بھی اسی حال میں ملا تھا، کسی ملازم کی جرأت نہیں تھی کہ اس کے منع کرنے کے بعد وہاں قدم رکھ لیتا۔ حال سے بے حال ہوئے کمرے میں مکمل تاریکی کرنے کے بعد اس نے وارڈروب سے سگریٹ کے پیکٹ نکالے اور بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔

کوئی حساب رہا تھا نہ کوئی حد...... ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا، تیسرے کے بعد چوتھا، رات ڈھل جانے تک اس کا یہی مشغلہ رہا تھا۔ کثرت سگریٹ نوشی نے نہ صرف اس کی وجاہت کو ماند کر دیا تھا بلکہ گرتی ہوئی صحت کے ساتھ اس کی زندگی بھی تیزی سے خطرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اگلے دو دن وہ بے حال پڑا رہا تھا۔ واصف علی ہمدانی نے اس دوران اس سے رابطے کی بہت کوشش کی مگر وہ بے حس بنا پڑا رہا' نہ خود کمرے سے باہر گیا' نہ کسی اور کو کمرے میں آنے دیا۔ تیسرے دن اس کا سامنا پھر صاعقہ احمد سے ہوا تھا۔ اس بار وہ اسے اپنے آفس میں ملی تھی۔ واصف علی ہمدانی نے اسے پرسنل سیکرٹری کی حیثیت سے اپائنٹ کیا تھا' ازلان شاکڈ رہ گیا۔

''یہی لڑکی ملی تھی تمہیں پرسنل سیکرٹری کی حیثیت سے اپائنٹ کرنے کے لیے؟'' شاک سے نکل کر شدید غصے میں وہ واصف کی طرف آیا تھا۔ جو فون پر کسی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔

''کیوں...... اس لڑکی کو کیا ہے؟'' فوراً سے پیشتر فون رکھتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ازلان نے سامنے میز پر پڑی فائل اٹھا کر دیوار پر دے ماری۔

''یہ لڑکی میری پرسنل سیکرٹری کی حیثیت سے اس آفس میں کام نہیں کر سکتی۔''

''مگر کیوں...... صرف اس لیے کہ اس کی شکل میرال حسن سے ملتی ہے؟''

''جسٹ شٹ اپ...... اوکے۔'' وہ دہاڑا تھا۔ واصف نے لب بھینچ لیے۔

''وہ لڑکی اسی آفس میں تمہاری پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے کام کرے گی' چاہے تم یہ گوارہ کرو یا نہ کرو۔''

''تمہیں یہ حق کس نے دیا؟''

''میری سویٹ اینڈ کیوٹ آنٹی نے' جن کے تم انتہائی نافرمان بیٹے ہو۔''

''شٹ اپ......!'' وہ وحشت کا شکار ہو رہا تھا۔ واصف خاموشی سے اس کا سرخ چہرہ دیکھتا رہا۔

''پلیز کول ڈاؤن ازلان! صرف اس لیے کہ اس کی شکل کسی سے ملتی ہے' ہم اس کی قابلیت اور اہلیت کو ریجیکٹ نہیں کر سکتے' وہ اچھی سمجھ دار لڑکی ہے اسے صرف میں نے اپائنٹ نہیں کیا پورے بینچ نے سلیکٹ کیا ہے' لہٰذا پلیز اس کے سامنے کسی قسم کی حماقت کا مظاہرہ مت کرنا۔'' اس بار نرمی سے سمجھاتے ہوئے اس نے ازلان کے کندھوں پر ہاتھ دھرے تھے' جنہیں اس نے فوراً خفگی سے جھٹک دیا۔

''اس پوری دنیا میں وہ واحد سمجھ دار' قابل لڑکی نہیں ہے۔''

''نااہل بھی تو نہیں ہے۔'' واصف کے پاس دلائل کی کمی نہیں تھی۔ وہ شدید خفگی کے موڈ میں وہاں سے اٹھ آیا۔

گاڑی شجاع حسن کے گھر کے سامنے رکی تھی۔ امامہ کے آنسو تھے کہ تھمنے کو نہیں آ رہے تھے۔ وہ شجاع حسن سے خائف تھی اسے زندگی میں کبھی معاف نہ کرنے کا عزم رکھتی تھی مگر وہ ایک رات جو اس نے کل بے قصور ہوتے ہوئے جیل کی چار دیواری کے اندر بنا کسی جرم کے کاٹی تھی اس ایک رات نے شجاع حسن کے خلاف نفرت اور غصے کے ہر طوفان کو بہا دیا تھا' اس وقت وہ اسے کا مجرم نہیں' محسن نظر آ رہا تھا۔

جیل سے شجاع حسن کے گھر تک' تمام راستے وہ روتی رہی تھی۔

ڈرائیور اسے بحفاظت شجاع حسن کے گھر تک پہنچا کر جا چکا تھا اور وہ خوب صورت لان عبور کر کے گھر کے اندر داخل ہوئی تو ایک گمبھیر خاموشی نے اس کا استقبال کیا۔ خوب صورت در و دیواریوں چپ کی بکل مارے

ہوئے تھے جیسے صدیوں سے وہاں زندگی کی آواز نہ گونجی ہو۔

ست قدموں سے اشکبار آنکھوں کے ساتھ چلتی وہ گڑیا کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس سے پہلے جناب قدرت اللہ صاحب کا کمرا اسے لاک ملا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ وہاں نہیں تھے۔ گڑیا البتہ اپنے بستر پر میٹھی نیند سو رہی تھی اسے شاید سرِ شام ہی سلا دیا گیا تھا یا پھر اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔

امامہ بے تابی سے اس کی طرف بڑھی تھی اور گڑیا کے سرہانے بیٹھ کر اسے دیوانوں کی طرح چومنا شروع کر دیا تھا۔ بچی کی آنکھ اس کی محبت کی شدت پر ہی کھلی تھی۔

''مما! آپ آ گئیں......؟'' ٹکر ٹکر کئی پل امامہ کو دیکھنے کے بعد وہ اس سے لپٹ گئی تھی امامہ نے اسے قیمتی متاع کی طرح اپنی بانہوں میں سمو لیا۔

''ہاں میری جان! آپ کی گناہ گار مما آ گئی۔''

''میں نے صبح پاپا کو بولا تھا میری مما جہاں بھی ہیں انہیں ڈھونڈ کر لائیں۔''

''ہاں! آپ کے لیے آپ کے پاپا کو اللہ میاں نے میرے پاس بھیج دیا۔'' اس کے آنسو بچی کے بالوں پر گر رہے تھے۔ تبھی اس نے پھر پوچھا۔

''مما! آپ گڑیا کو چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھیں؟'' اور یہ وہ سوال تھا جس کا جواب وہ اسے کبھی نہیں دے سکتی تھی تبھی اس کا منہ چومتے ہوئے بولی تھی۔

''کہیں نہیں گئی تھی بیٹے! بس مما کھو گئی تھی۔''

''مما اتنی بڑی ہو کر بھی کھو جاتی ہے؟'' منہ پر ہاتھ رکھ کر وہ ننھی پری مسکرائی تھی۔ امامہ نے اسے بانہوں میں بھینچ لیا۔

''ہاں بیٹے! عقل اور عمر کی کوئی شرط نہیں' جسے کھو جانا ہو وہ چاہے بڑھاپے کو پہنچ جائے کھو کر رہتا ہے۔'' اس کی بات گڑیا کے سر کے اوپر سے گزر گئی تھی مگر پھر بھی وہ خوش تھی۔

''اب تو آپ گڑیا کو چھوڑ کر نہیں جائیں گی مما......؟''

''نہیں......!'' بھل بھل بہتے آنسوؤں پر ضبط کرتے ہوئے اس نے وعدہ کیا تھا۔

شجاع اس رات بہت لیٹ گھر واپس آیا تھا۔ شاید اسے اطمینان تھا کہ امامہ گڑیا کے پاس ہے۔ امامہ میں اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی تبھی وہ گڑیا کے ساتھ ہی لیٹ گئی۔ شجاع یونیفارم تبدیل کرنے کے بعد اپنی بیٹی کے کمرے میں آیا تو وہ امامہ سے لپٹ کر میٹھی نیند سو رہی تھی۔ وہ اسے ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا مگر امامہ کے وجود کو برداشت کرنا بھی بہت مشکل تھا۔ تبھی وہ فوراً واپس پلٹ گیا تھا۔

اگلے روز شام میں جب وہ گڑیا کو گھمانے پھرانے کے بعد اس کی پسند کی ڈھیر ساری شاپنگ کے ساتھ گھر واپس آیا تو امامہ سے اس کا سامنا ہوا تھا۔ وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی اور اب دعا میں ہاتھ اٹھائے زار و قطار رو رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی شجاع کے اندر نفرت کی ایک تیز لہر اٹھی تھی۔ اگلے ہی پل وہ اسے نظر انداز کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

سگریٹ کے گہرے کش لیتا' درد سے پھٹتے سر کے ساتھ آفس میں بیٹھا وہ گھر جانے کے لیے سوچ رہا تھا جب ایس پی حزام نے سلیوٹ کے ساتھ اس کے کمرے میں قدم رکھا۔

''السلام علیکم سر!''

''وعلیکم السلام! کیسے ہو حزام؟''

''فائن سر! آپ کی دعائیں ہیں۔''

''کیا بنا امامہ حسن کے کیس کا؟''

''پوری فائل تیار ہے سر! یہ لیجیے...... جو لڑکے گرفتار ہیں انہیں سزا بھی ہوگئی ہے۔''

''کچھ پتا چلا انہوں نے قتل ہونے والی لڑکی کے بارے میں جھوٹ کیوں بولا؟''

''جی سر! ان لڑکوں کے بقول انہوں نے امامہ حسن کو ہی قتل کیا تھا' دوسری لڑکی جو اس وقت وہاں موجود تھی وہ ان کی دوست تھی مگر امامہ حسن کی بجائے اس کا قتل کیسے ہوگیا' وہ خود بھی نہیں جانتے۔''

''جھوٹ ہے یہ!''

''نہیں سر! میرے تجربے کے مطابق وہ جھوٹ نہیں بول رہے' یقیناً اندر کہانی کچھ اور ہے۔ بہر حال میں نے امامہ حسن کی پوری ہسٹری اکٹھی کی ہے' اس فائل میں سب حالات درج ہیں۔''

''گڈ...... مجھے یقین تھا یہ کام آپ سے بہتر کوئی انجام نہیں دے سکتا۔''

''تھینک یو سر......!'' ایس پی حزام خوش ہوکر رخصت ہوگیا تھا۔ شجاع فائل اٹھا کر آفس سے اٹھ گیا۔

❁......❖......❁

''تمہیں پتا ہے جیل میں کیا ہوتا ہے؟''

آنکھوں پر بازو رکھے وہ سو رہی تھی جب اچانک اس کے ذہن میں جیل کی چار دیواری کے اندر مقید اس چوبیس پچیس سالہ لڑکی کی آواز گونجی تھی جو اس کے ساتھ بیرک میں بند تھی۔ امامہ نے قدرے ہراساں ہوکر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''کیا ہوتا ہے؟'' اس کے جوابی سوال پر ایک زخمی سی مسکراہٹ اس لڑکی کے لبوں پر بکھری تھی۔

''کیا نہیں ہوتا؟ برہنہ انسانیت چیختی ہے' بلبلاتی ہے' بین کرتی ہے' اشرف المخلوقات کہلانے والے انسانوں کی بربریت پر' وحشت پر مگر...... اس کے بین رات کی دبیز تاریکی میں گھٹ کر' دب کر رہ جاتے ہیں' ایک ہی خدا' ایک ہی رسول اور ایک ہی کتاب کے ماننے والے جب ''اختیار'' کی وردی پہن کر سامنے آتے ہیں ناں تو شیطان بھی ان کی شیطانی پر توبہ کرلیتا ہے' یہاں آنے والے سب قاتل نہیں ہوتے نہ ہی سب مہر لگے چور' ڈاکو' لٹیرے ہوتے ہیں پھر بھی یہ درندے' یہ وحشی جانور' بھنبھوڑ ڈالتے ہیں انہیں۔'' اس لڑکی کا اندر زخمی تھا۔ امامہ ان سمجھی نگاہوں کے ساتھ اسے دیکھے گئی۔

''تم کیا کہنا چاہتی ہو میں سمجھ نہیں پارہی......''

''جانتی ہوں تم سمجھ بھی نہیں سکتیں۔ مخمل کے کمبل لپیٹ کر' شان دار گھروں میں سوجانے والوں کے لیے بس رات آتی ہے اور گزر جاتی ہے مگر یہاں...... وحشت اور بربریت کی اس چار دیواری میں رات گزرنے

کے لیے نہیں آتی‘ چیخنے کے لیے آتی ہے‘ ابھی تھوڑی دیر میں تم خود دیکھو گی کہ یہاں کیا ہوتا ہے‘ یہ فرضی اور افسانوی باتیں نہیں ہیں‘ رِستے ہوئے ناسور ہیں کاش...... کاش! کسی این جی او‘ کسی فلاحی ادارے کی آنکھیں کھلیں‘ انہیں گھروں کے اندر عورتوں پر ہونے والے مظالم پر آواز اٹھانے اور ناجائز پیدا ہونے والے بچوں کی حق تلفی پر رونے‘ کڑھنے سے فرصت ملے اور وہ یہاں سسکتی ہوئی انسانیت کا نظارہ کریں‘ ان کے لیے آواز اٹھائیں‘ کاش...... کوئی تو آئے اور دیکھے......“ زخمی لہجے والی اس لڑکی کی آنکھیں اچانک بھر آئی تھیں۔ امامہ کا خوف بڑھ گیا۔

”کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ یہاں کیا ہوتا ہے؟“

”بتادوں گی تو کیا ہوگا...... کیا کرو گی تم......؟“

”مجھے نہیں پتا مگر شاید میں کچھ کرسکوں‘ میرے شوہر ڈی آئی جی ہیں۔“ پہلی بار شجاع کا حوالہ اس کے لیے بہت فخر کا باعث بنا تھا۔ تاہم اس کے برابر بیٹھی اس لڑکی کی آنکھیں تحیر سے پھیل گئی تھیں۔

”ڈی آئی جی کی بیوی ہو کر تم یہاں ہو؟“

”ہاں! کچھ ایسے حالات ہوگئے تھے کہ میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکی۔“

”تو کیا اسی نے تمہیں کسی جھوٹے کیس میں پھنسا کر یہاں بھجوادیا؟“

”نہیں! اسے تو شاید خبر بھی نہیں کہ میں یہاں ہوں۔“

”اگر خبر نہیں ہے تو خبر کرو‘ نہیں تو یہ لوگ زندہ رہنے لائق نہیں چھوڑیں گے تمہیں۔“

”مگر کیوں! میں نے کیا کیا ہے؟“

”تمہیں کیا لگتا ہے یہاں آنے والے سب مجرم ہوتے ہیں؟ نہیں! یہاں سیکڑوں پھانسی کے تختے پر جھول جاتے ہیں مگر آخری سانس تک انہیں اپنے جرم کا پتا نہیں چلتا۔ اندھا ہوتا ہے قانون...... اندھا!“ لڑکی جذباتی ہوئی تھی۔ امامہ نے سر گھٹنوں سے اٹھالیا۔

”کیا تم بھی یونہی آئی ہو یہاں......؟“

”نہیں! قتل کیا ہے میں نے اپنے شوہر کا‘ کیونکہ وہ بدکار تھا۔ نکاح کر کے فروخت کرنا چاہتا تھا مجھے‘ میری غیرت نے گوارہ نہیں کیا یہ۔ اسی لیے قصہ تمام کردیا اس کا مگر یہی کام اگر وہ سرانجام دیتا تو یہ اندھا قانون اسے تحفظ دے کر باعزت بری کردیتا۔ غیرت کے نام پر قتل...... ہا...... ہا...... ہا......“

”سزا ہوئی ہے تمہیں؟“

”نہیں! کیس چل رہا ہے ابھی۔“

”وکیل کیا کہتا ہے؟“

”کیا کہنا ہے اس نے‘ وہ تو دولت کے پانی کی مچھلی ہے۔ نوٹ دکھاتے رہو اور دن بڑھاتے رہو۔“

”کون کون ہیں گھر میں؟“

”چار بہنیں ہیں اور ایک بوڑھا معذور باپ! آتا ہے کبھی کبھی ملاقات پر...... دھکے کھا کر چلا جاتا ہے۔“

”اور بہنیں......؟“

”انہیں منع کر رکھا ہے میں نے‘ تم نہیں جانتیں ان ایمان والوں کی بھوک کو‘ قانون کی آڑ میں یہ لوگ بے بس انسانیت کا مذاق اڑاتے ہیں‘ اپنے اصول اور اپنے مفاد ہوتے ہیں ان کے‘ انہیں فرق نہیں پڑتا‘ چاہے کوئی جیل کی سلاخوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر مرجائے یا انصاف کے کٹہروں کے چکر لگا لگا کر‘ بہت بھیانک حقیقتیں منہ چھپائے پڑی ہیں یہاں۔ اتنی بھیانک کہ مرجانے کو جی چاہتا ہے۔“

”تو تم کسی بڑے افسر سے بات کیوں نہیں کرتیں؟“

”کیا ہوگا بات کرنے سے؟ کیا جیلوں کے اندر کی کہانیاں بدل جائیں گی؟ کیا میرے بعد کسی اور کے ساتھ ایسا نہیں ہوگا۔ کیا سمجھتی ہو تم‘ ان بڑے افسروں کو کچھ نہیں پتا؟ کیا انصاف کی کرسی پر بیٹھے جج بے خبر ہیں؟ نہیں! سب آشنا ہیں جیل کی چار دیواری ہو یا کسی وکیل کا چیمبر...... ہر جگہ ایک ہی کہانی چلتی ہے بے بسی اور اختیار کی کہانی...... شاید اس بدنام جگہ کی چار دیواری کے اندر آنے والے ہر بدنصیب انسان کو یہ لوگ گناہ گار تسلیم کر کے‘ ہر قسم کی رعایت‘ ہمدردی‘ توجہ اور انسانیت سے خارج قرار دے دیتے ہیں‘ جب چاہا برہنہ کر کے تشدد کرلیا اور جب چاہا عزت کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔“

”کیا جیل میں قیدی شور نہیں مچاتے؟“ اس کا دل بیٹھ رہا تھا۔ برابر بیٹھی لڑکی کے لبوں پر زہریلی مسکان بکھر گئی۔

”کس کو سنائیں شور مچا کر؟ جو شور مچاتا ہے پھر اس کی چیخیں پوری بیرک سنتی ہے‘ اُدھر گھڑیال رات کے بارہ بجاتا ہے اور ادھر تشدد کی کہانیاں شروع ہوجاتی ہیں‘ کوئی ماں نہیں ہوتی وہاں دیکھنے والی‘ اگر ہو تو شاید لمحے سے قبل مرجائے۔“ صرف ایک لمحے کے لیے وہ سانس لینے کو رکی پھر دھیمے لہجے میں بولی۔ ”قیدیوں میں بھی بہت بڑے بڑے مگرمچھ ہوتے ہیں جن کی ساری عمر جیل کی سلاخوں کی نذر ہوجاتی ہے‘ سر کے بال منڈوا کر جو بھی نیا لڑکا یا بوڑھا جیل میں داخل ہوتا ہے وہ پہلے ان مگرمچھوں کی خوراک بنتا ہے پھر پولیس والے ادھیڑ ڈالتے ہیں اسے...... زخموں سے چُور‘ ٹوٹی ہڈیوں کے وجود کے ساتھ‘ ٹھنڈی زمین پر رات کو لیٹنے کے لیے بھی جگہ نصیب نہیں ہوتی اسے۔“ عین اسی لمحے حاملہ لڑکی کی موت ہوئی تھی۔ امامہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

اس کی سانس بہت تیز چل رہی تھی اور جسم پسینے میں شرابور تھا۔ کتنی بھیانک تھی وہ دنیا جہاں سے شجاع اسے نکال لایا تھا۔ ایک مرتبہ پھر اس کی دعائیں مستجاب ہوگئی تھیں۔ کیسے شکریہ ادا کرتی وہ اپنے ربّ کی مہربانی اور کرم نوازی کا‘ کیسے اس شخص کا شکر ادا کرتی جو شاید اس کی شکل دیکھنے کا روادار بھی نہیں تھا۔

”عباد...... یہ ازلان حیدر کون ہے؟“

خالی دل و دماغ کے ساتھ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا‘ وہ جانے کون سے مسئلے سلجھا رہا تھا‘ جب ہادیہ ایک فائل ہاتھ میں لیے اس کے کمرے میں چلی آئی۔ عباد نے فی الفور توجہ کمپیوٹر سے ہٹائی تھی۔

”شاہ زر کے دوست کا دوست ہے‘ میٹنگ ہے اس کے ساتھ‘ کیوں؟“

”کچھ نہیں‘ ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔ میں نے دیکھا ہے اس لڑکے کو اکثر...... گہرا سمندر سا‘ یوں لگتا ہے جیسے کوئی صدیوں سے بند شان دار عمارت ہو‘ خیر چھوڑو اسے‘ تم بتاؤ آنٹی کو تنگ کیوں کررہے ہو‘ کھانا کیوں نہیں

کھاتے؟''

''میں بچہ نہیں ہوں ہادی! اپنا خیال خود رکھ سکتا ہوں تم کہہ دو انہیں مجھے فورس نہ کیا کریں۔''

''عباد! کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ کوئی آج کے فاسٹ دور میں کسی معمولی سی لڑکی کے لیے اپنے فیملی ممبران کے ساتھ ایسا کرتا ہے جیسا تم کررہے ہو؟''

''کیا...... کیا ہے میں نے؟ ہاں...... کیا کیا ہے؟ وہ لوگ زبردستی مجھے شادی کے بندھن میں باندھنا چاہتے ہیں مگر میں ابھی اس کے لیے تیار نہیں ہوں۔ بس اتنی سی بات ہے اور ہاں میں نے پہلے بھی تمہیں وارن کیا تھا' میرے سامنے اس لڑکی کے لیے معمولی کا لفظ استعمال مت کیا کرو' کیونکہ میرے دل اور میری زندگی میں جو مقام اسے حاصل ہے تم اس مقام تک کبھی نہیں پہنچ سکتیں۔'' اٹھ کر تنفر سے کہتے ہوئے اس نے جن نگاہوں سے ہادیہ کو دیکھا تھا' وہ سُن رہ گئی تھی۔

کیا کوئی اتنا بھی بدل سکتا ہے؟ کیا لوئر کلاس گھرانے کی کوئی معمولی سی لڑکی' عباد جیسے شان دار مرد کو اتنا بے بس اور خودسر بھی بنا سکتی ہے؟ یہ کیسا مذاق' کیسی کہانی تھی زندگی کی جس پر یقین کرنے کا اس کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔

یہ کیسا دریا تھا عشق کا جو چڑھ کر اتر ہی نہیں رہا تھا۔ عباد کمرے سے نکل گیا تھا۔ وہ اسی کی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کیا تھی صاعقہ احمد! اور کیسی محبت تھی جو اس نے عباد سے کی تھی۔ اس کا دل چاہا کاش! کہیں سے وہ لڑکی اس کے سامنے آئے اور وہ اس کا گلا دبا کر اسے مار ڈالے۔ عباد کی زندگی سے یہ کانٹا نکالنے کے لیے اب اسے کچھ اور کرنے کی ضرورت تھی۔

❁ ...... ❖ ...... ❁

سگریٹ کا ایک پیکٹ خالی ہوگیا تھا اور اب وہ دوسرا اٹھا رہا تھا جب امامہ سر جھکائے وہاں چلی آئی۔

''شجاع!'' وہ چونکا تھا اور پھر نگاہ اس پر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں نفرت اتر آئی۔

''شجاع ایم سوری میں......''

''جسٹ شٹ اپ اور نکل جاؤ یہاں سے......'' امامہ کی بات کاٹتے اس کے لہجے میں چنگھاڑ نہیں غراہٹ تھی۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''صرف ایک بار میری بات سن لیں پلیز......!''

''تمہیں سنائی نہیں دیا میں نے کیا کہا ہے؟'' دوبارہ اسی لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے مقابل کھڑا ہوا تھا۔

''نفرت کرتا ہوں میں تم سے اپنی بیٹی کا خیال نہ ہوتا تو زندگی بھر تمہارا یہ مکروہ چہرہ کبھی نہ دیکھتا۔ تم مرگئی ہو امامہ حسن...... اس گھر کے لیے' اس گھر کے رہنے والوں کے لیے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اپنی اوقات میں رہو' اس وقت تک جب تک میں اپنی بیٹی کو بورڈنگ نہیں بھجوا دیتا۔'' کھا جانے والی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے رخ پھیرا تھا۔ وہ جیسے کٹ کر رہ گئی۔

''اور اس کے بعد......؟''

''اس کے بعد تم آزاد ہوگی...... جہاں دل کرے منہ اٹھا کر چلی جانا۔''

کتنی اجنبیت' کس قدر حقارت سے کہہ رہا تھا وہ امامہ کے آنسو ٹوٹ کر گالوں پر لڑھک آئے۔

''میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس دنیا میں جہاں میں منہ اٹھا کر چلی جاؤں۔''

''یہ میرا دردسر نہیں ہے' تم جیسی بدکردار' ضمیر فروش لڑکیوں کا کوئی ایک ٹھکانہ ہو بھی نہیں سکتا۔'' اب اس نے رخ پھیرا تھا امامہ کا چہرہ غصے اور دکھ کی شدت سے سرخ پڑ گیا۔

''میں بدکردار نہیں ہوں...... سمجھے آپ......'' کردار پر لگی یہ چوٹ اس کی برداشت میں تھی بھی نہیں۔

''آپ کیا سمجھتے ہیں کیا مجھے آپ سے نفرت نہیں...... اس رات جب آپ میری عزت کے محافظ ہوتے ہوئے مجھے زبردستی ایک نامحرم کے سپرد کر آئے تھے اس رات آپ بھی مرگئے تھے میرے لیے۔ میں نے بھی سوچ لیا تھا میں زندگی میں دوبارہ کبھی آپ کا چہرہ نہیں دیکھوں گی' جو کچھ وہاں اس رات میں نے دیکھا' اس کے بعد آپ کے نام سے منسوب رہنے کا تصور بھی مٹ گیا تھا میرے ذہن سے' مگر میرے ربّ نے میری عزت اور جان کی حفاظت کی' بے شک اس سے بڑھ کر انسان کا کوئی محافظ نہیں' میں آپ کے لیے بدکردار سہی مگر میرے ربّ نے قدم قدم پر میری عزت کی حفاظت کی ہے' میں اس کی نگاہ میں بدکردار نہیں ہوں' اسی لیے اس نے پھر مجھے ساری آزمائشوں سے نکال کر آپ کے گھر میں پہنچا دیا' جو مدد آپ نے میری کی اس کے بعد میں بھول گئی کہ مجھے آپ سے نفرت کرنی تھی' زندگی بھر آپ کا چہرہ نہیں دیکھنا تھا' مجھے یاد رہا تو صرف اتنا کہ آپ میرے محسن ہیں' مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا ہے' میں آپ کو اپنی مصیبتوں کی کہانیاں نہیں سناؤں گی شجاع! نہ آپ کے بیڈ پر آنے کی خواہش ہے مجھے' بس مجھے اپنی بیٹی کے قریب رہنے دیں' خدا کی قسم! میں اسے کوئی تکلیف پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔'' گرتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے دل کا سارا غبار نکالا تھا۔ شجاع ٹراؤزر کی پاکٹس میں ہاتھ گھسائے' رخ پھیرے کھڑا اسنی ان سنی کر گیا۔

''آج ملازمہ کی زبانی مجھے اباجی کی رحلت کا جان کر بہت دکھ ہوا ہے' سارا دن میں ان کو یاد کر کے روتی رہی مگر میرے آنسو انہیں واپس نہیں لا سکتے پھر بھی اپنی زندگی کے اس موڑ پر میں انہیں بہت یاد کررہی ہوں۔''

''بکواس کررہی ہو تم اور کچھ نہیں......'' اچانک وہ پھٹ پڑا تھا۔ ''ایک نمبر کی چالاک' ڈرامہ باز لڑکی ہو تم' اپنے عاشق کو بچانے کے لیے تم نے اس گھر میں پلاننگ کے تحت قدم رکھا' بار بار میری بیٹی کو جان سے مارنے کی کوشش کی' مجھے زہر دیا' شادی کے باوجود اپنی عیاری اور مکاری سے تم نے مجھے خود سے دور رکھا' کس کے لیے صرف اپنے عاشق کے لیے' تم محفلوں کی زینت ہو کوئی بھی گرا ہوا شخص تمہیں چھو کر شادی کی آفر کرسکتا ہے' اب بھی صرف اپنے عاشق کو بچانے کے لیے تم یہ ہمدردی کا ڈرامہ کررہی ہو مگر اچھی طرح سے جان لو امامہ حسن! میں اب تمہاری کسی چال میں آنے والا نہیں' اگر چاہوں تو ابھی تین حرف سنا کر اپنی زندگی سے بے دخل کرسکتا ہوں تمہیں مگر صرف تھوڑے دنوں کے لیے بھی میں ایک نامحرم لڑکی کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہنا گوارہ نہیں کرسکتا' اس لیے جب تک یہاں ہو کوشش کرنا میرے سامنے نہ آؤ ورنہ مجھے خود پر کنٹرول رکھنا بہت مشکل ہوجائے گا۔'' انتہائی کرخت لہجے میں اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ کمرے سے نکل گیا تھا' پیچھے امامہ حسن' اپنے آنسو ضبط کرتی دیر تلک اسی کے بارے میں سوچتی رہی۔

گلاب کے قدرتی تازہ پھولوں سے سجے کمرے میں سر جھکائے بیٹھی وہ عدنان ہمدانی کا انتظار کررہی تھی جو اسے حاصل کرنے کے بعد فتح کے نشے میں سرشار اپنے دوستوں کے ساتھ ''موج مستی'' میں مصروف تھا۔ شاہ زر اور انوشہ نے اس شادی میں بالکل سگے بھائی بھابی جیسا کردار ادا کیا تھا مگر پھر جانے کیوں اسے ''ادریس شاہ'' بہت یاد آیا تھا بے شک وہ ایک مثالی بھائی تھا۔

اپنے خیالوں میں ڈوبی وہ ماضی کے ایک ایک لمحے کی یاد کو آنسوؤں میں پرو رہی تھی جب دروازے پر مدہم سی دستک کے بعد طلال ہمدانی صاحب کمرے میں چلے آئے۔

گوری کا دل اس لمحے بے ساختہ تیزی سے دھڑک اٹھا تھا۔

''السّلام علیکم!''

''وعلیکم السّلام! جیتی رہو۔''

اس کے گھبرائے گھبرائے سے سلام کا جواب نہایت شفقت سے دیتے ہوئے وہ قریبی صوفے پر ٹک گئے تھے۔

''گوری بیٹے! میں بہت خوش ہوں آپ جیسی نیک سمجھ دار بچی' بہو بن کر میرے گھر میں آئی ہے' بے شک یہ سب عدی کی ضد اور پسند سے ہوا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اللہ ربّ العزت نے حقیقت میں آپ کو اس گھر کی بہتری اور بھلائی کے لیے وسیلہ بنا کر بھیجا ہے' میں چاہتا ہوں آپ کو عدی کے بارے میں تھوڑی سی معلومات دے دوں۔'' کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد انہوں نے بولنا شروع کیا تھا۔ گوری سر جھکائے سنتی رہی۔ ''وہ دل کا برا نہیں ہے مگر ماں کے وجود سے محرومی اور برے دوستوں کی کمپنی نے اسے بہت بگاڑ دیا ہے۔ اصل میں اس کی پیدائش پر ہی اس کی ماں انتقال کرگئی تھی۔ اسی لیے اسے وہ پیار اور توجہ نہیں مل سکی جو اسے درکار تھی۔ میں بھی اپنے کاروبار میں الجھا رہا شاید اس کی غلط حرکتوں اور بدتمیزیوں کی وجہ سے ہی گھر میں کوئی بھی اسے پسند نہیں کرتا' بہت آگے نکل گیا ہے وہ اپنی خودسری میں مگر...... مجھے یقین ہے آپ جیسی پیاری اور سمجھ دار لڑکی ضرور اپنی ہمت اور صبر سے اسے بدل کر رکھ دے گی' ہے ناں......؟'' وہ اس سے وہی امید باندھ رہے تھے جو انوشہ نے باندھی تھی۔ گوری کا سر آپ ہی آپ اثبات میں ہل گیا۔

''شاباش! اللہ آپ کو بہت خوش رکھے بیٹے! میں دیکھتا ہوں اسے۔'' اس کی یقین دہانی پر قدرے مطمئن و مسرور ہوتے ہوئے وہ اس کا سر پیار سے تھپتھپاتے کمرے سے نکل گئے تھے۔ گوری گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

رات کے تین بج رہے تھے۔ شدید مصروفیات کے باوجود اس نے آج کی بھی کوئی نماز قضا نہیں کی تھی اس کی روزمرہ روٹین میں صبح فجر کی نماز کے لیے بیدار ہونا اور پھر رات عشاء کی نماز پڑھ کر دیر تک قرآن پاک کا مطالعہ وظائف اور تسبیحات وغیرہ کرنا مشکل تھا۔

اس وقت اس کی آنکھیں نیند کی شدت سے سرخ ہورہی تھیں۔ تبھی وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ عجیب سی سرشاری کے نشے میں چور آنکھیں جیسے گہرا سمندر بنی ہوئی تھیں۔ وہ دوبارہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''کیوں...... خرید لیا ناں میں نے تمہیں؟'' بنا کسی سلام دعا کے کمرا لاک کرتے ہی وہ بیڈ پر آ کر ترچھا لیٹ گیا تھا۔ گوری گھبرا کر مزید سمٹ گئی۔

''یہ اوقات ہے تم لڑکیوں کی' کوئی بھی مرد جب چاہے چٹکیوں میں مسل کر پھینک سکتا ہے تمہیں۔'' حقارت سے کہتے ہوئے اس نے گوری کی کلائی تھامی تھی اور ایک ہی پل میں آدھ درجن چوڑیوں کو توڑ کر بیڈ پر بکھیر ڈالا تھا' گوری اس وحشت پر سسک کر رہ گئی تھی۔

''یہ انجام ہوگا تمہارا یاد رکھنا۔''

''کوئی پروا نہیں...... اسلام میں بیوی پر شوہر کے بہت سے حقوق فرض ہیں' اگر وہ ان کا خیال نہ رکھے تو گناہ گار ٹھہرادی جاتی ہے آپ بھی میرے شوہر ہیں ایسے شوہر جنہیں میں نے صرف اپنے ربّ کی رضا کے لیے اپنایا ہے میں اب بھی بکی نہیں ہوں' منسوب ہوئی ہوں آپ کے نام سے۔ وہ بھی پوری عزت اور وقار کے ساتھ' اب ایک رات تو کیا ساری راتیں ہی آپ کی امانت ہیں' وہ بھی کسی قیمت اور معاوضے کے بغیر۔''

''بہت بولنا آتا ہے تمہیں مگر جلد بھول جاؤ گی کیونکہ مجھے چپڑ چپڑ زبان چلاتی لڑکیاں بالکل پسند نہیں ہیں اور ہاں اپنے ربّ کی رضا اور خوشنودی کے لیے جو رشتہ تم نے مجھ سے بنایا ہے وہ رشتہ بہت مہنگا پڑنے والا ہے تمہیں۔''

''جانتی ہوں' مگر آپ نہیں جانتے جو کچھ اب تک میں نے برداشت کیا ہے' اس کے بعد اب کوئی بھی طوفان آئے مجھے فرق نہیں پڑتا۔''

''اچھا' چلو پھر تم بھی کیا یاد کرو گی کہ کس کے نصیب میں لکھی گئی تھیں۔'' ذرا سا مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے گوری کی گردن میں پڑا نیکلس کھینچ لیا تھا۔ ''بہت تشنگی ہے میرے اندر' بہت سے طوفان ہیں' کیا کیا برداشت کرو گی؟ کس کس خلا کو حوصلے اور صبر سے فل کرو گی جو آگ میرے اندر دہک رہی ہے اس آگ میں جل کر راکھ نہ ہو جاؤ تو کہنا۔'' وہ نشے میں تھا' گوری کا وجود جیسے سُن ہوگیا۔

''آپ کی یہ نفرت اور وحشت میرے ارادوں کو کمزور نہیں کرسکتی۔''

''اچھا...... چلو کرو برداشت پھر یہ نفرت اور وحشت۔'' سرد لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ٹوٹی ہوئی چوڑیاں اٹھا کر بیڈ سے نیچے پھینکی تھیں۔ اگلی صبح وہ بیدار ہوا تو بہت فریش تھا مگر گوری کے لبوں کو چپ لگ گئی تھی۔ اسے لگا وہ واقعی اس طوفان کا سامنا زیادہ دن نہیں کرسکے گی۔ انسانیت کے دائرے سے نکلا وہ شخص واقعی نفرت کے قابل تھا مگر نفرت اس مسئلے کا حل نہیں تھی۔

اسے ضبط کرنا تھا اپنے صبر اور ہمت کو آزمانا تھا۔ بہت دنوں کے بعد اس کی فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی تبھی قدرے شکستگی سے بستر چھوڑتے ہوئے وہ نیا لباس اٹھا کر واش روم میں گھس گئی۔

سفر آسان لگتا تھا
دل برباد تجھ کو یہ سفر آسان لگتا تھا
ادھر تو سوچتا تھا اور اُدھر

آنکھوں سے کوئی خواب چہرہ آن لگتا تھا
مگر خوابوں میں رہنا
خواب جیسی بے حقیقت
خوشبوئے صحرا میں رہنا ہے
کناروں سے جو ہو محروم
اس دریا میں رہنا ہے
دل برباد ہم نے تو کہا تھا
یہ سفر آسان لگتا ہے مگر
آنکھیں بدن سے چھین لیتا ہے

"گڈ مارننگ مائی ڈیئر وائف!" نمازِ فجر کی قضا پڑھنے کے بعد وہ آج ولیمے کی تقریب کے لیے سوٹ کا انتخاب کررہی تھی، جب وہ کمبل پرے ہٹاتے ہوئے بستر سے نکل آیا۔

"السلام علیکم...... صبح بخیر!" اس کے حصار باندھنے پر بہت نرمی سے اس نے جواب دیا تھا، جواباً وہ چڑ گیا۔

"آج ولیمے کی تقریب ہے اور آج کی تقریب کے لیے تم میری پسند کا سوٹ پہنو گی، سمجھی......؟" بنا اس کے سلام کا جواب دیئے اس نے وارڈ روب کا پٹ کھولا تھا۔ وہ خاموش رہی۔

"یہ ساڑھی ہے آج کے لیے تم یہی پہنو گی۔"

سلیولیس، بلاؤز اور گہرے گلے کے ساتھ وہ ساڑھی جسم کو ڈھانپنے کے لیے نہیں، مزید نمایاں کرنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ وہ ایک نظر ساڑھی پر ڈالتی عدنان کو دیکھنے لگی۔

"میں آپ کی عزت ہوں، آپ کے نام سے منسوب ہوں، لباس پہننے کے بعد اگر وہاں تقریب میں سیکڑوں لوگ میرے وجود کی نمائش سے لطف اٹھائیں گے تو یہ آپ کے لیے ذلت کا باعث ہوگا، میرے لیے نہیں۔"

"جسٹ شٹ اپ! ہر وقت وعظ سنانے کے موڈ میں نہ رہا کرو، یہ میرا گھر ہے اور یہاں تم وہی کرو گی جو میں چاہوں گا، سمجھی تم......" عقل و دانش و ہدایت سے دور وہ شخص ابھی اس کی بات سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ گوری جان گئی کہ اس وقت اس سے بحث کا کوئی فائدہ نہیں، لہٰذا خاموشی سے ساڑھی اس کے ہاتھ سے تھام لی۔

ولیمے کی تقریب میں اس کا حُسن دیکھنے لائق تھا۔

شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں تقریب ارینج کی گئی تھی۔ شام میں جس وقت تیار ہو کر وہ کمرے سے نکل رہا تھا، گوری نے جانے کیا سوچ کر اپنی آنکھوں سے کاجل نکالا اور عدنان کے کان کے پیچھے نظر کا ٹیکہ لگا دیا۔

اس کی اس حرکت پر وہ سُن رہ گیا تھا۔

اس وقت بھی دوستوں کے سنگ وہ خاصا الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ انوشہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی پھر بھی وہ گوری کے ساتھ بیٹھی جانے اسے کیا کیا سمجھانے کی کوشش کررہی تھی۔ چاند اور ریان دونوں بے حد مسرور

تھے۔

شاہ زر، سرزمان اور ان کی وائف سارا کے ساتھ بیٹھا باتوں میں مصروف تھا۔ جب کہ طلال ہمدانی اپنے دوستوں میں گھرے بیٹھے تھے۔ عفان اور ان کی مسز کے بھی اپنے ہی مہمان تھے۔ عدنان نے دیکھا گوری نے ساڑھی کا پلّو، سر اور سینے پر یوں سیٹ کر رکھا تا کہ ان کی زینت چھپ گئی تھی۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا کہ زاویہ چپکے سے آ کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"تم نے تو کہا تھا کہ تم شادی کی پوزیشن میں نہیں ہو۔"

"ہوں...... شادی کب کی ہے ایویں ضد پوری کی ہے۔"

"بکواس! صاف کہو کہ اس لڑکی کے پردے پر مرمٹے ہو، لاکھ ماڈرن بنو مگر حقیقت میں تم بھی ایک روایتی مرد ہو، جسے لبادے میں لپٹی عورت اچھی لگتی ہے، خواہ اندر سے وہ جتنی بھی داغ دار ہو۔"

"جسٹ شٹ اپ زاویہ! کسی کے باپ کا خریدا ہوا غلام نہیں ہوں میں کہ وہ جو چاہے باتیں سنا کر چلتا پھرے، میری اپنی زندگی ہے اور میں وہی کرتا ہوں جو مجھے اچھا لگتا ہے بس۔" ایک پل میں تپ کر کہتا وہ اٹھ گیا۔ زاویہ ضبط سے لب کاٹتی بیٹھی رہ گئی۔

رات اڑھائی بجے کے قریب، تقریب کا اختتام ہوا تھا۔ گوری نے گھر پہنچتے ہی وضو کیا اور جائے نماز پر کھڑی ہو گئی۔ اپنے حقیقی مالک کے حضور سر بہ سجود ہونے کے بعد وہ ہمیشہ بہت سکون محسوس کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ دعا میں ہاتھ اٹھائے رو رہی تھی جب وہ کمرے میں چلا آیا۔

"بڑی ڈھیٹ ہو تم! اتنی تھکن اور مصروفیت کے باوجود یہ کام نہیں بھولیں۔" بیڈ پر گرتے ہی اس نے استہزائیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ گوری نے جائے نماز سمیٹ دی۔

"یہ کام نہیں ہے، ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اللہ ربّ العزت کی ہزار ہا نعمتوں کے جواب میں اس کی واحدنیت کو تسلیم کرنے کا فرض۔"

"اچھا...... !تم کیا سمجھتی ہو، وہ جو سارے جہان کا مالک ہے، اسے اپنا آپ تسلیم کروانے کے لیے تم جیسی بناوٹی لڑکیوں کے ان سجدوں کی ضرورت ہے؟"

"نہیں! وہ اپنی رحمتوں اور قدرتوں کے ساتھ ابد سے ہے اور ازل تک رہے گا۔ کوئی اس کے وجود کو تسلیم کرے یا نہ کرے اسے فرق نہیں پڑتا مگر جس انسان کو اس نے اشرف المخلوقات بنا کر دنیا میں بھیجا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے ربّ العزت کی اطاعت کرے، اس کے حکم پر سر جھکاتے ہوئے اس کا فرماں بردار رہے۔"

"بس...... آج کے لیے اتنا لیکچر کافی ہے۔" وہ کہتے ہوئے اس کا بازو پکڑ کر بیڈ پر گرا لیا تھا۔

"ساڑھی کیوں اتاری؟" اب وہ تفتیش پر اتر آیا تھا۔ گوری نے رخ پھیر لیا۔

"نماز پڑھنی تھی مجھے اور وہ لباس نماز کے لیے مناسب نہیں تھا۔"

"نماز...... نماز...... تنگ آ گیا ہوں میں تمہاری اس فضول اداکاری سے، تم کیا سمجھتی ہو یوں مومنہ بننے کا دکھاوا کر کے تم میری نظروں میں اپنا مقام بنا لو گی۔ مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دو گی کہ تم اچھی لڑکی ہو۔"

''نہیں!'' وہ جتنا ڈسٹرب ہوا تھا گوری کے لہجے میں اتنا ہی ٹھہراؤ تھا۔ ''مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اس بات سے کہ آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں مگر مجھے اس بات سے بہت فرق پڑتا ہے کہ اپنے مالک کی نظر میں میں کیا ہوں۔''

''چپ کرو! چلو مووی دکھاتا ہوں تمہیں ایک لڑکی کی' کیا یاد کرو گی تم بھی کہ کس ماڈ شوہر سے واسطہ پڑا ہے۔'' اسے ایک بازو میں دبوچے دوسرے ہاتھ سے اس نے لیپ ٹاپ آن کیا تھا۔

''دیکھو ذرا! کیا کمال کی لڑکی ہے' پورے پندرہ دن اپنے گھر والوں کو ڈاج دے کر یہ میرے ساتھ ہوٹل میں رہی تھی۔ یہ مووی بھی اس کی رضا سے بنائی تھی میں نے۔ یہ ہوتی ہے زندگی' زندگی کا اصل مزہ انجوائے' تھرل......''

''کب تک......؟'' صرف ایک نظر اسکرین پر ڈالنے کے بعد اس نے نگاہ پھیر لی تھی۔ عدنان اب مووی انجوائے کرنے لگا۔

''جب تک زندگی ہے۔ سانس چلتی ہے تب تک......''

''اور اس کے بعد؟''

''بعد کی بعد میں سوچیں گے۔''

''یہی تو گمراہی ہے۔''

''چپ! اب اگر تم نے کوئی فضول لیکچر شروع کیا تو قسم سے مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔'' وہ راہِ حق کا مسافر تھا۔ ابھی اسے ہدایت کی دولت ودیعت نہیں ہوئی تھی تبھی بنا سوچے سمجھے کچھ بھی بول رہا تھا۔ گوری نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔

اس کی زبان پر استغفار کا ورد جاری تھا۔ عدنان نے مووی کی آواز کا والیم مزید بڑھا دیا۔ وہ ضدی' خود پسند اور عیاش شخص تھا۔ اس نے آہستہ سے پلکیں موند لیں۔

''یہ مشاغل ہیں میرے' ایسی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں تم بھی ان جیسی بنو گی' دیکھ لینا...... کہتے ہیں ناں جو شخص جیسا ہو اسے ویسا ہی ہم سفر ملتا ہے اگر میں عیاش ہوں تو تم پارسا کیسے ہو سکتی ہو؟'' اپنی دھن میں بولتے ہوئے اس نے جونہی نگاہ پھیری' گوری کی بند پلکوں سے ٹوٹتے آنسوؤں کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ایک منٹ' دو منٹ' تین منٹ۔ وہ لڑکی اپنے ربّ کی محبت اور فرماں برداری میں کتنی ثابت قدم تھی۔ اسے لگا جیسے مووی میں ایک دم سے اس کی دلچسپی ختم ہو گئی ہو۔ اگلے ہی پل قدرے بدمزہ ہو کر اس نے لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کر دیا تھا۔

❁......❖......❁

واصف علی ہمدانی نے صاعقہ کی فرمائش پر اسے خوب صورت گھر مہیا کر دیا تھا۔

صائمہ بہت خوش تھی مگر سمعان کے لبوں پر لگا قفل یہاں آ کر بھی نہیں ٹوٹا تھا۔ ایان کی لاتعلقی اور آمنہ کی غیر متوقع بے وفائی نے اسے اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ تاہم اس کی ماں کی صحت سنبھل گئی تھی۔ چھوٹے دونوں بھائیوں کی تعلیم کا ٹوٹا ہوا سلسلہ بھی دوبارہ بحال ہو گیا تھا۔ صرف ایک دل کی اداسی پر ان سب اپنوں کی خوشی بھاری پڑ رہی تھی۔

واصف علی ہمدانی نے اسے مایوس نہیں کیا تھا اور اب وہ بھی اسے مایوس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ واصف کے

عالیہ شاہ

السلام علیکم تمام بہنوں اور دوستوں کو میرا اسلام قبول ہو۔ میں ہوں ارے ارے بھاگ کر کہاں جا رہی ہیں ابھی تو تعارف بھی مکمل نہیں پڑھا۔

جی میں ہوں عالیہ شاہ فرسٹ ایئر میں پڑھتی ہوں۔ وہ کہتے ہیں نا کہ ہم لائق بہت ہیں لیکن میں بالکل بھی نہیں ہوں۔ میں 15 اپریل کو پیدا ہوئی میرا اسٹار حمل ہے اور اس اسٹار کی تمام خوبیاں اور خامیاں مجھ میں موجود ہیں۔ ہم تین بہنیں اور تین بھائی ہیں۔ مابدولت سب سے چھوٹی ہیں۔ اسکول کے دور میں بہت ہی شرارتی ہوتی تھیں۔ میں اور میری کلاس فیلو نادیہ یوسف ہم بہت ہی شرارتی تھی۔ اب بھی ہوں مگر اتنی نہیں' میری سب سے بہترین دوست بشریٰ عظمت ہے۔

بور تو نہیں ہو گئی میری پیاری دوستیں چلو خیر پڑھنا تو پڑے گا کیونکہ آپ کی دوست ہوں۔ کھانے میں لوبیا اور پالک گوشت بہت ہی پسند ہے۔ میرا فیورٹ کلر پنک اور سفید ہے۔ گلاب کی خوش بو بہت زیادہ پسند ہے۔

پسندیدہ ڈریس ساڑھی اور چوڑی دار پاجاما (لیکن کوئی پہننے نہیں دیتا) سوائے شادی بیاہ کے۔

پسندیدہ شاعر محسن نقوی' سنگرز میں مجھے سجاد حیدر بہت ہی اچھا لگتا ہے وہ الگ بات ہے کہ ٹی وی پر کم نظر آتے ہیں۔

پسندیدہ رائٹرز میں سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی ہیں۔ آپ بور تو نہیں ہوئی نا اب جلدی جلدی سے خدا حافظ۔

ساتھ چند روز پیشتر ایک ریسٹورنٹ میں اس نے عباد کو دیکھا تھا۔ اپنی منگیتر ہادیہ کے ساتھ اس سے کچھ ہی فاصلے پر بیٹھا وہ شخص اسے صدیوں کے فاصلے پر بیٹھا محسوس ہوا تھا۔

کتنی خوش تھی وہ لڑکی اس کی ہمراہی میں جو اس کے نام سے منسوب تھی مگر کتنی اکیلی ہو کر رہ گئی تھی......

کاش محبت دولت کے عوض ملتی تو وہ لاکھوں کروڑوں لٹا کر اس شخص کو خرید لیتی جو اس کے لیے کل کائنات تھا۔ جسے کھونے کے بعد وہ بالکل اجڑ کر رہ گئی تھی مگر وہاں محبت دولت کے عوض نہیں تھی۔

اس نے واصف پر اپنا درد ظاہر کیے بنا وہاں سے فوری فرار چاہا تھا مگر ایک اور رات کو اس شخص کی یادوں کے عذاب لائے' خود پر مسلط ہونے سے نہیں روک سکی تھی۔

❁......❖......❁

درد رویہ' الجھا لہجہ
کھوئی آنکھیں' ٹھنڈے ہاتھ
بے رنگ چہرہ' بد اخلاق
دیکھو تم بن کون ہوں ''میں''

''بُریرہ!'' تیز بارش میں سڑک کے کنارے' سنگی بنچ پر بیٹھی بارش کی سرد بوندوں کو ہتھیلی پر جمع کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب شاہ زر نے اسے پکارا' وہ آج صبح ہی ارجنٹ کام کے سلسلے میں انگلینڈ آیا تھا۔ بُریرہ مانوس پکار پر چونکی اور پھر جیسے ساکت رہ گئی تھی۔

کس دیدہ دلیری سے اس کی محبت کا مجرم' خود چل کر کٹہرے میں آ گیا تھا۔ اٹھ کر کھڑی ہونے کی کوشش میں وہ لڑکھڑا کر رہ گئی تھی۔

''اتنی تیز بارش میں بنا چھاتے کے بیٹھی ہو مرنے کا ارادہ ہے؟'' کس درجہ اپنائیت سے اس نے سوال کیا تھا۔ بُریرہ کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ یوں ٹپکا جیسے صدیوں سے خشک ہوئی جھیل میں بارش کا کوئی قطرہ گرا ہو۔ سامنے کھڑے اس شخص کے فراق میں وہ کیا سے کیا ہو کر رہ گئی تھی مگر وہ شخص ذرا نہیں بدلا تھا۔ بُریرہ کے اندر کوئی سسک اٹھا۔ اس سے بڑھ کر بھلا محبت کی توہین اور کیا ہو سکتی تھی؟

''جن کے اندر دوزخ دہک رہے ہوں انہیں تیز بارش کی سرد بوندیں کچھ نہیں کہتیں۔'' ڈبڈبائی آنکھوں سے بمشکل اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا' جواباً وہ قریب آ گیا۔

''کیا تم ابھی تک اسی دکھ کے حصار میں ہو بری! خدا کا واسطہ ہے تمہیں اس دکھ سے نکل آؤ' مجھے لگتا ہے انوشہ رحمٰن کے بعد میں تمہاری بددعاؤں کی زد میں آ کر بے سکون ہو گیا ہوں پلیز مجھے معاف کر دو بری پلیز!'' اس شخص کو اب بھی اس کے درد کا احساس نہیں تھا۔ وہ صرف اپنے سکون کے لیے آیا تھا۔ وہ رو پڑی۔

''ہرگز نہیں! تم منافق ہو شاہ زر آفندی! محبت کا جھانسہ دے کر میرے دل کی نگری برباد کی ہے تم نے' میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی' کبھی نہیں......''

کیا تھا وہ شخص ساری عمر اس کے سامنے نہ آتا' وہ پھر سے ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنے سے بچ جاتی۔

''میں جانتی ہوں' تم نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی' تم مردوں کے لیے محبت یوں بھی دردِ سر نہیں ہے' جہاں جس موڑ پر جو اچھا لگا اپنا لیا' جو دل سے اتر گیا اسے پھینک دیا۔ چلتی گاڑی کی طرح ہر اسٹیشن پر' نئے مسافروں کی ضرورت ہوتی ہے تمہیں مگر ہم لڑکیاں پھر بھی تم جیسے مردوں کی کھوکھلی محبتیں قیمتی اثاثوں کی طرح سنبھال کر ساری عمر سینے میں چھپائے پھرتی ہیں۔ تم معافی تو کیا میری نفرت کے قابل بھی نہیں ہو۔'' چلا کر کہتے ہوئے وہ پھر سے بنچ پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کا سیل پرس میں پڑا تھا جانے اتنی تیز بارش میں وہ کام بھی کرتا ہے کہ نہیں۔ اس کے باوجود بُری طرح روتے ہوئے اس نے سیل نکالا اور سرمد کا نمبر پریس کر ڈالا۔

وہ ضروری میٹنگ کے لیے نکل رہا تھا' جب سیل پر بُریرہ کا نمبر دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ایک لمحے سے قبل اس نے اس کی کال پک کی تھی۔

''بری! کیا تم ٹھیک ہو؟''

''نہیں! میں ٹھیک نہیں ہوں، تم جہاں بھی ہو جلدی آ جاؤ پلیز......''

''او کے! میں آ رہا ہوں' تم کہاں ہو؟''

''گھر کے پاس' روڈ پر......!''

''ٹھیک میں آ رہا ہوں۔'' وہ رو رہی تھی۔ سرمد کی جان پر بن گئی تھی۔

کال ڈراپ ہوتے ہی وہ تیزی سے اٹھا تھا۔ قریب کھڑی سیکریٹری خاموش نہ رہ سکی۔

''سر! ابھی آپ میٹنگ کے لیے نکل رہے تھے' یہ میٹنگ ہماری کمپنی کو کروڑوں کا......''

''میں جانتا ہوں مس ندا! مگر ابھی جس شخص کو میری ضرورت ہے وہ کروڑوں نہیں اربوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے میرے لیے' او کے۔'' اپنے اسٹاف کے ساتھ ہمیشہ خوش باش رہنے والے اس شخص کا لہجہ اس لمحے کتنا سرد تھا۔ سیکریٹری دوبارہ کچھ کہنے کی جسارت نہ کر سکی۔ اگلے پندرہ منٹ میں وہ متعلقہ روڈ پر تھا۔

''میں تم سے نفرت نہیں کرتی شاہ زر آفندی! بلکہ مجھے کراہیت آتی ہے تم سے۔ خدا کا واسطہ ہے تمہیں' اب زندگی میں کبھی میرے سامنے مت آنا ورنہ یا تم اس دنیا میں نہیں رہو گے یا میں۔'' سیل بیگ میں رکھتے ہوئے وہ پھر کھڑی ہوئی تھی' عین اسی لمحے سرمد وہاں پہنچا تھا۔ جونہی اس نے گاڑی سے قدم باہر رکھا' بُریرہ سرعت سے اس کی طرف لپکی اور اس کے کندھے پر سر رکھ کر بچوں کی طرح رو پڑی۔

''بری! کیا ہوا ہے؟'' حیران و پریشان سا ایک نظر خاموش کھڑے شاہ زر پر ڈالتا' وہ اس کے لیے متفکر ہوا تھا۔ وہ روتی رہی۔

''میں تم سے محبت کرتی ہوں سرمد! بے حد' بے تحاشا' مجھے لے چلو یہاں سے پلیز۔'' کتنی جذباتی ہو رہی تھی وہ اس لمحے۔ سرمد ششدر رہ گیا۔ جب کہ شاہ زر کے لبوں پر پھیکی سی مسکان بکھر گئی۔ اپنے درد کا بھرم رکھنے کا یہ بھی ایک اچھا انداز تھا۔

سرمد بنا اس پر دوسری نگاہ ڈالے قیمتی متاع کی مانند بُریرہ کو سنبھال کر گاڑی میں بٹھاتا ہوا وہاں سے چلا گیا مگر وہ دیر تک وہیں کھڑا رہا۔

کیسی عجیب کہانی تھی زندگی کی کہ اس نے جن دو لڑکیوں کو اپنی زندگی میں چاہا تھا' ان میں سے ایک کو بھی خوش نہیں رکھ سکا تھا۔

بارش مزید تیز ہو گئی تھی مگر اب وہاں سنگی بنچ پر بُریرہ رحمٰن نہیں' شاہ زر آفندی بیٹھا تھا۔

❁......❖......❁

انوشہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور چاند اس سے نوڈلز کے لیے ضد کر رہا تھا۔

وہ کافی دیر سے ٹالتی رہی پھر اس کے رونے پر بالآخر اٹھ کھڑی ہوئی کہ وہ اسی کے ہاتھ کے نوڈلز کی ضد کر رہا تھا۔

شاہ زر گھر پر نہیں تھا ورنہ اسے آؤٹنگ کے لیے باہر لے جاتا۔

اس وقت وہ کچن میں چاند کو نوڈلز بنا کر دینے کے بعد اپنے لیے چائے بنا رہی تھی جب وہ شدید تھکن کا شکار' سفری بیگ کندھے پر ڈالے گھر میں داخل ہوا تھا۔ لاؤنج چونکہ کچن کے سامنے ہی تھا لہٰذا بیگ وہاں رکھنے کے بعد وہ سیدھا کچن میں چلا آیا تھا۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام پاپا! مما نے میرے لیے نوڈلز بنائے ہیں' آپ کھائیں گے؟'' چاند اسے دیکھتے ہی خوش ہوا تھا۔ شاہ زر نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے ڈھیر سارا پیار کر ڈالا۔

''نہیں پاپا کی جان! آپ کھاؤ' مما پاپا کے لیے کچھ اور بنا دیں گی۔'' اس کی تسلی پر وہ نوڈلز کا باؤل اٹھا کر لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے چلا آیا تھا۔

''کیا کر رہی ہو انوش!'' تھکے تھکے اداس لہجے میں وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ انوشہ نے لب بھینچ لیے۔

''کچھ نہیں!''

''کچھ تو کر رہی ہو' میں سمجھتا تھا تم مجھ سے نفرت کرتی ہو مگر میں غلط سمجھتا تھا۔ حقیقت میں تم مجھ سے نفرت

نہیں محبت کرتی ہو تبھی تو زبردستی میری بہن کو بھی اس گھر سے نکال باہر کیا تا کہ میری توجہ صرف اور صرف تم پر مرکوز رہے ہے ناں؟" صرف اسے تنگ کرنے کے لیے اس نے اس کے دونوں کندھوں پر ہاتھ دھرے تھے۔ جواب میں وہ تپ اٹھی۔

"میں نے جو کیا گوری کی بہتری اور بھلائی کے لیے کیا' سمجھے آپ۔"

"نہیں! میری بہتری اور بھلائی کے لیے کچھ کرو گی تو سمجھوں گا۔" وہ اداس تھا مگر اس کے لہجے میں شرارت تھی' انوشہ نے رخ پھیر لیا۔

"آپ سفر سے آئے ہیں آرام کیجیے' میں اس وقت آپ کے منہ لگنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"میں تو ہوں۔" بنا اس کی تُرشی کو کوئی اہمیت دیے' اس نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ انوشہ کو لگا وہ آگ کی لپیٹ میں آ گئی ہو۔

"تم حد سے بڑھ رہے ہو شاہ زر آفندی!"

"کون سی حد؟ تمہیں بخار ہے پھر بھی کام کر رہی ہو' میرا انتظار کر لیتیں' میں بنا دیتا چاند کو نوڈلز۔"

"کیوں؟ وہ میرا بیٹا ہے مجھے اس کے کام کرتے ہوئے تکلیف نہیں ہوتی۔"

"صرف تمہارا بیٹا ہے؟"

انوشہ اس کا حصار توڑنا چاہ رہی تھی اور وہ اسے جیسے خود میں سمونا چاہ رہا تھا۔ گرم سانسوں کی تپش سے انوشہ کے رخسار دہک اٹھے تھے۔

"اگر وہ صرف تمہارا بیٹا ہے تو پھر مجھ غریب سے اس درجہ نفرت کی وجہ۔" وہ سرگوشی کر رہا تھا انوشہ کو لگا جیسے وہ اپنے حواس میں نہ ہو۔ آج سے پہلے اس نے یہ انداز کبھی نہیں اپنایا تھا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لیے جدوجہد کر رہی تھی جب اس نے اسے کندھوں سے پکڑتے ہوئے اپنے مقابل کر لیا۔

"انوش! تم مجھ سے نفرت کرتی ہو ناں' بالکل ٹھیک کرتی ہو' میں وہ شخص ہوں جو کسی کی نفرت کے قابل بھی نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ بھی تمہارے ساتھ کیا اس کے بعد اگر مجھ میں ذرا سی بھی غیرت ہوتی تو جا کر کہیں خودکشی کر لیتا مگر زندگی بھر تمہارے سامنے کبھی نہ آتا۔ مگر غیرت ہی تو نہیں ہے مجھ میں' کھیل سمجھتا ہوں محبت کو۔ زندگی مٹی کے گھروندے کی طرح ہے میرے لیے' جب جیسے چاہا بنا لیا جب جیسے چاہا مٹا لیا۔" اداس آنکھوں میں جنون ہلکورے لے رہا تھا۔ وہ سن سی اسے دیکھے گئی۔

"بکواس کی تھی میں نے تم سے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ یوں کرتے ہیں محبت کرنے والے؟ نہیں کرتا میں تم سے محبت' کوئی محبت نہیں کرتا میں تم سے مگر اس کے باوجود تم دھڑکن بن کر میرے سینے میں دھڑکتی ہو' تمہاری آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں تو میرا جگر کٹتا ہے' تم نفرت سے منہ پھیرتی ہو تو میرے سینے میں سانس الجھنے لگتی ہے' میں تم سے محبت کرتا ہوں انوشہ! پھر بھی تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو میں تڑپ اٹھتا ہوں' پاگل کر دیا ہے تم نے مجھے' میں تمہیں دیکھنا نہیں چاہتا تھا' سوچنا نہیں چاہتا تھا پھر بھی تم ایک پل کے لیے نگاہ سے اوجھل ہوتی ہو تو میں مرنے لگتا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں تم پتھر ہو' مر جاؤں گا تم سے سر ٹکراتے ٹکراتے مگر پھر بھی میں باز نہیں آ رہا ہوں' کتنی سنگ دل ہو تم......"

وہ شخص واقعی اپنے حواس میں نہیں تھا۔ انوشہ کا وجود جیسے برف ہو گیا۔ "تم مجھ سے نفرت میں حق بجانب ہو انوش! مگر میں تھک گیا ہوں' سہارے ڈھونڈتا ہوں خود کو مضبوط کرنے کے مگر تم تک پہنچتے ہی تھک کر گر جاتا ہوں' ہار جاتا ہوں۔" جانے وہ شخص کہاں سے ہو کر آیا تھا۔ برف ہوئے وجود کے ساتھ انوشہ نے اس کے ہاتھ اپنے کندھوں سے ہٹائے تھے جب شاہ زر نے اس کی کلائی تھام لی۔

"آئی لو یو انوشہ! آئی لو یو سو مچ۔" بھرپور شدت کے ساتھ کہتے ہوئے اس نے انوشہ کی کلائی پر دباؤ بڑھایا تھا جواب میں کرچ کرچ کی آواز کے ساتھ کئی چوڑیاں ٹوٹ کر زمین پر بکھر گئیں۔ وہ شخص واقعی پاگل ہو چکا تھا۔

"سوری......" انوشہ کی کلائی پر خون دیکھ کر وہ شرمندہ ہوا تھا پھر اگلے ہی پل پلٹ کر کچن سے نکل گیا۔ تاہم انوشہ بنا درد کا احساس کیے پتھر بنی وہیں کھڑی رہی تھی۔

❁......❖......❁

سانول شاہ کی کوششوں سے حکومت نے گاؤں شاہ والا میں موجود اسپتال کی تعمیر نو کی منظوری دے دی تھی۔ سانول خود اپنی نگرانی میں یہ کام کروا رہا تھا' گاہے بگاہے اس کے شہر کے چکر بھی لگتے رہتے تھے۔ انزلہ کے لیے وہ شہر میں بہت خوب صورت گھر تعمیر کروا رہا تھا جس کی نگرانی اس کے ایک دوست کے سپرد تھی۔ بہت دنوں پہلے اس نے انزلہ کو میران شاہ کے بارے میں تفصیلاً بتا دیا تھا۔

اس وقت شاہ والا میں تیز بارش ہو رہی تھی اور وہ جو مزدوروں کو ہدایات دے رہا تھا ایک نظر آسمان کو دیکھتا اپنے ڈیرے کی طرف چلا آیا جو اس کے بڑے بھائی کی گاؤں سے اچانک ہجرت کے بعد اس کے قبضے میں آ گیا تھا۔

پچھلے دنوں اس کے بڑے بھائی پر فالج کا اٹیک ہوا تھا جس کے بعد اس نے گاؤں سے ہجرت کر لی تھی وقتِ رخصت وہ اس سے ملنا چاہتا تھا مگر سانول نے اس سے ملنا گوارہ نہیں کیا' صرف انزلہ کی وجہ سے اس نے اسے زندہ چھوڑ دیا تھا ورنہ اب تک گاؤں شاہ والا میں ایک قبر ضرور بنتی' اس کے بڑے بھائی کی یا پھر خود اس کی......

موسم کی مناسبت سے انزلہ نے اس کے لیے اپنے ہاتھوں سے پکوڑے بنائے تھے' آس پاس کے گھروں سے سوجی کے حلوے کی سوندھی سی خوشبو الگ دل للچا رہی تھی مگر اتنا وقت نہیں تھا۔ کل رات کنیز بیگم نے اس سے بات کی تھی' وہ ٹھیک نہیں تھیں اس لیے اسے اپنے پاس بلا رہی تھیں۔ انزلہ خود بھی ان سے ملنا چاہ رہی تھی تا کہ بہزاد علی مراد کی بجائے انہیں سانول شاہ کے لیے رضامند کر سکے اسی لیے اس نے دادی ماں کے ساتھ انگلینڈ آنے کی ہامی بھر لی تھی اور اب یہی بات اسے سانول سے شیئر کرنی تھی۔

دادی ماں کے پاس کچھ خواتین بیٹھی تھیں لہٰذا موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ پکوڑوں کی پلیٹ کے ساتھ گھر سے نکل آئی۔ وہ جانتی تھی سانول اس وقت اپنے ڈیرے پر ہی ہو گا تبھی کچے راستوں کے کیچڑ سے بچتی وہ اسی راہ پر گامزن ہو گئی تھی۔

کچے راستوں پر بارش کا پانی کھڑے ہو جانے کے باعث اسے چلنے میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی'

پاؤں میں سادا چپل تھی پھر بھی کئی جگہوں پر وہ پھسلتے پھسلتے بچی تھی۔ سانول بڑی دور سے اسے آتے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ ڈیرے کے قریب پہنچ کر اس نے اچانک سر اٹھا کر سانول کو دیکھا اور اگلے ہی قدم پر پھسل کر پکوڑوں کی پلیٹ سمیت دھڑام سے زمین پر آ گری۔

سانول جو اس کی حالت سے لطف اٹھا رہا تھا اسے یوں عین نگاہوں کے سامنے زمین بوس ہوتے دیکھ کر کھلکھلائے بغیر نہ رہ سکا۔

''شرم کرو کچھ، بجائے اس کے کہ آگے بڑھ کر تم مجھے سہارا دیتے۔ میرے گرنے پر کھڑے ہنس رہے ہو؟'' اس کے کپڑے تو خراب ہوئے ہی چہرے پر بھی کیچڑ لگ گیا۔ سانول کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہو گیا۔

''اُف! پہلی بار کسی بندریا کو یوں زمین چاٹتے دیکھا ہے۔''

''کیا! میں بندریا ہوں...... میں بندریا ہوں تو تم خود کیا ہو، بندر کہیں کے۔'' خود ہی ہمت کرتے ہوئے وہ کہنی کی مدد سے زمین سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''چلو تم بندریا! میں بندر، پورا جنگل بنائیں گے یہاں۔''

''بنانے کی کیا ضرورت ہے پہلے ہی کسی جنگلی سے کم نہیں ہو اور مجھے پورا یقین ہے، تمہارے بچے بھی ایک نمبر کے جنگلی ہی ہوں گے۔''

''او ہیلو! مجھے جو کہنا ہے کہو مگر میرے مستقبل میں آنے والے معصوم بچوں کی شان میں کوئی گستاخی کی تو معاف نہیں کروں گا۔''

''مت کرنا، میں معافی مانگ بھی نہیں رہی۔'' دوپٹے سے منہ صاف کرتے ہوئے اس نے بے نیازی جتائی تھی۔ وہ ہنس پڑا۔

''تمہاری تو اس موسم میں جان جاتی ہے پھر اب کیسے نکل پڑیں گھر سے؟''

''بس دماغ خراب ہو گیا تھا' سوچا تم جیسے اسٹوپڈ شخص کے لیے اتنے اچھے موسم میں اپنے ہاتھ سے پکوڑے بناؤں اور پھر کھلا کر آؤں' یہی ہمدردی الٹی پڑ گئی۔''

''کاش! ہمدردی کی جگہ تم محبت کا لفظ استعمال کر لیتیں۔'' ایک نظر کیچڑ کی نذر ہوئے پکوڑوں پر ڈالتے ہوئے اس نے مصنوعی تاسف سے کہا تو انزلہ نے زور کا مکا اس کے شانے پر رسید کیا۔

''انگلینڈ جا رہی ہوں میں، تمہاری جان چھوڑ کر۔''

''شکر! تمہیں خیال تو آیا۔''

''میں مذاق نہیں کر رہی قیس! میں واقعی کچھ روز کے لیے انگلینڈ جا رہی ہوں۔'' اس کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ جو مسکرا رہا تھا فوراً سنجیدہ ہو گیا۔

''کیوں......؟''

''مما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، بلا رہی ہیں مجھے۔ میں خود بھی جانا چاہ رہی ہوں تاکہ مما کی رائے تمہارے لیے ہموار کر سکوں۔'' اس کی وضاحت پر وہ پلٹ گیا تھا' تبھی انزلہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''تمہیں میرا یقین ہے ناں قیس! تمہیں پتا ہے ناں تم میرے لیے کیا ہو؟''

''ہاں! مگر زندگی کا بھروسا نہیں۔''

''اُف! میں ہمیشہ کے لیے تو نہیں جا رہی' صرف چند دنوں کی بات ہے' پھر یہی ہم ہوں گے اور یہی ہمارے گاؤں کے مسائل۔''

''تمہیں یقین ہے تم واپس آؤ گی؟''

''ہاں!''

''مجھے یقین نہیں ہے۔''

''کیوں! تمہیں کیا لگتا ہے' کیا میں وہاں جا کر بدل جاؤں گی' بھول جاؤں گی تمہیں؟''

''ہاں!''

''نہیں قیس! انزلہ شاہ مر سکتی ہے مگر اپنے عہد سے پھر نہیں سکتی۔''

''پھر بھی میں چاہتا ہوں تم نہ جاؤ' پتا نہیں کیا چیز ہے جو مجھے اندر سے کاٹ رہی ہے' پریشان کر رہی ہے۔''

''تم پاگل ہو اور کچھ نہیں......'' سانول شاہ کے بالوں کو شرارت سے بکھیرتے ہوئے وہ ہنسی تھی۔

''ابھی تو میں نے تمہیں بہت تنگ کرنا ہے۔ تمہیں پتا ہے جب ہماری شادی ہو جائے گی تو میں روایتی بیوی بن کر خوب جھگڑے کیا کروں گی تم سے۔ تم لیٹ گھر آؤ گے تو جھگڑا...... کسی سے پھڈا کرو گے تو جھگڑا...... بچوں کو ڈانٹو گے تو جھگڑا...... عاجز آ جاؤ گے تم مجھ سے اور کہو گے اُف وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں نے تم جیسی اسٹوپڈ لڑکی سے شادی کا فیصلہ کیا تھا۔''

''تم واپس آؤ گی ناں انزلہ......؟'' ہنستے ہوئے اپنی دھن میں وہ جانے کیا کیا بول رہی تھی جب سانول نے اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے اپنے مقابل کر لیا۔ اس کی آنکھوں سے اس لمحے جیسے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔

''کیا ہوا ہے قیس! تم ٹھیک تو ہو ناں......؟''

''مجھے چھوڑو...... میں جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو؟''

''ہاں! میں واپس آؤں گی تمہارے لیے' اپنے قیس کے لیے۔ یہ درخت' یہ پتے' یہ مٹی یہ سب گواہ ہیں قیس! وہ دیکھو وہ نہر کا بہتا شفاف پانی' وہ گواہ ہے۔ انزلہ واپس آئے گی' پھر کبھی کہیں نہ جانے کے لیے......'' اس کی روشن' ذہانت سے چمکتی آنکھوں میں گہرا یقین تھا' محبت تھی' تڑپ تھی۔ وہ رخ پھیر گیا۔

''اپنا عہد یاد رکھنا انزلہ! مت بھولنا کہ میں نے صرف تمہارے لیے اپنے اندر کے جانور کو مار کر اپنے اندر ہی سلا لیا ہے۔ مت بھولنا کہ تم میرے لیے زندہ رہنے کا واحد مقصد نہیں' واحد وجہ ہو۔''

''نہیں بھولوں گی' بس تم میرا انتظار کرنا۔'' سانول کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے اپنا سر اس کے مضبوط کندھے پر ٹکا دیا تھا۔ وہ مضطرب سا کھڑا لب دباتے ہوئے' افق کے اس پار غروب ہوتے سورج کو دیکھتا رہا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

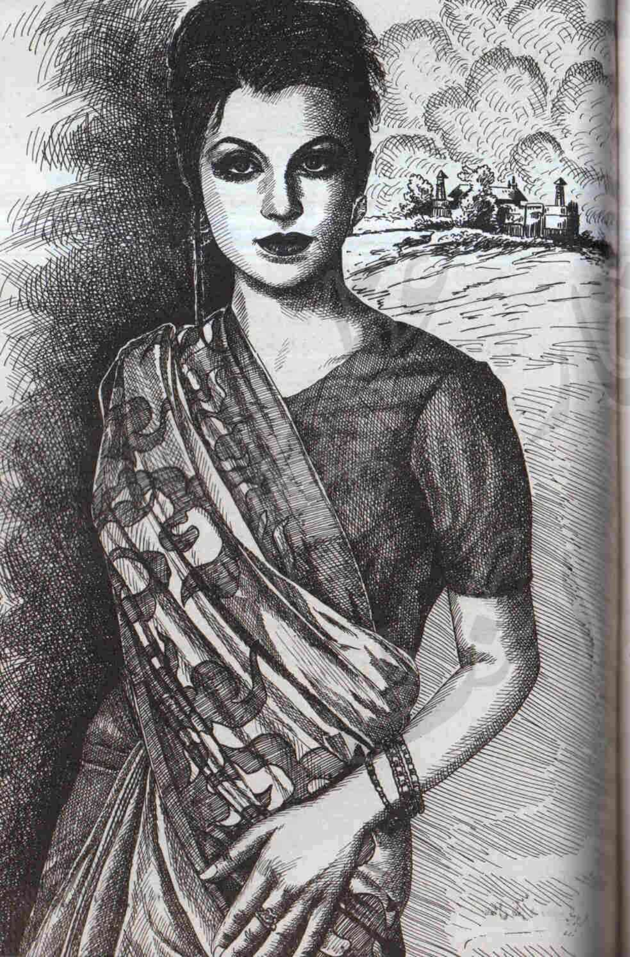

میرا ہرجائی صنم

نادیہ فاطمہ رضوی

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

اپنا تو چاہتوں میں یہی اک اصول ہے
جب تو قبول ہے تو تیرا سب قبول ہے
یہ عمر بھر کا جاگنا بے کار ہی نہ جائے
گر تو نہیں ملی تو ریاضت فضول ہے

آئے موسم رنگیلے سہانے جیا نہیں مانے
تُو چھٹی لے کر آ جا بالما! ہو......و......ہو ہو لا لا لا......

''اُف! یہ امی کی امی کی نواسی اتنی بے سُری کیوں ہے۔'' شہروز نے کچن سے آتی علیجا کی آواز سے ڈسٹرب ہو کر انتہائی بے مزہ ہو کر سوچا۔

''ارے شہروز! یہ تم اخبار ہاتھ میں تھامے کن سوچوں میں گم ہو۔'' امی لاؤنج میں داخل ہوئیں تو کاؤچ پر شہروز کو کھویا کھویا دیکھ کر استفسار کیا۔

''امی! آپ کو معلوم ہے ناں کہ پورے ہفتے میں مجھے صرف ایک دن آرام کا نصیب ہوتا ہے مگر شاید اب وہ بھی میرے ہاتھ سے گیا۔''

''کیوں بھئی...... اب ایسا کیا ہو گیا؟ تمہارے آرام میں کس نے خلل ڈال دیا۔'' امی نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

''یہ...... یہ آپ کی بھانجی آشا بھوسلے' ملکہ ترنم نور جہاں کی اُستانی کتنی مدھ بھری آواز میں پورے گھر میں اپنے سُر بکھیر رہی ہے۔'' کچن سے ابھی بھی علیجا کی گنگنانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ شہروز نے کاؤچ پر اخبار پٹخ کر دانت پیستے ہوئے کہا تو امی بے ساختہ مسکرا اٹھیں جسے دیکھ کر شہروز مزید بے زار ہو گیا۔

''اُفوہ بیٹا! تو اس میں اتنا چڑنے کی کیا بات ہے۔ ٹھیک ہے کہ علیجا کچھ زیادہ بولتی ہے۔'' امی جز بز ہو کر بولیں تو شہروز نے فوراً حیرت سے بات کاٹی۔

''کچھ زیادہ......! امی آپ جانب داری سے کام نہ لیں وہ تو اتنا بولتی ہے کہ کوئی گونگا بھی گھبرا کر بول اٹھے کہ خدا کے واسطے خاموش ہو جاؤ۔''

''اچھا بابا! میں علیجا سے کہہ دوں گی کہ تمہارے سامنے زیادہ نہ بولا کرے۔'' امی مصلحت آمیز لہجے میں بولیں کہ اسی اثناء میں علیجا اندر آ ئی۔

''کھانا تیار ہے خالہ اماں! شہروز بھائی جان! آپ ہاتھ دھو کر جلدی سے ٹیبل پر بیٹھو میں بس گرم گرم پھلکے لا رہی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ بنا ان کا جواب سنے دوبارہ جھپاک سے کچن میں غائب ہو گئی۔

''امی کہہ دیں اس بھائی جان والی سے' مجھے صرف شہروز بھائی کہا کرے اور یہ کیا سمجھ رہی ہے کہ میں یونہی سر جھاڑ منہ پھاڑ بیٹھا ہوں۔'' شہروز تلملا کر بولا۔

''اُفوہ! تم تو علیجا کی ہر بات کو غلط رنگ میں لے رہے ہو۔ ارے انسان تو یہ کہتا ہی ہے کہ ہاتھ دھو کر کھانے کی ٹیبل پر آ جاؤ۔ اچھا چھوڑو ان باتوں کو آؤ کھانا کھاتے ہیں۔'' امی نے شہروز کو منہ بناتے دیکھ کر کہا

تو شہروز طوعاً و کرہاً اٹھ کھڑا ہوا۔

❁......☯......❁

آفس سے واپسی پر اسے آج خاصی دیر ہو چکی تھی اوپر سے ٹریفک جام اور اس پر مستزاد سر میں درد نے شہروز کو اچھا خاصا چڑچڑا کر دیا تھا۔ بڑی دقتوں سے ڈرائیونگ کر کے وہ گھر پہنچا تو امی علیجا کے ہمراہ بازار جانے کے لیے تیار بیٹھی تھیں۔

''شہروز! آج تم نے اتنی دیر کیوں کر دی' میں نے صبح ہی تم سے کہا تھا ناں کہ علیجا کے لیے کچھ شاپنگ کرنی ہے۔''

''امی! آج آفس میں کام زیادہ تھا' میں اس وقت تو بالکل بھی بازار نہیں جاسکتا' آپ یہ پروگرام کل پر اٹھا رکھیں۔'' شہروز ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہیں صوفے پر ڈھے گیا۔

''السلام علیکم آنٹی!'' اچانک آفاق کی آواز لاؤنج میں ابھری تو شہروز اور امی دونوں چونک گئے۔

''ارے آفاق بیٹا! تم' آج اتنے دنوں بعد آئے مگر درست وقت پر آئے۔''

''آنٹی! یہ صاحبہ کون ہیں؟'' آفاق نے امی کی بات نظر انداز کر کے علیجا کی بابت استفسار کیا جو کاؤچ پر بیٹھی تھی۔ علیجا بھی آفاق کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔

''بیٹا! یہ میری بھانجی علیجا ہے۔ پچھلے ہفتے گاؤں سے آئی ہے۔''

''اوہ اچھا...... مگر آج سے پہلے تو میں نے انہیں کبھی آپ کے گھر نہیں دیکھا۔''

''یہ پہلی بار کراچی آئی ہے۔ اچھا بھئی آفاق! تم ہمارا ایک کام کر دو' ہمیں مارکیٹ لے چلو۔'' آفاق جو شہروز کا دوست اور پڑوسی تھا' اس کا ان کے گھر میں آنا جانا تھا' فوراً حامی بھرتے ہوئے بولا۔

''افوہ امی! میں نے جب کہہ دیا کہ کل میں آپ کو لے چلوں گا تو آفاق کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے۔''

شہروز کو آفاق کی آمد بالکل پسند نہیں آئی تھی اور وجہ تھی علیجا صاحبہ! آفاق بھنورا صفت لڑکا تھا آج کل کے دور کے تقاضوں کو پورا کرتا اس کی بہت سی گرل فرینڈز تھیں اور ان میں سے اکثر کے نام بھی وہ بھول جاتا تھا۔ پہلے لڑکے لڑکیوں سے صرف فلرٹ کر کے اور کچھ وقت ساتھ گزار کر ہی سیر ہو جاتے تھے مگر میڈیا کی آزادی اور خود لڑکیوں کی بے باکی نے اب بُرائی کو بُرائی نہیں بلکہ ماڈرن ازم اور ایڈونچر کا نام دے دیا تھا وہ تمام حدیں بھی پار کر کے یہ سمجھتے تھے کہ آج کے ترقی یافتہ وار جدید دور میں یہ اتنی معیوب بات نہیں ہے جب کہ علیجا صاحبہ سیدھی اور بے وقوف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت حد تک احمق بھی تھیں۔

''خالہ! شہروز بھائی جان کو کھانا کھلا کر چلتے ہیں۔'' علیجا اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

''میں کوئی بچہ نہیں ہوں کہ خود کھانا نہ کھا سکوں۔ آپ لوگ اطمینان سے جائیں' میں خود کھا لوں گا۔'' شہروز جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں کہتا وہاں سے اٹھ گیا۔

❁......☯......❁

شہروز کمپیوٹر پر کام کر رہا تھا کہ کھٹکے کی آواز پر اس نے گردن گھما کر دیکھا تو علیجا چائے لیے اندر آ رہی تھی وہ دوبارہ کمپیوٹر اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''شہروز بھائی جان! چائے۔'' علیجا کی اداس اور سنجیدہ سی آواز ابھری۔ آج خلاف توقع اس کی آواز میں چہک اور کھنک مفقود تھی۔ شہروز کو مجبوراً متوجہ ہونا پڑا۔ چائے کا کپ لیتے ہوئے شہروز نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''کیا بات ہے آج اتنی خاموش کیوں ہو؟'' شہروز کے سوال پر اس نے ایک سرد آہ بھری اور کارپٹ پر ہی سر جھکا بیٹھ گئی۔ شہروز نے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔ ''یہ تم اس طرح کیوں بیٹھ گئیں۔ میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔''

''ہا...... کیا بتاؤں شہروز بھائی جان! مجھے گاؤں بہت یاد آ رہا ہے۔'' اتنا کہتے ہی موٹے موٹے آنسو اس کی

پُرکشش آنکھوں سے تیزی سے گرنے لگے۔

''ارے ارے تم رو کیوں رہی ہو؟'' شہروز کپ رکھ کر اٹھا اور اس کے قریب پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

''مجھے گھر' بڑی اماں اور چاچا کریم بہت یاد آ رہے ہیں۔'' اب وہ باقاعدہ آواز کی ساتھ رو رہی تھی جب کہ شہروز سر تھامے بے بس بیٹھا تھا۔ اسے کسی روتے ہوئے کو اور کسی لڑکی کو خاموش کرانے یا تسلی دینے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ وہ بھی پیر پسار کر بیٹھ گیا۔

''علیجا! اب چپ بھی ہو جاؤ ورنہ تمہارے سر میں درد ہو جائے گا۔'' بڑے سوچ بچار کر شہروز اتنا ہی بول پایا۔

''اپنے اماں ابا کو تو میں نے دیکھا ہی نہیں اور اگر دیکھا تو مجھے یاد نہیں کیونکہ میں بہت چھوٹی تھی' جب وہ فوت ہو گئے۔ بڑی اماں (نانی) ہی میری اماں ابا بہن بھائی سب کچھ تھیں اور ان کے وجود کے بعد...... وہ بھی میری تنہائی کا ساتھی میرا دوست میرا راز دار......'' اتنا کہہ کر وہ پھر ہچکیاں لینے لگیں جب کہ شہروز کے کان پورے قد سے کھڑے ہو گئے۔

''کون......؟ کون وہ......؟''

''وہ جی چاچا کریم کے گھر میں رہتا ہے میں روز اس سے ملنے جاتی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بھی کھل جاتا تھا بہت یاد آتا ہے وہ۔'' علیجا دل سوز انداز میں بتا رہی تھی جب کہ شہروز کی تمام ہمدردی اور شفقت میزائل کی طرح ایک جھٹکے سے خلاء میں اڑ گئی تھیں اس نے انتہائی تپ کر علیجا کے سرخ چہرے کو دیکھا۔

''علیجا! تمہاری عمر کتنی ہے؟''

''جی!'' اچانک اس غیر ضروری سوال پر وہ کچھ حیران سی ہو کر شہروز کو دیکھنے لگی۔

''میں کچھ پوچھ رہا ہوں' تمہاری عمر کیا ہے؟'' وہ دانت پیس کر بولا۔

''پچھلے سال بڑی اماں نے مجھ سے کہا تھا کہ اگلے جاڑوں کے موسم میں تو اٹھارہ سال کی ہو جائے گی۔'' علیجا دماغ پر زور ڈال کر بولی۔

''اور اس سے تمہاری دوستی کب سے ہے؟'' دوسرا سوال داغا گیا۔

''صحیح سے یاد نہیں مگر ہاں...... بچپن سے۔ پتا ہے ایک بار وہ بیمار پڑ گیا میری تو جان پر ہی بن آئی' میں نے اسے گود میں......!''

''بس...... اب اس سے آگے ایک لفظ بھی مت بولنا' میں تو سمجھتا تھا کہ یہ وبا صرف شہر کی لڑکیوں کو ہی مریض بنا گئی ہے مگر چہ...... چہ...... گاؤں کا بھی یہی حال ہے۔'' شہروز اس کی بات پر تلملا کر بولا۔

''وبا......؟ کون سی وبا! اوہ کہیں ہیضہ کی وبا تو نہیں...... ہاں ایک بار یہ وبا ہمارے گاؤں میں پھیل گئی کا کی جنت کے بیٹے کو......''

''اُف میرے خدا! تمہاری باتیں سن کر میرا سر پھٹ جائے گا تم...... تم فوراً میرے کمرے سے نکل جاؤ۔'' شہروز اسپرنگ کی مانند کارپٹ پر سے اچھل کر کھڑا ہوا۔

''مگر شہروز بھائی جان......!''

''مت کہو مجھے بھائی جان......! میں کوئی تمہارا بھائی وائی نہیں ہوں' نہ مجھے تمہیں بہن بنانے کا شوق ہے۔'' وہ غصے سے بولا۔

''مگر خالہ تو کہہ رہی تھیں کہ آپ میرے بھائی ہو۔''

''ہاں...... ہاں ہم دونوں بچپن میں بچھڑ گئے تھے ناں......'' وہ لفظ چبا چبا کر بولا۔ ''اور اگر تم ایک منٹ کے اندر اندر یہاں سے نہیں گئیں تو...... تو......'' یہ کہہ کر وہ اِدھر اُدھر نجانے کیا دیکھ رہا تھا۔

''اچھا میں جا رہی ہوں۔'' علیجا شہروز کو مشتعل دیکھ کر خوف زدہ سی نکل گئی۔ شہروز نے گہری گہری سانسیں لے کر اپنے اشتعال کو کنٹرول کرنا چاہا پھر فریش ہونے کی غرض سے باتھ روم کی جانب بڑھا۔

❁......☯......❁

''آنٹی تعلیم تو آج کل لڑکیوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ کیوں کہ ایک عورت ہی نسل کو سنوارنے اور بگاڑنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم یافتہ مائیں ہی اپنے

بچوں کی نیچ اور مثبت تربیت کر پائیں گی۔'' آفاق زور و شور سے وعظ دے رہا تھا جب کہ امی شاید کچھ کہنا چاہ رہی تھیں مگر آفاق انہیں موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔ شہروز گھر کے پچھلے صحن میں رکھے گملوں کی کاٹ چھانٹ کر کے لاؤنج میں آیا تو یہاں کا منظر دیکھ کر اس کا موڈ خراب ہوگیا۔ علیجا کی موجودگی میں آفاق کی آمد اسے ناگوار گزرتی تھی کیوں کہ شہروز کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ آفاق کی فطرت کیا ہے۔ اسے پتا تھا کہ وہ صرف علیجا کی خاطر یہاں بلاناغہ چکر لگا رہا ہے۔

''آفاق ہم نے پہلے ہی یہ طے کرلیا ہے کہ علیجا کو ہم کالج میں داخلہ دلوائیں گے اور میں دو تین کالجوں کے فارم بھی لے آیا ہوں۔'' شہروز روکھائی سے بولا۔

''آفاق بیٹا! یہی بات میں بھی تم سے کہنا چاہ رہی تھی مگر تمہاری زبان تو فراٹے بھر رہی تھی۔'' امی تھوڑا بُرا مان کر بولیں تو آفاق کچھ لمحے کے لیے شرمندہ سا ہوا مگر پھر ڈھٹائی سے بولا۔

''آنٹی! اگر ایڈمیشن کے سلسلے میں میری مدد درکار ہو تو مجھ سے کہیے گا' شہروز تو اپنی جاب میں مصروف رہتا ہے ناں۔''

''آفاق بھائی جان! یہ لیجیے آپ کے گرم گرم پکوڑے اور چائے۔'' شہروز نے آفاق اور علیجا کو بغور پُرسوچ نگاہوں سے دیکھا۔

❁……☯……❁

''یار! یہ تم کیسی باتیں کررہے ہو؟ میں بھلا تمہارے گھر پر بُری نظر کیوں رکھوں گا' میرے لیے لڑکیوں کا کیا کال پڑ گیا ہے جو میں اپنے دوست کے گھر میں نقب لگاؤں گا ''لاحول ولا قوۃ۔'' شہروز نے جب آفاق کے لتے لیے تو آفاق اچھا خاصا برہم ہوگیا۔

''دیکھو آفاق! علیجا ہماری ذمہ داری ہے' اس کی نانی کے انتقال کے بعد جب اس کے رشتے داروں نے اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کردیا تو امی اسے اپنے ساتھ لے آئیں' وہ بہت معصوم اور سادہ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ خدانخواستہ کوئی اونچ نیچ ہوجائے۔ بہتر یہی ہے کہ تم مجھ سے باہر ہی مل لیا کرو اور پھر جب علیجا کالج جانے لگے تو امی سے ملنے آجایا کرنا۔'' شہروز کو یہ معلوم تھا کہ وہ امی سے ملنے کا بہانہ بنائے گا لہٰذا یہ کہہ کر اس نے اس بات کا اسے موقع ہی نہیں دیا۔

''ٹھیک ہے اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے گھر نہ آؤں تو پھر نہیں آؤں گا۔'' آفاق بُرا مان کر اٹھا تو شہروز کو کچھ ندامت بھی ہوئی مگر اس نے آفاق کو روکا نہیں کیوں کہ یہ علیجا کے لیے بے حد ضروری تھا۔

❁……☯……❁

آج علیجا کا کالج میں پہلا دن تھا وہ بہت زیادہ نروس دکھائی دے رہی تھی۔

''شہروز بھائی جان! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ ایسا کرتے ہیں واپس گھر چلتے ہیں میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ اگلے ہفتے سے ضرور کالج جایا کروں گی۔'' علیجا کی معصومانہ چالاکی پر ڈرائیونگ کرتے شہروز کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ اُمڈ آئی تھی۔

''بچکانہ باتیں مت کرو علیجا! کچھ نہیں ہوگا' تمہاری طرح بہت ساری لڑکیوں کا پہلا دن ہوگا آج' کسی اچھی سی لڑکی سے دوستی کرلینا۔'' شہروز اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

''مگر وہ تو یہاں کے اسکولوں سے پڑھ کر آئی ہوں گی جب کہ میں نے میٹرک اپنے گاؤں سے کیا ہے۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اب چلو شاباش! اپنے چہرے پر آئی ان ہوائیوں کو غائب کرو' کالج آنے والا ہے۔'' شہروز کا یہ جملہ سُن کر وہ مزید بدحواس ہوگئی جب کہ شہروز کو اچھا خاصا غصہ آ گیا۔

''مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں تمہیں بینک لوٹنے یا پھر دہشت گردی کے لیے بھیج رہا ہوں' کنٹرول کرواپنے آپ پر۔'' وہ اسے ڈپٹتے ہوئے بولا تو علیجا جلدی جلدی اپنی سانسیں ہموار کرنے کی تگ ودو میں لگ گئی۔

❁……☯……❁

''شہروز بیٹا! اس سال تم ماشاءاللہ پورے تیس سال کے ہوجاؤ گے' اب تو تمہارا اسیٹ ہونے کا بہانہ بھی نہیں رہا' سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے' اب شادی میں تاخیر کرنا درست نہیں ہے بیٹا!'' شہروز رات کو امی کی ٹانگیں دباتے ہوئے اِدھر اُدھر کی باتیں کررہا تھا کہ اچانک امی نے یہ موضوع چھیڑ دیا۔ وہ تو شکر ہے کہ علیجا امی کے بیڈ کے دوسری جانب سر سے پیر تک چادر تانے گہری نیند سو رہی تھی ورنہ اگر وہ بولنا شروع ہوجاتی تو پھر اس سے جان چھڑانا مشکل تھا۔

''ٹھیک ہے امی! آپ جیسا چاہیں کریں مگر لڑکی سمجھ دار اور سنجیدہ ہو اور اس گھر کو اچھی طرح سے سنبھال سکے۔''

''تم اس بات کی بالکل فکر مت کرو۔'' امی شہروز کا جواب سن کر کھل اٹھیں پھر کچھ سوچ کر گویا ہوئیں۔ ''بیٹا! تمہاری کوئی پسند ہو تو بتادو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''پسند تو میری کوئی نہیں ہے البتہ میرے کولیگ نے ایک بار باتوں باتوں میں اپنی سالی کا تذکرہ کیا تھا۔'' شہروز سنجیدگی سے بولا۔

''تم نے دیکھا ہے اس کی سالی کو کیسی ہے؟ کیا کرتی ہے؟''

''میں نے دیکھا تو نہیں ہے مگر خاور (کولیگ) اس کی بہت تعریف کرتا ہے شاید گریجویشن کیا ہوا ہے اور پارلر وغیرہ کا بھی کورس کر رکھا ہے۔'' شہروز ذہن پر زور ڈالتے ہوئے بولا تو امی نے جوش سے کہا۔

''تو پھر ٹھیک ہے اس لڑکی کو دیکھ لیتے ہیں آخر میں اکیلی کہاں جگہ جگہ لڑکی ڈھونڈتی پھروں گی۔'' امی کی بات پر شہروز نے اثبات میں سر ہلایا۔

❁……☯……❁

انتہائی چلچلاتی دھوپ میں پچھلے آدھے گھنٹے سے شہروز علیجا کے کالج کے باہر گاڑی میں اس کا منتظر تھا مگر شاید وہ موصوفہ آج گھر جانا بھول گئی تھیں' گاڑی میں گو کہ اے سی چل رہا تھا مگر باہر گرمی کی شدت کی بدولت اس کی ٹھنڈک ناکافی تھی وہ بے زار سا بار بار کالج گیٹ کی جانب دیکھ رہا تھا کہ اچانک آفاق کی گاڑی اسے نظر آئی۔ شہروز اسے دیکھ کر سمجھ گیا کہ یقیناً وہ کسی لڑکی کے چکر میں آیا ہے' اسی اثناء میں علیجا صاحبہ ایک انتہائی الٹرا ماڈرن لڑکی کے ہمراہ گیٹ سے برآمد ہوئیں۔ پہلے موصوفہ نے آفاق کو جاکر سلام جھاڑا پھر دونوں کو خدا حافظ کہہ کر شہروز کی گاڑی کی جانب لپکیں' اسی پل شہروز کا دماغ پوری طرح گھوم چکا تھا۔

''سوری شہروز بھا……''

''شٹ اپ! میں تمہارا نوکر ہوں کہ اتنی سڑی ہوئی گرمی میں تمہارا انتظار کررہا ہوں اور تم مہارانیوں کی طرح اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی اتنی دیر سے باہر آرہی ہو۔'' شہروز یک دم دھاڑا تھا۔ علیجا سہم سی گئی۔

''وہ دراصل سونیا کی وجہ سے……!'' وہ فقط اتنا ہی بولی تھی کہ پھر سے شہروز کی چنگھاڑ کانوں سے ٹکرائی۔

''کون سونیا؟''

علیجا نے جھرجھری لے کر پل بھر کے لیے آنکھیں بند کیں پھر جلدی سے بولی۔

''وہ…… وہ آفاق بھائی جان کی کزن!'' اچانک شہروز چپ کا چپ رہ گیا۔ وہ پل بھر میں بات بخوبی جان گیا کہ یہ سونیا نامی لڑکی آفاق کی ہرگز کزن نہیں بلکہ گرل فرینڈ ہے اور اس کا انداز و اطوار دیکھ کر اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ کس رنگ ڈھنگ کی لڑکی ہے۔

''کب سے دوستی ہے تمہاری سونیا کے ساتھ؟'' اب کی بار وہ اپنے لہجے پر بمشکل قابو پاکر بولا۔

''جب سے کالج آئی تھی۔'' علیجا کے جواب پر اس کا ذہن بُری طرح سے الجھ گیا۔

''امی آپ کو علیجا کو اپنے ہمراہ نہیں لانا چاہیے تھا وہ گاؤں میں ایک چھوٹے سے گھر میں پلی بڑھی ہے سوائے اپنی نانی اور چند لوگوں کے اس نے دنیا میں کچھ دیکھا تک نہیں ہے آپ کو معلوم نہیں ہے کہ باہر کی دنیا کتنی سنگین اور پُرخطر ہے اور ہماری علیجا بی بی پیٹ بھر کر احمق اور بے وقوف ہیں۔'' آخر میں شہروز دانت پیس کر

بولاتو امی ایک دم سے پریشان ہوگئیں۔

''کیوں بیٹا! کیا ہوا؟ خدانخواستہ کچھ غلط تو نہیں ہوگیا۔''

''امی کچھ غلط نہیں ہوا مگر مجھے علیجا کی سادگی سے ڈر لگتا ہے' وہ شہر کی لڑکیوں کے ساتھ موو نہیں کرسکتی۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اس کے کسی رشتے دار سے بات کریں کہ وہ اسے واپس گاؤں لے جائے۔'' بہت سوچ بچار کے بعد شہروز نے یہ فیصلہ کیا تھا کیونکہ اس کے خالص پن اور معصوم انداز کو شہر کی آلودگی اور کثافت اپنی لپیٹ میں لے کر اسے بھی آلودہ کرسکتی تھی۔

''بیٹا! میں کیسے اس کے رشتے داروں کے پاس اسے بھیج دوں جب کہ نانی کی موت کے بعد اس کے تمام قریبی لوگوں نے اسے اپنے ساتھ رکھنے سے صاف انکار کردیا تھا۔'' امی فکر مند لہجے میں بولیں۔

''امی! وہ ایک نوعمر لڑکی ہے اوپر سے موصوفہ عقل سے بالکل پیدل' بہت بڑی ذمہ داری ہے علیجا ہمارے لیے۔'' شہروز سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''جانتی ہوں بیٹا! میں بھی علیجا کی طرف سے پریشان رہتی ہوں مگر اس ڈر سے اسے گاؤں جا کر کسی کے در پر پٹخ بھی تو نہیں سکتی۔'' امی پریشان ہوکر بولیں تو یک دم شہروز کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

''امی ہم علیجا کی شادی کردیتے ہیں۔''

''کیا......؟ باولے ہوگئے ہو۔ علیجا فرسٹ ائر میں ہے' میں اتنی کم عمری میں شادی کے حق میں نہیں ہوں۔'' امی قطعیت سے بولیں۔

''افوہ! اتنی کم عمر کہاں ہے مجھے بتارہی تھی کہ اٹھارہ سال کی ہونے والی ہے بلکہ ہوگئی ہوگی۔'' شہروز اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کی غرض سے بولا تو امی سوچ میں پڑگئیں۔

''مگر رشتہ کہاں سے ملے گا اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ لوگ اچھے ہوں آخر مجھے بھی تو اللہ کو منہ دکھانا ہے۔'' امی نیم رضامندی سی ہوکر بولیں۔

''یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے' ان شاء اللہ علیجا کے لیے اچھا رشتہ ضرور مل جائے گا۔'' شہروز تیقن آمیز لہجے میں بولا تو امی کچھ مطمئن سی ہوگئیں۔

''ہائے اللہ! چاچا کریم تم مجھ سے ملنے آئے' مگر اسے ساتھ نہ لائے۔ پتا ہے وہ مجھے کتنا یاد آتا ہے۔'' شہروز جیسے ہی گھر میں داخل ہوا تو علیجا کے اس جملے نے اس کا استقبال کیا۔

''ارے دھئی! میں تو کام سے شہر آیا تھا سوچا کہ تجھے بھی دیکھ لوں' اب اسے اپنے ساتھ ساتھ میں کہاں لیے پھرتا۔''

''اچھا وہ ٹھیک تو ہے ناں! مجھے یاد کرتا تو ہوگا۔'' علیجا کے لہجے میں حسرت ہی حسرت تھی۔ شہروز چڑ کر اندر داخل ہوا۔ چاچا کریم اسے دیکھ کر صوفے سے اٹھا۔

''سلام بابو!'' ایک دیہاتی ٹائپ آدمی نے اسے اپنا ہاتھ ماتھے پر رکھ کر سلام کیا تو شہروز نے بھی خوش دلی سے جواب دیا۔

''چاچا کریم جب یہ اس سے ملنے کو اتنا بے قرار ہورہی ہیں تو انہیں اپنے ساتھ ہی لے جایئے۔'' شہروز چلبلا کر بولا تو چاچا کریم گھبرا سا گیا۔

''نہیں بابو! یہ تو جھلّی ہے کچھ دن میں بھول جائے گی۔''

''چاچا وہ اذان تو دیتا ہے ناں!'' علیجا نے کہا تو شہروز ٹھٹک گیا۔

''کیا وہ اذان دیتا ہے۔ مسجد کا مولوی ہے کیا؟'' شہروز نے کچھ حیرت سے پوچھا۔

''او نہ جی نہ بابو! وہ مولوی کیسے ہوسکتا ہے۔'' چاچا کریم شہروز سے زیادہ حیران ہوکر بولا۔

''شہروز بھائی جان! میں جب بھی اس کے سامنے آتی تھی تو اپنی نازک اور خوب صورت گردن آگے کرکے بانگ دیتا تھا۔''

''بانگ دیتا تھا؟'' شہروز زیر لب بولا۔

''بابو جی! میرے مرغے سے بہت پیار کرتی ہے یہ جھلّی!''

''مرغا؟'' چاچا کریم کی بات پر حیرت و شاکڈ کے زیر اثر وہ زور سے بولا۔

''آپ اسے مرغا مت کہیے اس کا نام راجہ ہے۔'' علیجا بُرا مان کر بولی تو شہروز کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس بے وقوف لڑکی پر لعن وطن کرے یا قہقہے لگائے۔ وہ کیا سمجھ رہا تھا اور موصوف مرغا نکلے۔

''تم واقعی عقل سے پیدل اور احمق لڑکی ہو۔'' شہروز ہنستے ہوئے بولا اور کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کمرے کا دروازہ بند کرکے پھر وہ اپنے قہقہوں کو کنٹرول نہیں کرسکا۔

وہ اسے کالج سے پک کرنے آیا تو آج خلاف معمول علیجا کو کافی چپ اور الجھا ہوا سا پایا۔ پہلے تو شہروز نے سوچا وہ خود اسے بتادے گی کیوں کہ وہ ہر بات شہروز سے شیئر کیا کرتی تھی مگر جب کافی دیر ہوگئی تو شہروز نے خود ہی پوچھ لیا۔

''کیا بات ہے علیجا! ٹیچر سے ڈانٹ پڑگئی یا پھر کلاس سے باہر نکال دیا؟''

''ہاں......نہیں تو کچھ نہیں ہوا۔'' پہلے تو علیجا زور سے چونکی پھر شہروز سے نگاہیں چرا کر بولی۔ شہروز سمجھ گیا کہ کوئی سیریس بات ہے۔

''چلو آج تمہاری پسند کی آئسکریم کھاتے ہیں۔''

''نہیں! آج میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' شہروز کی بات پر علیجا کا جواب انتہائی غیر متوقع تھا ورنہ وہ تو آئسکریم کھانے کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھی۔ چاہے گلا خراب ہو یا فلو مگر آئسکریم کا پرہیز ہرگز نہیں کرتی تھی۔

''مگر میرا دل چاہ رہا ہے۔'' یہ کہہ کر شہروز نے گاڑی آئسکریم پارلر کی جانب بڑھادی۔

شہروز کافی پریشان تھا بار بار علیجا کا الجھا سا چہرہ نگاہوں کے سامنے آرہا تھا۔ آئسکریم کھانے کے بعد شہروز نے جب اس سے نرمی سے استفسار کیا تو وہ

تحریم احمد

سویٹ قارئین ہماری طرف سے سویٹ سا سلام قبول کیجیے۔ کیسے مزاج ہیں آپ لوگوں کے امید ہے ٹھیک ہوں گے۔ اب آتی ہوں اپنے تعارف کی طرف۔

جی تو مابدولت کا نام تحریم احمد ہے اور پیار سے سب تاری کہتے ہیں۔ 2 جولائی کے گرم ماہ میں ٹھنڈک بن کر اس دنیا میں تشریف لائی (نہیں سمجھے) یعنی جب میں پیدا ہوئی تو بہت بڑا طوفان اور بارش آئی تھی۔ اب آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ ہم طوفان کی طرح تیز ہیں۔ بالکل نہیں ہم تو بہت معصوم ہیں سب کہتے ہیں۔ میری پانچ بہنیں ہیں جن میں میرا نمبر پہلا ہے لیکن بڑی بہنوں کی طرح سخت اور رعب دار نہیں ہوں۔ میں تھرڈ ایئر کی طالبہ ہوں۔ میری تین دوست ہیں۔ جن میں عائشہ' سندس اور الماس شامل ہیں جو کہ میری جان ہیں۔ اچھا تو اب آتے ہیں پسند اور ناپسند کی طرف تو کھانے میں مجھے بریانی بہت پسند ہے اور آئس کریم۔ رنگوں میں سیاہ اور ہلکا نیلا رنگ پسند ہے۔

موسموں کی بات کی جائے تو مجھے خزاں بہت پسند ہے۔ خزاں میں اجڑے اجڑے درختوں کو دیکھ کر دل میں کچھ کچھ ہوتا ہے۔ بہت تنہائی پسند ہوں اور اکیلے میں سیڈ سانگ سننا بہت اچھا لگتا ہے۔ خوبیوں اور خامیوں کی بات کی جائے تو خوبیوں کے لیے سوچنا پڑے گا ماشاء اللہ سے پانچ وقت کی نمازی ہوں۔ نرم اور خوش مزاج ہوں غصہ بہت کم آتا ہے جتنی جلدی آتا ہے اتنی ہی جلدی ختم ہوجاتا ہے۔ زیادہ دیر کسی سے ناراض نہیں رہ سکتی اور ہاں انا پرست بالکل نہیں ہوں۔ خامیوں کی بات کی جائے تو ڈھیروں ڈھیر ہیں کام چور ہوں ہر کام بہت آہستہ آہستہ کرتی ہوں جس کی وجہ سے امی سستی کی ماری کا لقب دیتی ہیں (اب ہنسنا مت میرے لقب پر) ہر ایک پر بہت جلد اعتبار کرلیتی ہوں یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہر کوئی قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ بہت حساس ہوں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ فوراً وہاں پر رونا شروع کردیتی ہوں۔ بہت کمزور دل ہے میرا۔ اب آگے چلتے ہیں تو رسالوں میں آنچل میرا بیسٹ رسالہ ہے۔ سمیرا شریف طور کا ناول یہ چاہتیں یہ شدتیں بہت بہت پسند ہے۔ اسلام کی بات کی جائے تو شرک کرنے والوں سے سخت نفرت ہے اور جو اپنے غلط عقیدے پر فخر کرتے ہیں۔ میرا تعارف کیسا لگا آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔ اپنا خیال رکھیے گا مجھے اجازت دیں۔ خدا حافظ

ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

"شہروز بھائی جان! آپ کے کہنے پر میں نے سونیا سے دور رہنا چاہا مگر وہ خود ہی میرے پیچھے پڑی رہتی ہے۔ آج مجھ سے کہنے لگی کہ تمہارا کزن شہروز بہت اسمارٹ ہے اور تم بالکل پاگل ہو کہ اسے بھائی جان کہتی ہو اور......!" اس سے آگے وہ کچھ بتا نہیں پائی اور شہروز سمجھ گیا کہ آگے سونیا نے کس قسم کی گھٹیا باتیں کی ہوں گی جس کی وجہ سے علیجا کا معصوم اور کچا ذہن کس قدر متاثر ہوا ہوگا۔ اس نے سونیا کو خوب بُرا بھلا کہا تھا اور علیجا کو نرمی و حلاوت سے سمجھایا تھا ایسی فضول باتوں میں قطعاً دھیان نہ دے اور سونیا سے فوراً قطع تعلق کرلے، مگر کیا صرف ایک سونیا تو نہیں ہے۔ سونیا جیسی کوئی دوسری لڑکی اس طرح کی باتیں کرکے اس کے ذہن کو بھٹکا سکتی ہے۔ وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا کہ اس مسئلے کو کیسے حل کیا جائے مگر کوئی بھی سرا اس کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

❁ ...... ☯ ...... ❁

وہ ایم ڈی کو فائل اور کچھ ضروری ڈاکومنٹس چیک کرا کے اپنے کیبن کی جانب آیا تو خاور کو کرسی پر بیٹھا پایا۔

"فائل چیک کرلی ایم ڈی نے؟" خاور نے اسے آتا دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں بھئی شکر ہے خدا کا کوئی نقطۂ اعتراض نہیں اٹھایا ورنہ تم تو جانتے ہو انہیں مطمئن کرنا کس قدر مشکل کام ہے۔" شہروز ایک اطمینان بھری سانس فضا میں خارج کرتے ہوئے بولا۔

"یار میں نے تم سے اپنی سالی کا تذکرہ کیا تھا ناں اور تم کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنی امی سے بات بھی کی تھی۔" خاور اپنے مطلب پر آتے ہوئے بولا۔

"ہاں میں نے امی کو بتایا تھا۔" شہروز کو یک دم یاد آیا تو اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"تو تم کب اپنی امی کو لے کر آ رہے ہو۔ دراصل فریحہ کے ایک دو رشتے موجود ہیں تم جا کر میرے سسرال والوں سے مل لو ورنہ ایسا نہ ہو کہ وہ فریحہ کے لیے کسی رشتے کو ہاں کر بیٹھیں۔" خاور سہولت سے بولا۔

"میں ان شاء اللہ جلد ہی امی کے ساتھ آؤں گا۔"

❁ ...... ☯ ...... ❁

علیجا کالج کے ماحول میں کافی ایڈجسٹ ہوگئی تھی۔ شہروز کے کہنے پر اس نے سونیا سے بات چیت بند کردی تھی۔ شروع میں سونیا نے اس سے بات کرنا چاہی مگر علیجا کا رویہ دیکھ کر وہ خود بھی پیچھے ہٹ گئی۔ پڑھائی کے سلسلے میں وہ اکثر شہروز سے مدد لیتی تھی۔ اونچی آواز میں گانے گانا اور نان اسٹاپ بولنا اس نے شہروز کے کہنے پر چھوڑ دیا تھا۔ امی خاور کی سالی کو دیکھ آئی تھیں اور شہروز کے لیے اسے پسند بھی کرلیا تھا۔ شہروز کو فریحہ تو ٹھیک ٹھاک لگی تھیں مگر فریحہ کی امی اور بہن یعنی خاور کی بیوی اسے کچھ خاص متاثر نہیں کرسکی تھیں۔ امی باقاعدہ رشتہ ڈالنے کا ارادہ کر رہی تھیں کہ اس عرصہ میں فریحہ کے بیمار والد انتقال کرگئے اور یوں یہ معاملہ کچھ دنوں کے لیے التواء میں پڑ گیا۔ علیجا شہروز سے میتھس کے کچھ پوائنٹ سمجھ رہی تھی جب کہ شہروز پوری توجہ اور انہماک سے پوائنٹس اس کو کلیر کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کچھ دیر بعد شہروز نے محسوس کیا کہ علیجا صاحبہ کے آگے وہ محض بین بجا رہا ہے۔

"علیجا بی بی! خیالی دنیا سے اب باہر آجاؤ ورنہ میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔" شہروز کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو یک دم وہ ہڑبڑا سی گئی۔

"جی...... جی کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" علیجا نے ہونقوں کی طرح پوچھا۔

"کہاں کی سیر کر رہی تھیں آپ! چاند کے باغات کی، بادلوں کے دریاؤں کی یا پھر آسمانوں کے آنگن کی۔" شہروز اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر بمشکل اپنے اشتعال کو ضبط کرکے بولا تو علیجا نے بے ساختہ شہروز کی جانب دیکھا۔ سیاہ ذہین آنکھوں پر ریڈنگ گلاس لگائے گھنی مونچھوں تلے عنابی گداز ہونٹوں کو بھینچے بلیک ٹی شرٹ پر فان کلر کی پینٹ پہنے وہ بہت خاص لگا۔ آج پہلی بار علیجا نے اسے غور سے دیکھا۔

"میرا معائنہ ہوچکا ہو تو وہ بات بتاؤ جس کی وجہ سے تم کھوئی کھوئی ہو۔"

"ہائے اللہ! یہ تو میرے دل کی ہر بات جان لیتے ہیں۔" شہروز کے استفسار پر اس نے گھبرا کر سوچا۔

"نہیں شہروز بھائی جان! کوئی بات نہیں ہے۔" وہ خوانخواہ میں ہنستے ہوئے بولی۔

"علیجا مجھ سے بھی چھپاؤ گی۔" شہروز نے خفگی بھرے لہجے میں کہا تو علیجا مجبور سی ہوگئی۔

"وہ...... وہ مجھے پوچھنا تھا کہ میری منگنی کب ہوگی؟"

"وہاٹ......! یہ اچانک تمہیں منگنی کرنے کا سودا کیسے سوار ہوگیا۔" شہروز اس کی بات پر حیرت سے بولا۔

"دراصل عاتکہ بتارہی تھی......" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔

"اب عاتکہ تمہیں کیا بتارہی تھی۔" شہروز تھکے ہوئے انداز میں بولا۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ اس کا منگیتر اس سے بہت پیار کرتا ہے روز اسے فون کرتا ہے، ہر وقت کالج میں اس کے میسج آتے رہتے ہیں اور تو اور اسے اتنے اچھے اچھے گفٹس دیتا ہے کہ کیا بتاؤں۔" آخر میں وہ پُرجوش ہوکر بولی۔

"تو تم کو کیا چاہیے گفٹس؟ یا یہ چھچھورا پن! بھلا یہ عمر ہے تم لوگوں کی اس طرح کی حرکتیں کرنے کی؟ تم بھی چھانٹ چھانٹ کر دوستیں بناتی ہو۔ آخر تمہیں عقل کیوں نہیں آجاتی۔" شہروز اسے بُری طرح جھڑکتے ہوئے بولا تو وہ منمنا کر رہ گئی۔

"مم...... میں یہ تھوڑی کہہ رہی ہوں بس ایسے ہی پوچھ لیا۔"

"اس عاتکہ کو دیکھ کر تمہیں بھی منگنی کرنے کا شوق آگیا ہے۔ یہی بات ہے ناں؟" شہروز کی صاف گوئی پر وہ محض سر جھکا کر رہ گئی۔ "حد ہوتی ہے بے وقوفی اور ناسمجھے پن کی! اب تم اتنی بچی نہیں ہو کہ اچھے بُرے کی تمیز نہ کرسکو۔ مت ایسی لڑکیوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو جو اس قسم کی فضول گوئیاں کرکے تمہارے خالی دماغ کو بھٹکاتی ہیں۔"

"میرا دماغ خالی نہیں ہے۔" شہروز کے آخری جملے پر اس نے سر اٹھا کر بھرپور احتجاج کیا۔

"اگر اس میں کچھ بھرا ہوتا ناں تو تم منگنی نہ ہونے کے غم میں یوں ہلکان نہ ہو رہی ہوتیں۔"

"ارے شہروز! کیوں ڈانٹ رہے ہو علیجا کو؟" امی کچن سے شہروز کی اونچی آواز سن کر باہر آکر بولیں۔

"سمجھائیں اپنی اس عقل کی دشمن بھانجی کو ورنہ میں اس کا کالج جانا ہی بند کروادوں گا۔" شہروز اس پل غصے سے آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا تھا اور علیجا نے باقاعدہ رونا شروع کردیا تھا۔ طیش کے مارے شہروز گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔

❁ ...... ☯ ...... ❁

فریحہ کے والد کے چالیسویں کے بعد خاور نے باقاعدہ رشتہ لے کر آنے کا کہا تاکہ نیک کام میں تاخیر نہ ہو مگر علیجا کی وجہ سے ان دنوں بہت ذہنی دباؤ کا شکار تھا۔

"خاور ابھی کچھ دن رک جاؤ کچھ نجی پرابلمز ہوگئی ہیں، ابھی آنا ذرا مشکل ہے۔" شہروز اسے ٹالتے ہوئے بولا۔

"او کے جیسی تمہاری مرضی! مگر دیر مت کرنا آنٹی کو فریحہ کی شادی کی جلدی ہے۔" شہروز اس پل اتنا اپ سیٹ تھا کہ دل چاہا کہ کہہ دے "اگر اتنی جلدی ہے تو کہیں اور کرلیں۔" مگر وہ کبھی بھی اتنا بدلحاظ نہیں ہوا تھا سو خاموش رہا۔

❁ ...... ☯ ...... ❁

تیز گرمی اور حبس زدہ ماحول میں اچانک گھر گھر کر بادل آگئے اور پل بھر میں ہی برس اٹھے، سب کچھ جل تھل ہوگیا۔ کالج میں موجود تمام لڑکیاں اس موسم کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی تھیں۔ عاتکہ آج کالج نہیں آئی تھی لہٰذا علیجا بور ہوتی کاریڈور کی سائیڈ پر بنی سیڑھیوں پر تنہا بیٹھی تھی کہ اچانک سونیا وہاں سے گزری۔ اسے اکیلا بیٹھا دیکھ کر کچھ سوچ کر سونیا اس

کے پاس آ کر دھپ سے بیٹھ گئی۔ علیجا نے اپنے دھیان سے چونک کر اسے دیکھا۔

''وہ آج لولی وڈ کی ہیروئن دکھائی نہیں دے رہی۔'' سونیا کے جملے پر علیجا نے نا سمجھی والے انداز میں اسے دیکھا۔

''کون ہیروئن!''

''ارے وہی عاتکہ صاحبہ موصوفہ آج کل بڑی ہواؤں میں اڑ رہی ہیں۔'' وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔

''وہ کیسے؟''

''تمہیں نہیں معلوم اب تو اس کے پاس کوئی نہ کوئی قیمتی اشیاء نظر آتی رہتی ہیں۔'' سونیا نے طنزاً کہا۔

''ہاں اس کا منگیتر اسے گفٹس دیتا ہے ناں۔''

''ہاہ سو کالڈ منگیتر چھ یا آٹھ مہینے کے لیے۔'' سونیا ہنوز اسی انداز میں بولی۔

''کیا مطلب چھ آٹھ مہینے؟'' علیجا نے اچنبھے سے کہا۔

''مائی ڈیئر علیجا! وہ عاتکہ کا منگیتر نہیں بلکہ بوائے فرینڈ ہے وہ بھی اس لیے کہ موصوف کے پاس اچھی گاڑی ہے اور اتنا کھلے دل کا ہے کہ عاتکہ جس چیز کی فرمائش کرتی ہے وہ اسے فراہم کر دیتا ہے۔'' سونیا نے بے زاری اور حسد آمیز لہجے میں اسے بتایا تو علیجا کا سر چکرا کر رہ گیا تو یک دم علیجا کو ان باتوں سے کراہت محسوس ہوئی۔

''شہروز بھائی جان ٹھیک کہتے تھے مجھے سونیا جیسی لڑکیوں سے دوستی تو کیا بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔'' وہ دل میں بولی اور یک دم سرعت سے اٹھی۔

''کیا ہوا تم کہاں چلیں؟'' سونیا نے اسے یوں اچانک اٹھتے دیکھا تو متعجب ہو کر علیجا سے پوچھا۔

''آفاق بھائی تمہارے کزن ہیں ناں؟''

''ارے تم اس کمینے کو کیسے جانتی ہو کہیں وہ اب تمہارے پیچھے تو نہیں پڑ گیا۔ اس کے جھانسے میں مت آنا بہت کنجوس اور چالاک انسان ہے۔ اپنا مطلب اتنی صفائی سے نکال لیتا ہے کہ انسان بس ہاتھ ملتا رہ جائے بہت بڑا فلرٹ ہے وہ......'' سونیا نے غصے سے کہا تو مزید کچھ بھی سننا علیجا کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ سونیا اسے پکارتی رہ گئی مگر علیجا تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئی۔

گھر آ کر بھی اس کی طبیعت خاصی بوجھل اور مضمحل سی رہی۔ وہ بغیر کھانا کھائے بستر پر آ کر ڈھے گئی۔ سونیا اور عاتکہ کی باتیں گاہے بگاہے اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں آج جو باتیں سونیا نے اس کے گوش گزار کی تھیں وہ اس کے لیے کسی تکلیف دہ انکشاف سے کم نہیں تھیں۔ سوچتے سوچتے وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

وہ آفس سے گھر آیا تو امی نے بتایا۔

''آج علیجا نے کالج سے آ کر نہ کھانا کھایا اور نہ ہمیشہ کی طرح اپنے کالج کی باتیں بتائیں بس آتے ہی بولی کہ مجھے بھوک نہیں ہے' کینٹین میں کچھ کھا لیا تھا اور اب اسے نیند آ رہی ہے۔'' امی سے تفصیل جان کر وہ کچھ فکر مند ہو گیا۔

''کیا بات ہو سکتی ہے؟'' وہ خود سے باتیں کرتا اس کے کمرے کی جانب آیا جہاں علیجا کالج یونیفارم میں ہی سو رہی تھی۔ شہروز نے نیم تاریک کمرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالی پھر آگے بڑھ کر کھڑکیوں سے پردے ہٹائے' علیجا یک دم کمرے میں آتی شام کی نرم و ملائم روشنی کی بدولت کسمسائی تھی پھر اس نے جونہی آنکھیں کھولیں اپنے بالکل سامنے شہروز کو استادہ پایا۔

''ارے شہروز بھائی جان آپ!'' یہ کہہ کر وہ تیر کی مانند بستر سے اٹھی۔

''کیوں بھئی کیا ہوا؟ کھانا کس خوشی میں نہیں کھایا اور یونیفارم بھی چینج نہیں کیا' کیوں کیا راجہ یاد آ رہا ہے؟'' شہروز آخر میں شرارت سے بولا تو وہ ایک بار پھر سے اداس ہو گئی۔

''ہوں! مجھے اپنا گاؤں بہت یاد آ رہا ہے۔'' شہروز نے آج پہلی بار اسے اس قدر ڈسٹرب دیکھا تھا۔

''اچھا تم جلدی سے کپڑے چینج کر کے فٹافٹ تیار ہو جاؤ' آج ہم سیر کرنے جائیں گے اور کھانا بھی باہر کھائیں گے۔'' شہروز اسے بچوں کی طرح بہلاتے ہوئے بولا تو علیجا نے اسے غیر یقینی سی کیفیت میں دیکھا۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں؟'' اس سے پہلے بھی کئی دفعہ شہروز نے اسے سیر کرانے کے وعدے کیے تھے مگر کوئی نہ کوئی مصروفیت آڑے آ جاتی تھی۔

''سوفی صد سچ۔'' شہروز دل پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا جھک کر بولا تو علیجا یک دم پُرجوش ہو گئی۔

''ٹھیک ہے' میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔ آپ باہر انتظار کریں اور ہاں...... کہیں چلے مت جائیے گا۔'' علیجا باتھ روم کی جانب جاتے ہوئے شہروز سے بولی تو باہر کمرے سے نکلتے شہروز نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

''ہوں تو یہ بات تھی جس نے تمہیں اتنا اداس کر دیا تھا۔'' واپسی پر علیجا بہت خوش تھی۔ سمندر اس نے پہلی بار دیکھا تھا اور وہاں اس نے بچوں کی طرح انجوائے کیا تھا۔ شہروز کو بھی اس کی خوشی اور کھلکھلاہٹ دیکھ کر اطمینان محسوس ہو رہا تھا۔ واپسی پر جب اس نے آج کے متعلق پوچھا تو علیجا نے اپنے اور سونیا کے درمیان ہونے والی گفتگو من و عن بتا دی اور یہ بھی کہ آفاق بھائی بھی اچھے نہیں ہیں۔

''میں تو سمجھ رہی تھی کہ عاتکہ کی اس لڑکے سے شادی ہونے والی ہے مگر سونیا نے بتایا کہ وہ لڑکا تو صرف......'' اتنا کہہ کر علیجا پہلی بار جھجک محسوس کر کے خاموش ہو گئی۔

''دیکھو علیجا! یہ شہر اور اس میں بسنے والے لوگ کافی ماڈرن ہو گئے ہیں۔ مغربی ممالک کی تقلید کر کے وہ اپنی اقدار و روایات کو بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں اور یہ لڑکیاں...... جو سمجھتی ہیں کہ وہ لڑکوں کو بے وقوف بنا کر ان سے مہنگے مہنگے گفٹس حاصل کر لیتی ہیں اور خوب عقل مندی کا کام سمجھتی ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ تو خود لڑکوں کے ہاتھوں چند چمکتی دمکتی چیزوں کے عوض اپنے پندار اپنی

میں کیا چاہتی ہوں

اس زندگی سے شاید اکتا گئی ہوں
ہر لمحہ اک نئی اذیت
نہیں ہے حوصلہ کہ سہہ سکوں
ان موسموں کی شدت
اب برداشت نہیں ہوتی
راتوں کو دیر تک جاگ کر تارے گننا
اب بہت دشوار لگتا ہے
ہر نئی صبح اک امید اور ان دیکھے
احساس کے ساتھ طلوع ہوتی ہے
ہر شام اپنے دامن میں انجانا دکھ اور اداسی سمیٹے
رخصت ہو جاتی ہے
یہ پُرانے اداس منظر دیکھتے دیکھتے
میری آنکھیں پتھرا گئی ہیں
میرے پاؤں
ان گھٹن راستوں پہ چلتے چلتے شل ہو گئے ہیں
میں بے بسی اور وحشت کے
اس صحرا سے بہت دور چلے جانا چاہتی ہوں
اپنے کرچی کرچی وجود کو سمیٹ کر
مسکراہٹ کا لبادہ اوڑھنا
روز جینا
روز مرنا
بہت اذیت ناک ہے
میں جینا چاہتی ہوں
اس ان دیکھے خول سے باہر آنا چاہتی ہوں
یا شاید
مرنا چاہتی ہوں
بس روح کی تسکین چاہتی ہوں

چندا مثال...... قصور

نسوانیت اپنے بھرم کو جمعہ بازار کی چیزوں سے بھی سستی قیمت پر بیچ دیتی ہیں جن کا کوئی مول نہیں ہوتا۔'' شہروز بولتا چلا گیا جب کہ علیجا سر جھکائے شہروز کی ایک ایک بات کو دل میں نقش کرتی رہی۔

''میری دھئی! میرے بھائی کی نشانی! قسم سے تو مجھے بہت یاد آتی تھی۔ تجھے دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی تھیں۔ کتنی سوہنی ہوگئی میری دھئی! شہر کی ہوا میں۔''
اچانک تایا کی آمد پر شہروز اور امی کے ساتھ ساتھ علیجا بھی حیران رہ گئی۔ کہاں تو وہ یہاں آتے وقت اس سے ڈھنگ سے ملا بھی نہیں تھا۔ گھر قریب قریب ہونے کے باوجود عید بقر عید تک میں چکر بھی نہیں لگاتا تھا اور کہاں اب علیجا کے لیے ان کی محبت سمندر کی لہروں کی طرح ٹھاٹھیں مارنے لگی تھی۔

''تایا! گھر میں تو سب خیریت ہے ناں! تائی، یوسف بھائی، جمیلہ بھرجائی اور بچے۔'' علیجا سابقہ تلخیوں کو جھٹک کر تایا سے استفسار کرنے لگی جواباً تایا نے ایک گہری سرد آہ بھری۔

''کیا بتاؤں پتر! ہم پر تو قیامت گزر گئی۔'' یہ کہہ کر تایا رونے لگا تو تینوں گھبرا گئے۔

''اللہ خیر کرے تایا! کیا ہوا؟ جلدی سے بتاؤ میرا دل بیٹھا جارہا ہے۔'' علیجا ازحد پریشانی و بے قراری سے بولی۔

''پتر! تیری بھرجائی جمیلہ اب اس دنیا میں نہیں رہی۔''

''کیا...... بھرجائی جمیلہ......!'' وہ فقط اتنا ہی بولی اور بے ساختہ اس کی آنکھیں شدت غم سے چھلک اٹھیں۔
''یہ سب کیسے ہوا تایا! جب میں یہاں آئی تھی تو بھرجائی تو بالکل ٹھیک تھی۔''

''یوسف کے یہاں تیسرے بچے کی ولادت ہونے والی تھی بس اسی دوران وہ حرماں نصیب چل بسی۔'' تایا رنج سے بولا تو تینوں کو اس ناگہانی موت کا بہت افسوس ہوا۔

پھر تایا تین دن علیجا کے پاس رہا اور جاتے وقت شہروز کی امی کے کانوں میں ایسی بات ڈال کر چلتا بنا کہ حقیقی معنوں میں ان کے ہوش اڑ گئے۔

''حد ہوتی ہے خود غرضی اور بے حسی کی، میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ اچانک علیجا کے لیے تایا کی محبت کہاں سے اُمڈ آئی۔ اب معلوم ہوا کہ وہ اپنے بیٹے کے تین عدد بچوں کے لیے دوسری ماں کی لالچ میں آئے تھے۔'' شہروز امی کی بات سُن کر افسوس و تاسف سے بولا۔

''بیٹا! میں تو عجیب مشکل میں گرفتار ہوگئی ہوں۔ علیجا کے تایا نے مجھ سے اس قدر استحقاق سے بات کی تھی کہ میں کچھ بولنے کی ہمت ہی نہ کرسکی۔ ہم سے زیادہ علیجا پر ان کا حق ہے۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس کی زندگی کا فیصلہ یوں سفاکی اور بے رحمی سے کریں۔ علیجا اتنی کم عمر لڑکی ہے یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس کی شادی...... مائی فٹ......!'' وہ تلملا کر اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں مکا مار کر بولا۔

''اب ہم کیا کرسکتے ہیں؟'' امی بے بسی سے بولیں۔
''کیا مطلب ہے آپ کا؟ کیا ہم علیجا کو اس کے تایا کے حوالے کردیں گے تاکہ وہ جو جی چاہے اس کے ساتھ سلوک کریں۔'' شہروز اچنبھے سے بولا۔ جب کہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی علیجا کو اپنے اعصاب اس پل بالکل منجمد لگے۔

''تو پھر تم ہی بتاؤ کیا کروں میں، وہ اس کا سگا تایا ہے اور میں...... اس کی دور کی رشتے دار اور معلوم ہے وہ جاتے جاتے کس بات کا اشارہ کرگئے؟'' امی کچھ بتاتے ہوئے ہچکچائیں۔

''کس بات کی جانب اشارہ کرگئے تھے؟'' شہروز حیرت واستعجاب میں گھر کر بولا۔

''وہ کہہ رہے تھے کہ علیجا ہمارا خون، ہماری عزت ہے لہٰذا یہ بالکل مناسب نہیں ہے کہ ایک جوان غیر مرد کے

ساتھ وہ ایک ہی چھت کے نیچے رہے۔“

”واٹ ربش......! انہیں اس وقت اپنے خون کا خیال نہیں آیا جب وہ آپ کے ساتھ آ رہی تھی۔“ شہروز یہ سن کر غصے سے بولا۔ جب کہ علیجا ہونقوں کی مانند منہ کھولے بات کی تہہ تک پہنچ کر بھونچکا سی رہ گئی۔

”ٹھیک ہے میں علیجا سے شادی کرلیتا ہوں مگر اس تایا کے حوالے میں اسے کسی قیمت پر بھی نہیں کروں گا۔“ شہروز نے بنا سوچے سمجھے اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کہی کہ امی اور علیجا پر تو جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

”یہ......تم کیا کہہ رہے ہو شہروز! علیجا تم سے بارہ سال چھوٹی ہے۔ وہ شاید تمہیں شوہر کے روپ میں قبول نہ کرسکے اور پھر اس کے اندر اپنی عمر سے زیادہ بچپنا اور ناپختگی بھی ہے۔“ امی استعجاب کے سمندر سے بمشکل نکل کر بولیں۔

”افوہ امی! تو میں کہاں سے اس کی عمر کا رشتہ ڈھونڈ کر لاؤں‘ میرے لیے بھی بہت مشکل ہے کہ اپنے آپ سے بارہ سال چھوٹی لڑکی کو اپنے نکاح میں لوں مگر مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ اتنی معصوم لڑکی تین بچوں کے باپ کی بیوی بن کر اپنی زندگی کو گہن لگادے۔“ شہروز کے ادا کیے گئے ہر جملے پر علیجا کے اندر آگہی وادراک کے دروازے تیزی سے کھلتے چلے گئے۔ اس نے عقیدت مند نگاہوں سے اسے دیکھا دل میں تشکر وممنونیت کے جذبات بھر گئے‘ اب اس کے اندر مزید کچھ اور سننے کی خواہش باقی نہیں رہی تھی وہ خاموشی سے وہاں سے پلٹ آئی۔

پھر دونوں کا سادگی سے نکاح پڑھا دیا گیا اور وقت اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ کر علیجا کی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں لاتا گیا اب وہ اٹھارہ سال کی نادان اور بے وقوف سی علیجا نہیں بلکہ ایک میچور سمجھ دار اور ایم ایس سی بائیوکیمسٹری کی ذہین طالبہ تھی۔ علیجا کو ایک بھرپور لڑکی بنانے میں شہروز نے قدم قدم پر اس کا ساتھ دیا تھا اب وہ بھی ایک بُردبار مرد تھا۔ نوجوانی کے کئی سال وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا امی شہروز سے رخصتی کا تقاضہ کرتے کرتے تھک گئی تھیں مگر شہروز کو نجانے کیا بات مانع تھی کہ ہر بار وہ یہ بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا کرتا تھا۔ ایک دن جب امی نے بہت زور دیا تو گویا اس نے علیجا کے سر پر ایک ہی جملے میں پہاڑ توڑ ڈالے وہ پھٹی پھٹی نظروں سے شہروز کو بس دیکھے گئی۔ وہ اپنی بات کہہ کر اب امی کو دیکھ رہا تھا۔

”تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا شہروز!“ امی چائے کی پیالی میز پر پٹخ کر غصیلے لہجے میں بولیں۔ علیجا جو حسبِ معمول شام کی چائے ان سب کے ساتھ پی رہی تھی۔ شہروز کی بات سن کر پیالی ہاتھ میں لیے گم سم سی بیٹھی رہ گئی۔

”امی! یہ سب میں علیجا کی بہتری کے لیے کررہا ہوں‘ میں نے جس دن علیجا سے نکاح کا ارادہ کیا تھا اسی دن سوچ لیا تھا کہ علیجا کو ایک مکمل لڑکی بنا کر آزاد کردوں گا تاکہ اس کے جوڑ کا کوئی اچھا سا لڑکا اسے اپنا جیون ساتھی بنالے۔“ وہ پُرسکون لہجے میں بولا تو علیجا نے اسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا مگر اس پل وہ علیجا کو بالکل نظر انداز کیے ہوئے تھا۔

”اور تم...... جب تمہارے ذہن میں یہ خرافات تھیں تو اتنے سال کیوں گنوادیے اگر اسی وقت تم شادی کرلیتے تو کم از کم آج تمہارے دو تین بچے تو ہوتے۔“ امی سر ہاتھوں میں تھام کر تاسف اور دکھ سے بولیں۔

”امی پھر میں علیجا کو وہ خصوصی توجہ اور وقت نہیں دے پاتا جو اس کو میری ذات سے چاہیے تھا۔“ شہروز کے جملے سن کر علیجا کا دل چاہا کہ سب کچھ تہس نہس کردے‘ پوری دنیا کو آگ لگادے‘ حتیٰ کہ اپنے وجود کو بھی۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ نکاح کے بندھن میں بندھ کر اس کے ساتھ ساتھ شہروز کے جذبات واحساسات بھی بدل گئے ہیں جس طرح وہ انہیں چاہنے لگی تھی اسی طرح شہروز نے بھی اسے اپنے دل میں جگہ دے ڈالی ہے مگر......شہروز تو صرف اس

کا کیئر ٹیکر تھا اور کچھ نہیں۔ جس نے اسے اپنی ذمہ داری سمجھ کر نبھایا اور آج جب اسے اس قابل سمجھا کہ وہ اپنی مرضی کا راستہ چُن سکتی ہے اپنی زندگی کو سنوار سکتی ہے تو پھر خود کو اس کی ذات سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کرلیا‘ نہیں بلکہ یہ فیصلہ تو وہ کئی سالوں پہلے کرچکا تھا۔ علیجا دکھ و صدمے کی زیادتی کے زیر اثر سُن سی بیٹھی رہی۔

دونوں ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے جب کہ علیجا سے کسی نے اس کی مرضی تک نہیں پوچھی تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ وہ ایک دم کرسی سے اٹھی تو دونوں نے ہی اسے چونک کر دیکھا‘ اسی پل امی کو اس کی کیفیت کا احساس ہوا۔

”علیجا یہ...... یہ شہروز جو بکواس کررہا ہے کیا تم اس کی حمایت کرتی ہو۔“ امی نے شہروز کو تادیبی نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو علیجا نے ایک کٹیلی نگاہ شہروز پر ڈالی پھر منہ پھیر کر بولی۔

”خالہ! انہیں کس نے کہا تھا کہ یہ میرے گاڈ فادر بن جائیں یا پھر اتنے مہان کہ میں مارے عقیدت اور احسان کے ان کے سامنے سر ہی نا اٹھاسکوں۔“ علیجا کے انتہائی تلخ اور کاٹ دار لہجے پر شہروز نے اسے الجھ کر دیکھا۔ ”بڑی اماں مجھے آپ کے سپرد کر کے گئی تھیں ان کے نہیں۔ کس برتے پر انہوں نے تایا کو انکار کیا مجھے میرے اپنوں سے دور رکھا۔“

”یا اللہ یہ سب ہو کیا رہا ہے؟“ امی دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولیں پہلے شہروز کی اور پھر علیجا کی باتوں نے ان کو حواس باختہ کردیا تھا۔

”خالہ! آپ لوگوں کا بہت بڑا احسان ہے مجھ پر کہ مجھ یتیم بے سہارا اور لاوارث لڑکی کو آپ نے اپنے گھر میں پناہ دی اور اسے پڑھایا‘ لکھایا......!“

”علیجا! یہ تم کیسی باتیں کررہی ہو؟“ شہروز غصے سے بولا۔

”خالہ! یہ جو چاہیں جیسا چاہیں ان کی مرضی پوری کیجیے‘ اب میں مزید آپ لوگوں پر بوجھ نہیں بنوں گی‘ میں

ثانیہ عبدالغفور

تمام آنچل فرینڈز کو سب سے پہلے محبتوں بھرا سلام! مابدولت کا نام ثانیہ ہے۔ جیسا کہ آپ اوپر جان ہی چکے ہیں اور میرا تعلق للیانی سے ہے۔ آپ کی معلومات میں اضافے کے لیے کہ للیانی کو پنجاب کا سب سے چھوٹا شہر ہونے کا شرف حاصل ہے۔

میں آنچل کی تقریباً دو سال پرانی قاریہ ہوں اور آنچل سے تعارف بہت ہی پیاری دوست صاعقہ اسحاق کے توسط سے ہوا اور اب آنچل کے توسط سے صاعقہ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ ”تھینک یو صاعقہ“ ہم لوگ سات بہن بھائی ہیں میرا نمبر دوسرا ہے۔ جیسا کہ میرے نام سے ظاہر ہے مجھے اپنا نام بے حد پسند ہے۔ 11 اگست کو ہم نے اس دنیا کو رونق بخشی جو آج تک قائم ہے۔ تو میرا اسٹار لیو ہے۔ میرا رائٹر بننے کا خواب ہے۔ ناجانے ہمارا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا ہے یا پھر مجھے شرمندہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ پینٹنگ اور گارڈننگ کا بھی خاصا شوق ہے۔ اب ہم فرسٹ ایئر کے ایگزامز سے فارغ ہوئے ہیں۔ تو اپنے یہ شوق بخوبی پورے کررہے ہیں۔

میری بیسٹ فرینڈ کا نام فرح نزیر ہے۔ اس کی سب سے اچھی عادت یہ ہے کہ سب سے اچھا بولتی ہے اور اپنا موڈ آف نہیں کرتی اور سب سے بری عادت ہے کہ کوئی میگزین وغیرہ نہیں پڑھتی۔ پتا نہیں کیسے خشک مزاج لوگ ہوتے ہیں۔ جو مطالعہ کا شوق نہیں رکھتے (سوری فرح) مجھے تو اس قدر شوق ہے کہ اگر بازار سے اخبار میں کوئی چیز آتی ہے مثلاً سموسے وغیرہ تو اسے بھی پڑھے بغیر چین نہیں آتا۔ مجھے لباس میں ٹراؤزر اور لانگ شرٹ بہت پسند ہے۔ میرا فیورٹ کلر لائٹ پنک اور وہائٹ ہے مجھے گرمی کی سبزیوں میں کریلے بہت اچھے لگتے ہیں جو کہ زیادہ تر لوگوں کو پسند نہیں ہوتے اس لیے ہمارے گھر میں بھی بہت کم پکتے ہیں۔ مجھے روٹین کی ڈائری لکھنا بہت اچھا لگتا ہے اور لکھتی بھی ہوں کسی بات کو مزاج کے بغیر مکمل نہیں کرسکتی۔ بچوں کے ساتھ کھیلنا بھی مجھے بہت پسند ہے۔ میرے سب سے چھوٹے بہن بھائی ٹوئنز ہیں اور ان کے ساتھ خوب کھیلتی ہوں۔

یوں تو آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں مگر لطیفوں کی کمی ہے اور مجھے بہت پسند ہیں۔ آپ کی شخصیت اور ہم سے پوچھیے میرے فیورٹ سلسلے ہیں۔

جلد ہی اس گھر سے......!" بولتے بولتے یک دم اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ آنکھوں میں نمی کو چھپانے کے خاطر وہ تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔ شہروز نے علیجا کے جانے کے بعد امی کو انتہائی متفکرانہ انداز میں دیکھا۔

"یہ معاملہ تم دونوں کا ہے مجھ سے مدد کی امید مت رکھنا۔" امی چڑ کر بولتی اٹھ کھڑی ہوئیں تو شہروز نے بے بسی کے عالم میں اپنے بالوں کو نوچ لیا۔

❁......☯......❁

پھر شہروز نے علیجا سے بات کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ اس کے ہاتھ نہیں آئی۔ اِدھر امی نے اس پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا بلکہ چند تصویریں بھی انہوں نے شہروز کے آگے دھر دی تھیں۔

"امی خدا کے لیے پہلے مجھے یہ الجھن تو سلجھانے دیں۔ وہاں علیجا بی بی اڑیل گھوڑی کی طرح اینٹھی ہوئی ہیں اور یہاں آپ نے مجھے پریشرائز کیا ہوا ہے۔"

"یہ الجھنیں تم نے خود پالی ہیں اپنی زندگی کے دھاگوں کے ساتھ ساتھ تم نے علیجا کی بھی زندگی کو بُری طرح سے الجھا دیا ہے۔ میں اب تمہاری مزید کوئی بھی بات نہیں مانوں گی، بہت جلد تمہاری شادی کردوں گی۔" امی نے یہ کہہ کر اس کی پریشانی کو از حد بڑھا دیا۔

"یا اللہ میں کیا کروں؟" شہروز اپنا سر اوپر اٹھا کر روہانسے انداز میں بولا۔

❁......☯......❁

وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اس کی یونیورسٹی کے گیٹ پر اس کا انتظار کررہا تھا مگر لگ رہا تھا کہ وہ موصوفہ پوری یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کو گھر بھجوا کر باہر نکلیں گی، انتظار کی لمبی کوفت کے بعد اچانک اسے باہر آتی دکھائی دی۔ وہ کھوئی کھوئی سوچوں میں مستغرق چلی جارہی تھی یہاں تک کہ شہروز کی گاڑی دیکھے بنا ہی آگے نکل گئی۔

"حد ہوتی ہے ہونق پن کی یعنی میں شہروز حسن اتنی بڑی گاڑی میں بیٹھا تمہیں نظر نہیں آیا؟" اچانک علیجا کے عقب سے اس کی آواز ابھری تو بے ساختہ علیجا نے چونک کر مڑ کے دیکھا۔ "فوراً گاڑی میں بیٹھو، پچھلے دو گھنٹوں سے میں یہاں گرمی پھانک رہا ہوں۔"

"تو میں نے کہا تھا کہ آپ گرمی پھانکیں۔" علیجا تڑخ کر بولی۔

"نہیں! مگر تم مجھ سے گھر پر ہی بات کرلیتیں تو مجھے یوں افسانوی ہیرو کی طرح گاڑی تمہاری راہ میں روک کر تمہیں بٹھانے کی پیش کش نہ کرنی پڑتی۔" وہ بھی علیجا کے انداز میں بولا تو اوپر سے سورج کی تیز کٹیلی شعاعیں اس پر مستزاد شہروز کا لُو کے تھپیڑوں کی مانند سلگتا لہجہ بآسانی اس کا دماغ گھوم گیا۔

"نہیں بیٹھنا مجھے آپ کی گاڑی میں، آپ مہربانی کرکے یہاں سے چلے جائیں۔" اردگرد گزرتے اسٹوڈنٹس میں کچھ ان کی جانب متوجہ ہوگئے تھے۔ علیجا نے سبکی محسوس کرکے بھنچے بھنچے انداز میں کہا۔

"ارے علیجا اپنی پرابلم، تم یہاں ایسے کیوں کھڑی ہو؟" تین چار لڑکیوں کے گروپ میں سے ایک لڑکی نے کافی معنی خیز انداز میں استفسار کیا جب کہ باقی لڑکیاں شہروز کی ڈیسنٹ پرسنلیٹی کو بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھیں۔

"نہیں! کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" علیجا جز بز ہوکر روکھائی سے بولی۔

"آپ کی تعریف......!" شہروز خوامخواہ میں خوش اخلاقی بگھارتے ہوئے کہا۔

"میرا نام حنا ہے میں علیجا کی کلاس فیلو ہوں بلکہ ہم چاروں ہی کلاس فیلوز ہیں اور آپ علیجا کے کون ہیں؟" حنا آنکھیں مٹکا کر بولی تو علیجا یک دم بول اٹھی۔

"شہروز پلیز چلیے دیر ہورہی ہے۔"

"یہ میری وائف ہیں!" وہ اتنے دلنشیں اور خوب صورت انداز میں بولا کہ علیجا کو لگا جیسے شہروز کے صرف ایک جملے سے اندر باہر کا موسم یک دم بدل گیا ہو اچانک ٹھنڈی ٹھنڈی مسحور کن ہوائیں چلنے لگیں ہوں۔

"وہاٹ......! علیجا تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا۔" ایک لڑکی ناراضگی سے بولی۔

"دیکھیے! آپ لوگ بعد میں شکوے شکایتیں کرلیجیے گا فی الحال ہم چلتے ہیں۔" شہروز جلدی سے بولا اور علیجا کو آنے کا اشارہ کرکے ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ وہ بھی تیزی سے گاڑی کی جانب لپکی۔

"کیا ضرورت تھی انہیں بتانے کی؟ کیا پھر خدمت خلق کرنے کا ارادہ ہے یا پھر مجھ پر مزید احسان کرکے اور زیادہ مہان بننے کا پروگرام ہے۔" علیجا کے لہجے میں تلخی ہی تلخی تھی۔ شہروز کچھ بولتے بولتے خاموش ہوگیا۔ پھر کچھ دیر بعد شہروز کی سنجیدہ آواز ابھری۔

"علیجا! تم جانتی ہو ہماری عمروں میں کتنا فرق ہے؟"

"میری ماں، میرے باپ سے چودہ سال چھوٹی تھیں اور بقول نانی کے وہ نانا سے پندرہ سال چھوٹی اور تائی، تایا سے بارہ سال چھوٹی......!" علیجا طنزیہ لہجے میں بولی۔

"ایسا ہوا کرتا تھا، میں مانتا ہوں اس بات کو، مگر آج کے دور میں عمروں کا تضاد بہت سی الجھنوں کو جنم دیتا ہے، ذہنی مطابقت کا فقدان اور مخالف مزاج کا ٹکراؤ زندگی کو جہنم بنا دیتا ہے۔" شہروز اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"ہوں تو خطرہ آپ کو کس سے ہے خود سے یا پھر مجھ سے......!" علیجا نے گردن موڑ کر شہروز کی جانب دیکھ کر کہا تو اسی پل شہروز نے بھی علیجا کی جانب دیکھا، نگاہوں کا تصادم بے ساختہ تھا۔ علیجا نے سرعت سے نگاہوں کا زاویہ بدلا شہروز اس کے صبیح چہرے کو چند ثانیے دیکھتا رہا۔

"کیا یہ تمہارے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی؟" شہروز نے گمبھیر لہجے میں پوچھا تو علیجا نے بمشکل نگاہ شہروز کی جانب اٹھائی۔

"کیا یہ انصاف ہوگا کہ خود سے اتنا عرصہ منسلک رکھنے کے بعد اچانک خود سے جدا کردیں۔" شہروز کو لگا جیسے اردگرد بہت سے جگنو ٹمٹما اٹھے ہوں۔ علیجا کے اس قدر خوب صورت جذبۂ اظہار نے اس کی روح کو سرشار کردیا۔

"علیجا میری زندگی، آئی......!" ایک جذب سے بولتے بولتے یک دم شہروز کو کچھ یاد آگیا تو بے ساختہ اس کے پیر بریک پر جا پڑے۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو بمشکل علیجا نے اپنا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ہوئے بچایا۔

"کیا ہوا؟" وہ اچنبھے سے بولی۔

"وہ علیجا آئی......" شہروز اچانک بولتے بولتے رک گیا۔ جب کہ اس جملے کو سننے کے لیے برسوں سے ترستے علیجا کے کان ایک بار پھر بے قرار ہوا تھے۔

"یہ آپ کی سوئی بار بار یہاں کیوں اٹک جاتی ہے؟" وہ کچھ جھنجلا کر بولی۔

"دراصل مجھے کچھ شرم سی آرہی ہے، تم مجھ سے اتنی چھوٹی اور میں تمہیں یہ بولتا کیا اچھا لگوں گا۔" شہروز حقیقت سے بولا تو علیجا نے اسے محبت لٹاتی نگاہوں سے دیکھا پھر اپنے لہجے کو سخت بناتے ہوئے بولی۔

"آج کے بعد یہ جملہ آپ کی زبان پر نہ آئے۔"

"اوکے میڈم! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آئی......!" وہ پھر رکا تو علیجا نے تلملا کر رخ شیشے کی جانب موڑ لیا۔ شہروز کا جان دار قہقہہ گاڑی میں گونج اٹھا۔

"شہروز برسوں سے مجھے اس جملے کا انتظار تھا، جسے کہتے ہوئے تم ہچکچا رہے ہو مگر مجھے یقین ہے کہ وہ دن دور نہیں جب تم اپنے تمام جذبے میرے نام کردو گے، بس تھوڑا اور انتظار......" علیجا دل میں سوچ کر دھیرے سے مسکرا دی۔

میرے خون میں گھلی ہوئی تیری خوش بُو کی بشارتیں
میری زندگی کوئی پھول ہے جسے تُو نے آ کے کھلا دیا
تُو بچھڑ کے بھی میرے ساتھ ہے، تیرے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے
یہ عجب یقین ہے تُو نے جو میرے روز و شب کو دلا دیا

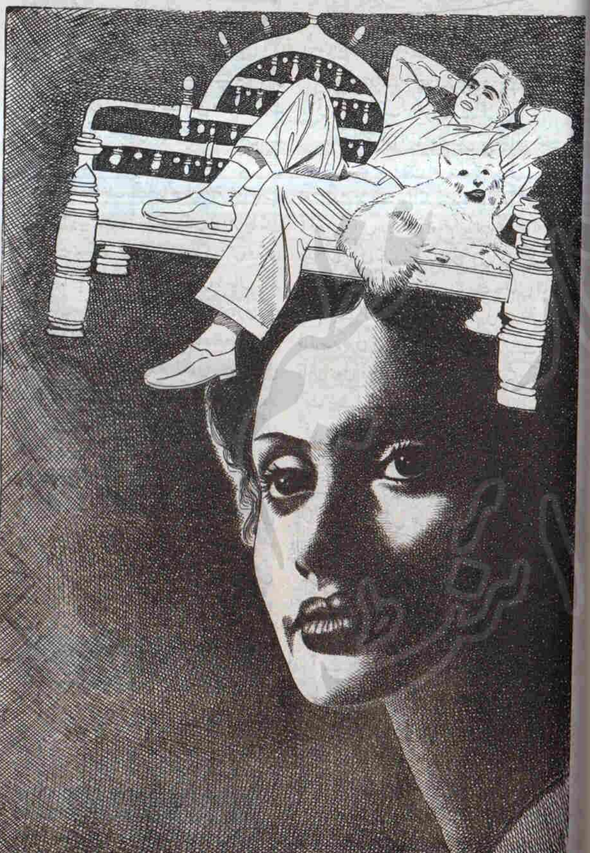

محبت یوں بھی ہو جاتی ہے

نزہت جبیں ضیاء

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

تجھے کھونے کا حوصلہ نہیں مجھ میں
میرے حق میں دعا کرنا کہ
تجھ سے بچھڑنے سے پہلے
بس اک سانس کا رشتہ ٹوٹ جائے

''مطیرہ! چائے ملے گی کہ نہیں......؟'' آذر کی تیز آواز پر میں جوھم کا ٹفن پیک کرتے ہوئے چونکی۔

''ابھی لائی!'' میں نے جواب دیا اور اگلے لمحے میں چائے کی پیالی لیے ان کے سامنے کھڑی تھی۔

''باتیں تو بڑی بڑی ہیں تمہاری مگر ہر کام میں دیر......'' حسب عادت آذر نے طعنہ مارا۔

''دیر کہاں ہوئی؟ ابھی آٹھ بجنے میں بیس منٹ کم ہیں۔'' میں بولی۔

''ہاں...... جواب دینا تو گویا تم پر فرض ہے۔''

''جواب نہیں، آپ کو اطلاع دی ہے۔'' میرا اطمینان انہیں مزید تپا گیا۔

''اوکے مما! ہم جارہے ہیں۔ گاڑی آگئی۔'' جوہم اور نمیر بیگ کاندھے پر ڈالتے ہوئے باہر کی جانب لپکے۔

''اوکے، اللہ حافظ!'' ساتھ ہی آذر نے بھی بریف کیس اٹھایا۔

''میں بھی جارہا ہوں، اللہ حافظ!''

''دعا پڑھ کر جانا۔'' میں نے عادتاً کہا۔

میری عادت تھی میں ضرور بچوں اور آذر کو باہر جاتے وقت دعا پڑھنے کا یاد دلاتی تھی، وہ لوگ دعا پڑھ لیتے اور میں مطمئن ہو جاتی۔

آج بھی تینوں جاچکے تھے اور گھر کسی اکھاڑے کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ میں نے جلدی جلدی سمیٹنا شروع کیا تب ہی ماسی آگئی۔ ماسی برتن دھونے لگی اور میں گھر سمیٹ کر دوپہر کے کھانے کی تیاری میں لگ گئی۔ اماں نماز پڑھ کر ڈیڑھ بجے کھانا کھاتی تھیں، تب ہی بچے بھی آتے تھے اس لیے اماں کی نماز اور بچوں کے اسکول سے آنے تک میں ٹیبل پر کھانا لگا دیتی تھی۔ اماں یعنی میری ساس بہت پیار کرنے والی خاتون تھیں، مجھ پر جان چھڑکتی تھیں، لوگ ہمارے پیار کی مثالیں دیتے حتیٰ کہ کبھی کبھی آذر بھی جھنجلا جاتے کہ اماں ہر بات میں، ہر موقع پر میری ہی تعریف کرتی تھیں اور مجھے ہی سراہتی تھیں۔

میری اور آذر کی شادی کو دس سال ہو چکے تھے اور مجھے روزِ اوّل ہی اس بات کا احساس ہوگیا تھا کہ آذر ایک خود پسند انسان ہیں' اپنی بات اور فیصلے کو مقدم رکھنے والے' اپنے علاوہ کسی کو بہتر اور کل نہیں سمجھتے تھے لیکن وہ مجھے بہت پیار کرتے تھے۔ شادی کے ہفتے بعد ہی میں نے کچن سنبھال لیا' آذر پڑھے لکھے اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے' ساتھ ہی بہترین جاب بھی تھی' ایک شادی شدہ بہن تھیں جو امریکا میں رہائش پذیر تھیں' گھر میں ملازمہ تھی جس کو میں نے نکال دیا تھا' مجھے شروع سے ہی ماسیاں پسند نہیں تھیں۔ ان کے کام سے مطمئن نہ ہوتی تھی اسی لیے اماں کے منع کرنے کے باوجود میں نے سارے گھر کی ذمہ داری خود اٹھالی' پہلے دن ہی ناشتے کی تیاری میں خوب محنت کی تاکہ اماں اور آذر خوش ہوجائیں۔ پراٹھے' قیمہ' بھجیا اور سوجی کا حلوہ جب ٹیبل پر آیا تو اماں نے میری بلائیں لے لیں جب کہ آذر سر جھکائے کھاتے رہے۔

میں سارا وقت ان کی طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھتی رہی کہ اب کچھ کہیں...... مگر وہ کسی قسم کا ردعمل ظاہر کیے بغیر کھا کر اٹھ بھی گئے اور میں انتظار ہی کرتی رہی' ستائش بھرے الفاظ یا ستائشی نظروں کا مگر...... میرا دل بجھ سا گیا۔

''آذر! کیا ناشتا اچھا نہیں بنا تھا؟'' میں نے آخر پوچھ ہی لیا۔

''کیوں؟'' میرے سوال کے جواب میں سوال آیا۔

''وہ...... آپ نے تعریف نہیں کی نا۔'' میں گڑبڑا گئی۔

''ارے! کوئی نئی چیز تھوڑا ہی بنائی تھی۔'' جواب سے میرے اوپر برف ڈال دی۔

''جی!'' میں خود ہی شرمندہ ہوگئی اور وہ اطمینان سے ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیوم اٹھا کر گنگناتے ہوئے اسپرے کرنے لگے' میں نم ہوتی پلکیں جھپک کر کمرے سے نکل گئی۔

پھر تو اکثر ہی ایسا ہوتا' میں جانفشانی' محنت اور لگن سے سارا دن گھر کے کام کرتی۔ اماں قدم قدم پر مجھے سراہتیں' میرا خیال رکھتیں' مگر آذر...... اس دوران جوہم بھی پیدا ہوگئی' جوہم کی پیدائش پر بھی میں میکے نہیں گئی' یوں بھی میکے میں بھیا بھابی اور ان کے دو بچے تھے۔ اماں ابا تو کب کے گزر چکے تھے۔ جوہم کی پیدائش پر ملازمہ رکھ لی گئی لیکن جیسے ہی میں کام کرنے کے قابل ہوئی' دوبارہ گھر سنبھال لیا' ملازمین تو گھر الٹ پلٹ کردیتے ہیں' اب میری ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی تھیں۔ ننھی جوہم کے چھوٹے چھوٹے کام کرتے کرتے اور گھر کے دھندے نپٹاتے نپٹاتے دن کہاں گزر جاتا پتا بھی نہیں چلتا' کبھی کبھی میں تھک سی جاتی۔ اماں حتیٰ الامکان ہاتھ بٹاتی رہتیں' جوہم کو بھی سنبھالتی تھیں' آذر مجھے دیکھ کر ہمیشہ یہی کہتے کہ عورتیں تو اسی طرح کرتی ہیں' سب ہی گھر' میاں اور بچوں کو سنبھالتی ہیں' میں سر جھکا کر رہ جاتی۔ کچھ دن اور آگے بڑھ کر ہمارے آنگن میں نمیر بھی آگیا۔ اس موقع پر آذر بہت خوش ہوئے۔ ماشاء اللہ جوہم کے بعد نمیر...... اب ہماری زندگی مکمل تھی۔ اماں نے برتن' کپڑوں اور جھاڑو کے لیے ملازمہ رکھ لی' اب اماں بھی بھاگ دوڑ کے قابل نہیں تھیں' جوہم بھی چھوٹی تھی۔

وقت کے ساتھ ساتھ آذر کی ترقی بھی ہوتی گئی' بچے بھی بڑے ہورہے تھے۔ گھر بدل گیا اور گاڑی کا اضافہ ہوا' ماحول بدل گیا تھا لیکن آذر کی فطرت نہ بدلی۔ آج بھی آذر اسی طرح تھے۔ میں کبھی کبھی جھنجلا جاتی' فجر کے وقت اٹھتی سارا دن گھن چکر بنی رہتی' فجر کے ساتھ ہی سب جاگ جاتے' اماں نماز کے بعد دودھ لیتی تھیں۔ آذر اور بچے واک کرنے نکل جاتے اور میں کچن میں گھسی ناشتے کی تیاری میں لگ جاتی۔ آذر کو باہر کے کھانے کی بالکل عادت نہ تھی اس لیے ان کے لیے لنچ بھی بنانا ہوتا۔ بچے بھی ٹفن لے کر جاتے۔ تینوں چلے جاتے تو اماں اور میں ناشتا کرتے پھر ماسی آجاتی۔ میں دوپہر کے کھانے کی تیاری میں لگ جاتی۔ بچے دوپہر میں آتے کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرتے' میں نماز سے فارغ ہوکر بچوں کے کپڑے استری کرتی شام کو ٹیوٹر آتے تھے۔ مغرب سے پہلے آذر آجاتے۔ مغرب کے ساتھ ہی میں ڈنر کی تیاری میں لگ جاتی۔ اماں بلڈ پریشر اور شوگر کی مریضہ تھیں۔ ان کو ٹائم سے دوا دینا' بی پی چیک کرنا اور ماہانہ ڈاکٹر کو دکھانا' بچوں کی اسکول میٹنگز اور شاپنگ یہ ساری ذمہ داری بھی میری ہی تھی۔ دن بھر کے کاموں سے تھک کر جب رات کو کمرے میں آتی تو دل چاہتا کہ فوراً سو جاؤں لیکن میں آذر کو ٹائم دیتی' وہ آفس کا کام کررہے ہوتے تو ان کے لیے کبھی چائے' کافی کبھی جوس بنا کر لاتی۔ سونے سے پہلے بچوں کے یونیفارم اور آذر کے آفس کے کپڑے جوتے' موزے صبح کے لیے ساری چیزیں تیار کرتی۔

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ماہنامہ نئے افق کراچی
مسلسل اشاعت کے 35 سال
پکار — ایک ایسے نوجوان کی سرگزشت' ایک واقعہ نے اسے اللہ تعالیٰ کا باغی بنادیا تھا طویل ناول
بارھواں کھلاڑی — گیارہ کھلاڑیوں کے درمیان ایک بارھواں کھلاڑی کو دنے کی ایک دلچسپ و دلکش داستان
قارئین کی کئی نسلوں کو متاثر کرنے والا پاکستان کا واحد صاف ستھرا اور تفریحی جریدہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے آہنگ' نئے رنگ اور نئے انداز میں قدیم اور جدید ادب کا امتزاج لئے ہر ماہ آپ کی دہلیز پر
قارئین کی دلچسپی کیلئے 3 خوبصورت سلسلے
بزم سخن' شعروشاعری کا منفرد سلسلہ' خوشبوئے سخن' منتخب غزلیں و نظمیں' ذوق آگہی' اقتباسات' اقوال زریں' احادیث وغیرہ
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

اس روز میرے سر میں بہت درد تھا اس لیے میں جلدی بیڈ پر لیٹ گئی۔

''مطیرہ! ایک گلاس پانی لادو۔'' آذر نے کام کرتے کرتے مجھے کہا۔

''آذر پلیز! آپ خود لے لیں۔'' میں نے لجاجت سے کہا۔ ''میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے' تھکن بھی بہت ہوگئی ہے۔''

''کیوں؟ آج ایسا کیا کیا کہ تھکن ہوگئی؟'' آذر نے مڑ کر سوال کیا۔

''کیا کیا......! کیا مطلب؟ کام کیا سارا دن......'' میں الجھ کر بولی۔

''معمول سے الگ تو کچھ نہیں کیا نا اور تمہیں تو عادت ہو جانی چاہیے اس معمول کی...... اس میں کیسی تھکن......''

''آذر! میں بھی انسان ہوں' سارا دن گدھے کی طرح مصروف رہتی ہوں۔'' میں تپ کر بولی۔

''مطیرہ! عاجز آ گیا ہوں یہ سن سن کر...... کیا الگ کرتی ہو تم؟ تمام عورتیں ہی کرتی ہیں یہ تمام کام......'' آذر کا لہجہ بھی غصیلا تھا۔

''تو...... تو...... انہیں سراہا بھی جاتا ہے۔'' میرا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی بھیگنے لگا تھا۔

''کیا کروں' کیا تمہیں تاج پہناؤں؟'' آذر جھنجلایا۔

''تاج! ہنہہ......!'' میں طنز سے ہنسی۔ ''دو بول تو کہہ نہیں سکتے......''

''اچھا بھائی! معاف کردو۔'' آذر نے جھنجلا کر ہاتھ جوڑے تو میں نے سر تک چادر تان لی۔

❁......☆......❁

دوسری صبح آذر نارمل تھے۔ موسم تبدیل ہو رہا تھا' اسی کا اثر مجھ پر ہو رہا تھا۔ صبح اٹھی تو طبیعت کافی مضمحل تھی۔ نماز اور ناشتے وغیرہ کی تیاری کی' بچے اور آذر کے جانے کے بعد ٹمپریچر چیک کیا تو ایک سو دو تھا۔ اماں سن کر پریشان ہوگئیں' زبردستی گولیاں کھلا کر مجھے کمرے میں بھیج دیا اور خود ماسی کے ساتھ کام نپٹانے لگیں۔ میں کمبل اوڑھ کر لیٹی تو آنکھ لگ گئی پھر جب آنکھ کھلی تو ڈیڑھ بج چکا تھا' میں ہڑبڑا کر اٹھی باہر آ کر دیکھا گھر صاف ستھرا روز کی طرح تھا۔ اماں بچوں کے ساتھ لنچ کر رہی تھیں' رات کے بھنڈی گوشت اور مسور کی دال کے ساتھ تندوری روٹیاں جو شاید اماں نے ماسی سے منگوائی تھیں۔ مجھے اماں پر پیار آ گیا۔

''اماں! آپ نے مجھے کیوں نہیں اٹھایا؟'' میں نے تشکر سے اماں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''پاگل نہ ہو تو......! آرام تو کرتی نہیں ہو۔ کم از کم طبیعت خراب ہو تو سکون سے بیٹھ جاؤ نا۔'' اماں نے پیار سے مجھے دیکھا۔ ''تم جاؤ' آرام کرلو۔ میں نے نگینہ کو شام تک کے لیے روک لیا ہے۔ ابھی تمہارے لیے سلائس اور دودھ بھجواتی ہوں۔'' اماں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے میرے ہاتھ تھام کر محبت بھرے لہجے میں کہا۔ تب ہی فون کی بیل ہوئی' میں نے اٹھایا دوسری جانب آذر تھا۔

''مطیرہ! رات کو میرے چار دوست آ رہے ہیں ڈنر کے لیے...... تم تندوری چکن' چائنیز' کوفتوں کا سالن اور ٹرائفل بنا لینا۔''

''آذر! مجھے بخار ہے' میں نہیں کر سکوں گی۔ آپ کچھ اور ارینج کرلیں پلیز......!'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''اُفوہ بھئی! کیا مصیبت ہے؟ صبح تم بھلی چنگی تھیں...... ٹھیک ہے...... رہنے دو......'' غصے سے کہہ کر فون پٹخ دیا۔

''کیا ہوا بیٹی!'' اماں نے ستے ستے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

''وہ...... آذر چار پانچ دوستوں کو ڈنر پر لانا چاہ رہے تھے......''

''پھر تم نے منع کر دیا نا!'' اماں نے جلدی سے پوچھا کہ کہیں میں نے ہامی نہ بھر لی ہو۔

''منع کر دیا ہے میں نے......'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''اچھا کیا!'' اماں نے مطمئن لہجے میں کہا۔ ''جاؤ تم کچھ کھالو۔''

''جی اماں!'' کہہ کر میں اٹھ گئی۔

اس رات آذر دیر سے آئے' جب تک میری طبیعت بھی کچھ سنبھل چکی تھی۔ آذر باہر ڈنر کر کے آیا تھا۔

''اچھی بھلی تو ہو تم......!'' آتے ہی مجھے دیکھ کر کہا بجائے اس کے کہ مجھ سے میری خیریت معلوم کرتے۔ میں نے نگاہ اٹھائی۔

''جی! اب بہتر ہوں......'' بچوں کے یونیفارم ہینگ کرتے ہوئے میں بولی۔

''تم کچھ نازک مزاج نہیں بنتی جا رہی ہو؟'' لہجہ تیکھا تھا۔

''کیوں...... کیا نازک مزاجی دکھائی ہے میں نے......'' میں نے اسی لہجے میں سوال کیا۔

''آج تم نے مجھے دوستوں کے سامنے شرمندہ کر دیا۔''

''آذر! آپ کے دوست مہینے میں دو بار کھاتے ہیں ہمارے ہاں...... آج میں اس قابل نہیں تھی' انسان مجبور بھی تو ہو سکتا ہے نا! اس میں شرمندہ ہونے والی کون سی بات ہے؟'' میں نے بھی دوبدو کہا۔

''مطیرہ! حیرت ہوتی ہے مجھے تم پر...... اور عورتیں بھی ہوتی ہیں جو جاب بھی کرتی ہیں' چھ چھ بچے بھی سنبھالتی ہیں' سودا سلف لانا' بل جمع کروانا...... سارے دھندے کرتی ہیں...... کیا وہ انسان نہیں......؟ ایک تم ہو' دو بچوں اور آرام دہ زندگی ہونے کے باوجود ہمیشہ تھکن سے چُور رہتی ہو' احسانات کے تلے مجھے دباتی رہتی ہو کہ جیسے تم نرالے کام کرتی ہو۔ یہ کہ جو تم کرتی ہو' کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔'' وہ بکتا جھکتا باتھ روم میں گھس گیا اور میں چپکی رہ گئی۔ میں بحث کے موڈ میں نہیں تھی' خاموشی سے اٹھ کر آذر کے لیے چائے بنانے چلی گئی۔ میں چائے بنا کر لائی تب تک آذر چینج کر کے کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ میں نے چائے سامنے رکھی اور بیڈ کی چادر صحیح کرنے لگی۔

❁......☆......❁

دوسری صبح میں حسبِ معمول کچن میں روز کی طرح مصروف تھی اور آذر کمرے میں تیاری کر رہے تھے۔

''مطیرہ!'' انہوں نے زور سے آواز لگائی۔ ''میرا ایک سیاہ موزہ نہیں مل رہا ہے۔''

''آئی ابھی......؟'' میں نے توے سے گرما گرم پراٹھا اتار کر پلیٹ میں رکھا اور بھاگ کر کمرے میں آئی۔

''دونوں ساتھ ہی تو تھے۔'' میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''پھر...... پھر کہاں گیا؟'' آذر نے قدرے طنز سے کہا۔

''آپ دوسرے پہن لیں نا!'' میں نے ان کی بات نظر انداز کر کے تحمل سے کہا اور الماری سے دوسرے موزے کی جوڑی نکالی۔

''مگر مجھے وہی چاہیے۔'' انہوں نے بچوں کی طرح ضد کی۔

''پلیز آذر! کیا بچوں کی سی حرکت ہے۔ اب وہ نہیں مل رہے تو......'' مجھے غصہ آنے لگا۔

''کام...... کام...... کام...... شور تو اس قدر ہے تمہارے کام کا...... اماں بھی تمہاری مصروفیات کے گن گاتی رہتی ہیں' ڈھنگ تو ہے نہیں ذرا سا...... بچوں کی طرح خود کام کرتی ہو اور مجھے بچہ کہہ رہی ہو؟'' وہ سیخ پا ہوگیا۔

''ہاں ہاں! میں بچی ہوں' بدسلیقہ' بے ڈھنگی' بے کار! نہیں ہوتے آپ کے کام مجھ سے......'' ہاتھ میں پکڑے موزے پھینک کر میں بھی گرجی

''ہاں کرلوں گا میں خود...... کیا سمجھتی ہو تم! تمہارے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔''

''ہاں ہاں! ٹھیک ہے' میں بھی دیکھتی ہوں۔'' میں بھی غصے سے بل کھاتی ہوئی کمرے سے نکل گئی اور وہ پیچھے بڑبڑاتا رہا۔ اسی ہنگامے کے دوران بچے جاچکے تھے' آذر تیار ہورہا تھا اور میں جان بوجھ کر کچن میں مصروف رہی۔

''میں جارہا ہوں۔'' عادتاً وہ جاتے ہوئے کچن کے پاس آکر قدرے زور سے بولا۔

''اللہ حافظ! دعا پڑھ کر جانا۔'' بغیر سامنے آئے میں نے بھی اندر سے جواب دیا۔ آذر چلا گیا اور میں کڑھتی رہی۔ بمشکل میں نے کچھ لمحوں کے لیے ضبط کیا تھا۔ میں بھی عاجز آگئی تھی۔

آخر کار بہت سوچ بچار کے بعد میں نے ایک فیصلہ کرلیا۔ آذر کو ٹھیک کرنے کا......! اماں کو ناشتا کروا کر دوا دی اور پھر بچوں کے اسکول میں میٹنگ کا بہانہ کر کے جلدی جلدی کھانا پکا کر میں خاموشی سے گھر سے نکل آئی۔

بھیا کے گھر آئی تو دل عجیب سا ہورہا تھا مگر مجھے خود کو مضبوط کرنا تھا۔ میں اس طرح سے کبھی نہ آئی تھی بھابی بھی پریشان ہوگئی تھیں۔

''مطیرہ! یہ تمہارا اپنا گھر ہے میری بہن! مگر تمہیں اس طرح سے بچوں اور اماں کو بنا بتائے نہیں آنا چاہیے تھا۔'' انہوں نے نرمی سے سمجھایا۔

''بھابی پلیز!'' میرا لہجہ بھیگ گیا۔

''اوکے...... اوکے...... تم پلیز پریشان مت ہو۔'' بھابی نے نرمی سے مجھے سینے سے لگا کر کہا تو میں نے آنکھیں صاف کیں۔ پھر میں نے اماں کو فون کر کے مطلع کیا۔

''ہائے بیٹی! ہم کس طرح رہیں گے؟ وہ جان کر باقاعدہ رونے لگیں۔

''اماں پلیز...... میری خاطر تھوڑی سی ہمت کرلیں' خدا کے لیے! اور بچوں کو بتائیے گا کہ بھابی کی طبیعت خراب ہے اور میں دو چار دن میں آجاؤں گی۔ آذر کو تھوڑا سا پریشان ہونے دیں' آپ ہمت کریں بس!'' میں نے کافی سمجھایا تو اماں کچھ سنبھلیں۔

❀......☆......❀

رات کو آذر آیا تو خلافِ توقع گھر میں مطیرہ کو نہ پاکر ٹھٹکا۔

''اماں! مطیرہ کہاں ہے؟''

''بیٹا! وہ بھی انسان ہے' اسے بھی آرام کی

بہار لوٹ آئی ہے

بہار لوٹ آئی ہے پھر سے
ان گنت پھول کھل گئے ہیں
فضائیں بھی معطر ہیں
ہوائیں گیت گاتی ہیں
پرندے چہچہاتے ہیں
شجر بھی جھوم جاتے ہیں
ہر سو زندگی سی ہے
انوکھی روشنی سی ہے
میرے ہم دم!
تم بھی لوٹ آؤنا!
کہ میری زندگی میں بہار تم سے ہے
میری خوشیاں تم سے ہیں
میرے جذبے تمہارے ہیں
میری وفائیں تمہاری ہیں
بہار لوٹ آئی پھر سے
سو تم بھی لوٹ آؤنا......!

بشریٰ باجوہ...... اوکاڑہ

ضرورت ہے اس لیے کچھ دن آرام کے لیے اپنے بھائی کے گھر گئی ہے۔'' اماں کے اطمینان پر وہ سلگ اٹھا۔

''آرام......؟ ہنہہ! دماغ دکھا رہی ہے تو شوق سے دکھائے۔'' بڑبڑاتا ہوا وہ الٹے پیروں واپس ہوا اور اماں تاسف سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

آذر کمرے میں گیا تو روز کی طرح اس کے کپڑے سامنے نہیں تھے۔ الماری کھول کر کپڑے نکالے اور چینج کر کے کھانا کھانے ٹیبل پر آیا۔ بچا کھچا سالن اور ٹھنڈی روٹی......! بچے بھی آگئے' بہ مشکل کھانا کھایا' کھانا کھا کر بچے دادی کے کمرے میں چلے گئے' آذر کو چائے کی طلب ہوئی تو وہ خود ہی کچن میں آگیا۔

''افوہ! چائے پتی اور چینی کہاں تھی...... خیر تھوڑی سی تلاش کے بعد شیلف سے مل گئیں۔ الٹی سیدھی چائے بنائی مگر ذرا سا بھی مزا نہ آیا۔ چائے آدھی چھوڑ دی' انتہائی کوفت ہورہی تھی' آفس میں بھی آج کام زیادہ تھا' مطیرہ کے ہاتھ کی چائے سے آدھی تھکن اتر جاتی تھی' ابھی صبح کے کپڑے بھی پریس کرنے تھے' اس کا دل اٹھنے کا بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ روز گرم گرم کھانا ہوتا' کھانا ختم ہوتے ہی بھاپ اڑاتی گرم گرم مزے دار چائے' کمرے میں آتا تو صبح کی ہر چیز تیار ملتی...... مطیرہ ہی تھی جو ہر کام کہنے سے پہلے کردیتی تھی...... سارے کام نبٹا کر لیٹا تو جلد ہی آنکھ لگ گئی۔

صبح آنکھ کھلی تو دیر ہوچکی تھی' وہ ہڑبڑا کر اٹھا' بچے بھی سو رہے تھے۔ آج نماز بھی نکل گئی تھی' روز تو مطیرہ اٹھاتی تھی' جلدی سے بچوں کو جگایا۔

''پاپا! اتنی دیر ہوگئی ہے۔'' نمیر نے منہ بسورا۔

''جلدی آؤ!'' وہ قدرے تیز لہجے میں بولا تو دونوں بچے جلدی سے کھڑے ہوگئے۔ اماں بھی سو رہی تھیں شاید...... مگر کچن میں آیا تو اماں

چائے بنا رہی تھیں۔

''ارے اماں آپ!'' وہ شرمندہ ہوگیا۔

''ہاں! ابھی ابھی آنکھ کھلی' میں تمہیں اٹھانے آ رہی تھی۔'' اماں بولیں۔

''ہٹیں! میں ناشتا بناتا ہوں۔''

''نہیں' تم تیار ہوجاؤ' میں بناتی ہوں۔'' اماں نے سلائس نکال کر پلیٹ میں رکھے۔

''پاپا! ہمیں پراٹھا کھانا ہے۔'' نمیر نے سلائس دیکھ کر منہ بنایا۔

''چپ چاپ ناشتا کرو' دادو پراٹھے نہیں بنا سکتیں۔'' وہ چائے کا گھونٹ لے کر بولا۔

''پاپا! ہمارا لفن......؟'' جوہم نے یاد دلایا۔

''تم لوگ کینٹین سے کچھ لے لینا۔'' جیب سے والٹ نکال کر پیسے بچوں کو تھمائے۔

''اور آپ......؟'' جوہم نے سوالیہ نظریں اٹھائیں۔

''میں بھی لنچ باہر سے ہی کرلوں گا۔'' خالی کپ میز پر رکھتا ہوا بولا۔ ''جا رہا ہوں میں......'' نادانستگی سے زور سے بولا' کوئی جواب نہ آیا۔ مطیرہ ہوتی تو جواب آتا' سر جھٹک کر وہ باہر کی جانب چلا گیا۔

ہر چیز الٹ پلٹ ہوگئی تھی۔ لنچ باہر کیا تو پیٹ گڑبڑ ہوگیا۔ جوہم اور نمیرہ نے چاٹ کھالی' ٹاٹری کی وجہ سے نمیر کو کھانسی ہوگئی' سارا دن وہ کھانستا رہا' شام کو اماں نے نگینہ سے دوا منگوائی' آذر آفس سے آیا تو ساتھ میں ڈبل روٹی لے کر آیا۔

''بیٹا! میں نے روٹیاں بنوادی ہیں' کھانا کھالو۔'' اماں نے کہا۔

''نہیں اماں! میں ڈبل روٹی لایا ہوں' پیٹ صحیح نہیں...... دوپہر میں بریانی میں مسالا زیادہ تھا' پیٹ میں کچھ درد ہے۔'' آذر نے کہا۔

''اوہو!'' اماں پریشان سی ہوگئیں۔

سارا گھر خالی خالی لگ رہا تھا۔ مطیرہ ہوتی تو رونق سی رہتی تھی۔ آج رات آذر کو نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ طبیعت بھی مضمحل تھی۔ کافی دیر بعد آنکھ لگی مگر صبح وقت پر اٹھ گیا۔ اماں آج اپنے کمرے میں تھیں۔

''پاپا! دادو بلا رہی ہیں۔'' جوہم کی آواز پر وہ اماں کے کمرے میں آیا۔ اماں کی طبیعت خراب لگ رہی تھی۔ بی پی کافی شوٹ کر گیا تھا۔ وہ پریشان ہوگیا۔ جوہم چائے بنانے کچن میں آ گئی' آذر نے اماں کو بسکٹ کھلا کر دوا دی۔ جوہم چائے بنا کر لائی تو اس کی موٹی موٹی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

''کیا ہوا؟'' آذر نے پوچھا۔

''پاپا...... یہ......'' اس نے ہاتھ دکھایا' ہاتھ پر جلے کا نشان تھا۔

''یہ...... کیسے......؟'' وہ تڑپ گیا۔

''گرم چائے گر گئی۔'' وہ رونے لگی۔

''ارے ارے نہیں...... میں ابھی ٹوتھ پیسٹ لگاتا ہوں۔'' اس نے چمکارا۔

''میں نے کبھی چائے نہیں بنائی نا! مما ہی بناتی ہیں۔'' وہ رونے لگی تو اماں بھی ہول کر اٹھ بیٹھیں۔

''اماں! آپ پریشان نہ ہوں۔ تھوڑا سا جلا ہے۔'' آذر جلدی سے بولا۔ ''پہلے ہی نہ جانے کیوں آپ کا بی پی ہائی ہوگیا ہے۔''

''وہ...... بیٹا......! کل رات کی دوا کھانا بھول گئی تھی۔ وہ مطیرہ یاد سے دیتی تھی...... کل ذہن سے نکل گیا۔'' اماں نے دھیرے سے کہا۔

''جی......!'' آذر چونکا۔ نمیر اور آذر چلے گئے۔ جوہم نے آج چھٹی کرلی تھی۔ جاتے جاتے آذر مطیرہ کو آواز دیتے دیتے رک گیا اور پھر تیزی سے باہر کی طرف چل دیا۔ کتنا تھک گیا تھا وہ کل سے آج تک' گاڑی اسٹارٹ کرتے کرتے وہ سوچنے لگا۔ آج تو کپڑے پریس بھی نہ کیے' دو دن پہلے والا سوٹ ہی پہن لیا تھا۔ ناشتے سے بھی تشفی نہ ہوئی تھی' دوپہر کی فکر الگ تھی' پیٹ بھی مکمل ٹھیک نہ تھا' کل سے آج تک گھر میں کیا کچھ ہوگیا تھا' نمیر کو کھانسی...... جوہم کا ہاتھ جلا اور اماں کا بی پی ہائی...... اب اسے احساس ہوا کہ ایک مطیرہ اتنے سارے کام کس طرح خیال سے کرتی ہے' بچوں کے اس کے کپڑے تیار ہوتے' جوتے پالش ہوتے' گھر کا کھانا تیار ملتا' اماں کی دوا کی پابندی ہوتی' وقت پر کھانا' وقت پر چائے سب کام بغیر کہے۔ وہ کس طرح کردیتی ہر ایک کی ضرورت بنا کہے پوری ہوجاتی۔ کسی جن کی طرح سارے کام وقت پر بجالاتی...... کل سے آج تک گھر بالکل ڈسٹرب ہوگیا تھا۔ انہی خیالات میں گم تھا کہ اچانک سامنے سے آنے والی گاڑی کو دیکھ کر بُری طرح گھبرا گیا۔ قبل اس کے کہ بریک لگاتا گاڑی روڈ سے اتر کر سامنے پیڑ سے ٹکرائی۔

☆

مطیرہ کو معلوم ہوا تو وہ روتی ہوئی اسپتال پہنچی۔ اماں کمرے کے باہر تھیں' اماں کو دیکھ کر وہ دوڑ کر لپٹ گئی اور رونے لگی۔

''نا بیٹی! اللہ نے کرم کیا ہے۔ جا! دیکھ لے۔'' اماں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا تو وہ تقریباً دوڑتی ہوئی اندر کی جانب بھاگی۔ سامنے بیڈ پر آذر آنکھیں بند کیے لیٹا تھا ہاتھ اور پیر پر معمولی چوٹیں تھیں۔ آہٹ پر آذر نے آنکھیں کھولیں' سامنے ہی مطیرہ کھڑی تھی روئی روئی سی مطیرہ کو دیکھ کر آذر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ روتی ہوئی پاس آ گئی۔

''آپ...... آپ ٹھیک تو ہیں نا!'' اسے ٹٹول کر دیکھنے لگی۔ ''صبح دعا پڑھ کر نہیں نکلے ہوں گے ناں اسی لیے......'' بچوں کی معصومیت سے بولی۔ آذر بہت پیار اور شرمندگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''ہاں! تم جو نہیں تھیں یاد دلانے کے لیے......'' مطیرہ کے ہاتھ تھام کر شرمندگی سے بولا۔ ''مطیرہ! میرا دل' میرا گھر اور میں تمہارے بغیر نامکمل ہیں میری جان! تم...... تم جس طرح سب کچھ سنبھالتی ہو' تمہیں سلوٹ کرتا ہوں۔''

''جی......!'' مطیرہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں خوشی دمک رہی تھی۔

''ہاں یار! دو دن میں سب کچھ گڑبڑ ہوگیا۔ میں' اماں' جوہم اور نمیر...... اور ہمارا پیارا سا گھر......!'' اعتراف کرتا ہوا وہ مطیرہ کے دل میں اترا جا رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ بولتا جائے اور مطیرہ سنتی جائے' کئی سالوں سے جو سننے کو ترستی تھی' آج وہ سن کر اس کے وجود میں ٹھنڈک سی اتر آئی تھی۔

بھنور

سعدیہ غزل

سالگرہ نمبر

جو آنسو پہ گرتے ہیں، وہ آنکھوں میں نہیں رہتے
بہت سے حرف ایسے ہیں جو لفظوں میں نہیں رہتے
کتابوں میں لکھے جاتے ہیں دنیا بھر کے افسانے
مگر جن میں حقیقت ہے، کتابوں میں نہیں رہتے

"ناموں کا انسانی شخصیت پر گہرا اثر ہوتا ہے۔" نبیلہ امتیاز نے کہا۔ "اس لیے سوچ سمجھ کر نام رکھنے چاہئیں۔"

"میں سمجھ رہی ہوں تمہارا اشارہ کس طرف ہے۔" نجمہ مختار نے سر ہلایا۔ "عصمت ذکی کی بات کر رہی ہو؟" نبیلہ نے گہری سانس لی۔

"ظاہر ہے! ہماری کلاس میں ایک نمونہ چیز وہی ہے۔" نجمہ ہلکا سا ہنسی۔

"آ......ہم تھوڑی سی تصحیح کرلو...... نمونہ چیز نہیں، نمونی چیز......!" اس نے "نمونی" پر بطورِ خاص زور دیا۔ "بالکل زنانہ خصوصیات ہیں۔"

"اس کی دیگر خصوصیات سے تو مجھے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔" نبیلہ نے منہ بنایا۔ "مگر اس کی کل کی حرکت پر مجھے خاصا تاؤ آرہا ہے۔"

"کیوں......کیا ہوا؟" نجمہ چونکی۔

"کل وہ میرے بیگ میں گھس گیا......" نبیلہ نے قدرے روہانسی ہو کر بتایا۔

"تم نے اس سے کہا نہیں کہ لڑکیوں کے بیگ میں لڑکوں کو نہیں گھسنا چاہیے؟"

"کہا تھا......" نبیلہ نے جل بھن کر جواب دیا۔ "مگر تب تک وہ میرا بیگ مجھ سے یہ کہہ کر چھین چکا تھا کہ "کیوں آخر لڑکیوں کے بیگ میں ایسی کیا چیز ہوتی ہے جو لڑکوں کو ان کے بیگ میں نہیں گھسنا چاہیے؟" نبیلہ نے منہ بنایا۔ "اس پر وہ ساتھ ساتھ مختلف کمنٹس بھی دیتا جارہا تھا۔ تم جو لپ اسٹک کا شیڈ استعمال کرتی ہو اچھا لگتا ہے......؟ تم اپنے بیگ میں قینچی، سوئی دھاگا بھی رکھتی ہو......؟" نبیلہ جل بھن کر خالص عصمت ذکی کے زنانہ اسٹائل میں اس کی نقل اتارتی رہی۔ "اور سب سے زیادہ حیرت اس کو میرے بیگ میں فیئرنس کریم کی غیر موجودگی پر ہو رہی تھی، فرما رہے تھے "حیرت ہے لڑکیوں کو تو اپنے رنگ کی بڑی فکر ہوتی ہے، تم کو نہیں ہے؟" میں نے بھی چڑ کر کہہ دیا کہ مجھے اپنے رنگ کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں دس دن گھر پر بیٹھ جاتی ہوں نا تو میرا رنگ بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے۔"

"تو اس کو تمہارے رنگ کی اس قدر فکر کیوں ہو رہی ہے؟" نجمہ نے اعتراض کیا۔

"کیوں کہ خود تو صاحب بہادر لگاتے ہیں نا

فیئرنس کریم......"نبیلہ جلبلائی۔

"کیا......!" نجمہ چلائی تھی۔ "فیئرنس کریم؟" پھر چند لمحوں بعد خود ہی اضافہ کیا۔ "خیر! آج کل مردوں کے لیے بھی فیئرنس کریمز آرہی ہیں۔"

"جی نہیں! اگر یہی بات ہوتی تو ٹھیک تھا مگر وہ تو خواتین کی فیئرنس کریم لگاتا ہے' بتایا تو یہی ہے۔" نبیلہ چڑچڑائی۔

"اچھا چھوڑو' دفع کرو' ہمیں کیا! جو چاہے کرتا پھرے' ہماری بلا سے......" نجمہ کے الفاظ ہی نہیں بلکہ انداز ہی دفع دور کرنے کا ہی سا تھا۔ "اور وہ اتنا اہم کب سے ہوگیا کہ ہم اسے موضوع گفتگو بنائیں۔"

"ہاں تو اور کیا! ہمیں کون سی اس سے رشتہ داری جوڑنی ہے۔" نبیلہ نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"مجھے تو اس لڑکی پر ترس آتا ہے جس کا نصیب اس آدمی کے ساتھ پھوٹے گا۔ اس کو بالکل ایسا ہی لگے گا جیسے اپنی سوکن کے ساتھ گزارہ کررہی ہو۔"

"تمہیں اس لڑکی سے تو ہمدردی ہورہی ہے۔ جس کا ابھی دور دور تک کوئی پتا نہیں ہے' مگر اپنا کوئی خیال نہیں۔"

"کیوں......! مجھے کیا ہوا؟" نبیلہ حیران ہوئی۔

"دیکھو نبیلہ! عصمت کو خود سے فری ہونے کا موقع مت دو۔"

"میں اس کو موقع دے رہی ہوں؟" نبیلہ نے بہت برا مانا۔

"تو......اور......؟ اس کی ہمت کیسے ہوگئی کہ وہ تمہارا بیگ کھنگالتا؟"

"میرا خیال ہے کل تمہیں آنے میں دیر ہوگئی تھی۔" نبیلہ امتیاز نے ٹھنڈے لہجے میں اسے یاد دلایا۔ "میں لائبریری میں اکیلی بیٹھی تھی اور وہ "موقع" غنیمت جان کر خود میرے پاس چلا آیا تھا۔" نبیلہ نے بطورِ خاص "موقع" پر زور دیا۔ نجمہ نے لحظے بھر کو خاموشی اختیار کی۔

"ٹھیک ہے میں آئندہ خیال رکھوں گی مگر تم بھی دھیان رکھا کرو۔"

"میرا بس چلے تو اس کو اپنے آس پاس نہ پھٹکنے دوں۔" نبیلہ نے دانت کچکچائے۔

"اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس کو تم میں کیا دلچسپی ہے۔" نبیلہ نے جواباً خاموشی غنیمت جانی۔

❁......☆......❁

نجمہ مختار کے سوال کا جواب اگلے ہی دن نبیلہ امتیاز کو مل گیا تھا۔ نجمہ کو آج پھر آنے میں دیر ہوگئی تھی۔ نبیلہ ڈیپارٹمنٹ کے باہر بیٹھی ہوئی انتظار کررہی تھی عصمت ذکی بھی اسی وقت ڈیپارٹمنٹ پہنچا تھا اور نبیلہ کو نجمہ کا انتظار کرتا دیکھ چکا تھا۔ سو موٹر بائیک جلدی سے پارکنگ لاٹ میں پارک کرکے تیر کی طرح اس کی جانب بڑھا تھا۔

"آج تم اکیلی کیسے نظر آرہی ہو؟" نبیلہ کے برابر بیٹھتے ہوئے اس نے سوال کیا۔ "وہ تمہاری باڈی گارڈ نظر نہیں آرہی؟"

"اس کا میسج آیا تھا کہ راستے میں ہے۔" نبیلہ نے جو اس کے برابر میں بیٹھنے سے جز بز ہورہی تھی مزید ایک کونے میں سمٹتے ہوئے ناگواری سے بتایا۔

"چلو' اچھا ہے۔ ذرا دیر میں ہی آئے۔ اس بہانے کم سے کم تم سے بات تو ہوسکے گی۔" اس نے اپنی بات ختم کرکے نبیلہ کو دیکھا مگر نبیلہ لاتعلقی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ "نبیلہ!" اس نے خاصی سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔

"کیا ہے......!" نبیلہ کے انداز میں ذرا فرق نہ آیا۔

"کافی دن سے میں تم سے ایک بات کرنا چاہ رہا ہوں۔" عصمت ذکی ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔

'وہ کیا بھلا......؟" نبیلہ نے بے زاری سے پوچھا۔

"تمہیں پتا ہے' فائنل سمسٹر ہونے والے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "میں نے ابھی سے جاب کے لیے اپلائی کرنا شروع کردیا ہے۔ مجھے یقین ہے' کسی نا کسی کیمیکل انڈسٹری میں میرا تقرر بطور کوالٹی کنٹرول سپروائزر ہو ہی جائے گا' پھر میں کماؤ پوت بھی ہوجاؤں گا۔" وہ اپنی بات پر خود ہی مسکرایا۔ "اور میرا فیملی بیک گراؤنڈ تو تم کو پتا ہی ہے' اپنا گھر' پوش ایریا میں نہ سہی مگر ہے تو اپنا ہی۔"

"ایک منٹ......!" نبیلہ نے گفتگو کے بیچ میں اسے ٹوکا۔ "تم یہ سب مجھے کیوں بتارہے ہو؟"

"تم مجھے اچھی لگتی ہو' میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ بتاؤ اپنے امی ابو کو کب تمہارے یہاں بھیجوں۔" نبیلہ جو نجمہ کے لیے موبائل پر میسج ٹائپ کررہی تھی' ایک دم ساکت ہوگئی۔ مگر اسے عصمت ذکی کے سامنے اپنے تاثرات کا بالکل اظہار نہیں کرنا تھا اس نے بمشکل خود پر قابو پایا اور سرد نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کبھی نہیں......"

"کیوں......؟" عصمت ذکی کی آواز میں بے یقینی تھی۔

"کیونکہ میں شادی اپنے والدین کی مرضی سے کروں گی۔"

"تو مجھے بھی پسند یا رد کرنے کا حق تمہارے والدین کو ہی ہے۔" عصمت ذکی نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں نے تو صرف تمہاری مرضی پوچھی ہے کہ تمہیں اعتراض تو نہیں......"

"اور میں نے آپ کو اپنی مرضی بتادی ہے......" سیدھے اور صاف لہجے میں کہتی ہوئی نبیلہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یعنی تمہاری طرف سے انکار ہے؟" عصمت ذکی نے گہرے لہجے میں سوال کیا۔

"خود سمجھ لیں آپ......!"

"مگر کیوں......مجھ میں کیا کمی ہے؟" اس کی پکار میں احتجاج تھا۔ نبیلہ کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھ گئی۔

❁......☆......❁

"کہہ رہا تھا کہ لڑکیاں تو مرتی ہیں مجھ پر......" نبیلہ' نجمہ کو ساری بات بتارہی تھی۔ نجمہ ہنستے ہنستے بے حال ہوگئی۔

"پوچھ لینا تھا' کون سی لڑکیاں......؟"

"اب یہ سوال کرکے اس کو کیوں خوش فہمی میں مبتلا کرتی بھلا......!" نبیلہ نے بے زاری سے کہا۔ "پتا نہیں کون سی لڑکیاں ایسے مردوں پر مرتی ہوں گی' زنانہ اوصاف کے حامل مردوں کو لڑکیاں پسند نہیں کرتیں۔" نبیلہ کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ "بالکل ویسے ہی جیسے مردانہ اوصاف کی مالک خواتین کو مرد پسند نہیں کرتے۔"

"ہاں' بالکل ٹھیک بات ہے۔" نجمہ نے اطمینان سے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو اس کو بالکل صاف جواب دیا۔" پھر چند لمحے توقف کے بعد بولی۔

"اچھا......تو بندہ اب کھلا......حضور تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں......واہ......خواب سہانے تو دیکھیے......"

"اور اس پر پوچھ بھی رہا ہے مجھ میں کیا کمی ہے......" اس نے عصمت ذکی کے لہجے کی کامیاب نقل اتاری۔ نجمہ کی مسکراہٹ بے اختیار تھی۔ "اب میں اسے کیا بتاتی' کمی تو کوئی نہیں البتہ زنانہ اوصاف

کی زیادتی ضرور ہے۔" نجمہ کھل کھلا کر ہنسی۔

"نبیلہ! کیا بات کہی ہے تم نے.....!" ہنسی کا دورہ تھم جانے کے بعد بات جاری رکھی۔ "ویسے نبیلہ ایک بات ہے، زنانہ اوصاف سے بالکل قطع نظر بندے کے پاس وجاہت ہے۔ قد چھ فٹ سے کم نہیں ہے، کھلتا ہوا گندمی رنگ، بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، کھڑی ناک، آواز بھاری اور مسحور کن ہے....."

"اُف توبہ! نجمہ! تم نے کس قدر غور سے اسے دیکھا ہے۔" نبیلہ نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ناگواری سے کہا۔ تو نجمہ گڑبڑا گئی۔

"میں تو صرف یہ کہہ رہی تھی کہ اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی کوئی لڑکی آرزو کرسکتی ہے۔ وہ دیکھنے میں اچھا لگتا ہے۔"

"دیکھنے میں تو اچھے، فیشن ڈیزائنر، میک اپ آرٹسٹ اور ہیئر اسٹائلسٹ بھی لگتے ہیں۔" نبیلہ نے مزید کہا۔ "مگر بولیں گے، چلیں گے، کوئی بھی کام کریں گے تو اتنی نزاکت سے..... وہی نزاکت اور انداز عصمت ذکی میں ہیں مگر یہ نزاکت عورتوں کو زیب دیتی ہے۔ مردوں پر گمبھیرتا اور سرد مہری اچھی لگتی ہے۔ تم نے جو ابھی عصمت کی اس قدر تعریفیں کی ہیں، تمہاری معلومات میں ذرا سا اضافہ میں بھی کردوں۔ ایک موقع پر اتفاق سے اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے مس ہوگیا تھا۔ تم یقین نہیں کروگی نجمہ! اس کی ہاتھوں کے نرمی میرے ہاتھوں کی نرمی کو مات دے رہی تھی۔"

"افوہ نبیلہ! تم تو سنجیدہ ہی ہوگئیں۔" نجمہ نے اسے خطرناک حد تک سنجیدہ دیکھ کر فوراً کہا۔ "میں اس کی تعریف ضرور کررہی تھی مگر ردعمل دیکھنا چاہ رہی تھی۔ جو نا صرف متوقع تھا بلکہ مجھے اس بہانے اس کی ایک اور خامی پتا چل گئی۔" نجمہ نے مسکراہٹ ہونٹوں میں دبائی تو نبیلہ سمجھ کر بولی۔

"ہاں تو پتا چلنا چاہیے کہ میرا ہاتھ کسی مرد سے ٹکرایا ہے۔" نبیلہ نے ضدی پن سے کہا۔ "مطلب یار مرد کو صرف دیکھنے میں نہیں بلکہ فطرتاً بھی مرد لگنا چاہیے۔"

"اچھا..... اچھا..... اب ختم کرو اس موضوع کو....." نجمہ نے جلدی سے کہا۔ مبادا وہ دوبارہ شروع ہوجائے۔ "یہ بتاؤ..... تم پکنک پر چل رہی ہو؟"

"کون سی پکنک؟" نبیلہ نے چونک کر سوال کیا۔

"ارے..... بھول گئیں؟ بھئی ہمارا کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ فائنل سمسٹر سے پہلے فائنل ائرز والوں کو گرینڈ پکنک پر لے کر جارہا ہے، کل ہی تو نوٹس بورڈ پر پڑھا تھا۔"

"اوہ، مجھے بالکل یاد نہیں رہا۔"

"اب دیکھو، تم چلوگی تو میرا بھی ارادہ بن جائے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" نبیلہ نے فوراً رضامندی ظاہر کردی۔ "ویسے چل کہاں رہے ہیں؟"

"سمندر کنارے ہی چلیں گے..... اور کہاں؟" نجمہ نے اندازہ لگایا۔ "کل کلیکشن دینے چلیں گے تو پوچھ لیں گے۔" نبیلہ نے تائیدی انداز میں سر ہلادیا۔

سی سائیڈ پر پہنچتے ہی پوائنٹ فوراً خالی ہوگئی۔ سب سے آخری میں اترنے والا عصمت ذکی تھا اور جب وہ اپنے دوستوں میں شامل ہوا تو ان کے قہقہے آسمان کو چھو رہے تھے۔

"ارے یہ تُو نے کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟" ایک دوست نے ہنستے ہوئے دریافت کیا۔ "اسکارف، اس پر کیپ اور آنکھوں پر گلاسز!"

"یار سمجھا کر..... کچھ حفاظتی اقدامات کرنے

پڑتے ہیں۔" عصمت نے دوستوں کے قہقہوں کی پروا کیے بغیر سکون سے جواب دیا۔

"ہائیں.....! کس چیز کے لیے حفاظتی اقدامات؟" دوسرے دوست نے حیرانی سے پوچھا۔

"رنگ بچانے کے لیے حفاظتی اقدامات....." عصمت نے سہولت سے واضح کیا۔

"تجھے رنگ کی فکر کب سے ہونے لگی؟" اور ایک دوست نے ہنسی کے دوروں کے درمیان پوچھا۔ "تُو لڑکی ہے کیا؟ عموماً لڑکیوں کو ہی اپنے رنگ کی فکر ہوتی ہے۔"

"اور تیرا رنگ ایسا کون سا صاف ہے جو بچانے کی فکر ہے؟" ایک اور دوست نے مذاق اڑایا۔

"جتنا رہا سہا ہے اس کے لیے تو فکر کرلوں؟"

"مردوں کا رنگ سانولا سلونا ہی اچھا لگتا ہے۔" ایک اور دوست نے گفتگو میں حصہ لیا۔ "سانولی رنگت والوں پر یورپ کی گوریاں مرتی ہیں۔"

"بائی دی وے یہ اسکارف کس کا ہے؟" پہلے دوست نے نے مشکوک انداز میں سوال کیا۔

"میری بہن کا۔" عصمت نے اطمینان سے بتایا۔

"بہن کا.....؟" دوستوں نے بآواز بلند دہرایا۔

"تجھے کچھ اور نہیں ملا تھا؟" عصمت چپ رہا تو ایک اور دوست نے پوچھا۔

"اور یہ تیرا چہرہ سفید کیوں ہورہا ہے؟"

"سن اسکرین لگایا ہوگا؟" کسی نے ہانک لگائی۔

"آج تک تو فیئرنس کریمز لگاتا تھا۔" دوسرے دوست نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ سن بلاک، سن اسکرین تک ترقی کب ہوئی؟" ایک دوست نے عصمت کے ہاتھ سے اس کا بیگ جھپٹ لیا اور تلاشی لینے لگا۔ عصمت "ارے..... ارے..... ارے....." ہی کرتا رہ گیا۔

"افوہ..... سن بلاک اتنی بڑی ٹیوب؟ آئینہ چپ اسٹک....." سارے دوست بیگ کی اشیاء گنوانے کے ساتھ ساتھ ان پر کمنٹ بھی پاس کرتے جارہے تھے۔ "اوہ..... یہ رہی فیئرنس کریم۔" ایک دوست نے فیئرنس کریم برآمد کرتے ہوئے کہا۔

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ اس نے مذاق کیا ہوگا مجھ سے۔" نبیلہ امتیاز جو کہ نجمہ مختار کے ساتھ بادلی پر پانچوں دوستوں کے پیچھے ہی بیٹھی تھی اور ساری گفتگو بغور سن رہی تھی۔ لہٰذا صدمے سے پُرآواز میں نجمہ مختار سے کہنے لگی۔

"ہاں، سمجھ تو میں بھی رہی تھی۔" نجمہ بھی کم حیران نہ تھی۔

"اور پھر پوری پکنک کے دوران عصمت ذکی باعثِ تفریح بنا رہا۔ چاروں دوست مل کر اس کی ٹانگ کھینچتے رہے اور وہ بُرا بنانے بغیر ڈھٹائی سے دوستوں کی چھیڑ چھاڑ کا جواب بھی دیتا رہا اور نبیلہ امتیاز دیکھ دیکھ کر جلتی کلستی رہی۔

"ایسے لڑکوں پر کون سی لڑکیاں مرتی ہوں گی۔ مذاق بنوانا ہے کیا.....؟" پھر اس نے جھرجھری لی۔ "اس کی آفر پر ہاں کی ہوتی نا تو میرا بھی تماشا بن رہا ہوتا۔"

نبیلہ امتیاز نے عصمت ذکی سے بالکل ٹھیک کہا تھا کہ وہ دس دن گھر میں بیٹھ جاتی ہے تو اس کا رنگ صاف ہوجاتا ہے۔ امتحانوں سے فراغت کے بعد وہ گھر میں چند دن ہی بیٹھی تھی کہ اصلی رنگ کی بناء پر شمیم اسلم کے گھر والوں نے اسے پسند کرلیا تھا۔ پھر تو چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ ہوا۔ پندرہ دن کے اندر نبیلہ امتیاز، نبیلہ شمیم بن کر شمیم اسلم کے گھر رخصت ہوگئی۔

سب ہی کہہ رہے تھے کہ دلہن پر بڑا روپ آیا ہے اور واقعی رخصتی کے بعد کمرے میں آکر پہلی بار اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو شرما گئی۔ اب اسے شدت سے ان تعریفی کلمات کا انتظار تھا جو خالصتاً اس کے لیے اس کے شوہر کی جانب سے بولے جاتے' بہر حال انتظار کا تکلیف دہ مرحلہ ختم ہوا' شمیم اسلم بالآخر کمرے میں آیا۔ اس وقت اس نے میرون را سلک کی خوب بھاری گولڈن کام والی شیروانی پہن رکھی تھی' جو اس کی سفید رنگت پر بچ بھی بے حد رہی تھی۔

"میک اپ تو تمہارا اچھا ہوا ہے۔" مسہری پر اس کے برابر بیٹھتے ہوئے سلام دعا کا تکلف کیے بغیر اس کا پہلا جملہ یہی تھا۔ "مگر Base کچھ زیادہ کر دیا ہے۔"

"ب.....بس.....؟" نبیلہ ہکلائی۔

"مگر بہر حال اچھی لگ رہی ہو....." شمیم اسلم کا دوسرا جملہ تھا جو نبیلہ کو مزا نہ دے سکا۔ وہ بدستور "بس" میں ہی اٹکی تھی۔

"امی نے اپنی بہو کے لیے کنگن دیئے ہیں۔" اس نے جیب سے طلائی کنگن نکالے اور اس کی کلائی میں پہنانے کے لیے جب اس کا ہاتھ پکڑا تو ایک لمحے کو تو نبیلہ کا دل چاہا اپنا ہاتھ کھینچ لے۔ شمیم اسلم کے ہاتھ اسی قدر نرم اور ملائم تھے۔ نبیلہ نے بدقت تمام اپنی خواہش پر قابو پایا' تاہم اس کے ہاتھ ایک دم سرد ضرور پڑ گئے تھے۔

"ارے! تم تو بالکل برف ہو رہی ہو۔" اس نے نبیلہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سہلایا اور اس بار وہ ہاتھ کھینچنے سے خود کو روک نہ سکی۔

"میرے ہاتھ ٹھنڈے ہی رہتے ہیں۔" جواب دیتے ہوئے اس کا لہجہ بھی سرد ہو گیا۔

"مہندی کا رنگ تو بہت اچھا آیا ہے۔" شمیم اسلم نے اس بار ہاتھ کو بغور دیکھا۔ "کہتے ہیں جن کے ہاتھ گرم رہتے ہیں' ان کے ہاتھ پر مہندی کا رنگ بڑا اچھا آتا ہے۔" نبیلہ ایک دم چپ رہی مگر اس کے دو ہی جملوں نے اسے بتا دیا تھا کہ اس کا واسطہ عصمت ہی کی کسی قسم کے مرد سے پڑ گیا ہے۔ اگلے کچھ دنوں میں اس کو اندازہ ہوا کہ اس کا خیال کس قدر درست تھا پھر عصمت ذکی کے ساتھ کچھ گھنٹے گزارنا اور بات تھی مگر شمیم اسلم کے ساتھ پوری عمر گزارنا.....!

نبیلہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب زندگی کا قرینہ کیا ہوگا۔

"نبیلہ! تم خوش تو ہو نا!" نجمہ شادی کے کافی ماہ بعد پہلی بار اس سے ملنے آئی تھی۔

"ہاں..... بالکل!" اس نے فوراً کہا۔ "تم نے کیوں پوچھا؟"

"بس یونہی....." نجمہ مسکرائی۔ "کیونکہ جن لڑکیوں کی نئی نئی شادی یا منگنی ہوئی ہوتی ہے' وہ اپنے "ان" کا ذکر کر کر کے کان پکا دیتی ہیں' جب کہ تم نے ابھی تک ایسا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔"

"تذکرہ کرنے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔" نبیلہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مگر تم بتاؤ کسی خاص مقصد سے ہی آئی ہو' مجھے لگتا ہے۔"

"تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔" نجمہ کی مسکراہٹ گہری پڑ گئی۔ "میری بات طے ہو گئی ہے۔"

"اوہ' نجمہ کی بچی! اتنی اہم بات بتانے کے بجائے کتنی فضول گفتگو کر رہی تھیں۔" نبیلہ نے لتاڑا۔ "تو کیا کرتے ہیں تمہارے "وہ"..... کیا نام ہے؟"

نجمہ مسکرا کر تفصیلات بتانے لگی مگر نبیلہ کا دھیان ان تفصیلات پر تھا ہی نہیں..... وہ تو اپنی سوچوں میں

گم تھی۔

"نجمہ! تم کو عصمت یاد ہے؟" گفتگو کے بیچ میں اچانک اس نے سوال کیا۔

"ہائیں! ایکا یک یہ تم کو عصمت کیوں یاد آ گیا؟" نجمہ نے تعجب سے دریافت کیا۔

"بس یونہی خیال آ گیا۔" نبیلہ نے سنبھالا لے کر سرسری انداز میں جواب دیا۔

"نہیں' بات کچھ اور ہے۔" گہری نظر سے نبیلہ کو دیکھتے ہوئے نجمہ نے کہا۔ "کچھ چھپا رہی ہو مجھ سے.....؟" یک دم نبیلہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ عصمت سے میں نے پیچھا چھڑا لیا ہے۔" رندھے ہوئے گلے سے اس نے کہا۔ "مجھے بالکل پتا نہ تھا....." اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔

"تو..... مطلب..... یعنی تمہارے شوہر.....؟" نجمہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "اوہ..... ہاں..... وہ بھی تو شمیم ہیں اور تمہارے مطابق نام کا شخصیت پر ضرور اثر پڑتا ہے۔" خفیف انداز میں سر ہلاتے ہوئے اس نے کہا۔

"نام کا بھی شخصیت پر اثر رہا ہو گا نجمہ!" نبیلہ نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "مگر شمیم کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے اندازہ ہوا ہے کہ اگر ماں باپ بنا سوچے سمجھے کوئی نام رکھ بھی دیتے ہیں تو اپنی درست تربیت سے شخصیت پر پڑنے والے اثرات زائل بھی کر سکتے ہیں۔"

نجمہ کے چہرے سے پتا چل رہا تھا کہ اس کے پلے خاک نہیں پڑا ہے۔

"وہ کس طرح.....؟"

"یہ تو تم کو پتا ہے کہ شمیم کی دو بہنیں' دو بھائی

غزل

مزا ہی زیست کا نہ آئے مجھے
ہر اک آہٹ یہاں ستائے مجھے
عشق میں لٹنے کا ہی مزا آیا
اور واعظ ہے کہ سمجھائے مجھے
میں داغِ الفت رسوائے دہر
ہمت کرے کوئی مٹائے مجھے
نینوں میں اس کے یہ شوخی توبہ!
کن اکھیوں سے دیکھے بہکائے مجھے
میرے دل کے روگ کو سکون آئے
نسخہ کوئی طبیب بتائے مجھے
یہی ارمان لے کے آئے قرار
بام سے جھانک کر کوئی بلائے مجھے

حسین خان حسبہ..... کوہاٹ

ہیں۔" نبیلہ نے دھیمے لہجے میں بتانا شروع کیا..... "ان کی دونوں بہنیں ان سے بڑی ہیں اور اچھی خاصی بڑی ہیں' ان دونوں کی شادیاں بہت پہلے ہی ہو گئی تھیں مگر دونوں کی دوستی آپس میں اس قدر ہے کہ ایک بہن اگر میکے آتی ہے تو دوسری بھی فوراً آ جاتی ہے' بچپن لڑکپن میں جب اماں بہنوں میں کچھ گفتگو ہوتی ہو گی تو یہ بھی موجود رہتے ہوں گے اور کوئی ان کو ٹوکتا نہیں ہوگا کہ خواتین کے درمیان تم کیا کر رہے ہو یوں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عادت پختہ ہو گئی۔ میں دیکھتی ہوں کہ شمیم عورتوں کی کمپنی کو مردوں کی کمپنی سے زیادہ انجوائے کرتے ہیں۔ خاندانی سیاست' فیشن' میک اپ کی باتیں..... حتیٰ کہ میکے سسرال کے وہ رشتے جن سے مردوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی نا انہیں یہ رشتے یاد رہتے ہیں لیکن شمیم کو سب نا صرف پتا ہیں بلکہ ازبر ہیں۔" نبیلہ سانس لینے کو رکی۔ "شمیم کا یہ عالم ہے اور دوسرے بھائی نسیم کا یہ عالم ہے کہ نا صرف رشتوں سے نابلد

ہیں' بلکہ قریبی رشتوں سے لاتعلق بھی...... کیونکہ وہ صاحب گھر پر ٹکتے ہی نہیں ہیں۔"

"یہ تو اچھا ہے۔" نجمہ نے سر ہلایا۔ "وہ نہ گھر پر ٹکے گا اور نہ ہی عورتوں کے درمیان شریک گفتگو ہوگا۔"

"نہیں نجمہ! یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔" نبیلہ نے گہری سانس لے کر کہا۔ "کیونکہ کسی کو گھر میں یہ پتا نہیں ہے کہ باہر اس کی سرگرمیاں آخر کیا ہیں' اس کے دوست کیا کرتے ہیں' وہ کیا کرتا ہے' اس کی کمپنی کیسی ہے؟"

"ہاں' یہ تو واقعی پتا ہونا چاہیے۔" نجمہ نے تائید کی۔

"الغرض نجمہ! معاملہ دونوں طرف پیچیدہ ہے۔ ایک پیچیدگی یہ ہے اور ایک وہ......"

"تو اس سب کا آخر حل کیا ہے؟" نجمہ نے بے حد ہمدردی سے پوچھا۔

"بہت سوچ بچار کے بعد شمیم کے لیے تو میں نے یہ کام کرنا شروع کیا ہے کہ جہاں دیکھتی ہوں وہ خواتین کے درمیان آن موجود ہوئے' مختلف حیلے بہانوں سے انہیں وہاں سے ہٹا دیتی ہوں۔"

"انہیں پتا نہیں چلتا کہ تم کس مقصد کے تحت ایسا کر رہی ہو؟"

"نہیں!" نبیلہ ساری گفتگو کے دوران پہلی بار مسکرائی۔ "تاہم انہیں اپنی پسندیدہ جگہ سے اٹھائے جانے پر برا لگتا ہے مگر میں بھی ایسے ہی مواقع کے لیے کام بچا بچا کر رکھتی ہوں۔"

"موقع شناس ہوتی جا رہی ہو۔" نجمہ بھی مسکرائی۔

"کیا کروں یار! ہونا پڑتا ہے۔" نبیلہ بے چارگی سے بولی۔ "ان سے ایسی گفتگو کرتی ہوں جو خالصتاً مردوں کے درمیان کی جاتی ہے۔ ملکی غیر ملکی سیاست' کرنٹ افیئرز' سوشل ایشوز' اسپورٹس اور آفس کے معاملات پر گفتگو کرتے ہوئے بعض اوقات مجھے خود بوریت ہونے لگتی ہے۔ یہ بھی بڑا حیران ہوتے ہیں کہ میں اتنی مردانہ گفتگو کیسے کر لیتی ہوں۔"

"تو کچھ فرق پڑا اب تک......؟" نجمہ نے تجسس سے پوچھا۔

"ہاں!" نبیلہ نے گہری سانس لی۔ "حالات میں کافی بہتری ہے۔ بس ہاتھوں کے بارے میں کچھ کر نہیں سکتی۔ وہ قدرتی ہیں' بڑے فخر سے خود ہی کہتے ہیں کہ بچپن سے نہ بوجھ اٹھایا' نہ سخت کام کرنے کی عادت رہی اور پیشہ بھی ایسا ہی اختیار کیا ہے یعنی سافٹ ویئر انجینئر ہیں۔ بس مت پوچھو کس دل سے سب قسمت کا لکھا اور تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر قبول کیا ہے ورنہ تمہاری ایک مرتبہ ہی سوکن والی مثال کو میں بھول نہیں پائی۔"

"ہاں! میں سمجھ سکتی ہوں۔" نجمہ نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ "مگر تم نے نسیم کا کیا کیا......؟"

"ابا جی سے بار بار کہہ کر اس امر کو یقینی بنایا ہے کہ رات کا کھانا سب گھر والے ساتھ ہی کھائیں گے اور یہ کہ گیارہ بجے کے بعد گھر کا کوئی فرد باہر نہیں رہے گا۔ اس پروگرام پر عمل درآمد کی وجہ سے نسیم صاحب اب گھر پر کچھ وقت نظر آتے ہیں۔ میں انہیں خود سے بے تکلف کرنے میں کچھ حد تک کامیاب ہو سکی ہوں اور ان سے بات چیت کرنے پر مجھے اندازہ ہوا کہ ان کی کمپنی بری نہیں ہے' اب کچھ نہ کچھ معاملات وہ مجھ سے شیئر کر لیتے ہیں۔"

"ہم......م......م......" نجمہ نے ہنکارا بھرا۔ "تو آج کل تم سسرالی رشتے داروں کو سدھارنے کا کام انجام دے رہی ہو؟"

"جو کام ان کے اماں ابا کو کرنے چاہئیں تھے' وہ مجھے کرنے پڑ رہے ہیں۔"

"چلو یار! خیر ہے۔ اب بہتری کے لیے کسی نہ کسی کو تو قدم اٹھانے ہی پڑتے ہیں۔" نجمہ نے تسلی دی تھی۔

"اچھا خیر' میں نے بھی تم کو بور کر کے رکھ دیا۔ بوریت سے بھرپور قصے سنا کر......" نبیلہ مسکرائی۔ "تم کیا بتا رہی تھیں' اپنے "ان" کے بارے میں......!"

نجمہ کی گفتگو کا سلسلہ وہیں سے جڑ گیا' جہاں سے ٹوٹا تھا اور اس بار پوری توجہ سے ساری تفصیلات سنتے ہوئے وہ اس کو یہ تو بتانا بھول ہی گئی کہ عنقریب اس کے یہاں خوش خبری بھی متوقع ہے۔

☆

شمیم اسلم غالباً پہلا باپ تھا دنیا کا' جس کو بیٹے کی پیدائش کی کوئی خاص خوشی نہیں تھی۔

"مجھے تو بیٹی کی آرزو تھی۔" اس نے نبیلہ سے صاف کہا تھا۔ "اتنا سب پلان کر لیا تھا میں نے تو......!"

"اچھا! آپ نے مجھ سے کبھی اس خواہش کا اظہار کیا تو نہیں تھا۔" نبیلہ نے سکون سے کہا۔

"تو خواہش کا اظہار کرنے سے کیا ہو جاتا......؟" اس نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں!" نبیلہ نے اسی سکون کے ساتھ جواب دیا۔ "نا پہلے کچھ ہو سکتا تھا' نا اب کچھ ہو سکتا ہے۔"

"تو پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟" شمیم نے کچھ چڑ کر قدرے توقف کے بعد کہا۔ "لیکن خیر' میں نام تو وہی رکھوں گا جو سوچ کے بیٹھا تھا۔"

"کیا بھلا......؟" نبیلہ کا دل انجانے خدشات کے تحت دھڑک اٹھا۔

"مدحت......" شمیم اسلم نے سکون سے جواب دیا۔ "اور مدحت شمیم اچھا بھی لگے گا۔"

"ہرگز نہیں......!" پتھریلے لہجے میں اس نے فوراً کہا۔ "میں آپ کو اپنے بیٹے کا نام مدحت تو بالکل نہیں رکھنے دوں گی۔"

"وہ میرا بھی اتنا ہی بیٹا ہے جتنا تمہارا ہے۔" شمیم جزبز ہوا۔ "اور مدحت میں آخر برائی ہی کیا ہے......؟"

"برائی کسی نام میں نہیں ہوتی' اگر وہ بامعنی' خوب صورت اور لڑکی لڑکے کی شخصیت کے حساب سے رکھے جائیں۔"

"اتنے چھوٹے سے بچے کی شخصیت ابھی بنی نہیں ہے۔" شمیم اسلم نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ!" نبیلہ نے اتفاق کرنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "مگر ناموں کا بھی شخصیت پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے' اسی لیے ماں باپ کو بچوں کے نام' بامعنی اور سوچ سمجھ کر رکھنے چاہئیں' آپ مدحت کے بجائے' حشمت' وجاہت' شجاعت یا اس جیسا کوئی دوسرا نام رکھ سکتے ہیں۔"

شمیم اسلم آنکھیں اور منہ کھولے حیرانی سے نبیلہ کی جانب تک رہا تھا اور اس کی حیرانی بجا تھی۔ نبیلہ نے کسی بھی معاملے پر ایسی پُرزور مخالفت نہیں کی تھی' لہٰذا چپ ہی رہا تھا۔

"اور جہاں تک تربیت کا تعلق ہے۔" نبیلہ دل میں سوچ رہی تھی۔ "وہ مجھے پتا ہے کہ کن خطوط پر کرنی ہے۔" نومولود کو دیکھتے ہوئے وہ پُرعزم انداز میں مسکرا رہی تھی۔

آنچل

حمیرا علی

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

عمل سے بھی مانگا' وفا سے مانگا
تجھے میں نے تیری رضا سے بھی مانگا
نہ کچھ ہوسکا تو دعا سے بھی مانگا
قسم ہے خدا کی' خدا سے بھی مانگا

"تم جانتی ہو سمعان سے زیادہ مجھے کوئی اچھا نہیں لگتا۔ اف وہ کتنا چارمنگ ہے' کتنا ڈیشنگ ہے' کتنا لوونگ اور کتنا کیئرنگ ہے اور......" وہ آگے جانے کیا کہنے والی تھی کہ فریحہ نے اس کے منہ پر باقاعدہ ہاتھ رکھ کر اسے مسلسل بولنے سے روکا تھا اور رک تو وہ بھی گیا تھا۔ جو ابھی ابھی آفس سے آیا تھا اور اندر کی طرف جاتے ہوئے یہ آواز اور الفاظ اسے رکنے پر مجبور کر گئے تھے۔

"کیا ہے فریحہ! چھوڑو مجھے۔" اس نے ناگواری سے فریحہ کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"آپی! ابھی چند ماہ قبل تک آپ کو کوئی اور دل وجان سے پسند تھا اور اب یہ سمعان پسند ہے؟" اس سے چار سال چھوٹی مقدس اپنی آپی کی سیماب مزاجی پر حیران تھی۔

"تو کیا ہوا؟ اسے تو اس سے پہلے سبط اور عدنان بھی بہت پسند تھے۔ عروہ نے لقمہ دیا۔

"ہاں اور اس سے پہلے اذہان حسن بخاری اور سردار سبکتگین حیدر لغاری بھی۔" زندگی کہاں پیچھے

رہنے والی تھی۔

"ہائے ظالم! کیا یاد دلا دیا...... سردار سبکتگین حیدر لغاری میرا پیار' میں اسے کبھی نہیں بھلا سکتی۔ وہ تو میرا سپر ہیرو ہے اور مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

اس سے زیادہ عکرمہ شاہ کے لیے سننا ناممکن تھا۔ وہ تیزی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا' آہٹ پر وہ پانچوں چونکی تھیں۔

"ہائیں! کوئی تھا کیا وہاں......؟" عروہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

"بچہ! دیوار کے پیچھے کا علم ابھی ہمیں نہیں ہوا۔" زندگی کمال کی اداکارہ تھی۔

"ارے چھوڑو سب...... وہ کیا کہہ رہے تھے تم لوگ سردار سبکتگین حیدر لغاری کے بارے میں......" وہ اپنے پسندیدہ موضوع پر واپس آئی تھی۔

"جناب! وہ آپ کا ہی نہیں' ہم سب کا من پسند ہے۔" وہ چاروں یک زبان ہو کر بولی تھیں اور پھر ان کے زندگی سے بھرپور کھنک دار قہقہے فضا میں بکھر گئے تھے۔

❀......❀......❀

"عکرمہ! میری جان کیا بات ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں آپ آج کل بہت چپ چپ سے رہنے لگے ہیں بیٹا؟" فاطمہ شاہ اپنے اکلوتے لاڈلے بیٹے کے لیے فکرمند تھیں جوان کا ہی نہیں گھر بھر کا لاڈلا تھا۔

"نہیں امی! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" عکرمہ نے انہیں ٹالا تھا۔

"اچھا! پھر آپ نے اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا۔" انہوں نے اس کے سیاہ سلکی بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

"کس بارے میں......؟" وہ جانتے بوجھتے انجان بنا تھا۔

"آنچل کے بارے میں......؟ تمہارے چچا جان اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ پھر فریحہ کے سسرال والے بھی جلد از جلد شادی کرنے کا کہہ رہے ہیں تو ہم سوچ رہے ہیں یہ کام ایک ساتھ ہی ہو جائے۔ تمہارے اور آنچل کے فرض سے بھی سبکدوش ہو جائیں اور فریحہ بھی اپنے گھر کی ہو جائے۔" انہوں نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے عکرمہ کو دوراہے پر کھڑا کر دیا تھا۔

"تو اتنی جلدی کس بات کی ہے؟ اگر فریحہ کے سسرال والے جلدی کر رہے ہیں تو کر دیں فریحہ کی شادی۔" وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"میری جان! فریحہ اور آنچل ہم عمر ہیں' جس طرح ہمیں فریحہ کی فکر ہے تو تمہارے چچا اور چچی کو بھی آنچل کی فکر اسی طرح ہوگی نا۔" انہوں نے رسان سے سمجھایا تھا۔

"تو ٹھیک ہے نا! کر دیں اس کی شادی۔" وہ کڑے دل سے کہہ گیا تھا۔

"عکرمہ میں اسی لیے آپ کی مرضی معلوم کر رہی ہوں۔" امی اپنے لائق بیٹے کی بات پر حیران تھیں۔ اتنا ناسمجھ تو نہیں تھا وہ۔

"آپ نے آنچل سے پوچھا؟" وہ مدھم سے لہجے میں الجھا سوال کر رہا تھا۔

"عکرمہ! کیا ہو گیا ہے تمہیں' تم بھول رہے ہو کہ کب سے تمہاری آنچل کے ساتھ نسبت طے ہے اور آنچل سے پوچھا جا چکا ہے۔ ہم لڑکے اور لڑکیوں کی رضا کا ایک جیسا خیال رکھتے ہیں۔ آنچل کی رضامندی کی ہمیں تم سے زیادہ فکر ہے۔" امی کو اب اس پر غصہ آنے لگا تھا۔

"تو کیا اب بھی اس نے ہاں کی ہے؟" وہ امی کے ناراض ہونے پر بھی بے تکا سوال کر گیا تھا۔

"عکرمہ! مجھے لگتا ہے کام کی تھکن ہو گئی ہے تمہیں' بہرحال ایک اور دن سوچ لو پھر جواب دے دینا مگر خیال رکھنا آنچل ہر لحاظ سے تمہارے لیے بہترین ہے۔" امی کہہ کر جا چکی تھیں اور وہ بالوں میں انگلیاں پھنسائے گہری سوچوں میں ڈوبا تھا۔

❀......❀......❀

سکندر شاہ اور حیدر شاہ دو ہی بھائی تھے' سکندر شاہ کی

شریک حیات فاطمہ شاہ اور حیدر شاہ کی شریک حیات فریدہ شاہ تھیں۔ دونوں بھائیوں میں مثالی محبت تھی‘ والدین کے انتقال کے بعد بھی دونوں ایک ہی گھر میں رہائش پزیر تھے‘ دونوں کی بیویوں میں بھی ذہنی ہم آہنگی اور محبت تھی۔ سکندر شاہ کا ایک بیٹا عکرمہ اور تین بیٹیاں فریحہ‘ عروہ اور زندگی تھیں جبکہ حیدر شاہ کی دو بیٹیاں آنچل اور مقدس تھیں۔ لڑکیاں آپس میں سہیلیاں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم تھیں۔ عکرمہ شاہ گھر کا اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے سب کا لاڈلا تھا اور سب سے زیادہ اہمیت کا حامل بھی۔ شروع ہی سے سب نے عکرمہ اور آنچل کو ایک ساتھ سوچا تھا۔ اب جبکہ وہ اپنا کاروبار انتہائی کامیابی سے ترقی کی طرف لے کر جارہا تھا اور آنچل بھی حال ہی میں اپنا ماسٹرز مکمل کرچکی تھی تو بڑوں نے انہیں جلد سے جلد رشتۂ ازدواج میں منسلک کرنے کے بارے میں سوچنا شروع کردیا تھا۔ مگر اب عکرمہ شاہ الجھ چکا تھا۔

❁......❁......❁

آنچل پلیز بتاؤ تو سہی‘ تم کیوں رو رہی ہو؟'' عروہ کب سے پوچھ رہی تھی۔ آنچل کا اور فریحہ کا روم مشترکہ تھا۔ فریحہ اسے روتا ہوا نہ دیکھ لے‘ اس خیال سے وہ لاؤنج میں آ گئی تھی۔ عروہ جواب تک جاگ رہی تھی‘ اسے چائے کی طلب کمرے سے نکال لائی تھی‘ کچن کی طرف جاتے ہوئے اس کی نگاہ آنچل پر پڑی تھی اور کب سے وہ اس سے رونے کا سبب پوچھ رہی تھی مگر آنچل بتانے کو تیار نہیں تھی۔

''آنچل پلیز ٹھیک ہے۔ مت بتاؤ میں ابھی سب کو بلا کر لاتی ہوں پھر ضرور بتادو گی تم!'' عروہ نے دھمکی دی تھی جو کارگر ثابت ہوئی۔

''وہ عروہ......وہ......وہ......'' بمشکل سسکیوں کے درمیان وہ بولی تھی۔

''اُفوہ! بولو بھی اب......'' عروہ بدمزہ ہوئی تھی۔

''عروہ......وہ فرحان نے شادی سے انکار کردیا ہے۔'' آخر اصل بات اس نے بتا ہی دی تھی۔

''کیا!'' عروہ کے منہ سے سرسراتی آواز برآمد ہوئی تھی۔

''ہاں......!'' وہ ایک بار پھر رو پڑی تھی۔ اب کی بار عروہ اس کے غم میں برابر کی شریک تھی۔

اور اب عکرمہ سمجھا تھا اصل وجہ آنچل کے شادی کے لیے رضامند ہونے کی۔ یعنی وہ کسی اور کو چاہتی تھی‘ اس کے انکار کے بعد اس نے اس سے شادی کے لیے ہاں کی تھی۔ وہ جو پہلے ہی پریشان تھا‘ اب بری طرح دکھی ہوا تھا۔ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے وہ لان میں نکل آیا تھا۔

''آنچل!'' جانے وہ کب اس سے محبت کرنے لگا تھا شاید اس وقت سے جب وہ اس لفظ کے معنی بھی نہیں جانتا تھا ہمیشہ اپنا اور اس کا نام ایک ساتھ سنا تھا۔ وہ کتنی خوب صورت تھی‘ خوب صورت تھی بھی یا نہیں...... اس نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا تھا بس اسے تو وہ دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی لگتی تھی۔ وہ اس کے دل میں نہیں رہتی تھی بلکہ اسے تو لگتا تھا وہ اس کا دل ہے‘ وہ اس کی روح ہے‘ وہی اس کی زندگی ہے اور وہی اس کے زندہ ہونے کی وجہ۔

''کیا کروں یا الٰہی! کیا اسے اپنالوں یا پھر عام مردوں کی طرح...... مگر نہیں...... اس سے پہلے بھی اس کی زندگی میں اور کئی مرد تھے اور وہ جانے اس روز کس کس کا نام لے رہی تھی......'' وہ الجھا تھا اور بس الجھتا چلا گیا تھا۔ ''مجھے اس سے بات کرنی چاہیے۔'' وہ ایک فیصلے پر پہنچا تھا مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی‘ اس سے پہلے ہی امی نے دوبارہ اس کی مرضی پوچھی تھی اور وہ جانے کیوں کچھ بھی نہیں کہہ پایا۔

''تو پھر میں تمہارے چچا اور چچی کو ہاں کہہ دوں......'' امی اس کے منہ سے اقرار سننا چاہتی تھیں۔ آخر ان کا اکلوتا لاڈلا بیٹا تھا اور اس کی خوشی انہیں بہرحال عزیز تھی۔

''جی ہاں......'' وہ رضامند ہوگیا تھا۔ وہ اس کی محبت

تھی جسے کھونے کا تو خیال ہی اس کے لیے سوہانِ روح تھا اور اگر وہ انکار بھی کرتا تو وجہ کیا بتاتا‘ اسے وہ کسی کے سامنے بے عزت نہیں کرسکتا تھا۔

''پھر مرد بھی تو کرتے ہیں محبت کے نام پر ہزار فلرٹ...... جب انہیں معافی مل سکتی ہے تو پھر عورت کو کیوں نہیں......؟ میں شادی کے بعد اسے بدل دوں گا‘ اسے بدلنے پر مجبور کردوں گا۔ اپنی محبت سے اپنی وفاؤں سے اسے اپنا بنالوں گا۔'' وہ خود کو تسلی دے رہا تھا۔

❁......❁......❁

''ایک کپ چائے ملے گی؟'' وہ کچن میں آیا تو آنچل موجود تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ باقاعدہ شادی کی تاریخ طے ہونے کے بعد وہ اسے تنہا ملی تھی۔ عکرمہ جانے کے بجائے کرسی گھسیٹ کر وہیں بیٹھ گیا تھا اور اس کے اس اقدام نے آنچل کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے تھے۔

''آپ جائیں نا‘ میں عروہ سے بھجواتی ہوں چائے۔'' وہ گھبرا رہی تھی یا کترا رہی تھی‘ عکرمہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

''مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' عکرمہ کو یہی ٹھیک وقت لگا تھا‘ بات کرنے کے لیے...... اگرچہ اب بات طے ہوچکی تھی مگر بات کلیئر تو کی ہی جاسکتی تھی۔

''کیا......؟'' اس کی جان پر بن آئی تھی۔

''اس روز رات کو تم رو کیوں رہی تھیں؟'' وہ یہ پوچھنا نہیں چاہتا تھا مگر پوچھ بیٹھا تھا۔

''کس روز......؟'' اسے یاد نہیں آرہا تھا یا وہ پوز کررہی تھی۔ عکرمہ اب بھی اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا۔

''جب عروہ تمہیں چپ کرا رہی تھی۔'' اس نے یاد دلایا تھا۔

''اچھا وہ......'' اس نے ''وہ'' کو کافی کھینچا تھا۔ ''اس روز تو میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔'' اس کے سامنے کپ رکھتے ہوئے وہ کتنی صفائی سے جھوٹ بول گئی تھی اور وہ جانتے ہوئے بھی اسے جھٹلا نہیں پایا تھا۔ یہ اس کی محبت ہی تو تھی۔

''تمہیں اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟'' وہ گہری سانس بھر کر بولا تھا۔

''بھلا میں کون ہوتی ہوں اعتراض کرنے والی...... اس کا حق تو ہمارے بڑوں کو ہے نا!'' وہ معصوم بن رہی تھی اور اس وقت عکرمہ کو اس کی معصوم صورت پر غصہ آرہا تھا جو اصل بھید اس سے چھپا رہی تھی۔

''کیوں...... تم سے تمہاری رضامندی نہیں لی گئی؟'' عکرمہ کا لہجہ سخت ہوا تھا۔

''کس سلسلے میں......؟'' (اف یہ سادگی!)

''تمہاری مجھ سے شادی کے سلسلے میں......'' وہ بری طرح زچ ہوا تھا۔

''آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' وہ حیران تھی حالانکہ اسے شرمانا چاہیے تھا۔

''تم اتنی بے وقوف اور عقل سے پیدل ہو مجھے نہیں پتا تھا......؟'' عکرمہ کو اس پر شدید غصہ آیا تھا جو جواب دینے کے بجائے سوال پر سوال کررہی تھی۔

''آپ......!'' بڑی تیزی سے اس کی کالی آنکھیں نمکین پانیوں سے لبریز ہوئی تھیں۔ ''آپ مجھ سے اس طرح کیوں بات کررہے ہیں؟'' وہ اب رو دینے کو تھی۔

''میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے شادی پر رضامند ہو کہ نہیں......؟'' وہ دوٹوک بولا تھا۔

''امی نے کہا کہ مجھے آپ سے اچھا لڑکا نہیں ملے گا اس لیے......'' اس کا سوال اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ اس وقت جو منہ میں آیا کہہ گئی۔ وہ عکرمہ کے غصے سے بھی خائف ہوگئی تھی‘ اس سے پہلے وہ کب اس طرح روڈ ہوا تھا۔

''تو یہ بات تھی۔'' وہ اور بھی کچھ پوچھتا مگر تب ہی مقدس اور زندگی آ گئی تھیں اور بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔

❁......❁......❁

عکرمہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس سے شادی کررہا تھا۔ جانتا تھا وہ مجبور ہے یا پھر کوئی اور وجہ ہے اگرچہ وہ مجبور ہونے والوں میں سے تھی تو نہیں مگر وہ اسے چاہتی نہیں ہے‘ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا۔ اگرچہ اب تک تو اسے

کوئی اور ہی گمان تھا وہ معصوم سی کچھ کچھ پاگل اور شوخ لڑکی ہمیشہ ہی اسے اپنے نامکمل وجود کا ایک حصہ لگتی تھی۔ ایک کھلی کتاب کی مانند۔ جس کا ہر لفظ وہ باآسانی پڑھ سکتا تھا مگر اب اسے لگ رہا تھا کہ وہ یا تو اس کتاب پر لکھی تحریر کو پہلے سمجھنے میں غلطی کر چکا ہے یا پھر اب غلطی کر رہا ہے۔ ان دونوں کے درمیان تو پہلے بھی اتنی بے تکلفی نہیں تھی مگر جو کچھ ہو رہا تھا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"آنچل! یہ کیا......؟ تم مایوں کی دلہن ہو آرام سے بیٹھو۔" وہ جو باقاعدہ بھاگتی ہوئی ڈرائنگ روم تک آئی تھی جہاں زندگی اور عروہ ڈھیر سارے رنگ برنگے کپڑے پھیلائے بیٹھی تھیں۔ عروہ کے ٹوکنے پر رک کر سانس بحال کرنے لگی تھی جو بھاگنے سے پھول گیا تھا۔

"کیوں بیٹھوں آرام سے۔ جی چاہ رہا ہے بھنگڑا ڈالوں۔ ساری دنیا کو سر پر اٹھالوں۔" وہ عروہ کے برابر بیٹھ کر ترنگ میں بولی تھی۔

"کیوں...... قارون کا خزانہ مل گیا ہے؟" زندگی نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔

"سمجھو مل ہی گیا ہے۔" وہ اترائی تھی۔

"کیا مطلب......؟" زندگی اور عروہ کے خاک بھی پلے نہیں پڑا تھا۔

"ارے یار! وہ اپنا شارق زمان ہے نا! وہ اتنا اچھا اتنا رومینٹک ہے کہ دل چاہتا ہے وہ ایک نہیں دو ہوتا۔" وہ کہہ کر کھلکھلائی تھی۔ اور عکرمہ جو مقدس کو چائے کا کہنے آیا تھا ایک بار پھر بری طرح دکھی ہوا تھا۔ وہ مایوں کی دلہن تھی اور اس کے بجائے کسی اور کو یاد کر رہی تھی یہ اس کے جذبوں کی توہین ہی تو تھی اس کی محبت کی بدقسمتی اور اس کی غیرت پر ایک تازیانہ تھا مگر وہ اپنے دل سے مجبور تھا جو اتنا کچھ سننے کے بعد بھی اسی کا اسیر تھا۔ اس ناقدری پر دل تو چاہ رہا تھا اپنی جان دے دے لیکن وہ ایسا کر نہیں سکتا تھا۔ کس طرح درمیان کے پانچ دن گزرے اور کس طرح شادی کے روز اس نے نکاح نامے پر دستخط کیے ساری رسومات کی ادائیگی کس طرح ہوئی اسے کچھ خیال نہ تھا۔ بس وہ تو ایک روبوٹ کی طرح سب کچھ کر رہا تھا بے حس سا جذبات سے ایک دم عاری!

❁ ...... ❁ ...... ❁

خوب صورتی سے سجائے گئے کمرے میں وہ کب سے اس کی منتظر تھی۔ اب تو بیٹھے بیٹھے کمر بھی اکڑنے لگی تھی اور جب نیند بھی حاوی ہونے لگی تو خود کو انتظار کی کوفت اور بوریت سے بچانے کے لیے اس نے سرہانے کی طرف بیڈ کے خانے میں چھپایا گیا ڈائجسٹ نکال کر پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ جو اس نے مقدس سے کہہ کر یہاں رکھوایا تھا۔ وہ اپنے پسندیدہ شمارے کی ایسی ہی دیوانی تھی۔

کچھ دیر بعد آہٹ پر وہ بری طرح چونکی تھی وہ دروازہ کھول کر اندر آچکا تھا۔ تھکا تھکا الجھا الجھا سا!

آنچل نے تیزی سے ڈائجسٹ اپنے آنچل میں چھپایا تھا۔ عکرمہ یہ حرکت دیکھ چکا تھا مگر پھر بھی نظر انداز کر گیا۔ وہ جانتا تھا اس کے شوق اور خاص طور سے اس کے پسندیدہ ڈائجسٹ سے وابستگی اور دیوانگی کی بابت۔ وہ اکیلی ہی نہیں بلکہ اس گھر کی تمام لڑکیاں ہی اس ڈائجسٹ کی دیوانی تھیں مگر وہ تو ان سب سے آگے تھی اس دیوانگی میں......

"السلام علیکم!" وہ بیڈ کے قریب آکر رکا تھا۔

"وعلیکم السلام!" عکرمہ کے سلام کے جواب میں وہ دھیرے سے بولی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ کلیئر کرنا ہے۔" وہ اس کے حسین سراپا سے نظر چراتا ہوا اس وقت کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔ وہ حیران ہونے کے باوجود سر جھکائے ہمہ تن گوش تھی۔ "تم جانتی ہو آنچل میری زندگی میں تمہاری کیا اہمیت ہے؟" اب وہ اس کے سامنے بیڈ پر ٹک چکا تھا۔ اس کی نظریں اور سر مزید جھک گیا تھا۔

"میں تمہیں ہمیشہ سے چاہتا آیا ہوں اس وقت سے جب میں چاہت کے معنی بھی نہیں جانتا تھا۔ تم میری زندگی بن کر میری رگ رگ میں دوڑتی رہی ہو ہمیشہ سے...... مگر شاید میری چاہت ہی بے اثر تھی جو تمہارے دل تک رسائی نہ حاصل کر سکی۔" وہ پژمردگی سے بول رہا تھا۔ وہ جو سرور و کیف کی کیفیت میں گھری اس کی زبان سے اقرار کے معتبر لفظ سن رہی تھی آخری بات پر بے ساختہ سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اس کی دلکش آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولتا چلا گیا۔

"ہاں آنچل! میں تمہیں ہمیشہ سے چاہتا ہوں اس کے باوجود کہ تمہارے دل میں میرے لیے کچھ نہیں ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے دل کو ہمیشہ ہمیشہ تشنہ رہنا ہے اور......"

"ایک منٹ عکرمہ!" وہ اپنے دلہن ہونے کا خیال کیے بغیر بول پڑی اور عکرمہ کچھ کہتے کہتے چپ ہو گیا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ میرے دل میں آپ کے لیے کچھ نہیں ہے؟" وہ کاٹ دار لہجے میں تیکھے تیوروں کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟" عکرمہ نے الٹا اس سے ہی سوال کر دیا۔

"غلط صحیح چھوڑیں اور میرے سوال کا جواب دیں۔" عکرمہ کو اب یاد آیا تھا کہ وہ معصوم صورت لڑکی بے حد ضدی بھی ہے۔

"تم نے ہی کہا تھا کہ تم نے صرف اس لیے ہاں کہی ہے کہ چچی نے کہا تھا تمہیں میرے جیسا اچھا لڑکا نہیں ملے گا اور تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اعتراض کا اختیار تو بڑوں کے پاس ہے۔" وہ اسے یاد دلا رہا تھا۔

"ہاں تو کیا غلط کہا تھا؟ جب مجھے اپنے بڑوں کے فیصلے پر اعتراض نہیں ہے تو......" وہ خفگی سے بات ادھوری چھوڑ گئی تھی جس کا مفہوم بالکل واضح تھا۔

"اور جو تم اس رات رو رہی تھیں......؟" عکرمہ کا انداز اگرچہ تفتیشی نہیں تھا مگر وہ سوال پر سوال کر رہا تھا۔

"آخر مسئلہ کیا ہے آپ کا...... الجھن کیا ہے آپ کو......؟" وہ زچ ہو گئی تھی۔ کوئی سرا ہاتھ آتا بھی تو......

"میرا مسئلہ یہی ہے کہ تمہیں مجھ سے پیار نہیں ہے بلکہ شاید اس سے ہے جس کے لیے تم اس رات رو رہی تھیں۔" وہ اس کی کالی حیران آنکھوں میں دیکھتا ہوا کہہ گیا۔

"کک...... کیا......! آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟" وہ پہلے تو بول ہی نہیں پائی تھی اور جب بولی تو عکرمہ کو اس کے منہ پر ہاتھ رکھنا پڑا۔

"آہستہ بولو کیا سارے گھر والوں کو یہاں بلانے کا ارادہ ہے؟" اسے سخت ناگوار گزرا تھا اس کا ردعمل۔

"ہاں ہے ارادہ سب کو بلانے کا......" وہ اس کا ہاتھ منہ پر سے ہٹا کر چیخی تھی۔

"پتا بھی ہے کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ مجھے یقین نہیں آرہا آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟ وہ بھی مجھے......" بولتے بولتے اس کی آنکھوں میں آنسو بھی امڈ آئے تھے۔

"سوچنا تو میں بھی نہیں چاہتا تھا مگر اس روز جو میں نے سنا اور جو میں نے دیکھا وہ مجھے ایسا سوچنے پر مجبور کر گیا۔" وہ اب خود کنفیوز ہو رہا تھا آنچل کا اتنا شدید ردعمل دیکھ کر۔

"اچھا! اگر میں رو رہی تھی اور میں کسی سے پیار کرتی ہوں تو آپ اس کا نام تو جانتے ہی ہوں گے۔" اس کا انداز طنزیہ تھا۔ دونوں ہی فراموش کیے ہوئے تھے کہ اس وقت یہ باتیں نہایت غیر موزوں ہیں۔

"فرحان...... فرحان! یہی نام لے رہی تھیں تم اس روز...... ہے نا......!" وہ یہ نام کیسے بھول سکتا تھا بھلا۔

"سوچ لیں یہی نام تھا......؟" وہ جانے کیا جتانا چاہتی تھی۔

"ہاں یہی نام تھا۔" وہ پریقین تھا۔

"یہ لیں......" اس نے اپنے آنچل سے ڈائجسٹ نکالا تھا اور اسے کھول کر عکرمہ کے سامنے کیا تھا جو نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "دیکھیں نا......!" وہ جو کبھی

اس کی طرف اور کبھی ڈائجسٹ کی طرف دیکھ رہا تھا‘ اس کے کہنے پر کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی ڈائجسٹ تھام گیا تھا۔ اس ڈائجسٹ میں جو ناول چل رہا ہے ”جانِ جاں تو جو کہے“ اس کے ہیرو کا نام فرحان ہے اور اس نے سائیڈ ہیروئن سے شادی سے انکار کر دیا تھا اور وہ لڑکی یعنی وہ کردار زرتاشیہ مجھے بے حد پسند ہے بس اس بے چاری کے دکھ کو محسوس کر کے رونا آ گیا تھا مجھے اور آپ نے سمجھا کہ......؟ بس اتنا ہی جانتے ہیں مجھے......؟ اور اب بھی میری بات پر یقین نہ آ رہا ہو تو اپنی بہنوں سے پوچھ لیجیے گا۔ ہونہہ! آپ اور آپ کی محبت......!“ وہ نخوت سے بول رہی تھی اور عکرمہ اس کی وضاحت کے آگے چپ ہی رہ گیا تھا۔ وہ جانتا تو تھا وہ آنچل ڈائجسٹ کی کس قدر دیوانی ہے ہر کردار اسے ازبر تھا‘ اس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی کہانیوں کا۔ وہ اکثر ان کرداروں پر تبصرہ کرتی پائی جاتی تھی اور اکثر یہ ڈائجسٹ وہی اس کے لیے لاتا تھا کہ وہ تو اس کی چھوٹی سے چھوٹی خوشی کا خیال رکھتا تھا مگر یہ تھا کہ کبھی اس نے آنچل سے براہ راست یہ سب کہا نہیں تھا۔

”اوہ! میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔“ وہ ڈائجسٹ رکھ کر آنچل کے دونوں ہاتھوں کو تھام گیا تھا۔

”دل تو چاہ رہا ہے آپ سے بات بھی نہ کروں زندگی بھر......“ وہ منہ پھلا کر بولی تھی۔

”میں تم سے معذرت خواہ ہوں‘ یقین کرو میرا ارادہ تمہیں دکھی کرنے کا نہیں تھا۔ میں تو بس چاہتا تھا کہ تمہیں بتا دوں تمہیں احساس دلا دوں کہ میں تمہیں سب سے زیادہ چاہتا ہوں...... تمہارا ہر دکھ‘ ہر درد جانتا ہوں اور بانٹ بھی سکتا ہوں اور اس کا مداوا بھی کر سکتا ہوں۔“ وہ اس کے لہجے کی سچائی محسوس کر سکتی تھی اور پھر زبان سے تو وہ آج اظہار کر رہا تھا۔ آنچل تو بہت پہلے سے جانتی تھی کہ وہ عکرمہ کے لیے کیا ہے۔ وہ خاموشی سے اس کا خیال رکھ کر اس کی پروا کر کے اسے احساس دلاتا آیا تھا۔

”بس اب آپ کو زیادہ نادم ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں‘ کیا یہ کم ہے کہ آپ ایسا سمجھتے ہوئے بھی کہ میں کسی اور کو چاہتی ہوں‘ مجھے اپنی زندگی میں جگہ دے چکے ہیں؟“ وہ مسکرا کر بولی تھی۔

”ہاں! مگر اب تم مجھے بھی اپنی زندگی میں جگہ دے دو۔ یہ جو تمہارے پسندیدہ آنچل کے من پسند ہیروز ہیں ان سے زیادہ......“ وہ شرارت سے بولا تھا۔

”سوری جناب! ان سب کی اپنی جگہ ہے۔ ویسے آپ میں سب ہیروز کی تھوڑی تھوڑی جھلک ہے۔“ وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

”بس تھوڑی تھوڑی......؟“ عکرمہ مصنوعی حیرانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”ہاں تو اور کیا! آپ سمعان احمد کی طرح لگتے ہیں۔ ہینڈسم اور ڈیشنگ اور پھر آپ نے اسی کی طرح برداشت کا مظاہرہ بھی تو کیا ہے میرے معاملے میں“ اس نے معصومیت سے وضاحت دی تھی۔

”اب یہ سمعان احمد کون ہے؟“ عکرمہ زرتار آنچل کے درمیان اس کے چاند چہرے کو پیار سے تکتے ہوئے بولا تھا۔

”وہ میرے من پسند ناول ”یہ چاہتیں‘ یہ شدتیں“ کا ہیرو ہے۔ آپ کو پتا ہے سمعان احمد کا کردار اتنا زبردست ہے......“

”بس...... بس...... میں سمجھ گیا۔ اور وہ تمہارے سردار سبکتگین حیدر لغاری صاحب اور وہ فرحان یقیناً سب مجھ سے اچھے ہوں گے۔ ہے نا!“ وہ درمیان سے اس کی بات کاٹ کر بولا تھا۔ عکرمہ کی نگاہوں میں استحقاق کا رنگ نمایاں ہوا تھا اور وہ خود میں سمٹی تھی۔

”ہاں مگر آج کل تو مجھے معارج تغلق اچھا لگتا ہے۔“ اس نے جان بوجھ کر عکرمہ کو چڑایا تھا۔

”مگر مجھے تو میری آنچل اچھی لگتی ہے۔“ عکرمہ نے اس کی کلائی میں خوب صورت کنگن ڈالے تھے۔

”میری آنچل نہیں‘ میرا آنچل اچھا لگتا ہے۔“ وہ

شوخی سے کھلکھلائی تھی۔ ساتھ ہی ڈائجسٹ ہاتھ میں لے کر لہرایا تھا۔

”او کے مائی لائف آپ کا فیوریٹ آنچل ڈائجسٹ بھی اچھا ہے اور اس کے تمام ہیروز بھی...... مگر اپنے پسندیدہ ہیروز کے درمیان تھوڑی سی جگہ میری بھی نکال لو۔“ وہ سنجیدہ صورت اور شرارت سے جگمگاتی آنکھوں کے ساتھ آنچل کا دل دھڑکا گیا تھا۔

”چلیے جناب! آپ کہتے ہیں تو اس بارے میں سوچوں گی۔“ وہ بھی آنچل تھی۔ سب سے منفرد سب سے جدا! عکرمہ شاہ نے اسے مصنوعی خفگی سے گھورا تھا۔

”اچھا! اب سوچو گی؟ شادی کے بعد......؟ اس کا مطلب ہے تم نے واقعی محض بڑوں کے کہنے پر یہ شادی کی ہے ورنہ میں تمہیں پسند نہیں۔“ اسے عکرمہ کی خفگی حیران اور پریشان کر گئی تھی۔

”میں نے کہا نا ایسا کچھ نہیں ہے۔“ وہ بے ساختہ بولی تھی۔

”پھر کیسا ہے؟“ عکرمہ کا انداز ہنوز بے یقین تھا۔

”میں نے اپنی پوری رضامندی کے ساتھ آپ سے شادی کی ہے‘ کسی نے مجھے مجبور نہیں کیا۔“ عکرمہ کی سنجیدگی و خفگی اسے ہولا رہی تھی۔

”چلو مان لیا‘ تمہیں کسی نے مجبور نہیں کیا‘ مگر تم نے مجھ سے محبت نہیں کی‘ یہ تو مانتی ہو؟“ عکرمہ بات پھر وہیں لے آیا تھا جہاں سے شروع کی تھی۔

”آخر آپ کو یہ غلط فہمی کیونکر ہے کہ مجھے آپ سے محبت نہیں؟ میری جیسی لڑکی جو خیالی کرداروں کی خوبیوں سے متاثر ہو کر ان کی گرویدہ ہو سکتی ہے‘ کیا وہ ایک جیتے جاگتے خوبیوں کے پیکر‘ اتنے اچھے‘ اتنے خوب صورت انسان سے محبت کرنے سے خود کو باز رکھ پائے گی؟ اور وہ شخص جو اس سے محبت کرتا ہو اور جس کی محبت کی خبر اس لڑکی کے دل کو بہت پہلے سے ہو...... کیا آپ کے دل کو ایک بار بھی میرے دل کی خبر نہیں ہوئی؟“ وہ ہمیشہ کی نڈر اور صاف گو‘ عکرمہ کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش میں اپنے دل کی بات کس آسانی سے کہہ گئی تھی۔

”دل کی خبر دل جانے...... مگر سماعتیں تو اظہار چاہتی ہیں۔“ عکرمہ کا مدھم خوب صورت لہجہ اس کی سماعتوں میں رس گھول رہا تھا اور وہ نادانستگی میں اظہار کرنے کے بعد اب بری طرح گھبرا رہی تھی۔

”ویسے ایک بات ہے‘ تمہارے فیوریٹ آنچل ڈائجسٹ نے تمہیں بولنا خوب سکھا دیا ہے۔ یہ جو الفاظ تم نے میری تعریف میں استعمال کیے ہیں‘ مجھ سے اظہار محبت جتنے خوب صورت انداز میں کیا ہے‘ حیرت انگیز! یہ بہت خوب صورت ہے بالکل تمہاری طرح۔“ وہ اس کے اقرار سے سرشار ہو گیا تھا۔

”نہیں‘ یہ خوب صورت ہے‘ میرے آنچل کی طرح......“ اس کی شرارتی ہنسی کی جلترنگ نے عکرمہ شاہ کی دھڑکنوں کو تہہ و بالا کیا تھا۔ وہ خوش اور مطمئن تھا کہ اس نے کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آ کر اپنی محبت کو چھوڑا نہیں تھا بلکہ ہر بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی محبت پر بھروسا کیا تھا اور اسے اپنا بنا لیا تھا اور آنچل اپنے ربّ کے حضور شکر گزار تھی کہ اسے اللہ ربّ العزت نے عکرمہ شاہ کی صورت میں بہترین شریک حیات دیا تھا جو صرف اس کی محبت ہی نہیں تھا بلکہ اس سے خود بھی ہمیشہ سے محبت کرتا تھا جس نے ایک غلط فہمی کو مسئلہ بنا کر اسے چھوڑا نہیں تھا تو پھر وہ کیوں ایک ذرا سی بات کو انا کا مسئلہ بنا کر عکرمہ سے ناراض ہوتی‘ وہ جانتی تھی کہ محبت کا تقاضہ ہے درگزر کرنا اور محبت کیا ہے‘ یہ اسے آنچل نے سمجھایا تھا اور محبت کی قدر کس طرح کی جاتی ہے اسے نبھایا کیسے جاتا ہے‘ یہ بھی اسے آنچل ڈائجسٹ نے سکھایا تھا۔

”تھینک یو آنچل!“ آنچل نے اپنے اور عکرمہ شاہ کے درمیان رکھے آنچل ڈائجسٹ کی طرف دیکھا تھا جو اسے اپنے اور عکرمہ شاہ کے درمیان موجود ”محبت“ کی طرح حسین لگ رہا تھا۔

سالگرہ مبارک

فرح طاہر قریشی

”پارٹنر! میں کچھ سوچ رہی ہوں؟“

”کیا؟“ وفا نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

”آنچل کی سالگرہ مناتے ہیں۔“ میں نے خوشی میں کہا۔

”وہ تو ہم ہر سال مناتے ہیں ناں!“ وفا نے میرے برابر میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ناں ایسے نہیں۔“ میں نے فوراً ہی تیزی سے کہا۔

”تو کیسے منانا چاہتی ہو تم؟“ وفا نے پوچھا۔

”میں چاہتی ہوں اس سال آنچل کی سالگرہ بہت اعلیٰ پیمانے پر منائی جائے‘ بہت خاص طریقے سے جس میں ہر خاص و عام شرکت کریں اور آنچل کے لیے اپنے دل میں چھپی ہر خواہش کو کھل کر کہیں۔“

”اوہ نائس آئیڈیا......“ وفا نے سن کر فوراً ہی تائید کی۔

”لیکن ہم ایسا کریں گے کیسے؟ مطلب اس کے لیے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ کوئی آئیڈیا ہے تمہارے ذہن میں؟“ وفا نے پوچھا۔

”ہاں آئیڈیا تو ہے مائنڈ میں اور ہم دونوں آرام سے کرلیں گے سب۔“ میں نے کہا۔

”تو پھر بتاؤ جلدی سے کیونکہ تمہیں پتا ہے دن تو تھوڑے رہ گئے ہیں‘ اپریل آیا ہی جاتا ہے۔“ وفا نے پوچھا۔

”ہوں......سالگرہ کی تقریب منعقد کرنے کے لیے سب سے پہلے تو یہ سوچنا ہے یہ تقریب کریں کہاں‘ مطلب گھر میں یا ہوٹل میں......؟“

”گھر نہیں فری! ہوٹل ٹھیک رہے گا‘ تقریب اعلیٰ سطح کی جو ہے۔“ وفا نے فوراً ہی فیصلہ کیا۔

”ہوٹل......پھر کچہری روڈ والا ہی ٹھیک رہے گا۔ کیا کہتی ہو تم؟“ میں نے سوالیہ نظروں سے وفا کی طرف دیکھا۔

”ہاں وہی ٹھیک رہے گا۔ یہ تو ڈن ہوا تم بابا کو کہہ دو جس ڈیٹ کو تقریب ہو وہ ہوٹل بک کرادیں گے۔“

”تم یہ بتاؤ پچیس اپریل کو رکھ لیں تقریب؟“

”پچیس کو؟ لیکن اگر یکم اپریل رکھ لیں تو......؟“ وفا نے پوچھا۔

”یکم کا میں نے بھی سوچا تھا لیکن پارٹنر! یکم اپریل کو سب اپریل فول ہی نہ سمجھ لیں اور آئیں ہی ناں اور ہم یوں ہی بیٹھے رہ جائیں۔“

”ہاں یہ تو ہے پھر پچیس ہی رکھ لو۔“

”اب اپنی تمام فرینڈز کو کہہ دیتی ہوں کہ پچیس کو آنچل کی سالگرہ منارہے ہیں تم سب آؤ اور اپنی تمام دوستوں کو بھی تقریب میں آنے کو کہو۔“

”لیکن فرینڈز کے ساتھ میں چاہتی ہوں ہم رائٹرز اور آنچل کی ٹیم کو بھی بلائیں۔ کیا خیال ہے؟“

”ارے واہ! یہ تو بیسٹ رہے گا‘ اسی طرح تو یہ تقریب بہت یادگار ہوجائے گی‘ سب ہمیشہ یاد رکھیں گے۔“ وفا نے خوش ہوکر کہا۔

”ٹھیک ہے میں بھی یہی چاہتی ہوں لیکن پارٹنر یہ سب تو ہوگیا‘ اب تم بتاؤ اپنی کن فرینڈز کو بلانا چاہتی ہو؟“ میں نے وفا کو آفر کی۔

”میں......میری سب فرینڈز وہی ہیں جو تمہاری ہیں لیکن میں تسنیم چوہدری کو بلانا چاہتی ہوں۔“ وفا نے کہا۔

”تسنیم چوہدری وہ آکسفورڈ والی؟“

”ہاں وہی......“ وفا نے فوراً جواب دیا۔

”وہ آجائیں گی اتنی دور سے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں آجائیں گی۔“ وفا نے کہا۔

”پھر ٹھیک ہے بلالو تم۔“

”ٹھیک ہے میں بابا کے ساتھ جاکر ہوٹل کو دیکھتی ہوں اور ساتھ ہی زبردست مینو بھی۔“ وفا نے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے میں سب کو تقریب کی اطلاع دیتی ہوں۔“

❁......❖......❁

پچیس اپریل کی شام میں ماہنامہ آنچل کی سالگرہ کی تقریب منعقد کی گئی۔ مین گیٹ پر میں اور وفا تمام آنچل فرینڈز اور رائٹرز کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ تقریباً تمام مہمان مقررہ وقت پر پہنچ گئے تھے۔

پھر تقریب کا آغاز حافظہ صدیقہ نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ اس کے بعد میں نے یعنی فرح طاہر نے مائیک سنبھال کر آنے والے تمام معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا جن میں آنچل کی ٹیم بھی شامل تھی۔ جن میں سرفہرست مشتاق انکل سامنے بیٹھے تھے۔ میں نے مائیک مشتاق انکل کو دیا تاکہ وہ بھی کچھ کہیں آنچل کے متعلق۔

”السلام علیکم! بہت اچھا لگ رہا ہے آج پوری آنچل کی ٹیم‘ رائٹرز اور پیارے قارئین بھی آنچل کی سالگرہ منانے ایک جگہ جمع ہوئے ہیں‘ بس ہمیشہ اسی طرح آنچل کا ساتھ دیجیے گا تاکہ آنچل ہمیشہ یوں ہی ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔“ اس کے بعد مائیک دیا ملیحہ احمد کے ہاتھ میں تاکہ آج آنچل کی ساری ٹیم سب کے سامنے آجائے۔

ملیحہ احمد: ”مجھے آنچل کے تمام لکھاری پسند ہیں سب کا تعارف میں دل سے پڑھتی ہوں‘ کوشش کرتی ہوں سب کے تعارف کی باری جلدی آئے لیکن باری آنے پہ ہی لگاتی ہوں لیکن پھر بھی بہنوں کو شکایت ہوتی ہے کہ ہمارا تعارف نہیں چھپا۔“

طلعت آغاز: ”میری کوشش ہوتی ہے ہر مہینے سب بہنوں کو نئی نئی ڈشز کا بتاؤں۔“

روبین احمد: ”میں خود پیاری ہوں تو کوشش کرتی ہوں آنچل میں ہر مہینے نئی نئی بیوٹی ٹپس دوں تاکہ ساری بہنیں آنچل کی طرح حسین ہوں۔“

ایمان وقار: ”اُف بھئی! مجھ سے تو بھی کو شکایت ہوتی ہے‘ ہماری غزلیں نظمیں نہیں چھپیں۔ پیاری بہنوں ہر معیاری چیز آنچل میں ضرور چھپتی ہے۔“

میمونہ تاج: ”میں آنچل کی تقریب میں بہت خوش ہوں‘ جانتی ہوں سبھی بہنیں بھی مجھ سے خوش ہیں‘ سبھی کو بیاض دل میں جگہ مل ہی جاتی ہے۔“

جویریہ طاہر: ”آنچل میں‘ میں چاہتی ہوں ایسی چیزیں سلیکٹ کروں جو سبھی کو ہمیشہ یاد رہ جائیں۔“

شہلا عامر: ”بھئی مجھ سے سبھی بہنوں کو یہی شکایت ہوتی ہے میں ان کے خط کا جواب نہیں دیتی تو ساتھیوں آپ لوگوں کو پڑھنا اتنا اچھا لگتا ہے کہ بس میں پڑھتی رہتی ہوں۔“

ہما احمد: فرح یار! میرے سے سبھی ناراض رہتی ہیں ساتھ میں میری پیاری ردّی کی ٹوکری سے بھی خفا ہوجاتی ہیں۔ میں تو آپ لوگوں کا اپنی دوستوں کے لیے اتنا پیار دیکھ کر بہت خوش ہوتی ہوں‘ کوشش کرتی ہوں سب کا پیغام شامل ہو۔“

ثمائلہ کاشف: ”میرے سے تو سب کا ایک ہی سوال ہوتا ہے‘ میں کیسی لگتی ہوں تو لو آج بھی دیکھ لو‘ میں کتنی پیاری ہوں۔“

حنا احمد: میں کوشش کرتی ہوں ایسی باتیں چھاپوں جو سب کے کام بھی آئیں۔“

لبابہ احمد: میں ڈاکٹر تو نہیں لیکن چاہتی ہوں آپ سب کے لیے اچھے ٹوٹکے لکھوں تاکہ آپ سب بیماریوں سے محفوظ رہیں۔“

آنچل کی ٹیم کے تعارف کے بعد مائیک دیا گیا آنچل کی خوب صورت رائٹرز کو تاکہ وہ بھی اپنے احساسات شیئر کرسکیں۔ رائٹرز میں آئیں عفت سحر‘ سمیرا شریف‘ اقراء صغیر‘ عشنا کوثر‘ سعدیہ امل‘ فصیحہ آصف‘ غزالہ جلیل‘ نادیہ فاطمہ رضوی‘ حمیرا نگاہ اور سبھی نے بہت خوب صورت انداز میں اپنے احساسات شیئر کیے۔ اب باری تھی آنچل کی دیوانی قارئین کی تو سب سے پہلے مائیک دیا گیا امبرینہ اسلم کے ہاتھ میں‘ جو شرمانے کے ساتھ ساتھ کچھ گھبرا بھی رہی تھی لیکن آج تو بولنے کا دن تھا تو امبرینہ نے کہا۔

”آنچل بہت اچھا اور معیاری رسالہ ہے‘ اس سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے مجھے اس تقریب میں اور سب پیاری رائٹرز‘ قارئین سے مل کر خوشی ہورہی ہے۔“

حجاب نقوی: ”میں تو بہت خوش ہوں آنچل کے ساتھ میری بھی برتھ ڈے ہوتی ہے‘ اس لیے آج سب مجھے بھی وِش کریں‘ آنچل کا شکریہ‘ اس کی وجہ سے مجھے فرح‘ وفا‘ عطرو بہ‘ جیسی مخلص دوستیں ملیں۔“

زنیرہ انصاری: ”آنچل مجھے بہت پسند ہے‘ میں کچھ پرابلم کی وجہ سے دوستوں سے رابطہ نہیں کرپاتی لیکن ہر مہینے آنچل میں سب دوستوں سے ملاقات کرلیتی ہوں۔“

کرن حسین: ”آنچل ہماری جان ہے آئی لو آنچل۔“

زاہدہ ملک: ”آنچل ایک انمول تحفہ ہے‘ ایک موتی ہے علم بکھیرنے والا‘ آگہی دینے والا بہت خوب صورت رسالہ ہے۔“

سدرہ اسلم: ”مطلب؟ میں کیا بولوں‘ آنچل کی تعریف کے لیے لفظ ہی نہیں ہیں۔“

”سدرہ عثمان: ”آنچل ایک مکمل انٹرٹینمنٹ ہے اس میں وہ سارے سگمینٹ ہیں جو ایک اچھے رسالے میں ہونے چاہییں اور سب سے اچھی بات یہ کہ مجھے آنچل کے تھرو بہت پیاری پریاں ملیں‘ اللہ انہیں خوش رکھے‘ آمین۔“

آنزہ ایمان: ”آنچل سے ہمارا رشتہ ہے جیسے دوسرے رشتے ہیں جنہیں ہم چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔“

نوشین اقبال: ”آنچل از دی بیسٹ یار!“

شانزے: ”آنچل بہت اچھا اور بہت خوب صورت رسالہ ہے۔“

عطروبہ: ”آنچل کی جتنی تعریف کروں کم ہے یار! بہت خوب صورت ہے۔“

بشریٰ باجوہ: ”ساتھی ایک اچھا دوست ہے۔“

غزالہ جلیل: ”بہت اچھا پرچہ ہے۔“

جاناں: ”آنچل ہمارا بہت اچھا ساتھی ہے۔“

طیبہ طاہرہ: ”آنچل بہت اچھا ہے‘ اس سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔“

کرن وفا‘ ارم‘ فروا اور رانی: ”آنچل از دی بیسٹ!“

امیمہ رباح: ”آنچل تنہائی کا بہترین ساتھی ہے۔“

نور‘ فضا‘ عکس‘ سدرہ سحر‘ آبرو‘ عابدہ‘ امبر گل‘ مہرو‘ ایمان‘ شہنیلا‘ حجاب‘ چندہ‘ ظل ہما‘ زنیرہ‘ فلک‘ غزل ملک‘ ہادیہ اظفر‘ نرجس‘ حور ارم‘ کرن حسین‘ نادیہ ناز ثانیہ‘ رباب‘ سائرہ مشتاق‘ امید چوہدری‘ سب نے باری باری آنچل کی تعریف میں کچھ نا کچھ کہا۔ آخر میں تسنیم چوہدری کے ہاتھ میں مائیک گیا‘ تو انہوں

نے ملکے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آنچل میرا دوست ہے۔“

اس کے بعد وفا نے محفل میں اعلان کیا کہ ہال میں چائے تیار ہے‘ سب نے چائے پی‘ تبھی کیک کٹنے کی فرمائش کی جانے لگی تو ہم نے انہیں ذرا دیر انتظار کے لیے کہا تاکہ ہماری مہمان خصوصی آجائیں اور ہم کیک کاٹیں۔

ذرا ہی دیر میں وفا کے ہمراہ دروازے سے ایک بارعب شخصیت نے انٹری دی۔ یہ کون...... یہ کون......؟ سبھی طرف سے سوال اٹھایا گیا۔

جبھی ہم نے مسکراتے ہوئے مہمان خصوصی کا استقبال کیا اور مائیک ہاتھ میں لے کر یہ اعلان کیا۔ یہ ہیں ہمارے آنچل کی پیاری پیاری نئی مدیرہ قیصر آراء...... سبھی نے ان کے سواگت کے لیے تالیاں بجائیں۔ قیصر آنی مسکراتی ہوئی آئیں اور مشتاق انکل کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئیں۔ ہم نے مائیک ان کو دیا تاکہ وہ بھی اپنا تعارف سب سے کرادیں۔

”السلام علیکم ساتھیوں! معذرت چاہتی ہوں کچھ پرابلم کی وجہ سے لیٹ ہوگئی لیکن آنچل کی سالگرہ کی تقریب میں مِس نہیں کرسکتی تھی‘ سو آہی گئی۔ میں ٹھیک ٹھاک ہوں‘ آنچل کی اس تقریب پر فرحت ہمارے ساتھ نہیں‘ وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہیں گی اور میں کوشش کروں گی ان کی طرح آنچل کو ترقی کی منازل تک پہنچاتی رہوں لیکن اس کے لیے مجھے آپ سب کے تعاون کی ضرورت ہوگی‘ اس لیے مجھ سے ہمیشہ تعاون کیجیے گا۔“ قیصر آنی نے بہت پیار سے اپنا تعارف کروایا اور سبھی کے دلوں میں فرحت آنی کو یاد کرادیا۔ اللہ انہیں جنت میں جگہ دے‘ آمین مشتاق انکل نے باری باری سب کا تعارف قیصر آنی سے کرایا پھر ہم جا کر کیک لے آئے اور ٹیبل پر رکھ دیا۔

”فری! کیک کاٹے گا کون......؟“ نادیہ جہانگیر نے پوچھا۔

”کون کاٹے گا‘ اپنا آنچل کاٹے گا کیک۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

پھر میں نے 2010, 2011 کے اپریل تک کے تمام آنچل لاکر کرسی پر رکھ دیئے اور چھری میرے ہاتھ میں......

”کیا تم کیک کاٹو گی۔“ میں نے آگے بڑھ کر چھری آنی قیصر آراء کے ہاتھ میں دی کہ آنچل پہ ہاتھ رکھ کر وہ چھری سے کیک کاٹ دیں۔

سبھی کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ قیصر آنی نے کیک کاٹا‘ ہر طرف سے ”ہیپی برتھ ڈے آنچل“ کی آوازیں گونج رہی تھیں...... سبھی خوش تھے۔

”ایں...... ایں...... ایں...... یہ کیا مجھے گیلا کیوں کردیا؟“ میں نے چلاتے ہوئے کہا۔

”میں نے پانی ڈالا آپ پر۔“ سامنے ماما کھڑی تھیں۔

”لیکن کیوں ماما!“ میں نے سوال داغا۔

”کیوں کیا‘ میں کب سے اٹھا رہی ہوں لیکن آپ اٹھنے کے بجائے نیند میں مسلسل مسکرائے جارہی تھیں۔“ ماما نے پانی کا جگ رکھتے ہوئے کہا۔

”نیند...... نیند...... اور میں خواب دیکھ رہی تھی۔ اوخدایا! کتنا خوب صورت خواب تھا۔ اُف...... کیا ماما سونے دیتی ناں‘ وہاں عفت سحر بھی تھی۔ سمیرا‘ سعدیہ اور سب دوستیں تھیں‘ ہم آنچل کی برتھ ڈے منارہے تھے۔“ میں نے خواب کے زیراثر کہا۔ ماما مسکرادی تھیں۔

آنچل کے لیے غزل .... نامعلوم

ہم سوچتے ہی رہ جاتے تھے
پر کچھ سمجھ نہ پاتے تھے
جانے وہ ہمارے آنچل میں
کیسے رنگ بھرتے جاتے تھے
اب ہر ناول میں ہیرو کے
انداز ہی بدلے جاتے تھے
کیوں ہماری پیاری رائٹرز کو
اب فلمی انداز ہی بھاتے تھے
کہیں نازی کے ہیرو روتے تھے
اور سعدیہ کے ادائیں دکھاتے تھے
پھر کچھ شادی سے پہلے ہی
شادی کے لڈو کھاتے تھے
پھر سدرہ سحر عمران انہیں
سچ کا آئینہ دکھاتے تھے
جب تپے تپے سے مغل جی
خوب چیختے اور چلاتے تھے
اور اُچھل اُچھل کر ساروں پر
ماچس کے بم گراتے تھے
تب ہنس ہنس کے جہانگیروں کے
پیٹ میں بل پڑ جاتے تھے
پھر ''بیوٹی گائیڈ'' سے ٹپس لے کر

وہ ٹوٹکے خوب آزماتے تھے
ہم ''غزلیں نظمیں'' پڑھتے تھے
وہ ''بیاضِ دل'' کو سجاتے تھے
اور ''کام کی باتیں'' کر کر کے
''لمحوں'' کو ''یادگار'' بناتے تھے
وہ ''ہم سے پوچھیے'' کہہ کر کیوں
شمائلہ کو غصہ دلاتے تھے؟
اِس لمحے وہ پچھتاتی تھیں
جب لوگ اُنہیں ستاتے تھے
پھر اپنے بونگے سوالوں پر
وہ گُس کے جواب کھاتے تھے
اور جلدی سے علاج کرانے
''ہومیو کلینک'' میں گھس جاتے تھے
جہاں ڈاکٹر ہاشم ان سب کو
ٹانِک کی مار لگاتے تھے
تب سب کی چمکتی چندیا پر
جھٹ سے بال اُگ آتے تھے
پھر ہنسی خوشی وہ لوکی کے
حلوے بھون کے کھاتے تھے
اور آنچل کی ساری ٹیم کو
دعائیں دیتے جاتے تھے

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

محمد شہادت حسین......راولپنڈی

جواب:۔ ہر نماز کے بعد **سورۃ الفاتحہ آیتہ الکرسی** اور آخری تین قل شریف 3'3 بار پڑھ کر اپنے پر پھونکیں۔

رات سونے سے پہلے 25'25 بار درود ابراہیمی اول و آخر درمیان میں "**سورۃ النصر**" 125 بار پڑھ کر (نوکری) معاشی حالات اچھے ہونے کی دعا کریں۔

اور خود بھی بھاگ دوڑ کریں ناغہ نہ ہو۔

خالدہ نورین......میاں چنوں

جواب:۔ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ذہنی۔ پریشانی کی وجہ سے پڑھائی پر توجہ نہیں قائم رہتی۔

والدہ اور تینوں بہنیں پڑھیں۔ "**اللھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرور ھم**"

نیت:۔ اے اللہ نجات دے (چچا) اس کی نحوست اور شر سے جو ہمارے بارے میں سوچتا اور کرتا ہے۔

صبح و شام ایک ایک تسبیح۔ ہر نماز کے بعد 11 بار ذہن یکسو ہو۔

حمیرا......وہاڑی

جواب:۔ قوت برداشت اور خود اعتمادی نہیں ہے آپ میں۔ یرقان کا مکمل علاج کروائیں **سورۃ طحہ** کی پہلی پانچ آیات پڑھ کر پانی پلائیں۔ آپ روزانہ **سورۃ القریش** ہر نماز کے بعد 41 بار پڑھ کر معاشی حالات بہتر ہونے کی دعا مانگیں۔

بیوی کے لیے:۔ ایک کلو کدو لے کر 8 پیس بنا کر 6 کلو پانی میں پکائیں۔ جب 4 کلو رہ جائے تو اس کو اتار کر ٹھنڈا کر کے چھان لیں۔ وہ پانی آپ کی بیوی پیے۔ اس کے علاوہ پانی استعمال نہ کریں روزانہ یہ عمل کرنا ہے۔

در نجف......ٹانک سٹی

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ "**سورۃ الاخلاص**" پڑھیں۔ اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

شازیہ بی بی......جو لیاں

جواب:۔ رات کو سونے سے پہلے **سورۃ الاخلاص** 11 بار پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر چہرے کو دھوئیں۔ پانی نالی میں نہ جائے باقی جسم کا کانپنا اور درد ہونا قریبی اچھے عامل سے رجوع کریں۔ علاج روحانی ضروری ہے۔

عبدالرحمان......میانوالی

جواب:۔ 40 روز تک روزانہ "**سورۃ یسین**" شریف مع اول و آخر 11'11 بار درود ابراہیمی کے پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر پئیں اور گھر میں بھی چھڑکیں۔ مویشیوں پر بھی چھڑکیں۔ کوشش کریں کہ پلا بھی دیں۔ ان شاء اللہ افاقہ ہونا شروع ہوگا۔

ارم شہزادی......ایبٹ آباد

جواب:۔ بھائی کے لیے۔ اول و آخر 25'25 بار درود ابراہیمی درمیان میں "**سورۃ النصر**" 125 بار پڑھ کر روزگار کی دعا کریں ناغہ نہ ہو۔

ابو کے راضی ہونے کے لیے "**سورۃ الشمس**" 40 بار پڑھ کر پانی پلائیں کہ ضد چھوڑ دیں اور رشتوں کے لیے راضی ہو جائیں۔

کشمالہ سمیر خان......حیات آباد

جواب:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ **سورۃ مزمل** (اول و آخر 3'3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کر دیں۔ وہ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے گھر میں لڑائی نہیں ہوگی ان شاء اللہ۔

شوہر کے روزگار کے لیے عشاء کی نماز کے بعد 111 مرتبہ **سورۃ قریش** (اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف) نیت یہ ہو کہ جو حق میں بہتر ہو (نوکری یا کاروبار) اس میں کامیابی ہو۔ دعا بھی کریں۔

ثمینہ ارشاد......لیاقت پور

جواب:۔ رات کو جب دونوں بچے سو جائیں 41 مرتبہ **سورۃ العصر** اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

پڑھتے وقت دونوں مسئلے ذہن میں رکھیں۔ پانی پر دم کر لیں صبح نہار منہ دونوں کو پلائیں۔

ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ **سورۃ القریش** پڑھیں دعا بھی کریں۔ روزی میں برکت کے لیے۔

ع ر......مانسہرہ

جواب:۔ رشتوں کے لیے:۔ نوٹ (جن کے رشتوں کا مسئلہ ہے وہ خود پڑھیں) بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

بعد نماز عشاء **سورۃ الفلق اور سورۃ الناس** 21'21 مرتبہ۔ نیت یہ ہو کہ رشتوں میں جو بندش رکاوٹ ہے وہ ختم ہو۔

اولاد کے لیے:۔ **سورۃ آل عمران** آیت نمبر 38 ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ۔

عالیہ علی......پشاور کینٹ

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ پڑھیں۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں۔

بعد نماز عشاء 3 مرتبہ **سورۃ عبس** نیت یہ ہو کہ جو رکاوٹ ہے وہ ختم ہو جائے

صدقہ بھی دیں جو حسب حیثیت ہو۔ جب چاہیں۔

صائمہ......190/9A.L

جواب:۔ آپ خود فجر کی نماز کے بعد "**سورۃ الفرقان**" آیت نمبر 74'70 مرتبہ پڑھیں۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

عشاء کی نماز کے بعد **سورۃ عبس** 3 مرتبہ

پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ اور نیت یہ ہو کہ جو رکاوٹ بندش ہے رشتے میں وہ ٹوٹ رہی ہے۔

"یاولی" بعد نماز عشاء 1000 مرتبہ روزانہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف معنی ذہن میں رکھ کر پڑھیں۔ دعا یہ کریں کہ جو حق میں بہتر ہو وہ فیصلہ ہوجائے۔ اللہ سب سے بہتر کام بنانے والا ہے۔ یہ وظیفہ آپ کی بہن خود پڑھیں۔

شبانہ...... قصور

جواب:۔ **سورۃ ال عمران** آیت نمبر 38 ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ بعد نماز عشاء۔ (41 مرتبہ **سورۃ الفاتحہ** اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف) اپنی بیماری کے ٹھیک ہونے کا تصور رکھ کر پڑھیں۔ پورے جسم پر دم بھی کریں۔ اور پانی پر پھونک مار کر پئیں بھی۔

ثمینہ کوثر...... سرگودھا

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ **سورۃ الاخلاص** پڑھیں۔ دعا بھی کریں۔

اللہ بہتر جانتا ہے۔

س۔م

جواب:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ الاخلاص** 41 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

مریم خان...... کراچی

جواب:۔ والدہ کو آیات سحر 11 بار پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر پلائیں۔ (3 ماہ)

سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74'70 مرتبہ پڑھ کر (صرف بعد فجر) رشتہ کی دعا کریں۔

محبت رسولؐ کے لیے صرف اور صرف درود شریف کا پڑھنا ہے۔

شمع...... کراچی

جواب:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ النصر** 125 مرتبہ۔ اول وآخر 25'25 مرتبہ درود ابراہیمی دعا بھی کریں اور تصور بھی ہو پڑھتے وقت کامیابی کا۔

طاہرہ بی بی...... بہاولپور

جواب:۔ ہر نماز کے بعد **سورۃ الفلق' سورۃ الناس** گیارہ گیارہ مرتبہ۔

جب گھر میں چینی آئے تو اس پر 3 مرتبہ **سورۃ المزمل** اول وآخر 3'3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کردیں چینی سب کے استعمال میں آئے۔ گھر میں بدنظمی نہیں ہوگی۔

روزانہ 313 مرتبہ "**یاودود**" پڑھ کر پانی پر دم کریں۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ وہ پانی شوہر اور بیٹے کو پلائیں۔

عبدالصمد...... گوجرانوالہ

جواب:۔ رشتہ کے لیے:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز عشاء **سورۃ عبس** 3 مرتبہ۔ آپ کے رشتے میں بندش ہے۔ یہ دونوں وظائف کریں اس کے علاوہ کوئی اور وظیفہ رشتہ کے لیے نہ کریں۔

صدقہ بھی دیں۔

اپنے گھر اور معاشی پریشانی کے لیے **سورۃ القریش** روزانہ بعد نماز عشاء۔ 111 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

ابوبکر کے لیے استخارہ کرلیں کہ بیرون ملک جانا صحیح ہے یا نہیں۔

شہناز بیگم

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ **سورۃ قریش** پڑھیں۔ بعد نماز عشاء 3 مرتبہ **سورۃ عبس** پڑھیں۔ ایک بوتل پر دم کریں اور اپنے پورے جسم پر۔

بوتل کا پانی صبح نہار منہ سب گھر کے افراد کو پلائیں۔

نرگس شاہین ہر نماز کے بعد سورۃ ال عمران آیت نمبر 38' 11 مرتبہ پڑھے۔ اور عشاء کی نماز کے بعد تین مرتبہ سورۃ عبس پڑھے۔ اولاد کی بندش ختم ہونے کے لیے۔

پڑھنے کے بعد اپنے اوپر دم کریں اور پانی پر دم کرکے پئیں بھی۔

ادیبہ جہاں...... کراچی

جواب:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ القریش** 111 مرتبہ روزانہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

دکان داری چلے گی اور پارلر کا بہتر حل نکل جائے گا۔ دعا بھی کریں۔ روزانہ پڑھ کر ایک بوتل پر بھی دم کریں۔ وہ پانی روزانہ دکان پر چھڑکیں۔

مریم عارف...... سیالکوٹ

جواب:۔ جو بتایا وہ پڑھتی رہیں۔ صدقہ بھی دیں کام میں آسانی ہو۔

ہر نماز کے بعد **سورۃ الاخلاص** پڑھیں۔ 11 مرتبہ۔

بہن بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

ہاجرہ پروین...... میاں چنوں

جواب:۔ رشتہ کے لیے روزانہ **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز عشاء روزانہ **سورۃ یٰسین** آیت نمبر 58'313 مرتبہ (اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف)

آپ کے تمام مسئلوں کے لیے۔ دعا بھی کریں۔

مہر بھری...... حیدرآباد

جواب:۔ بعد نماز عشاء روزانہ 40 مرتبہ **سورۃ شمس** اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ ایک بوتل پر دم کرکے پانی زیادہ سے زیادہ استعمال کروائیں۔ اور وظیفہ کریں۔

نیت یہ ہو کہ دونوں کے دماغ میں جو شیطانیت بھری ہے وہ ختم ہو اور فرمانبردار بن جائیں۔ جب

پانی ختم ہوجائے تو پھر سے دم کرلیں۔

قیصر جہاں......کراچی

جواب:۔ گٹھلی اگر کینسر کی علامت ہے تو آپ کو تیل اور پانی پڑھوانا پڑے گا۔ پانی پینے کے لیے اور تیل مالش کے لیے ان شاء اللہ یہ مسئلہ ختم ہوجائے گا۔

آپ کے شوہر رات سونے سے پہلے اول وآخر 25'25 بار درود ابراہیمی اور درمیان میں "سورۃ النصر" 125 بار پڑھ کر معاشی حالات اچھے ہونے کی دعا کریں۔ ناغہ نہ ہو۔

رخشندہ......کراچی

جواب:۔ سونے سے پہلے اول وآخر 25'25 بار درود ابراہیمی درمیان میں 125 بار سورۃ النصر پڑھ کر۔ معاشی حالات بہتر ہونے کی دعا کریں۔ ناغہ نہ ہو۔

رخشندہ پروین......کراچی

جواب:۔ ان کو لال مرچ بالکل بند کردیں اور گیس کی دوا مستقل استعمال کروائیں۔ بہتر ہوجائیں گے۔

نوشین گل......لاہور

جواب:۔ رات کو سونے سے پہلے 25'25 بار درود ابراہیمی درمیان میں 125 بار "سورۃ النصر" پڑھ کر معاشی حالت بہتر ہونے کی دعا کریں۔ تینوں بھائی اور والد پڑھیں۔

مسرت پروین......خوشاب

جواب:۔ بھائی کے لیے 1'1 بار اول وآخر درود ابراہیمی درمیان میں 40 بار سورۃ شمس پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر بھائی کو پلائیں۔ غصہ تلخ کلامی بدزبانی سب بند ہو۔ اور اچھی طرح سب سے پیش آئے۔

ناہید اختر......چیچہ وطنی

جواب:۔ بی بی آپ جو کچھ پڑھ رہی ہیں وہ درست ہے۔ لیکن بہرحال آپ اپنے پورے گھر کا روحانی علاج کروائیں۔ قرب و جوار میں کوئی اچھا عامل ڈھونڈ کر۔ علاج معالج سے کروائیں۔ (خود سے نہ ہوگا)

سمیرا انورین

جواب:۔ والد بچوں کے لیے اچھا سوچتے ہیں۔ بہرحال 40 بار سورۃ الشمس پڑھ کر پانی پہ پھونک مار کر پانی پلائیں۔ نیت یہ کریں یہ ضد چھوڑ دیں۔ اور رشتہ کے لیے راضی ہوجائیں۔

انجم مقبول......سیالکوٹ

جواب: سورۃ الفاتحہ 41 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ دورد شریف۔ ٹیوب اور تیل پر دم کرلیں۔ 1 مرتبہ ٹیوب زخموں پر لگائیں تیل کی روزانہ مالش کریں۔ رات بستر پر لیٹ کر روزانہ یہی عمل کریں نیند اور بیماریاں بھی ختم ہوجائیں گی۔

نادیہ

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1۔ روزانہ 1 تسبیح درود شریف (درودِ ابراہیمی) تینوں پڑھیں۔

مسئلہ نمبر۲۔ ہر نماز کے بعد ۱۱ مرتبہ پڑھیں سورۃ آل عمران آیت نمبر 38 دونوں پڑھیں۔

مسئلہ نمبر۳۔ سورۃ النصر 125 مرتبہ اول و آخر 25-25 مرتبہ درود شریف۔ دونوں پڑھیں۔

س،ش......بلیر

جواب:۔ رشتہ کے لیے: بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 70,74 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف۔

سحر ختم کرنے کے لیے: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ہر نماز کے بعد 11-11 مرتبہ۔

ش ا......ملکوال

جواب: بعد نماز عشاء سورۃ القریش 111 مرتبہ (اول وآخر مرتبہ درود شریف)۔

نوکری، رشتہ اور رکاوٹوں کے لیے: نیت بھی رکھیں اور دعا بھی کریں، صدقہ بھی دیں۔

نائلہ اشفاق......کوٹ غلام محمد

جواب: بعد نماز عشاء سورۃ القریش 111 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف۔

دکان اور روزگار میں برکت کے لیے: جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل اول و آخر 3-3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کردیں۔ چینی سب کے استعمال میں آئے۔ (گھر میں بدنظمی کے لیے)

دردسر کے لیے بعد نماز مغرب 21-21 مرتبہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سر پر ہاتھ رکھ کر دم بھی کریں اور تیل پر دم کرکے لگائیں۔

فوزیہ رخسانہ......سرگودھا

جواب: بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74-70 مرتبہ (اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف) ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھیں، عا بھی کریں اپنے رشتہ کے لیے، بہتر اور جلد ہوجائے۔

مظہر حسین شاہ......میانوالی

جواب: بعد نماز عشاء سورۃ القریش 111 اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف۔ بچوں کے لیے اور روزگار کے لیے دعا کریں، پانی پر دم کرکے اسٹور میں چھڑکیں۔

خالہ زاد بہن کے لیے: بعد نماز عشاء روزانہ 41-41 مرتبہ، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس (اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھنے کے بعد سب پر دم کریں اور پانی پر دم کرکے سب کو پلائیں، 3 ماہ تک یہی عمل کرنا ہے۔ اس کے بعد 21-21 مرتبہ پڑھ کر یہی عمل کریں، ان شاء اللہ پریشانی نہیں ہوگی۔

ثروت خورشید......فیصل آباد

جواب: گھر مسائل کے لیے: ہفتے میں ایک مرتبہ سورۃ بقرۃ پڑھ کر پانی پر دم کرلیں، روزانہ صبح اور شام پورے گھر میں چھڑکیں، باتھ روم کے علاوہ۔

رشتہ کے لیے: بعد نماز فجر سورۃ الفرقان

آیت نمبر 74-70 مرتبہ اول و آخر 11-11 مرتبہ درود شریف دعا بھی کریں۔ ہر نماز کے بعد 11-11 مرتبہ **سورۃ الفلق** اور **سورۃ الناس** نیت جو روکاوٹ ہے وہ ختم ہو۔

بھائی کے لیے: والدہ خود پڑھیں بعد نماز عشاء **سورۃ العصر** 41 مرتبہ اول و آخر 11-11 مرتبہ درود شریف دعا کریں فرماں بردار بن جائے۔

کرن بتول......میانوالی

جواب: رات کو سونے سے پہلے اول و آخر 25-25 بار درود ابراہیمی اور درمیان میں **سورۃ النصر** 125 بار پڑھ کر معاشی حالات اچھے ہونے کی دعا کریں ناغہ نہ ہو۔

فاطمہ اکرام......ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب: رشتہ کے لیے **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74-70 مرتبہ اول و آخر درود 11-11 مرتبہ درود شریف۔ امتحان میں کامیابی اور بیرونِ ملک جانے کے لیے **سورۃ القریش** ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ۔

نمرہ......ٹنڈو الہیار

جواب: صرف آیات شفا پڑھیں بعد نمازِ مغرب۔ **سورۃ الفاتحہ** 41 مرتبہ اول و آخر 11-11 مرتبہ درود شریف زیتون کے تیل پر دم کرلیں تیل سے روزانہ صبح و شام ہلکی مالش کریں جہاں دھبے ہیں۔ (یہ وظیفہ تیل پر ایک مرتبہ ہی کرنا ہے)۔

بعد نماز عشاء روزانہ **سورۃ الفاتحہ** 41 مرتبہ اول و آخر 11-11 مرتبہ درود شریف اور ایک بوتل پر بھی دم کریں وہ پانی استعمال کریں زیادہ سے زیادہ۔ جب پانی ختم ہوجائے پھر سے یہ دم کریں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن مئی ۲۰۱۲ء

نام......... والدہ کا نام......... گھر کا مکمل پتا.........

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں.........

آپ کی شخصیت

اے ایس صدیقی

علم شخصیت میں چار چاند لگا دیتا ہے۔ معلومات سے سماج میں فوقیت ملتی ہے۔ ہم نے اس سے قبل بھی زور دیا ہے کہ اپنی شخصیت کو بہتر بنانے میں علم میں اضافے کو بھی ایک ضروری جز قرار دے لیں۔

آج ہم آپ کو ایک سوالنامے سے گزاریں گے یہ معلوم کریں گے کہ آپ کی معلومات کس قدر اچھی ہے۔

یہ ہرگز ضروری نہیں کہ آپ اس امتحان میں ضرور پاس ہوں۔ دیکھنا یہ ہے کیا آپ کی شخصیت کے ناموثر ہونے کا سبب کہیں یہی معلومات نہ ہونا تو نہیں۔

نتائج سے آپ کو بڑی حد تک اندازہ ہوجائے گا کہ آپ کو اس طرف کس حد تک کوشش کی ضرورت ہے۔ تو یوں کریں کہ پنسل یا قلم اٹھالیں سوال پڑھیں تو تین ممکنہ جوابوں میں سے کسی ایسے جواب پر نشان لگایئے جو آپ کے خیال میں درست ہے۔

تاریخ

سوال نمبر 1:۔ یہ تینوں کیا تھے؟
خالد بن ولید، موسیٰ بن نصیر، میک آرتھر
(سیاست دان، فوجی جنرل، لکھاری)

سوال نمبر 2:۔ ٹوئن بی کیوں مشہور ہے؟
(فلسفی تھا، مورخ تھا، مصلح تھا)

ادب

سوال نمبر 1:۔ ناول آگ کا دریا کس کی تصنیف ہے؟
(عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، واجدہ تبسم)

سوال نمبر 2:۔ کتاب گنجے فرشتے کس کی لکھی ہوئی ہے؟
(دت بھارتی، منٹو، کرشن چندر)

سیاست سے

سوال نمبر 1:۔ میسولینی کا تعلق کس ملک سے تھا؟
(یونان، اٹلی، جرمنی)

سوال نمبر 2:۔ ایران کے موجودہ صدر کا نام کیا ہے؟
(خامنائی، احمدی نژاد)

کھیل

سوال نمبر 1:۔ کرکٹ کی تاریخ میں کم سے کم رنز کتنا ہے؟
(44'26'22)

سوال نمبر 2:۔ مندرجہ ذیل میں سے کرکٹر کون ہے؟
(دھن راج، ڈنکن شاپ، ٹنڈال)

سوال نمبر 3:۔ شان مائیکل کیوں مشہور ہے؟
(فٹ بالر ہے، ریسلر ہے، ٹینس اسٹار ہے)

سوال نمبر 4:۔ شطرنج کے کھیل میں کتنے مہرے ہوتے ہیں؟
(18'32'24)

جغرافیہ

سوال نمبر 1:۔ وہ کون سا شہر ہے جہاں پکی سڑکیں نہیں بلکہ پانی میں سفر کیا جاتا ہے؟
(روم، وینس، اسٹرڈم)

سوال نمبر 2:۔ وہ کون سا شہر ہے جو ایک ملک

بھی ہے؟

(سنگاپور، برلن، قاہرہ)

سائنس

Retativity Theory کس سائنس دان سے منسوب ہے۔

(آئزک نیوٹن، سموئل جانسن، آئن اسٹائن)

سوال نمبر 3:۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا نام ایک سائنس دان کا ہے؟

(چارم برنارڈ، ہاپ کنز، ہنری فورڈ)

معلومات عامہ

سوال نمبر 1:۔ کون سا پر دار جانور بچے دیتا ہے۔

(الو، چمگادڑ، کوا)

سوال نمبر 2:۔ دریائے زرد کس ملک میں بہتا ہے۔

(چین، ترکستان، تاتار)

سوال نمبر 3:۔ دنیا میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب کون سی ہے؟

(بائیبل، ٹارزن، ہیری پوٹر)

نتائج:

جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا کہ یہ امتحان یا آزمائش صرف یہ معلوم کرنے کے لیے دی گئی ہے کہ آپ یقین کرسکیں آیا آپ کو علم میں اضافے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ہم نیچے نتائج لکھ رہے ہیں اگر آپ اس میں کامیاب ہوگئے ہیں تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ اپنا مطالعہ جاری رکھیں۔ اگر آپ نے کوئی اچھی تو نہیں لیکن بری کارکردگی بھی نہیں دکھائی ہے تو تھوڑی کوشش اور کریں۔ پڑھائی میں اضافہ کریں۔

مختلف موضوعات کی کتابیں خالی اوقات میں پڑھ لیں۔ اچھے اور پڑھے لکھے افراد کی محافل میں اٹھیں بیٹھیں تاکہ انہیں سن کر آپ کے علم میں اضافہ ہو۔ کیونکہ علم میں اضافہ صرف مطالعہ ہی سے نہیں بلکہ مشاہدے اور علمی آدمیوں سے بات چیت کر کے بھی ہوتا ہے۔

اب وہ حضرات جن کی کارکردگی اس آزمائش میں بہت خراب رہی ہے ان کو خاص طور سے گھنٹا آدھا گھنٹہ نکالنا ہوگا مطالعے کے لیے۔ ایسے افراد سے ملنے جلنے کی کوشش بھی کریں جو عالم ہوں۔ مباحثوں اور مناظروں کی محفل میں جائیں۔

آپ کے آٹھ سے زیادہ جوابات درست ہوں تو کارکردگی اچھی سمجھیں صرف تین چار صحیح جوابات ہوں تو یہ علامت ہے خرابی کی۔ اسے دور کرنے کی سعی کریں۔

صحیح جوابات:۔

تاریخ ادب سیاست کھیل ان چاروں شعبوں میں وہ جواب درست ہیں جو (ب) میں لکھے ہیں۔

جغرافیہ کے حصے میں پہلے سوال کا جواب (ب) میں ہے۔ دوسرے کا صحیح جواب (الف) ہے۔

سائنس کے حصے میں پہلے سوال کا صحیح جواب (ج) میں ہے دوسرے سوال کا جواب (ب) میں ہے۔ معلومات عامہ میں پہلے سوال کا درست جواب (ب) میں ہے۔ دوسرے سوال کا جواب (الف) ہے۔ سوال تین کا درست جواب (الف) ہے۔

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

فرحت اشرف سید وال سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر مردوں کی طرح سخت بال ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں آپ کا افروڈائٹ استعمال کرنا چاہتی ہوں اس کے کوئی مضر اثرات تو نہیں ہیں۔

محترمہ آپ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے یہ سرکاری لیبارٹری سے ٹیسٹ شدہ ہے۔ اس کے جلد پر کوئی مضر اثرات نہیں ہیں۔

راحیلہ انجم مانانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر حل بتائیں اور یہ بتائیں کہ افروڈائٹ کیسے منگوایا جاسکتا ہے۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں منی آرڈر ڈاک خانے سے کیا جاتا ہے کسی پڑھے لکھے سے معلوم کرلیں۔

مہتاب خان ضلع بھاولپور سے لکھتی ہیں کہ مجھے نسوانی حسن کی بہت کمی ہے اور سیلان کی شکایت بھی ہے۔

محترمہ آپ SABALSERULATA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں یہ دوا آپ کو اپنے شہر میں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔ دوسرے 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھیں۔ یہ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ ان شاءاللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

تحریم ملک سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ کولہے سینہ بہت بھاری ہے اس کا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مبشرہ منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ بچوں کو دودھ پلانے سے خوب صورتی ختم ہوگئی ہے۔

آپ BREAST BEAUTY کا استعمال جاری رکھیں ان شاءاللہ خوب صورتی بحال ہوجائے گی۔

نمرہ شورکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر داغ دھبے ہیں دانوں کے نشان ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ نسوانی حسن کے لیے اس عمر میں کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

بینش اسلم آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میرے مسئلے شائع کیے بغیر حل بتائیں۔

محترمہ آپ مبلغ 1300 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو دونوں مسئلوں کی دوا گھر پہنچ جائے گی۔

نازیہ لیہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے اور قد ساڑھے چار فٹ وزن 38 کلو ہے قد بڑھانا چاہتی ہوں۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پیا کریں تین ماہ مکمل کریں۔

علی علوی گوجرہ سے لکھتے ہیں کہ میرے سر میں خشکی بہت ہے جس کی وجہ سے بال بہت گر رہے ہیں۔ دوسرے میرے دوست کا مسئلہ ہے اس کا علاج بھی بتائیں۔

محترم آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں آپ کو HAIR GROWER ارسال کردیا جائے گا۔ خشکی ختم ہوجائے گی۔ بال گرنا بند ہوں گے۔

الیاس احمد راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب بار بار آتا ہے اور قطرے بھی خارج ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے میں بہت کمزور ہوں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور CAUSTICUM 200 کے پانچ قطرے

ہر آٹھویں دن لیا کریں۔

مسز احمد منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ NUXVOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ والدہ کو MAG PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھلائیں۔

عابد خان ساہیوال سے لکھتے ہیں کہ میرے مسئلے کا بھی کوئی حل بتائیں۔

محترم آپ AGNUSCAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

رابعہ اسلم لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر کالے تل ہیں جو بڑھ رہے ہیں۔ دوسرے میرے اور میری بہن کے بال تیزی سے گر رہے ہیں۔ بال روکھے ہیں اور خشکی بھی ہے۔

محترمہ آپ THUJA Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں اور اسی کو تلوں پر لگایا کریں بالوں کے لیے HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں۔

ثمینہ ضلع جھنگ سے لکھتی ہیں کہ آپ نے جو دوا جوئیں ختم کرنے کے لیے لکھی تھی وہ یہاں نہیں ملی دوسرے میری بیٹیوں کی نظر کمزور ہے بہت پریشانی ہے تیسرے سر کے بال بہت کمزور باریک ہیں سر کے آگے کی طرف سے گنج ہو رہا ہے کوئی ایسا تیل بتائیں کہ بال لمبے گھنے اور مضبوط ہو جائیں بال گرتے بھی بہت زیادہ ہیں۔

محترمہ دوا ہومیو پیتھک اسٹوروں پر تلاش کریں مل جائے گی۔ نظر کی کمزوری کے لیے CINERAIA MARITIMA SCHUABE کا استعمال شروع کردیں۔ ان شاء اللہ فائدہ حاصل ہوگا۔ HAIR GROWER منگانے کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

ارم بتول سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی عمر 17 سال اس کے بال بہت لمبے اور گھنے ہیں مگر مسئلہ یہ ہے کہ تقریباً سارے بال سفید ہو گئے ہیں۔ جو بال نئے جڑ سے نکلتے ہیں وہ بھی سفید ہوتے ہیں۔

محترمہ آپ JABORANDI Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

وقاص حسن ضلع قصور سے لکھتے ہیں کہ بری صحبت میں اپنی صحت برباد کر چکا ہوں۔ جسمانی طور پر بھی دبلا پتلا ہوں۔ مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ ZINCUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

زوبیہ نورین آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر پس والے دانے نکلتے ہیں ان کی وجہ سے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ دانے نشان بھی چھوڑ جاتے ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں۔

راشدہ نذیر قبولہ سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں۔ سر کی جلد نظر آنے لگی ہے۔ میری بیٹی عمر 18 سال ہے اس کے چہرے پر بال نہیں ہیں اس کا بھی علاج بتائیں جوابی لفافہ حاضر ہے۔

محترمہ آپ 1300 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو دونوں دوائیں گھر پہنچ جائیں گی۔ آپ کے دونوں مسئلے حل ہو جائیں گے۔ براہ راست جواب دینے سے معذرت چاہتا ہوں۔

پری چشتیاں سے لکھتی ہیں کہ بڑی امید کے ساتھ آپ کو مسائل بتا رہی ہوں قد 4 فٹ 10 انچ وزن 48 کلو ران اور کولہے بڑھ رہے ہیں وزن کم کرنا چاہتی ہوں۔ سر کے چوتھائی حصہ کے بال سفید ہو گئے ہیں عمر 25 سال ہے۔

محترمہ آپ PHYTOLACC Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں بال سفید ہونا رک جائیں گے۔

ہادیہ راجہ چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا کھانا پینا بالکل ٹھیک ہے اس کے باوجود میں بہت کمزور لگتی ہوں ایسی دوا بتائیں کہ موٹی ہو جاؤں۔

محترمہ آپ ALFALFA Q کے دس قطرے

آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں کھانے سے پہلے۔

ثناء علی لکھتی ہیں کہ میری دوست کا مسئلہ ہے شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ اسے شادی سے ایک ماہ پہلے SECAL COR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ استعمال کرائیں شادی تک جاری رکھیں۔

عمران ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ثمن کوٹ رادھا کشن سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت پتلے ہیں بڑھتے بالکل نہیں اور گرتے بھی بہت ہیں میں کوئی دوائی استعمال نہیں کر سکتی کوئی تیل وغیرہ بتائیں جس سے میرے بال لمبے گھنے خوب صورت ہو جائیں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں اپنا پتا مکمل لکھیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

نسرین اختر میانوالی سے لکھتی ہیں کہ میرا بیٹا آٹھویں جماعت میں پڑھتا ہے مگر سبق یاد نہیں ہوتا دوسرے مجھے ماہانہ نظام کی خرابی ہے۔ 15 دن بعد دوبارہ ہو جاتا ہے۔

محترمہ آپ بیٹے کو KALIPHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھلائیں اور آپ CINNAMOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شازیہ طارق سوائے خان سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ تقریباً آدھا سر خالی ہو گیا ہے یہاں کی ماہر جلد سے علاج کرایا فائدہ ہو جاتا ہے مگر پھر گرتے رہتے ہیں۔ اب حکیم کا علاج جاری ہے۔ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہے۔

محترمہ آپ ACID FLUOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ یہ دوا آپ کے شہر میں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔ دوسرے میرے کلینک کے نام پتے پر 600 روپے منی آرڈر کردیں آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے۔ نئے بال پیدا ہوں گے اور بال لمبے گھنے ہو جائیں گے۔

فارینہ حسن چنیوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے تینوں مسئلوں کا حل شائع کیے بغیر بتائیں۔

محترمہ آپ OVTESTA 3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ لیں۔ شوہر کو SELENIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور بیٹے کو CAUSTICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

ریحانہ بتول سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہیں اس کا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ BERBARESAOUI 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

صائمہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرا سینہ جسامت کے حساب سے بھاری ہے اس کے علاوہ سیلان کی بھی شکایت ہے۔

محترمہ آپ CHEMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور BORAX 30 کے پانچ قطرے دوپہر و رات کو لیں آپ کے دونوں مسئلے ان شاء اللہ حل ہو جائیں گے۔

ربیعہ خانم گجرات سے لکھتی ہیں کہ ہمارے بھی کچھ مسئلے حل فرمائیں۔

پہلا مسئلہ امی کا ہے۔ منہ کڑوا رہتا ہے کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ دوسرا مسئلہ کزن کا ہے اس کا قد چھوٹا ہے تیسرا مسئلہ میرے دو بھائیوں کا ہے بستر میں پیشاب کر دیتے ہیں۔

محترمہ آپ امی کو CARBOVEG 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے پہلے دیں کزن کو CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن دیں۔ بھائیوں کو CAUSTICUM 30 کے پانچ قطرے

تین وقت روزانہ دیں۔

حرا ملک حویلیاں سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز فرمائیں اور منی آرڈر کا طریقہ بھی بتائیں۔

محترمہ آپ ڈاکخانہ جاکر منی آرڈر فارم لیں رقم کی جگہ 700 روپے لکھیں میرے کلینک کا پتا لکھیں اور اپنا مکمل پتا لکھیں جس پر آپ کو ڈاک ملتی ہو۔ یہ فارم بھر کے 700 روپے کے ساتھ کاؤنٹر پر ڈاک خانے میں جمع کرائیں یہ رقم ہم تک پہنچ جائے گی۔ تو دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

نازیہ یاسمین گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ SABALSERULATTA استعمال کررہی ہوں۔ پہلے کچھ فائدہ ہوا تھا۔ میں نے استعمال چھوڑ دیا پھر دوبارہ لیا تو کوئی فائدہ نہیں ہوا ابھی کتنا اور استعمال کرنا ہے۔

محترمہ آپ اب LECETHN 3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

عروج ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور میرے کلینک کے نام پتے پر 550 روپے منی آرڈر کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری حصہ پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY لکھیں۔ آپ کو یہ دوا ارسال کردی جائے گی۔

مسز اعظم پیر محل سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام خراب ہے کئی کئی ماہ گزر جاتے ہیں سیلان بھی شدید ہے۔ میرے اوپری ہونٹ اور ٹھوڑی پر بال ہیں۔ بال کالے سیاہ اور موٹے ہیں اور میری بہن کا مٹاپا دور کرنے کے لیے دوا بتائیں۔

محترمہ آپ SENECIOAURI 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بال ختم کرنے کے لیے میرے کلینک کے نام پتے پر 700 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔ بہن آپ PHYTOLACCBERRY کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پیا کریں۔

نرگس پاشا سکھر سے لکھتی ہیں کہ میرا شوہر ملک سے باہر رہتا ہے ایک لحاظ سے میں پیاسی رہتی ہوں۔ گناہ کی زندگی نہیں چاہتی۔

محترمہ صورت حال شوہر پر واضح کردیں وقتی طور پر ORIGANUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ خواہش کم ہوجائے گی۔

سلطانہ بیگم سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ کوئی برتھ کنٹرول کی بے ضرر دوا بتائیں۔

محترمہ آپ NATRUMMUR 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ماہانہ غسل کے دن پی لیں دوسرے اور تیسرے دن بھی پی لیں۔ تین دن کی دوا پورا مہینہ تحفظ کرے گی ان شاء اللہ۔

فیروز الدین قریشی منڈی بہاؤالدین سے لکھتے ہیں کہ مجھے ایک پرانا عارضہ ہے۔ تفصیل لکھ رہا ہوں۔ دوا بتادیں۔

محترم آپ APISMELL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون: 02136997059

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5، KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 نارتھ ناظم آباد کراچی۔ 75850

خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

اسپائسی کلیجی

اشیاء

کلیجی — آدھا کلو (چھوٹے پیس)
کٹی ہوئی لال مرچ — تین کھانے کے چمچ
لہسن پسا ہوا — ایک پوتھی

نمک / تیل — حسب ضرورت

ترکیب:
کلیجی (مرغی کی) اچھی طرح صاف کرکے دھوکر چھوٹے پیس کرکے توے یا کڑاہی میں تیل گرم کرکے کلیجی ڈالیں اور اس میں لہسن ڈال کر بھونیں جب کلیجی کی بو تھوڑی کم ہوجائے تو کٹی ہوئی مرچ اور نمک ڈال کر تھوڑا سا (دو چمچ دودھ) ڈال کر تھوڑا اور بھونیں جب تیل الگ نظر آنے لگ جائے تو نیچے اتار کر ڈونگے میں ڈال کر سرو کریں اس کی خوشبو سے ہی آپ کا دل کرے گا کھانے کو یقین نہیں تو ٹرائی کیجیے۔ یہ سادہ سی اسپائسی کلیجی بہت پسند آئے گی۔

عروج فتح..... کراچی

بادام کی فرنی

اشیاء:

دودھ — دو سیر
شکر — آدھا سیر
بادام — آدھا سیر
زعفران — آدھا ماشہ
چھوٹی الائچی — پانچ عدد
پستہ — حسب ضرورت
کیوڑہ — حسب ضرورت

ترکیب:
بادام رات کو بھگو کر چھیل کر پیس لیں پھر بادام کو دودھ میں ملا کر دودھ کو ہلکی آنچ پر رکھ دیں اور مستقل چمچ ہلاتی رہیں جب ابال آجائے تو چینی ملادیں پھر الائچی ملا کر تھوڑی دیر اور پکائیں اور چولہے سے اتار لیں۔ ذرا ٹھنڈا ہونے پر کیوڑہ اور پستہ چھڑک دیں لذیذ بادام کی فیرنی تیار ہے۔

رانی اسلام..... گوجرانوالہ

چٹ پٹی دال

اشیاء:

مسور کی دال — 100 گرام
لال مرچ کٹی ہوئی — ایک چمچ
ٹماٹر، پیاز — ایک ایک عدد
ہلدی — 1/4 چمچ
نمک — حسب ضرورت
لہسن ادرک — ایک چمچ پسا ہوا
سبز مرچ، دھنیا — حسب ضرورت

املی کا پانی	4 کھانے کے چمچ

بگھار کے لیے:۔

ثابت مرچ	4 عدد
سفید زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
کڑی پتا	4 عدد
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:

مسور کی دال میں ٹماٹر، ہلدی، نمک، لہسن، ادرک، پیاز پیسٹ ملا کر ابال لیں۔ دال گل جائے تو املی کا پانی اور نمک ڈال کر 2 منٹ تک مزید ابال لیں۔ اب ہرا دھنیا، ہری مرچ باریک کاٹ کر دال میں مکس کرلیں اور پھر بگھار کے لیے ایک فرائی فین میں تیل گرم کریں اور اس میں ثابت لال مرچ ڈال کر فرائی کرلیں اب اس میں کڑی پتا ڈال کر بھونیں اس کے بعد اس میں سفید زیرہ ڈال کے فرائی کریں۔ جب زیرے کی خوشبو آنے لگے تو اس کو دال میں ڈال کر جلدی سے ڈھکن بند کرلیں۔ 5 منٹ کے بعد اس کو استعمال کرلیں، لیجیے مزیدار دال تیار ہے، ابلے چاول یا چپاتی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

نجم انجم...... کورنگی، کراچی

بیسن کی برفی

اشیاء:

دیسی گھی	ایک کلو
بیسن	آدھا کلو
بادام	ایک پاؤ
مونگ پھلی	ایک پاؤ
ناریل	ایک پیالی
چینی	2 پیالی

ترکیب:

آدھا کلو گھی دیگچی میں ڈال کر چولہے پر رکھ دیں، اس میں چینی ڈال کر اس وقت تک ہلاتے رہیں جب تک چینی گھل نہ جائے باقی آدھا کلو گھی میں بیسن مکس کریں اور دیگچی میں ڈال دیں، ساتھ ہی پسے ہوئے بادام، مونگ پھلی کدوکش کیا ہوا ناریل ڈال کر اچھی طرح پکائیں کہ نیچے نہ لگنے پائے۔ جب بیسن گھی میں پک کر تھوڑا سخت ہوجائے تو چولہے سے اتار لیں اور ڈش میں ڈال کر برابر کردیں اور تھوڑا خشک ہونے کے بعد چھری سے اس کے ٹکڑے کرلیں اور تھوڑی دیر کے لیے ٹکڑے الٹ دیں تاکہ جلدی خشک ہوجائیں اور بعد میں ٹرے میں سجا کر پیش کریں بیسن کی برفی تیار ہے۔

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

فش تکہ بوٹی

اشیاء

مچھلی کا گوشت	آدھا کلو
سرکہ	ایک پیالی
لیموں	ایک عدد
دہی	130 گرام
نمک اور سرخ مرچ	حسب ضرورت
گھی	حسب ضرورت
سوکھا دھنیا	ایک ٹی اسپون
لہسن	آٹھ جوئے
سفید زیرہ	ایک ٹی اسپون
لونگ	دو عدد

دار چینی	ایک انچ کا ٹکڑا
ادرک	دو انچ کا ٹکڑا
گرم مسالا	ایک ٹی اسپون

ترکیب:

مچھلی کے گوشت کی ایک مربع انچ کی چوکور بوٹیوں کو لہسن، نمک اور سرکے میں ملا کر دو گھنٹے پڑا رہنے دیں۔ اب دیگچی میں تین پیالی پانی ڈال کر لونگ دار چینی اور بوٹیاں ڈال کر ابال لیں، جب بوٹیاں ادھ گلی ہوجائیں تو پانی خشک کرکے اتار لیں۔ دہی میں پسا ہوا تمام مسالا ملا دیں۔ اب بوٹیوں کو سیخ پر لگا کر دہکتے ہوئے کوئلوں پر ذرا ذرا گھی لگا کر سینک لیں اس تکہ بوٹی پر لیموں نچوڑ کر سلاد اور چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

سدرہ شاہین...... پیرووال

لوبیا

ضروری اشیاء:

لوبیا (ابلا ہوا)	ایک کپ
لہسن کے جوئے	دو عدد
زیتون کا تیل	ایک کھانے کا چمچ
تاہینی پیسٹ	تین کھانے کے چمچ
لیموں کا رس	تین کھانے کے چمچ
لال مرچ پاؤڈر	ایک چٹکی

ترکیب:

لوبیا ابال کر اس کے پانی کو محفوظ کرلیں۔ بلینڈر میں لوبیا ابلا ہوا پانی ایک کپ اور بقیہ تمام اجزاء ملا کر اچھی طرح بلینڈ کرلیں، 20 سیکنڈ تک بلینڈر چلاتے رہیں اگر سوس گاڑھا ہے تو تھوڑی مقدار میں پانی مزید شامل کریں۔ پیالے میں نکال کر زیتون کا تیل چھڑک دیں، اس مزیدار ڈپ کو آپ گرلڈ چکن کے ساتھ سرو کرسکتی ہیں یا سینڈوچز پر اسپریڈ کے طور پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔

پرنس افضل شاہین...... بہاولنگر

چٹ پٹا پاستا

اجزاء:

پاستا (ابلا ہوا)	ایک کپ
آلو (ابلے ہوئے)	آدھا کلو
سرخ لوبیا (ابلا ہوا)	ایک کپ
چاٹ مسالا	حسب ضرورت
لیموں کا رس	تین چمچ
املی کا رس	آدھا کپ
سبز مرچ	ایک عدد
بند گوبھی	ایک پیالی
ٹماٹر (بڑا سائز)	ایک عدد
پیاز (بڑا سائز)	ایک عدد

ترکیب:

سب سے پہلے کسی بڑے باؤل میں پاستا، آلو، سرخ لوبیا، املی کا رس، لیموں کا رس ڈال کر مکس کردیں

پھر بند گوبھی، سبز مرچ، ٹماٹر باریک کاٹ کر ڈال دیں۔ پیاز کو باریک کاٹ کر نمک لگا کر رکھ دیں، دو منٹ بعد دھو کر ڈال دیں پھر حسب ضرورت چاٹ مسالا ڈال کر سرو کریں۔

درخشاں بی...... چوٹالہ

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

ذراسی توجہ! آپ کے چہرے کو یکسر تبدیل کر سکتی ہے اس سے فرق نہیں پڑتا کہ دنیا آپ کو کس نظر سے دیکھتی ہے آپ کے چہرے پر لازمی ایسے اثرات نمودار ہوتے ہیں جو آپ کو ناپسند ہوتے ہیں۔ آپ سوچتے ہیں کہ آپ کی ناک چوڑی ہے یا آپ کی آنکھیں اندر کی جانب ہیں

ساتھ ساتھ گالوں کی ہڈیاں کافی بڑی ہیں اور یہ رس گلے سے مشابہت رکھتی ہیں۔

میک اپ سے واضح کریں

یہ خرابیاں اس وقت واضح ہو کر سامنے آتی ہیں جب پرفیکشن آپ کا مقصد ہوتا ہے اور آپ ان خرابیوں کو میک اپ کے ذریعہ چھپا سکتی ہیں۔ آپ میک اپ کے ذریعہ چیزوں کو ہائی لائٹ یا چہرے کی خامیوں کو چھپا سکتے ہیں۔

میک اپ آرٹسٹ کے مطابق میک اپ کا اہم فائدہ یہ ہے کہ آپ اپنے بہترین فیچرز کو مدنظر رکھیں۔ بہت سی عورتوں کے بڑے گال ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ہمارے پاس بڑی خوب صورت آنکھیں اور بھویں ہیں۔ وہ مشورہ دیتی ہیں کہ ہم انہیں کاجل کے ذریعہ سنوارتے ہیں۔

آپ کی بھویں گالوں اور جبڑے کو متوازن رکھتی ہیں اگر آپ کی بھویں پتلی ہیں فوراً توجہ آپ کے گالوں کی جانب جاتی ہے' بالوں کا انداز آپ کے چہرے کو نمایاں کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

پیشانی سے بالوں کو اس طرح کاٹنا کہ وہ ماتھے پر لٹکیں' آپ کو چوبیکر لک دیتا ہے۔ یہ انداز لوگوں کے لیے بہترین ہے' جن کا چہرہ اینگولر ہے اور خصوصاً گول چہرے والوں کے لیے یہ زیادہ اچھا نہیں رہتا ہے۔

میک اپ کی دو جزئیات ہیں ہائی لائٹنگ اور کنٹورنگ ہائی لائٹنگ میں ہلکے رنگوں کے ذریعے آپ کے اچھے خدوخال کو نمایاں کیا جاتا ہے (ہلکے رنگ روشنی کو منعکس کرتے ہیں اس طرح خدوخال زیادہ واضح ہوتے ہیں) ہلکے رنگ کے پاؤڈر کو ماتھے پر لگائیں پھر ناک اس کے بعد گالوں اور ٹھوڑی پر۔

کنٹورنگ میں گہرے رنگ استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ خدوخال چھوٹے لگیں اور ایسے رنگ ہوں جو روشنی کو جذب نہ کریں۔ اس سلسلے میں جو پاؤڈر کے گہرے رنگ استعمال کیے جاتے ہیں وہ جلد کی رنگت کے لحاظ سے منتخب کیے جاتے ہیں پاؤڈر کو چہرے گال اور ٹھوڑی کے نیچے کی جانب لگائیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے چہرے کا کوئی حصہ واضح نہ ہو تو اس جگہ کو گہرے رنگ سے شیڈ دیں اور اگر کسی خدوخال کو واضح کرنا چاہتے ہیں تو ہلکے رنگوں کو استعمال کریں۔

ان دونوں مرحلوں میں بلینڈنگ سب سے اہم کردار ادا کرتی ہے۔ چاہے آپ ہائی لائٹ کریں یا کنڈرنگ اس کا نتیجہ حیرت انگیز نکلتا ہے۔ ماہرین ہر دفعہ چہرے کو کنٹورنگ کرنے کا مشورہ نہیں دیتے یہ عملی طور پر ممکن نہیں کیونکہ لوگ عام طور پر جانتے ہیں کہ آپ کون سا میک اپ استعمال کررہی ہیں۔ اس طرح کا میک اپ خاص طور پر شام کی تقریبات کے لیے بہترین رہتا ہے۔

میک اپ کرنے کا طریقہ

ایسا فاؤنڈیشن لیں جو آپ کے چہرے کی رنگت کی مناسبت سے ہو اور ایک ہموار سطح بنائیں جب ایک قدرتی بیس بن جائے تو آپ کا چہرہ اب میک اپ کے لیے تیار ہے۔

دوسرے مرحلے میں اپنے چہرے کو جانچنے اور اس کے مطابق چیزوں کو ہائی لائٹ یا کنٹور کریں۔

تیسرا مرحلہ بلشر کا آتا ہے' جس کا انتخاب بھی اپنے چہرے کی رنگت کے حساب سے کریں اور اسے اپنے کپڑوں سے ملانے کی کوشش نہ کریں۔

ہونٹوں کے لیے رنگوں کا انتخاب کپڑوں کے لحاظ سے کر سکتے ہیں مگر اس میں بھی جلد کی رنگت کا خیال رکھیں۔ رنگوں کے انتخاب کے ساتھ ایسی مصنوعات کا بھی انتخاب کریں' جو رنگوں کی مناسبت سے ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ کی بھنوؤں کا رنگ آپ کے بالوں کی رنگت سے مناسبت رکھنا چاہیے۔

اپنے چہرے کی ساخت کو سمجھیں

سب سے پہلے آپ اپنے چہرے کی ساخت کا جائزہ لیں اس بات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے چہرے پر سے بالوں کو دور رکھیں اور اپنے چہرے کے نمایاں حصوں کو شیشے میں دیکھیں۔

سات بنیادی چہرے کی ساخت پائی جاتی ہیں۔

(۱) بیضوی (۲) گول (۳) لمبا (۴) چوکور (۵) دل کی شکل کا (۶) ناشپاتی کی شکل (۷) مستطیل

(۱) بیضوی چہرہ: یہ سب سے آئیڈیل ساخت مانی جاتی ہے۔

(۲) گول چہرہ: اس کو پتلا بنانے کی ضرورت ہے۔ چہروں کی سائیڈوں پر شیڈ استعمال کریں۔ ترچھے انداز میں کانوں کے درمیان سے گالوں تک شیڈ لگائیں۔ یہ لمبائی کا تاثر دیتا ہے۔ گالوں کے اوپر شیڈ نہ لگائیں اور ایسے بال بنائیں جو کہ چہرے کے سائیڈ پر ہوں۔

(۳) لمبا چہرہ: ٹھوڑی کو شیڈ کیا جاتا ہے' جس سے چہرے کی لمبائی کم ہو جاتی ہے۔ آپ بلشر کو گالوں پر لگائیں کہ چہرہ گول لگے۔ سائیڈوں سے بالوں کو چہرے پر گرائیں اس طرح چہرے کی چوڑائی میں اضافہ ہوگا۔

(۴) چوکور چہرہ: جبڑے کو شیڈ کریں اس طرح ہلکا گولائی کا تاثر ملتا ہے۔

(۵) دل کی شکل کا چہرہ: اس قسم کے چہرے پر گالوں پر بلشر لگائیں۔ اس قسم کے چہرے پر زیادہ شیڈ رنگ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے ماسوائے ماتھے کے کناروں سے مانگ تک۔

(۶) ناشپاتی کی شکل کا چہرہ: یہ دل کی شکل کے چہرے کی ضد ہے یہ نیچے سے چوڑا اور اوپر سے پتلا ہوتا ہے' ایسے طریقے استعمال کریں جو اس کی چوڑائی میں اضافہ کریں۔

(۷) مستطیل چہرہ: اس کو چہرے کے کناروں سے شیڈ کریں اور جبڑے تک لائیں تاکہ چہرے میں بیضوی تاثر شامل ہو جائے۔

آپ کی ناک کیسی ہے؟

بعض اوقات ناک آپ کے لیے سب سے زیادہ مسائل کھڑے کرتی ہے ناک کی کنٹورنگ کے ذریعہ چہرے کو متوازن کیا جاسکتا ہے۔

اگر آپ کی چپٹی ناک ہے تو ناک کے درمیان سے نیچے کی جانب ہائی لائٹ کریں اور اسے بلینڈ کریں۔

اگر آپ کی بڑی ناک ہے تو اسے پتلا کرنے کے لیے اپنی جلد کی رنگت کی مناسبت سے گہرے رنگ لیں' ناک کے کنارے کو شیڈ کریں اور پھر ہلکے رنگ کی مدد سے ناک کے درمیانی حصے کو شیڈ کریں اور بلینڈ کریں۔

اگر آپ کی ناک چھوٹی ہے تو اسے بڑا دکھانے کے لیے گہرے رنگ سے ناک کے درمیانی حصے کو شیڈ کریں اور ناک کے کناروں کو ہلکے رنگوں سے شیڈ کریں۔

اگر آپ کی ناک لمبی ہے تو گہرے رنگ کو ناک کی نوک پر لگائیں جو کہ دونوں نتھوں کے درمیان کا حصہ ہوتا ہے۔

یاد رکھیں

کنٹورنگ کے لیے ایسے رنگوں کا انتخاب کریں جو آپ کے چہرے کی رنگت کے مقابلے میں زیادہ گہرے ہوں اور اس کے لیے تین چیزیں اہم ہیں:۔

☆ کنٹورنگ برش
☆ بلش ان برش
☆ رنگ جو ایک دوسرے سے میل کھاتے ہیں۔

سالگرہ

سوچتی ہوں جانِ جاں، تجھ کو کیا تحفہ دوں
تاروں اور چندا کے ہاتھوں تجھے سندیسہ دوں
ماہتابوں کی چمک تجھ کو میرا رب بخشے
آفتابوں کی ضیاء پاشیوں کا سہرا دوں
مانگ تیری بھرے میرا خدا کہکشاں سے
آسمانوں کی رفعت کا تجھے گلدستہ دوں
پائے ہر گام پر منزلِ اوج پر جا پہنچے
تیری جو خواہش ہو، جان و دل کا تحفہ دوں
"آنچل" کی حرمت کو ایک جہاں مانتا ہے
ہر گھر میں تو رہے، تجھ کو یہ دعا دوں

مہر گل...... اورنگی کراچی

میرا آنچل مجھے چاند جیسا لگتا ہے
مجھے چاند بہت اچھا لگتا ہے
میرا آنچل مجھے چاند جیسا لگتا ہے
میرے آنچل کے اندر اتنے ستارے ہیں
جس طرح چاند کو دل چاہتا ہے رات بھر تکتے رہیں
اس طرح آنچل کو دل چاہتا ہے رات بھر
پڑھتے رہیں
چاند کو دیکھ کر آنکھوں کو روشن کرتے ہیں
آنچل کو پڑھ کر دل کو روشن کرتے ہیں
لیکن آنچل دنیا میں سب کے لیے خوشیوں کا میلا ہے
چاند نکلنے کا سب کو انتظار رہتا ہے
تو آنچل بھی ہاتھ میں آتے ہی دل کو قرار ملتا ہے
میرے اللہ! جس طرح چاند کو
قیامت تک آسمان پہ چمکائے رکھنا ہے
میرے اللہ اسی طرح آنچل کو قیامت تک
ساری دنیا میں نمبر ون بنائے رکھنا، آمین

نائلہ اشفاق......کوٹ غلام محمد

غزل

بے وفا لمحوں کو گزر جانے دو
چھوڑ دو اس حال میں مر جانے دو
دل جرأتِ اظہار نہ کر بیٹھے کہیں
دل کے پہلو سے خیال اتر جانے دو
گرتے ہوئے آشیانے کو سہارا کیسا
مقدر میں بکھرنا ہے بکھر جانے دو
گردشِ دوراں نے بہت زخم دیئے ہیں
ہمیں آگ کے دریا میں اتر جانے دو
خواہشِ زیست سے تھک گیا ہوں تنویر
دامنِ قسمت میں اب خاک کو بھر جانے دو

سید تنویر کاظمی......قصبہ ننکانی

غزل

نظر کے سامنے تیرے سوا نہیں کوئی
تو اس قدر حسیں ہے، دوسرا نہیں کوئی
نجانے کتنے اندھیروں نے گھیر رکھا ہے
اجالا جس سے ہو، ایسا دیا نہیں کوئی
تجھے ہی سوچنا اور بس شاعری کرنا
علاوہ اس کے میرا مشغلہ نہیں کوئی
نجانے آج کل اس کا مزاج کیسا ہے
ابھی تو اس سے ہوا رابطہ نہیں کوئی
کسی کے در کی گدائی ہمیں بھی حاصل ہو
ہمیں وہ مرتبہ حاصل ہوا نہیں کوئی
قدیر رانا بھلا کس طرح ملے آ کر
تری زبان پہ حرفِ دعا نہیں کوئی

قدیر رانا......راولپنڈی

غزل

بدلا نہ مری آنکھ کا منظر تمام رات
دیکھا بڑے ہی غور سے اکثر تمام رات
انگلی پکڑ کے یاد تری لے گئی مجھے
لیتا رہا پھر کروٹیں بستر تمام رات
اک جل پری کا خواب تھا آنکھوں کی جھیل تھی
گرتے رہے دلان میں پتھر تمام رات
جگنو تھا رہنما نہ کوئی راہ میں چراغ
لگتی تھی گام گام پر ٹھوکر تمام رات
تم خواب گاہ میں سوگئے کمخواب اوڑھ کر
گلیوں کو ناپتے رہے بے گھر تمام رات
اب پوچھتے ہو کیا مجھے الجھن میں ڈال کر
آنکھوں میں کٹ گئی مری کیونکر تمام رات
پنچھی نڈھال آگرا، ارشد زمین پر
اُڑتا رہا ہواؤں میں شہپر تمام رات

ارشد محمود ارشد......سرگودھا

پیاری دوست زاہدہ (مرحومہ) کے نام

پہلے خوشبو تھی اب داستاں ہوگئی
ایک تتلی نجانے کہاں کھوگئی
دیکھ لے آکے ممتا کو روتے ہوئے
درد سہتے ہوئے چین کھوتے ہوئے
یاد کرتی ہیں لمحہ بہ لمحہ تجھے
اپنے آنچل سے اشکوں کو دھوتے ہوئے
چھوڑ کر گود ان کی تو اے لاڈلی!
اوڑھ کر خاک چپ چاپ کیوں سوگئی
ایک تتلی نجانے کہاں کھوگئی
دیکھ شاہدہ کو روتے بلکتے ہوئے
اور ثمینہ کو تنہا سسکتے ہوئے
تیری گڑیا کا غم سے بُرا حال ہے
بن تیرے سانس لینا بھی محال ہے
اپنے بھائیوں کی آنکھوں کے آنسو تو گن
دیکھ کتنے ہیں افسردہ یہ تیرے بن
اپنی بیٹی پر بھی ترس کھایا نہیں
خیال اس کا بھی کیوں تجھ کو آیا نہیں
یاد کر کے تجھے نازی بھی رو گئی
ایک تتلی نجانے کہاں کھوگئی

(شاعرہ: نازیہ کنول نازی)

آتشِ عشق

یہ عشق کی راہیں ٹیڑھی میڑھی
نہ کوئی زینہ، نہ کوئی سیڑھی
چلتے ہیں سب اس منزل کو
چاہے اس میں کھوجائے دل
عشق کی راہیں اونچی نیچی
کچھ بھی اس میں ہاتھ نہ آئے
جادو سر پہ چڑھتا جائے
عشق کا روگی چین گنوائے
آس کے ہر پل دیپ جلائے
عشق کا دریا آگ ہی آگ
پلک نہ جھپکے دن بھر
رات گزارے جاگ جاگ
یہ کر دے اپنی ذات سے بے کل
"عشق کا رستہ آبلہ پائی
تھا کوئی عقل والا ہی
جس نے بھی یہ بات بنائی

فصیحہ آصف خان......ملتان

غزل

تمام عمر حساب و کتاب میں گزری
خوشی، غمی، گناہ و ثواب میں گزری
تمہارے لیے تو شجرِ سایہ دار ٹھہرے ہم
مگر ہماری بہت ہی عذاب میں گزری
گو زندگی تھی چھوٹی لیکن جس قدر بھی
الجھتے ہوئے دلِ خانہ خراب میں گزری
شکستہ پا کھڑی ہوں نظر میں کچھ بھی نہیں
تمام عمر تلاشِ سراب میں گزری

(نزہت جبین ضیاء)

غزل

دیارِ غیر ہے جس کا ٹھکانا ایک مدت سے
بنا اس کے ہمارا گھر ہے سُونا ایک مدت سے
مہک اس گل بدن کی اب بھی تحریروں سے آتی ہے
ہوا ہر ایک اس کا خط پرانا ایک مدت سے
ہوئی دستک ہزاروں بار ہم نے در نہیں کھولا
کسی سے بھی نہیں ملنا ملانا ایک مدت سے
اداسی اور ویرانی سے اب ہے دوستی اپنی
بہاریں اور نہ موسم سہانا ایک مدت سے
وہ جس کا مشغلہ تھا تتلیوں کے پَر جلا دینا
سلگتا ہے اسی کا آشیانہ ایک مدت سے
وداع کے وقت دیکھا تھا کسی کا بھیگتا کاجل
ہمیں بھولا ہوا ہے مسکرانا ایک مدت سے
اسی کے ہجر میں، میں دکھ بھرے اشعار کہتا ہوں
کیا ہے ترک جس نے دوستانہ ایک مدت سے
سنا ہے جب کوئی پُرسوز نغمہ آنکھ بھر آئی
ہے دل کا کام اب رونا رلانا ایک مدت سے
فصیلِ شہر پر رہتا ہے اس کا منتظر راہی
نہیں ہی یاد جس کو لوٹ آنا ایک مدت سے

برکت راہی ڈگری......سندھ

نظم

تم کہتے تھے کہ آؤ گے
جب جیون رستہ دلدل ہوگا
جب چاند تنہا پاگل ہوگا
اور من میرا بے کل ہوگا
تم کہتے تھے کہ آؤ گے
جب برف گری پہاڑوں پر
جب یخ بستہ ہوائیں سرخی پھیلائیں
صبیح رخساروں پر
جب لمحے ہنسے بہاروں پر
جب بادِ صبا ٹھہری کہساروں پر
تم کہتے تھے کہ آؤ گے
جب آنکھوں میں رات گزرے گی
اور خواہش زمیں پر بکھرے گی
جب رنگ نہ ٹھہرے نظاروں پر
اور عکس نہ ابھرے دیواروں پر
تم کہتے تھے کہ آؤ گے
جب خوشیاں ساری چُن لوگے
جب دسمبر کے دن گن لوگے
اب آؤ کہ برف گر گئی ہے
رخسار بھی سرخ اور چاند بھی پاگل ہے
آؤ کہ نقش ادھورے ہیں
آؤ کہ عکس نہ پورے ہیں
تم آ جاؤ! تم کہتے تھے کہ آؤ گے

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

غزل

اس کے کھونے کا گماں ہوتا رہا
مجھ کو رونے کا گماں ہوتا رہا
زندگی کھیلنے کی چیز نہیں
کیوں کھلونے کا گماں ہوتا رہا
جو نہیں چاہتی تھی ہو جائے وہی
اس کے ہونے کا گماں ہوتا رہا
جو کبھی ہو ہی نہیں پایا میرا
اس کے ہونے کا گماں ہوتا رہا
وہ تو مٹی کا ڈھیر تھا صاحب
جس پہ سونے کا گماں ہوتا رہا
زندگی رائیگاں گئی ہے کنول
کچھ نہ ہونے کا گماں ہوتا رہا

یاسمین کنول......پسرور

سنو! تم لوٹ آؤ نا

سنو! تم لوٹ آؤ نا
پکار رہا ہے تمہیں کوئی خود سے بے خبر
لیکن تم سے آشنا رہا ہے کوئی
سنو! تم لوٹ آؤ نا
اس سے پہلے کہ غم ہجر کے ساحل میں
ڈوب جائے کوئی
سنو! تم لوٹ آؤ نا
اس سے پہلے کہ پہاڑ کی طرح ریزہ ریزہ
ہو کر
ٹوٹ جائے کوئی
سنو! تم لوٹ آؤ نا
اس سے پہلے کہ وقت تمام ہو جائے
اور زندگی کی شام ہو جائے
سنو! تم لوٹ آؤ نا

رانی اسلام......گوجرانوالہ

غزل

اس بستی سے جو جاتا ہے
جانے کہاں وہ کھو جاتا ہے
کبھی نہ لوٹ کے واپس آئے
اس رستے پہ جو جاتا ہے
بچھڑ گیا جو بچھڑ گیا بس
یادوں کا ہی ہو جاتا ہے
ملنا مشکل ہو جاتا ہے
دل جب بھیڑ میں کھو جاتا ہے
کتنا ہے آسان یہ کہنا
جو ہونا ہے ہو جاتا ہے
ساری ساری رات میں جاگوں
جانے مجھے کیا ہو جاتا ہے
شعر نہیں میں سوچ کے لکھتی
ایسے ہی بس ہو جاتا ہے
یادوں کا اک لمحہ کنول جی
کتنا بھاری ہو جاتا ہے

یاسمین کنول......پسرور

دُھند

لوٹ آؤ کہیں ایسا نہ ہو
فاصلوں کی یہ دھند جسموں میں
صورتِ خون
بسیرا کر لے

انا شاہ زادہ......گجرات

بیاضِ دل

میمونہ تاج

حمیرا نگاہ......ملکوال

سیلِ رواں ٹھہر سا گیا ہے اک جگہ
گویا مدت ہوئی ہے تجھ سے گفت وشنید کیے ہوئے

بشریٰ نوید باجوہ......اوکاڑہ

دوستوں سے کیا صلہ مانگیں اپنی وفاؤں کا
بے وفا ہے ہر کوئی یہ دل کس سے بہلائیں گے
سچ بولو گے تو نوید پتھر کھاؤ گے
منافقت ہے چار سو اب کدھر جاؤ گے

تسنیم چوہدری......یو کے

دوستوں کے ہجوم میں ناصر
میرے اندر کا شخص تنہا ہے

زیڈ این پاکیزہ سحر......سکھر

دل نشین کیوں نہ ہوگا میری اداس آنکھوں میں پاکیزہ
میں نے اک عمر گزاری ہے چاند جیسے ہم سفر کے ساتھ

مسکان قدیر......قصور

کیا غم ہے کیا خوشی ہے معلوم نہیں
وہ اپنا ہے یا اجنبی معلوم نہیں
جس کے بغیر اک پل نہیں گزرتا
کیسے گزرے گی یہ زندگی معلوم نہیں

ظل ہما......فیصل آباد

آرزو، ارمان، چاہت، مدعا کچھ بھی نہیں
تھا بہت کچھ پاس لیکن اب رہا کچھ بھی نہیں
کیسی کیسی قیمتی چیزوں سے اٹھا ہے حجاب
دوستی، دلجوئی، ہمدردی، وفا کچھ بھی نہیں

مانو جگنو......کوٹ چوعظہ

کرب کے شہر میں رہ کر نہیں دیکھا تُو نے
کیا گزرتی رہی ہم پر، نہیں دیکھا تُو نے
اے مجھے صبر کے آداب سکھانے والے
جب وہ بچھڑا تھا وہ منظر نہیں دیکھا تُو نے

سیدہ آرائین جیا......تلہ گنگ

اوّل تو نہیں آتی نیند آ بھی جائے تو
خواب پھر ستاتے ہیں بارشوں کے موسم میں
ذرا بھی پاس وفاؤں کا انہیں ہرگز نہیں ہوتا
جو لوگ چھوڑ جاتے ہیں بارشوں کے موسم میں

نازیہ کنول نازی......ہارون آباد

صرف اک دل کا ٹوٹنا نازی
تم نے تو حشر ہی اٹھا ڈالا

کامران خان......کوہاٹ

نرم نرم پھولوں کا رس نچوڑ لیتی ہے وصیؔ
پتھر کے دل ہوتے ہیں تتلیوں کے سینے میں

امبر گل......جھڈو (سندھ)

وہ خواب تھا بکھر گیا' خیال تھا ملا نہیں
مگر دل کو کیا ہوا' یہ کیوں بجھا پتا نہیں
ہر ایک دن اداس دن' تمام شب اداسیاں
کسی سے کیا بچھڑ گئے کہ جیسے کچھ بچا نہیں

شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

غیر تو غیر اپنوں کو بھی اپنا نہ سمجھو
اپنے ہی تو کرتے ہیں برباد یہاں
آشیاں جل رہے ہیں لوگو اپنے چراغ سے
بہت کم ہیں آستاں آباد یہاں

نبیلہ کنول......عبدالحکیم

ہم تو وہ انا پرست ہیں جو ہار کے بھی کہتے ہیں
وہ منزل ہی بدنصیب تھی جو ہم کو نہ پاسکی

شمع مسکان......جام پور

شدتِ درد سے شرمندہ نہیں میری وفا فرازؔ
جو گہرے دوست ہیں وہ زخم بھی گہرا دیں گے

سمیرا مشتاق ملک......اسلام آباد

دل کے جلتے ہوئے جنگل کو بنادے طوفان
دنیا والوں نے فقط تیز ہوائیں دی ہیں
ہم نے خیرات بھی مانگی ہے تو لوگوں نے ہمیں
کبھی نفرت' کبھی مرنے کی دعائیں دی ہیں

لبنیٰ شاہین......بنڑ توپہ

میری نیند کا پلکوں سے کوئی تعلق نہیں وصیؔ
وہ کسی اور کا ہوجائے گا اسی سوچ میں رات گزر جاتی ہے

درخشاں بی......چوٹالہ

نہ محبت نہ دوستی ہمیں کچھ راس نہیں محسنؔ
سب بدل جاتے ہیں ہمارے دل میں جگہ بنانے کے بعد

رضوانہ ملک......جلالپور پیروالہ

آنسو بھی آج روانی سے بہہ رہے ہیں وصیؔ
لگتا ہے آج تیری یاد کا موسم عروج پر ہے

سعدیہ ملک......جلالپور پیروالہ

دل کی بات لبوں پر لاکر اب تک ہم دکھ سہتے ہیں
ہم نے سنا تھا کہ اس شہر میں دل والے بھی رہتے ہیں

سائرہ پرواکرن......راجن پور

اب تو زمانے کے رسم ورواج بھی بدل گئے
ہم جنہیں چاہتے تھے' ان کے مزاج بدل گئے
جاتے جاتے وہ ہم سے کہنے لگے وصی
بدل جاؤ تم بھی' دیکھو ہم بھی بدل گئے

فیض اسحاق......سرگودھا

ساتھ چلے دل کے' دل کو روکا نہیں ہم نے
جو اپنا نہ تھا' اسے ٹوٹ کر چاہا ہم نے
اک دھوکے میں کٹی ہے عمر ساری ہماری
کیا بتائیں کسے کھویا کسے پایا ہم نے

زہرہ دلدار......پنڈوڑی، جہلم

جو اندازِ تعظیم ہے امیروں جیسا
مرے اندر کا ہے انسان فقیروں جیسا
ہم نے چہرے پر سجا رکھی ہے شہر کی رونق
مرے دل کا عالم ہے ویراں جزیروں جیسا

نمرہ افتخار......اختر آباد اوکاڑہ

اپنا ہی دل اپنی تنہائی کا سبب ہوتا ہے
یہ محبت کا زمانہ بھی عجب ہوتا ہے
کون سی بات کسی شخص کا دل توڑ دے
بولنے والے کو یہ احساس ہی کب ہوتا ہے

شفق راجپوت......گوجرہ

گم گشتہ فاصلے کو جب اپنی خبر ملی
رستہ دکھانے والا ستارہ نہیں رہا
کیسی گھڑی میں ترکِ سفر کا خیال ہے
جب ہم میں لوٹ آنے کا یارا نہیں رہا

ارسہ عرفان......عارف والہ

ہمارے خواب سے بہتر خیال بُنتا ہے
عجیب شخص ہے پانی پر جال بُنتا ہے
وہ لفظ لفظ میں بُنتا ہے معجزوں کا وجود
کہانیاں بھی وہ کمال بُنتا ہے

سیما ممتاز عباسی......اوکاڑہ

جہاں سوال کے بدلے سوال ہوتا ہے
وہیں محبتوں کا زوال ہوتا ہے
کسی کو اپنا بنانا بڑا ہنر ہے مگر
کسی کا بن کے رہنا کمال ہوتا ہے

شگفتہ خان......بھلوال

ناخن کی طرح پھینک دیا مجھ کو تراش کر
شاید میں اپنی حد سے آگے نکل گیا تھا

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

حمد باری تعالیٰ

تُو رحمٰن رحیم و علیم ہے
تری شان سب سے عظیم ہے
چاند تارے کوہسار کہکشاں
ذرّے ذرّے میں تری قدرت عیاں
صحراؤں میں پھول کھلانے والی
تری ذات اعلیٰ پاک ہے
پتھروں میں بھی کیڑوں کو رزق دینے والا
تُو غنی مغنی مالک الرزاق ہے
نوید کے گناہوں پر پردہ ڈالنے والا
الٰہی تُو ستار غفار وہاب ہے

بشریٰ نوید باجوہ...... اوکاڑہ

آنچل کے نام

جلتی شمعیں، روشن چہرے
کانی لڑیاں نازک سرے
نرگس، بیلا، موتیا لالہ
جوہی چمپا اور بنفشہ
ہر کوئی شاد ہے نا
آج تمہاری سالگرہ ہے
دیکھو! ہم کو یاد ہے نا!
سدا تاروں کی طرح چمکو
سدا چاند بن کر ابھرو
یہ میرے دل کی دعا ہے نا
آج تمہاری سالگرہ ہے
دیکھو! ہم کو یاد ہے نا!

فرح وفا...... کراچی

عورت کی عظمت

ایک روز میں نے چنار کی چادر اوڑھے وفا کی زنجیریں پہنے، محبت کی مسکراہٹیں سمیٹے، دل میں ممتا کی چاندی چھپائے، والدین کی عزتوں پر قربان ہونے کے لیے گلے میں پھندا ڈالے ایک ہستی کو دیکھا جو بار بار گرتے گرتے سنبھل رہی تھی مگر کسی چیز کو گرنے نہ دیتی تھی کہ ہر چیز کا اسے پاس تھا۔

میں نے اسے دیکھا اور سوچتے رہ گیا کہ واقعی یہ تمام بوجھ صرف اور صرف عورت ہی اٹھا سکتی ہے۔

اے عورت! تیری محبتوں پر ہزاروں عقیدت کے پھول قربان کہ تُو ہی ان کی اہل ہے۔

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش

کون سی رُت تیرے نام لکھوں
جنوری کی صبح روشن
کہ فروری کا ابھرتا جوبن
مارچ کھلا کھلا سا
کہ اپریل دھلا دھلا سا
مئی کی اگتی ہوئی دھوپ
کہ جون کا چبھتا ہوا سکوت
جولائی کا سر چڑھتا ہوا سورج
کہ اگست میں غلامی کا ڈھلتا ہوا سورج
ستمبر میں جنم لیتی کوئی خواہش
کہ اکتوبر میں پیار کی بارش
نومبر کی ساری رعنائیاں
کہ دسمبر کی ساری تنہائیاں
بتا اے میرے دوست! نئے سال
کہ کون سی رُت تیرے نام لکھوں

صدف سلیمان...... شور کوٹ شہر

خوشبو جیسی بات

❖ دعا کبھی بے کار نہیں جاتی البتہ قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہیں۔

❖ بہترین عبادت دعا ہے۔

❖ ہر انسان اپنے ساتھ ایک بے باک راہبر رکھتا ہے وہ ہے اس کا ضمیر۔

❖ دعا مصیبت اور بلا کو ٹالتی ہے۔

سباس گل...... رحیم یار خان

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

جو عقل مند ہیں وہ فکر کی گہرائیوں میں اتر کر دانش کے موتی پیدا کرتے ہیں۔ (سوامی)

چھوٹا سا عمل

رات کے تنہائی میں ٹپکنے والے آنسو زمانے بدلتے ہیں اور طوفانوں کا رخ موڑتے ہیں۔

مریم جبین...... نکال

شکر گزار ہوں

❖ شکر گزار ہوں کہ آپ کو کئی نئی چیزوں کا علم نہیں ہے کیونکہ اس سے آپ کو نئی باتیں سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔

❖ شکر گزار ہوں کہ آپ کو ہر چیز میسر نہیں جس کی آپ کو خواہش ہے اگر ہوتی تو آپ کس چیز کی آرزو کرتے؟

❖ شکر گزار ہوں مشکل اوقات میں کیونکہ اپنی اوقات میں آپ پروان چڑھتے ہیں۔ شکر گزار ہونا چاہیے درپیش چیلنجز کا کہ ان سے آپ کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور آپ کے کردار اور سیرت کی تعمیر ہوتی ہے۔

❖ شکر گزار ہوں آپ اپنی غلطیوں کا کہ غلطیاں آپ کو زندگی کے بہت سے قیمتی سبق سکھاتی ہیں۔

❖ شکر گزار ہوں جب آپ تھک جاتے ہیں اور خوش ہوں کہ کام کی انجام دہی میں آپ نے بھرپور کوشش کی ہے۔

❖ شکر گزار ہوں اپنی ناکامیوں پر کہ ناکامیوں کے بعد نعمتوں اور خوشیوں سے لبریز زندگی انہیں ہی ملتی ہے۔

❖ شکر گزاری کا رویہ منفی چیزوں کو مثبت میں تبدیل کر دیتا ہے اور آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

عروسہ شہوار...... کالا گوجراں، جہلم

آنچل کے نام

زندگی میں بہت سے رسالے ملیں گے
کہیں کم کہیں زیادہ ملیں گے
پڑھنا ذرا سوچ سمجھ کر
ضروری نہیں ہر جگہ آنچل ملیں گے

نبیلہ، انیلہ، عائشہ، اقرا، اقصیٰ...... عبدالحکیم

کامل دعا

اے اللہ! آج میں تجھ سے دعا مانگتی ہوں۔ کامل ایمان، سچا یقین، کشادہ رزق، عاجزی اور پیار کرنے والا دل، تیرا ذکر کرنے والی زبان، حلال اور پاک روزی، سچے دل سے موت سے پہلے توبہ، موت کے وقت کلمہ اور آسانی، مرنے کے بعد مغفرت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، سفارش اور رحمت اور حساب کے وقت بخشش۔

الیس عطاریہ...... بارہ قلعہ

کل اور آج

❖ کل لوگ نمک اور دال سے روٹی کھا کر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے لیکن آج بریانی اور مٹن کھا کر کہتے ہیں "مزا نہیں آیا"۔

❖ کل پردہ عورت کی زینت تھا اور آج کھڑکیوں اور دروازوں کی زینت ہے۔

❖ کل کھڑے ہو کر کھانا بدتمیزی سمجھا جاتا تھا لیکن آج فیشن سمجھا جاتا ہے۔

❖ کل لوگوں میں پیار تھا لیکن آج ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔

کل لوگ سنت کو فروغ دیتے تھے اور آج فیشن کو فروغ دیتے ہیں۔

❖ کل لوگ اللہ کے ذکر میں لگے رہتے تھے اور آج لوگ کاروبار میں لگے رہتے تھے۔

❖ کل کے لوگوں میں اللہ کا ذکر عام تھا اور آج لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہیں۔

ندیم اکبر، مبشر وقاص...... کبیر والہ

یادوں کے جھرمٹ میں

یادوں کے جھرمٹ میں
ہر پل تیرا خیال رہتا ہے

سب کچھ بھول جاتا ہے
بس تیرا چہرہ یاد رہتا ہے
حسن مٹنے کی چیز پیارے
کب دیر تلک یہ رہتا ہے
ہر شے فانی مٹ جانے والی عندلیب
بے غرض سچا پیار باقی رہتا ہے
تجھ سے بچھڑنے کا خوف سائے کی طرح
ہر سانس کی آہٹ پر لپٹا رہتا ہے

یاسمین عندلیب...... شورکوٹ کینٹ

گوہر آبدار

❖ وہ محبت یقیناً عظیم ہوتی ہے جو ایک دوسرے کی عزت پر مبنی ہے۔
❖ ہم ایک دوسرے کے ساتھ تو رہتے ہیں لیکن ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔
❖ بے موقع گفتگو انسان کو لے ڈوبتی ہے۔
❖ بعض لوگ انڈوں کی طرح ہوتے ہیں ان میں علاوہ اپنے کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہوتی۔
❖ انسان خود انمول نہیں ہوتا بلکہ اس کا کردار اسے انمول بناتا ہے۔

ام صباء الیاس...... کنجاہ

بیٹی اور باپ

مجھے اتنا پیار نہ دو بابا
کل جتنا مجھے نصیب نہ ہو
جو ماتھا چوما کرتے ہو
کل اس پر شکن عجیب نہ ہو
میں جب بھی روتی ہوں بابا
تم آنسو پونچھا کرتے ہو
مجھے اتنی دور نہ چھوڑ آنا
میں روؤں اور تم قریب نہ ہو
میرے ناز اٹھاتے ہو بابا
میری چھوٹی چھوٹی خواہش پر
تم جان لٹاتے ہو بابا
کل ایسا ہو اک نگری میں
میں تنہا تم کو یاد کروں
رو رو کر فریاد کروں
اے اللہ! میرے بابا سا
کوئی پیار جتانے والا ہو
میرے ناز اٹھانے والا ہو
(آمین) آئی لو یو بابا جان!

فوزیہ سعید...... کوٹ ادو

لطیفہ

بیوی! پچھلے سال آپ نے ہماری شادی کی سالگرہ پر مجھے لوہے کا بیڈ گفٹ کیا تھا اس سال کیا ارادہ ہے؟
شوہر! اس سال اس میں کرنٹ چھوڑنے کا ارادہ ہے۔

درخشاں بی...... چوتالہ

مہکتی کلیاں

❖ دنیا میں تمام چیزوں کی حد ہے۔ سوائے علم کے۔
❖ زندگی اس تپتی ریت کی مانند ہے جس پر چلنے سے پاؤں پر آبلے تو پڑتے ہیں مگر نشان نہیں۔
❖ بول میں ایسی تاثیر پیدا کرو کہ دلوں میں اترتے چلے جائیں ورنہ چپ رہو۔
❖ ندامت کا اظہار محض لفظوں کا محتاج نہیں۔ یہ رویوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

تسنیم چوہدری...... مقام نہیں لکھا

گلاب رت

گلاب رت میں بہار بن کر چلے بھی آؤ
خزاں بھی رخصت ہو رہی ہے چلے بھی آؤ
یہ چمپا، بیلا، گیندے اور گلاب
سبھی ہیں فرشِ راہ چلے بھی آؤ
میرا ہار سنگھار ساجن ادھورا تم بن
دل ہے محو انتظار چلے بھی آؤ
منڈیروں پر جل گئے سبھی روشن چراغ
رات ڈھلتی جارہی ہے چلے بھی آؤ

نوید کس آس پر عمر بتائے اپنی
سانس بھی رک رک کے آرہی ہے چلے بھی آؤ

بشریٰ نوید باجوہ...... اوکاڑہ

آپ سے کچھ کہنا ہے

کچھ بھی لکھنے سے پہلے بہت معذرت اگر کسی کو میری کوئی بھی بات بُری لگے تو...... لیکن لکھنا بھی ضروری ہے۔ بے کار میرے نزدیک یہ بہت غلط بات اور کام ہے، میں نے بہت سی باتوں کو نوٹس کیا ہے کہ آپ کوئی اچھی بات، کوئی اچھا کام کرنے کو کہہ رہے ہوتے ہو تو کیا آپ جو لکھ رہے ہو یا جو کسی کو اچھی بات کہہ رہے ہو تو کیا یہ سب لکھنے سے پہلے آپ نے اپنا جائزہ لیا ہے کہ یہ سب آپ میں موجود ہے؟ آپ کی نیچر آپ کی سوچ ویسی ہی ہے جو آپ لکھ رہے ہو لیکن نہیں، کچھ لکھنے والی ایسی ہیں، جن کی تحریریں ان کے مزاج سے بالکل برعکس ہوتی ہیں، سو پلیز آپ قلم کی نوک پر وہی تحریر لے کر آئیں، جو آپ کے مزاج، آپ کے کردار کی بھی عکاسی کرتی ہو، جو بات خود آپ میں نہیں وہ دوسروں کو بھی نصیحت مت کریں، پہلے خود وہ کام کریں پھر دوسروں کو وہ کرنے کو کہیں، معذرت۔

تانی چوہدری...... آکسفورڈ یوکے

یاد

تیری یاد بہت اب آنے لگی ہے
اک جان ہے اب وہ بھی جانے لگی ہے
تنہا تنہا اب رہنے لگی ہوں
تنہائی بہت تڑپانے لگی ہے
اس حال میں جینا مشکل ہے
ہر سانس تجھے بلانے لگی ہے
تیری یادوں کی جو خوشبو ہے
میری سانسوں کو مہکانے لگی ہے
کوئی لمحہ تیری یاد سے خالی نہیں
اب تو یہ آنکھ بھی آنسو بہانے لگی ہے
اب لوٹ آنا ہے تو لوٹ آؤ
اس دل سے اب دھڑکن بھی جانے لگی ہے

جاناں...... چکوال

نماز

اس کے ادا کرنے میں دس عمدہ باتیں حاصل ہوتی ہیں۔
❖ دنیا اور عقبیٰ میں عزت اور آبرو حاصل ہوتی ہے۔
❖ حصول علم اور نیکی میں قلبی نور حاصل ہوتا ہے۔
❖ بدن تمام بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔
❖ پروردگارِ عالم کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔
❖ نماز دعا کے قبول ہونے میں چابی کی مانند ہے۔
❖ نماز قبر کی تاریکی میں تنہائی کی رفیق (ساتھی) ہوتی ہے۔
❖ نماز نیکیوں کے پلڑے کو وزنی بنادیتی ہے۔
❖ حوروں کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے میوہ جات کھانے کو ملیں گے۔
❖ نمازی سے روزِ محشر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔
❖ جنت کی دل پسند نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

صبر

❖ بندے کا صبر کرنا اللہ پاک کو بہت پسند ہے۔ صبر کی دو صورتیں ہیں۔
❖ جو پسند ہو اس کا انتظار کرنا۔
❖ جو پسند نہ ہو اسے برداشت کرنا۔

قرۃ العین پارس...... کراچی

صدقہ صرف مال سے نہیں ہوتا بلکہ۔
دعا، علم، مشورہ، مسکراہٹ، مدد، وقت، تربیت، مشکل وقت میں حوصلہ، نیکی کی ترغیب، برائی سے روکنا، نرمی سے بات کرنا، معاف کردینا، عزت دینا، کسی کی خوشیوں میں شامل ہونا۔

سلمیٰ فہیم گل

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ وہ آپ سب پر اپنا رحم وکرم بنائے رکھے آمین۔

خنساء دلدار...... **پنڈوڈی۔** السلام علیکم شہلا آپی اور قارئین! امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اس مرتبہ آنچل 27 فروری کو ملا۔ پہلے کپڑوں میں ماڈل بہت پیاری اور معصوم لگی۔ سرگوشیاں پڑھنے کے بعد سیدھے چھلانگ لگا کر ''پتھروں کی پلکوں پر'' پہنچے۔ بہت خوب صورت اسٹوری جارہی ہے۔ نازی جی! پلیز پلیز عباد اور صاعقہ کو ضرور ملائیے گا ورنہ میں بہت روؤں گی۔ عباد کا کردار مجھے بہت پسند ہے۔ ہر اسٹوری میں عباد کے ساتھ بہت بُرا ہوتا ہے۔ میں عباد نامی لوگوں کے ساتھ زیادتی نہیں کرسکتی۔ ''اور کچھ خواب'' بہت بور کہانی ہے ذرا سمجھ نہیں آتی۔ ''بھیگی پلکوں پر'' بہت زبردست اسٹوری ہے۔ سمیرا شریف طور کے مکمل ناول ''زرد موسم کے دکھ'' کا اینڈ بس ٹھیک ہی ہوا۔ عفت سحر کا ناولٹ ''تیرے ہمراہ چلنا ہے'' بہت اچھا لگا۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ باقی ناول اور افسانے بھی بہت اچھے ہیں۔ شہلا آپی! آپ سے ایک شکایت ہے آپ ہر بار میرا خط ردّی کی ٹوکری کے سپرد کردیتی ہیں ہر بار اس امید پر خط بھیجتی ہوں کہ اس مرتبہ ضرور شائع ہوگا جب بھی رسالہ ہاتھ میں آتا ہے تو سب سے پہلے ''آئینہ'' میں دیکھتی ہوں کہ میرا خط شائع ہوا ہے مگر ہر بار اپنا سا منہ لے کر رہ جاتی ہوں۔ اب تو میرے بھائی اور کزنز بھی مذاق اڑاتے ہیں' شکایت تو اپنوں سے ہی کی جاتی ہے پلیز آپ مائنڈ نہیں کرنا۔ اچھا اب اجازت دیں' اللہ حافظ۔

☆ لیجیے جی! آپ کا خط شامل محفل ہے اب تو خوش۔

مہر گل...... **اورنگی' کراچی۔** شہلا باجی آداب عرض! بہار نمبر کے سرورق نے تو بہار سے پہلے ہی ماحول کو گل وگلزار بنا ڈالا مگر آپ نے سب سے خاص گل یعنی مہر گل (آ ہم آ ہم) کو تو شریک ہی نہیں کیا اور آخر میں نام بھی نہیں دیا' چلیں آپ خوش تو ہم خوش۔ بہت شکریہ مشتاق انکل کہ آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق معلومات دیں مجھے ان کے متعلق جاننے کا بہت اشتیاق تھا۔ اقصیٰ صابر بٹ کیا شیبا آپ کی بہن ہیں اور وہ آ کیوں نہیں رہیں' سمیرا کی تحریر کا انجام تو خلاف توقع پھسپھسا ہوگیا۔ ویسے فوزان جیسے لوگ تو اب ناپید ہوچکے ہیں۔ عفت آپی! لطف آگیا' ہمیں معلوم ہے کہ اب عیسٰی کے ساتھ بہت بُرا ہوگا اور موی کو تو رانیہ اوّل دن سے ہی پسند کرتی ہے ہے ناں! اقراء باجی! یہ طغرل اور پری کب تک بچوں کی طرح لڑتے رہیں گے اور عائزہ تو لڑکی کے نام پر دھبہ ہے۔ ٹاپ آف دالسٹ پورے شمارے کی جان ''عزم جواں سالار'' تھی۔ حمیرا قرارداد پاکستان کی سالگرہ پر آپ نے بہت شان دار تحفہ دیا۔ ''من کا موسم'' کہاں سب کا ظرف اتنا وسیع ہوپاتا ہے۔ عائشہ جی! غزالہ کی تحریر تو بس ذرا فلمی سی لگی' عارفہ جی نے کیا سمجھانا چاہا' سمجھ میں نہیں آیا۔ سباس اب اتنا ئر اور بھی نہیں ہے کہ سگی دادی ایسا کرنے لگیں اور نک نیم تو دیکھیں ''جھاڑو پھری'' آنکھوں کے آگے جھاڑو گھومنے لگی مگر اس کا موضوع شان دار تھا۔ شبیر بابا اور سحرش کی شاعری دل کو بھاگئی' اچھا جی اللہ حافظ۔

☆ پیاری بہن! آپ کی نگارشات دیر سے موصول ہوئی جو شامل ہونے سے رہ گئی اور تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

سلمٰی گوری خان...... **لاہور۔** السلام علیکم! پیارے پاکستان کے پیارے سے لوگوں اور پیارے آنچل کے پیارے سے اسٹاف ممبرز' رائٹرز' ریڈرز امید ہے کہ آپ سب اللہ کے فضل وکرم سے ٹھیک ٹھاک اینڈ فٹ فاٹ ہوں گے۔ آنچل کے تمام سلسلے مجھے بے حد پسند ہیں۔ خصوصاً ''حمد ونعت' دانش کدہ' ہمارا آنچل' سلسلے وار ناولز' دوست کا پیغام آئے' بیاض دل' آئینہ اور یادگار لمحے''۔ باقی تمام رائٹرز بہت ہی اچھا لکھ رہی ہیں خصوصاً میری کیوٹ سی آپی نازی' عشناء کوثر' اقراء صغیر احمد اور سمیرا شریف طور صاحبہ' تسی گریٹ ہو جی! ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' مجھے بہت پسند ہے۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ میں نے صرف اس ناول کی وجہ سے آنچل پڑھنا شروع کیا ہے۔ میرے کو اس میں انوشہ' امامہ' صاعقہ' گوری (میری ہم نام ہاہاہا) شاہ زر اور عباد کے کریکٹرز بہت زیادہ پسند ہیں۔ پلیز آپو جانی! صاعقہ اور عباد کو ایک دوسرے سے جدا مت کیجیے گا۔ ناول ''بھیگی پلکوں پر'' اس ناول کی شروع میں بالکل سمجھ نہیں آئی تھی میرے کو لیکن جیسے جیسے پڑھتے گئے سمجھ آتا گیا۔ پری کا' طغرل کا اور دادی جان کا کریکٹر بہت پاورفل ہے۔ پری اور طغرل کی نوک جھونک بہت پسند آتی ہے اور دادی کی باتیں جو کہ عموماً کھری کھری ہوتی ہیں' بہت مزے کی ہوتی ہیں۔ کیپ اٹ اپ اقراء جی! اس کے بعد ''اور کچھ خواب'' عشنا جی پہلے آپ کا یہ ناول بالکل فلمی سا تھا۔ حقیقت سے کوسوں دور اب بہت پُراسرار اور تلخ ہوتا جارہا ہے۔ اب انائیا کے ساتھ کیا ہوگا؟ تغلق صاحب تو پہلے ہی مخلص نہیں تھے اب تو ان کی اصلیت بھی سامنے آگئی ہے۔ مکمل ناول میں ''زرد موسم کے دکھ'' سمیرا آپی! کیا بات ہے آپ کی؟ آپ کا یہ ناول بھی سپر ہٹ رہا ہے۔ مجھے لائبہ اور فوزان صدیقی کا کریکٹر بہت زیادہ پسند ہے۔ اپریل کے مہینے میں میری کیوٹ سی فرینڈز بشریٰ نوید' ثناء علی اور عامرہ اسلم کی سالگرہ ہے' میں آنچل کے توسط سے ان کو وش کرنا چاہتی ہوں ''ہیپی برتھ ڈے ٹو آل مائی کیوٹ ڈیئر فرینڈز'' تم لوگ سدا خوش رہو۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو طبعی صحت وتندرستی والی زندگی دے اور ڈھیر ساری خوشیوں سے نوازے آمین۔ باقی سب دوستوں کو خلوص بھرا اسلام اگر کوئی غلطی ہوئی تو معاف کردینا مجھ ناچیز کو۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ سوہنے دے حوالے۔

☆ ڈیئر! آپ کے تمام شکوے وشکایتوں کا جواب حاضر ہے۔

شمائلہ رباب...... **چوآخالصہ۔** السلام علیکم! میں خیریت سے ہوں' امید ہے آنچل اور اس کا تمام اسٹاف خیریت سے ہوگا۔ مارچ 2012ء کا آنچل 24 تاریخ کو ملا۔ جس کا ٹائٹل بہت ہی پیارا تھا۔ سب سے پہلے ''حمد ونعت'' پڑھی' اس کے بعد نازیہ کنول نازی کا سلسلہ وار ناول ''پتھروں کی پلکوں

پر'' پڑھا جو اپنی مثال آپ ہے۔ باقی ناول بھی تعریف کے لائق ہیں۔ آئینہ میں صائمہ قریشی کا تبصرہ اچھا لگا۔ ''بیاض دل'' افراء تاج' دینہ کی شاعری لاجواب تھی۔ آخر میں میری گزارش ہے کہ میری تحریر بھی شائع کردیجیے گا۔

☆ پیاری بہن! لیجیے آپ کا تبصرہ شامل اشاعت ہے ہی۔

روبینہ جعفری...... **کھلابٹ ٹاؤن شپ۔** السلام علیکم شہلا آپی! ایک ماہ کی غیر حاضری کے بعد دوبارہ حاضر خدمت ہوں۔ شہلا آپی! سات سال کے طویل انتظار کے بعد ربّ العزت نے مجھ گناہ گار کو بھی ماں جیسے مقدس رشتے سے نواز دیا ہے۔ 7 فروری بروز منگل (14 ربیع الاوّل) کو ربّ العزت نے میری سونی گود کو بھی ایک چاند سے بیٹے سے آباد کردیا' میں اپنے ربّ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ شہلا آپی! اپنی ذات کی تکمیل کی یہ خوشی اپنی تمام آنچل بہنوں سے شیئر کرنا چاہتی ہوں اور تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ میرے بیٹے کی لمبی عمر اور اچھی قسمت کے لیے دعا کریں۔ میرا بچہ چھ ماہ پہلے فوت ہونے والے میرے شہزادے بھائی الفت خان کی کمی پورے کرے اس لیے میں نے اس کا نام بھی الفت خان ہی رکھا ہے تاکہ میرے والدین کو لگے کہ ان کا بیٹا انہیں دوبارہ مل گیا ہے' میں اپنے والدین کی تکالیف کو کم کرنا چاہتی ہوں۔ دعا کریں میں اس مقصد میں کامیاب ہوجاؤں' میں اپنے والدین کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتی ہوں' اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

☆ پیاری بہن! آپ کو بہت بہت مبارک ہو' اللہ ربّ العزت آپ کو اور بچے کو تندرستی وصحت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے آمین۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... **سیالکوٹ۔** السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! مارچ 2012ء کا آنچل میرے ہاتھ میں ہے۔ سب سے پہلے ماڈل کو غور سے دیکھا تو بے اختیار منہ سے نکلا واہ...... بیک گراؤنڈ واقعی خوب صورت ہے اور ماڈل کی ہر ادا بھی ماشاء اللہ...... اس کے بعد سرگوشیاں پڑھیں' واقعی آپی آج کل مہنگائی بہت ہوگئی ہے۔ مجھے بھی پہلے آنچل بہت آسانی سے مل جاتا تھا اور اب میں اپنے کزن کا (ترلہ) کرتی ہوں کہ لادو۔ تو وہ کبھی لے آتا ہے اور کبھی اسے یاد ہی نہیں رہتا۔ ویسے نئی تبدیلیاں بھی اچھی ہیں لیکن کہانیوں کا معیار ویسا نہیں ہے جیسا پہلے تھا۔ اب آپ بہتر جانتے ہیں۔ آپی! پلیز اسماء عطاریہ اور نوشابہ منظور سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز بتائیے گا ضرور۔ میری کزن ناز آپ کو سلام کہتی ہے۔ نازیہ کنول نازی جی تو گریٹ ہیں۔ میں نے ان کی کئی تحریریں پرانے ڈائجسٹ میں پڑھیں۔ در ماندۂ الفت' اے محبت تیری خاطر'' اور بھی بہت ساری ہیں' انہیں میرا اسلام کہیے گا اور نازی جی! آپ نے تو کمال ہی کردیا' میں آپ کی کیسے تعریف کروں...... بس اتنا ہی کہوں گی کہ آپ کی تحریر بہت خوب صورت ہے ''پتھروں کی پلکوں پر''۔ اقراء جی! آپ نے بھی بہت اچھا لکھا۔ طغرل اور پری کی نوک جھونک کے ساتھ سسپنس بھی تھا۔ شکریہ میں کبھی فرصت سے لکھ کر تفصیل لکھوں گی۔ عفت سحر طاہر کا ناولٹ پہلی قسط تو اچھی تھی' مزید پڑھ کے پھر رائے دیں گے۔ ''عزم جواں سالار'' کیا خوب لکھا' کتنی محبت تھی ان سب میں میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں بھی اپنے وطن کے لیے کچھ کروں۔ خدا سب کو کامیابی عطا فرمائے' اچھا آپو! اپنا خیال رکھیے گا بہت بہت...... خدا حافظ۔

☆ ڈیئر سسٹر! ان شاء اللہ آپ کی رائے پر مزید غور کیا جائے گا۔

ارم عرفان...... **عارف والا۔** السلام علیکم! خداوند کریم سے دعا ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں اور اللہ آپ سب کو عمر دراز سے نوازے تاکہ آپ سب آنچل کو اور اچھے سے اچھا بنا سکیں۔ بہنوں کی عدالت کا سلسلہ بہت اچھا لگا۔ آخر اچھا کیوں نہ لگتا' ہمیں اتنی مزے مزے کی باتوں کا پتا جو چلے گا۔ نازیہ آپی کی کہانی بہت اچھی جارہی ہے۔ عشناء آپی آپ کی لکھی ہوئی کہانی کی اب کچھ کچھ سمجھ آرہی ہے ورنہ تو معارج صاحب کے بدلتے رویوں کی سمجھ ہی نہیں آتی تھی۔ سمیرا جی! آپ کے لیے صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ زبردست ورنہ تو میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں۔ اقراء جی کا ناول بھی بہت اچھا ہے۔ اللہ آپ سب کو کامیابیاں دے۔

اسماء کرن...... **بھکر۔** السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے ٹھیک ہوں گی۔ جب مارچ کا آنچل ملا تو میں ٹائٹل ہی دیکھتی رہ گئی۔ لڑکی بلیو اور گرین کلر کے سوٹ میں ہلکے میک اپ کے ساتھ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ پھر آنچل کھولا ''در جواب آں'' میں اپنا جواب ڈھونڈا جو بہت مشکل سے ملا۔ مشترکہ جوابات میں ایک لائن پہ مبنی تھا۔ پھر ''زرد موسم کے دکھ'' کی طرف آئی۔ واہ سمیرا جی! آپ نے تو کمال کردیا ہے' اتنا اچھا اینڈ کیا۔ اس کے بعد میں نے مکمل ناول ''عزم جواں سالار'' پڑھا۔ حمیرا جی اتنا اچھا ناول لکھ کر آپ نے یہ ثبوت دے دیا کہ وطن سے محبت کرنے والے اب بھی باقی ہیں۔ مجھے بھی پاکستان سے بہت محبت ہے اور اپنے وطن سے محبت کرنا سنت بھی تو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مکہ سے بہت محبت تھی۔ اللہ کرے ہمارے جذبے بھی زرناب' آمنہ' عافیہ اور مزنہ جیسے ہوں آمین۔ اس کے بعد ''وہ گلاب لمحے'' افسانہ پڑھا۔ غزالہ جی! ویسے تو افسانہ اچھا تھا لیکن تھوڑا حقیقت سے ہٹ کر تھا' پھر میں نے ''بھیگی پلکوں پر'' اقراء صغیر احمد کا سلسلہ وار ناول پڑھا۔ یہ ناول مجھے بہت پسند ہے' خاص طور پر وہ سین جس میں پری اور طغرل کی لڑائی ہوتی ہے اور کہانیاں ابھی نہیں پڑھیں اس لیے تبصرہ نہیں کرسکتی۔ ''یادگار لمحے'' میں مجھے اچھی عادت جو بزرگ والی حکایت تھی' بہت پسند آئی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل اسٹاف' رائٹرز اور قارئین کو خوش رکھے اور ان کی حاجتوں کو پورا فرمائے آمین۔ اب میں اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

ثمینہ ناز دیشانی...... **فتح جنگ' اٹک۔** السلام علیکم! آنچل پڑھنے والوں' آنچل میں لکھنے والے رائٹرز' آپیوں کو ڈھیروں سلام...... بخیر رانے۔ ''سرگوشیاں'' پڑھیں تو بہت دکھ ہوا۔ اب مسلمان مسلمان کے خون کا پیاسا ہے۔ انسانی جانوں کی کوئی قیمت ہی نہ رہی۔ بس کیا بتائیں ہر طرف افراتفری ہے۔ آپا جانی! میری آپ سے یہی گزارش ہے کہ پلیز آنچل کے صفحوں میں اضافہ کریں۔ اب اگلے سلسلے کی طرف بڑھیں ''حمد ونعت' در جواب آں' دانش کدہ' ہمارا آنچل'' میں اسماء عطاریہ' لیلیٰ جبین' زینب' سمیعہ کنول' افشاں' پروین بہنوں سے ملاقات ہوئی۔ ''سروے آنچل کے ہمراہ'' کا سلسلہ بہت پسند آیا۔ ''آنچل کے ہمراہ'' پڑھ کر فوراً چھلانگ لگا کر اپنے پسندیدہ سلسلہ وار ناول کی طرف لپکے۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' زبردست چل رہا ہے اور یہ میرا فیورٹ

ناول ہے۔ ”بھیگی پلکوں پر“ اقراء صغیر احمد آپی کا ناول بھی بہت اچھا جارہا ہے۔ ”اور کچھ خواب“ ناول عشنا کوثر سردار آپی کا اچھا چل رہا ہے۔ ”زرد موسم کے دکھ“ سمیرا شریف طور کا ناول کا اینڈ اچھا لگا۔ بہت دکھی اسٹوری تھی‘ کہیں سمیرا شریف طور کو نازیہ کنول نازی آپی کی طرح کوئی غم لگ گیا ہے۔ اسٹوری مجھے بہت پسند آئی۔ ناول ”عزم جواں سالار“ حمیرا نگاہ کی محبت وطن اسٹوری دل کو بھاگئی۔ ”تیرے ہمراہ چلنا ہے“ عفت سحر طاہر آپی کا ناولٹ بہت پسند آیا۔ اگلی قسط کا انتظار کرنا پڑے گا۔ افسانوں میں ”من کا موسم“ عائشہ خان اور ”وہ گلاب لمحے“ غزالہ جلیل راؤ پسند آئے۔ افسانے پڑھ کر مستقل سلسلے کی جانب لپکے۔ ”روحانی مسائل کا حل“ آپ کی شخصیت‘ آپ کی صحت‘ ڈش مقابلہ‘ بیوٹی گائیڈ“ پڑھ کر ”غزلیں نظمیں“ کی طرف بڑھے۔ نازیہ کنول نازی کی نظم ”شام غم مجھ کو ایسی اداسی نہ دے“ پسند آئی۔ ”بیاض دل‘ یادگار لمحے“ پڑھ کر ”آئینہ“ کی طرف بڑھے۔ سب بہنوں کے تبصرے پڑھے۔ یہ کیا کمال ہوگیا ہے ہماری فیورٹ صائمہ قریشی آپی نے ”آئینہ“ میں اپنی جھلک دکھادی۔ صائمہ قریشی کا تبصرہ پڑھا‘ اچھا لگا۔ اس طرح باقی رائٹرز بھی ذرا ”آئینہ“ میں اپنی صورت دکھادیا کریں۔ ”دوست کا پیغام آئے‘ ہم سے پوچھیے‘ کام کی باتیں‘ تندرستی صحت ہے“ سے اینڈ کیا ہے۔ رات کو لکھ رہی ہوں اس لیے سب کو شب بخیر‘ سوری شب بخیر“۔

☆ پیاری بہن! آپ کی تمام تجاویز ہم نے محفوظ کرلی ہیں ان شاءاللہ وقت کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کرتے رہیں گے۔

پارس چوھدری...... **فیصل آباد**۔ السلام علیکم! میری طرف سے آپ کو آنچل کی پوری ٹیم کو مبارک باد اور ڈھیروں دعائیں۔ میرا تعلق آنچل سے بہت پرانا ہے۔ پہلی بار ”محبت دل پہ دستک“ اسٹوری پڑھی تو اسے پڑھنے کی عادت سی ہوگئی پھر کچھ وقفہ بھی آ گیا۔ تعلیمی وجوہات کی بناء پر میں کچھ عرصہ غیر حاضر رہی۔ اب ”بھیگی پلکوں پر“ اقراء جی کی اسٹوری نے پھر مجھے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ پری اور طغرل کی اسٹوری مجھے بہت پسند ہے۔ ”اور کچھ خواب“ عشنا جی کا ناول بھی بہت زبردست جارہا ہے۔ خاص طور پر انا‘ نیا ملک اور معارج تغلق کا کردار مجھے بہت پسند ہے۔ ”پتھروں کی پلکوں پر“ نازیہ کنول نازی کا ناول بھی ٹھیک جارہا ہے۔ ”روحانی مسائل کا حل“ اور ”آپ کی شخصیت“ دونوں میرے پسندیدہ سلسلے ہیں۔ ”دانش کدہ“ پڑھ کر اللہ پر یقین کامل اور شیطان کی اصلیت کا پتا چلتا ہے۔ میرے خط لکھنے کی وجہ صرف اور صرف آپ ہیں۔ مدیرہ جی! میں خطوں کے جواب ”در جواب آں“ بہت شوق سے پڑھتی ہوں‘ جس میں آپ ایک ماہر استاد کی مانند اپنی شاگردوں (نئی لکھنے والیوں کو) بہت مفید مشوروں سے نوازتی ہیں۔ یقین کیجیے میں نے بہت کچھ آپ سے سیکھا ہے۔ اب مجھے اجازت دیجیے آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ اسی طرح ہمیں لکھنے کے حوالے سے اچھے اچھے مشوروں سے نوازتی رہیں‘ خدا حافظ۔

☆ پیاری بہن! رب کریم آپ کو خوش رکھے‘ سدا آپ کو جو دل چاہے وہ نام رکھے ادارے کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔

رانس اسلام...... **گوجرانوالہ**۔ شہلا عامر جی! آپ کو تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میری طرف سے محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ اس مرتبہ قسط وار ناولٹ ”پتھروں کی پلکوں پر“ اچھا لگا۔ ناول مکمل ناول اور ”زرد موسم کے دکھ“ کی آخری قسط بہت اچھی لگی۔ آپ نے جو سلسلہ ”بہنوں کی عدالت“ کے نام سے شروع کیا ہے‘ بہت ہی اچھا ہے۔ ”ڈش مقابلہ“ میں تمام ڈشز بہت پسند آئیں۔ شہلا جی! خدا آپ کو دین اور دنیا کی تمام رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور کامیابی ہر پل آپ کے قدم چومے آمین۔

☆ پیاری بہن! آنچل کے لیے آپ کی محبت کا شکریہ‘ سدا خوش رہو آمین۔

عظمیٰ احمد...... **میانہ گوندل**۔ واہ واہ جی! آنچل والوں کا تو دروازہ بھی تو بہت بڑا ہے ان کے دل کی طرح۔ خیر اب اندر قدم رکھ لیے ہیں تو سب سے پہلے تمام آنچل قارئین کو محبت بھرا اسلام۔ آنچل کی تمام رائٹرز بہت اچھا لکھ رہی ہیں‘ مجھے آنچل کی تمام کہانیاں بہت پسند ہیں۔ ویل ڈن حمیرا نگاہ جی! آپ کی تو کیا ہی بات ہے اس دفعہ ”عزم جواں سالار“ کی تو کیا ہی بات تھی۔ میں ان تمام ماؤں کو سلام کرتی ہوں جو اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو وطن کی حفاظت کے راستے پر روانہ کرتی ہیں۔ باقی سب کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں‘ میں کسی ایک رائٹرز کا نام لے کر باقی سب کے ساتھ ناانصافی نہیں کروں گی کیونکہ مجھے سب ہی بہت پسند ہیں۔ مجھے اور میری بھابی راحت کو آنچل بہت پسند ہے۔ آنچل کی جتنی تعریف کریں کم ہے اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔ جاتے جاتے اللہ آپ سب کو خوش باش رکھے اور اللہ آپ سب کی ہر وہ دعا پوری کرے جو آپ دوسروں کے لیے مانگتے ہو (ہاہاہاہا) اللہ حافظ جی!

☆ پیاری بہن! آپ کا تبصرہ حاضر ہے اب خوش۔ سدا خوش رہو آمین۔

نائلہ اشفاق...... **کوٹ غلام محمد**۔ السلام علیکم! شہلا جی اور تمام آنچل اسٹاف اور آنچل پڑھنے اور لکھنے والو آپ سب کیسے ہو ویسے تو آنچل میں لکھتی رہتی ہوں لیکن آئینے میں تیسری بار لکھ رہی ہوں مگر شائع صرف ایک بار ہی ہوا تھا تو آتے ہیں تبصرے کی طرف۔ تو آنچل ہمیں 24 تاریخ کو ملتا ہے سب سے پہلے ”سرگوشیاں“ اور ”حمد و نعت“ پڑھتے ہیں اس کے بعد قسط وار ناول ”پتھروں کی پلکوں پر“ میں بچوں کے ساتھ آنچل بہت دیر سے پڑھ پاتی ہوں۔ اس لیے آئینے میں نہیں لکھتی لیکن اس بار دل کہہ رہا تھا کہ آئینے میں بھی انٹری ماری جائے‘ مجھے نازیہ جی سے بہت شکایت ہے کہ وہ اپنی کہانی میں نئے کردار لارہی ہیں اور پرانے کردار پتا نہیں کہاں بھیج دیتی ہیں۔ نازیہ جی! پلیز ہمارے حال پر رحم کریں‘ ہمارے ننھے منے دماغ ہیں ہم اتنا سوچ نہیں سکتے۔ اقراء جی! کا ناول بہت ہی زبردست ہے ”بھیگی پلکوں پر“ جس میں پری اور طغرل مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ ”اور کچھ خواب“ بھی بہت ہی اچھی کہانی ہے عشنا جی ویل ڈن! ”بیاض دل“ اور ”یادگار لمحے“ میرے فیورٹ سلسلے ہیں اس میں سب بہنوں کا انتخاب بہت اچھا ہوتا ہے۔ ”دوست کا پیغام آئے“ میں حسرت ہی رہتی ہے کہ کوئی پیغام ہمارے نام بھی آئے لیکن ساڈی قسمت کتھوں۔ چلو جی‘ کوئی گل نئیں۔ ہمارا آنچل میں سب بہنوں سے مل کر بہت خوشی ہوتی ہے ان شاءاللہ ہم بھی بہت جلدی آپ لوگوں سے ملنے آئیں گے مطلب کہ انٹرویوز دینے آئیں گے تبصرہ بہت لمبا ہورہا ہے ایسا نہ ہو کہ

شہلا جی سانوں چک کے بار ماردیوے‘ بہتری اسی میں ہے کہ خود ہی اللہ حافظ کہہ دیں اچھا بہنوں اللہ حافظ۔

☆ ہاہاہاہا! نئی ماردیوے لیجیے آپ کا تبصرہ حاضر ہے۔

نائلہ خان نیلو...... **کراچی**۔ السلام علیکم شہلا آپی اور آنچل اسٹاف! امید ہے سب اپنے گھروں میں خوش ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو خوش رکھے۔ شہلا آپی پلیز پلیز میرے خط کو تھوڑی جگہ دیں پلیز...... آنچل بہت ہی زبردست اور بہترین رسالہ ہے۔ سمیرا شریف میری فیورٹ بن گئی ہے۔ ”زرد موسم کے دکھ“ لاجواب‘ زبردست کہانی ہے۔ باقی بھی اچھی ہیں۔ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔ میری کیوٹ سویٹ فرینڈ نادیہ سالگرہ مبارک ہو۔ اللہ تمہیں ہر خوشی دے‘ اداس نہ رہا کرو میری جان! اگر جگہ ملی پھر حاضر ہوں گی‘ اجازت‘ اللہ حافظ۔

☆ پیاری بہن! پہلی بار آمد پر تہہ دل سے ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں‘ دعاؤں کے لیے رب کریم آپ کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔

زھرہ دلدار...... **پنڈوڑی**۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ مارچ کا آنچل حسب معمول 27 کو مل گیا۔ ٹائٹل بس نارمل سا تھا‘ ماڈل کی آنکھیں بہت پیاری تھیں۔ سب سے پہلے کھول کر ہر سلسلے میں بے تابی سے اپنا نام تلاش کیا مگر وہی ناکامی پر صبر کرلیا اور گرتے بھی کیا (ہاہاہاہا)۔ پھر سیدھی چھلانگ لگائی اور ”زرد موسم کے دکھ“ پر جا پہنچے‘ سمیرا جی نے اینڈ تو کافی اچھا کیا مگر سمیرا جی آپ نے کہانی کو بہت زیادہ لمبا کردیا ہے۔ پھر سیدھے ”پتھروں کی پلکوں پر“ پہنچ گئے۔ نازی جی! آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں مگر آپ سے درخواست کروں گی کہ خدارا اپنی کہانی میں کردار کم رکھیں اب تو ایک کردار پڑھ کر دوسرا بھول جاتا ہے آپ نے آغاز کی چند اقساط میں کوئی آنسہ کا کریکٹر ڈالا تھا جو طوائف تھی اور اس کے ساتھ کوئی لڑکا بھی تھا (نام یاد نہیں) مگر بعد میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ میرا خیال ہے میرے سوا اب وہ کسی کو یاد بھی نہ ہوگا۔ ”اور کچھ خواب“ کے بارے میں صرف اتنا کہوں گی کہ عشنا جی کے سارے کردار ہی مجھے تو کھلے ہوئے لگتے ہیں۔ جب مجھے پوری کہانی کی سمجھ ہی نہیں آتی تو تبصرہ کیا۔ معاف کیجیے گا عشنا جی‘ اقراء صغیر جی! آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں مجھے پری اور طغرل کا کردار بہت پسند ہے۔ پلیز انہیں اب مزید مت الجھائیں آپس میں دوست بنادیں‘ بیسٹ اسٹوری آف دی منتھ ”عزم جواں سالار“ حمیرا نگاہ کی ہے۔ مجھے گرلز کا آرمی جوائن کرنا ہرگز پسند نہیں کیوں کہ یہ ان کے منصب کے متضاد ہے مگر حمیرا جی کا انداز بہت اچھا تھا ہر پاکستانی کو ایسے ہی محب وطن ہونا چاہیے تو کوئی وجہ نہیں کہ دشمن ہمیں ٹیڑھی نظروں سے دیکھے اور افسانے تو سارے ہی زبردست تھے خاص طور پر ”نقش گر“ اور ”لمحۂ ہدایت“ بہت زبردست تھے۔ عفت سحر کی کہانی مکمل ہوجائے پھر ہی کوئی رائے دی جاسکتی ہے۔ ثوبیہ جی کی غزل بہت پسند آئی اور کامران خان نے ”بیاض دل“ کو جیت لیا۔ اس کے علاوہ سارا آنچل ہی زبردست اور یادگار رہا۔ اب مجھے اجازت دیجیے اگر آپ نے شمولیت کا اعزاز بخشا تو ان شاءاللہ اگلے ماہ پھر حاضر ہوجائیں گے‘ اللہ حافظ۔

☆ پیاری بہن! لو تمہارا خط شامل کرلیا ہے‘ جو بھی چیزیں بروقت مل جاتی ہیں ان کو شامل کرلیا جاتا ہے‘ باقی کو اٹھا کر اگلے ماہ کے لیے رکھ دیا جاتا ہے سوائے تبصرے کے۔

صباحت مرزا...... **گجرات**۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور قارئین کو بہت بہت سلام اور آنچل کی سالگرہ مبارک۔ اللہ تعالیٰ سدا جاری رکھے آنچل کو ترقی و کامیابی سے ہمکنار کرے آمین۔ فروری کے آنچل میں فرحت آنٹی کا افسانہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ اب آتے ہیں مارچ کے آنچل کی طرف۔ ”حمد و نعت“ سے مستفید ہوکر مشتاق انکل کی نئی تالیف پڑھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی عطا فرمائے اور اس کا اجر عطا فرمائے آمین۔ ”ہمارا آنچل“ اور ”آنچل کے ہمراہ“ دلچسپ سلسلے ہیں۔ سمیرا آپی نے ناول ”زرد موسم کے دکھ“ کا اینڈ بہت اچھا کیا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ سلسلے وار ناولز میں ”بھیگی پلکوں پر“ ہمیشہ کی طرح اچھا جارہا ہے۔ عشنا آپی کا اظہار اسلوب اور لفظوں کا چناؤ بہت منفرد ہے۔ ”اور کچھ خواب“ پڑھتے ہوئے انسان سحر زدہ سا ہوجاتا ہے۔ نازیہ آپی کا ناول بہت ہی خوب ہے۔ آمنہ کے ساتھ بہت برا ہوا اور گوری کو ایک نئی آزمائش کا سامنا ہے۔ پلیز آپی! صاعقہ اور عباد کو ملادیں۔ تمام افسانے ہی بیسٹ تھے ”لمحۂ ہدایت“ سبق آموز تھا۔ اللہ جب چاہے کسی کو ہدایت دے دے۔ ”عزم جواں سالار“ حمیرا نگاہ کے ناولٹ ”خواہش ناتمام“ کی طرح اپنی مثال آپ تھا۔ مجھے تو آرمی والوں پر لکھی گئی تمام کہانیاں ہی بہت پسند ہیں۔ عفت آپی کا نام دیکھ کر خوشی محسوس ہوئی۔ تبصرہ مکمل ہونے پر کروں گی۔ ”یادگار لمحے“ تو سارا ہی لاجواب تھا۔ ”بیاض دل“ میں اپنا انتخاب دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ”آئینہ“ میں سب کے خطوط پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ ”آئینہ“ میں تبدیلی خوش آئند ہے۔ کرن وفا آپ کی تعریف کا بہت شکریہ۔ ”بہنوں کی عدالت میں“ اچھا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ ”روحانی مسائل کے حل“ بہت اچھا سلسلہ ہے۔ آنچل اراکین اور حافظ صاحب بہت سی دعائیں سمیٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔ تبصرہ کافی لمبا ہوگیا ہے اس سے پہلے کہ شہلا آپی اسے شائع ہی نہ کریں‘ دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو سلامتی عطا فرمائے اور پاکستان پر اپنا فضل و کرم کرے آمین‘ اللہ حافظ۔

☆ پیاری بہن! تبدیلیاں پسند کرنے کا شکریہ‘ ان شاءاللہ تعالیٰ آپ سب کی دعاؤں سے مزید تبدیلیاں اور بہتریاں لاتے رہیں گے۔

زانسہ خٹک...... **میانوالی**۔ السلام علیکم! آپی جی کیسی ہیں؟ امید ہے بالکل ٹھیک ہوں گی کیونکہ آپ ہماری دعاؤں میں جو شامل رہتی ہیں۔ سلسلے تمام زبردست جارہے ہیں۔ خاص کر ”یادگار لمحے“ اس بار کا بیسٹ سلسلہ رہا۔ ویل ڈن سمیرا جی! ”زرد موسم کے دکھ“ آپ کا ناول بھی بہترین رہا۔ عشنا کوثر جی آپ سے گزارش ہے کہ کہانی میں معارج تغلق اور انا‘ نیا ملک والے کردار کو اب واضح کرکے لکھیں پلیز...... میرا مطلب ہے کہانی کو کوئی زبردست سا موڑ دیں۔ باقی رسالہ ابھی مزید نہیں پڑھ سکی۔ میری بہت اچھی دوست مشو کا بہت سا سلام۔ مشو! میری دلی دعا ہے کہ جہاں رہو میرے ساتھ رہو اور ہمیشہ خوش رہو آمین اور اپنے چھوٹے بھیا جانی عبدالحفیظ خٹک کے لیے دعا کہ ”زندگی کے ہر موڑ پر آپ کامران و کامیاب رہیں اور خوشیاں ہمیشہ آپ کی منتظر رہیں‘

آمین۔'' اگلے ماہ ان شاءاللہ سب سے پھر رابطہ ہوگا' اللہ حافظ فی امان اللہ۔

☆ پیاری بہن! آپ کی آمد کا شکریہ' دلی خوشی ہوئی۔

مدیحہ شبیر...... شاہ نکڈر۔ السلام علیکم! آنچل کے قارئین اور اسٹاف! امید ہے کہ آپ بہ خیریت ہوں گے' سب سے پہلے شہلا آپی سے ایک شکایت کرنی ہے اور ایک مشورہ بھی کرنا ہے چلو پہلے مشورہ ہی کر لیتی ہوں کہ میں نے بہت عرصہ سے ایک بات سوچی ہے کہ میں کبھی آپ کے اس آنچل میں جگہ بناؤں اور میں چاہتی ہو کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ بھی کروں اس لیے میں آپ سے اجازت لینا چاہتی ہو کہ میں اسمائے حسنیٰ ان کے معنی اور ان کے خواص آپ کو بھیجوں کیونکہ ان کے پڑھنے سے شائد کسی کو کامیابی مل جائے' اپنے کام میں۔ کیونکہ ایک بار میں تو یہ سب نہیں آئے گی آپ مجھ کو بتادیں کہ میں ایک بار کتنے بھیجوں اگر آپ مجھ ناچیز کو موقع دیں تو آپ کا بہت شکریہ اور شکایت یہ ہے کہ میں نے ایک بار آپ کو کچھ چیزیں بھیجی تھیں آپ نے وہ شائع نہیں کی' اس لیے اب دل بہت ڈرتا ہے کہ آپ پھر موقع نہ دیں' تو کیا ہوگا اس لیے میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس خط کا جواب اس ماہ میں دینا آپ کی مہربانی ہوگی کیونکہ ہم اس دنیا کی باتوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں تو اگر آخرت کے لیے کچھ سامان بن جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی زندگی دے اچھا پھر میں اجازت چاہتی ہوں اور آپ کے جواب کا انتظار کروں گی جواب دینا نہ بھول جانا' اللہ حافظ۔

☆ پیاری بہن! آپ کی پیاری پیاری باتیں پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ ڈرنے والی کیا بات ہوئی آپ کی ارسال کردہ کوئی بھی چیز وصول ہی نہیں ہوئی تو شائع کیسے ہوتی' خیر آپ جو لکھنا چاہتی ہیں وہ لکھ کر بھیج دیجیے۔

کے ایس غزل...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ میں آئینہ میں تو کیا کسی بھی رسالے میں پہلی مرتبہ شرکت کررہی ہوں۔ پلیز پلیز میرا خط ضرور شامل کیجیے گا۔ اب میں اس ماہ کے آنچل کی طرف آتی ہوں۔ ''حمد و نعت'' بہت پسند آئی۔ اس کے بعد سمیرا شریف طور کا ناول ''زرد موسم کے دکھ'' پڑھا' بہت پسند آیا۔ لائبہ نے آخر میں واقعی بہت اچھا فیصلہ کیا۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' میرا فیورٹ ناول ہے پلیز نازی آپی! شجاع اور امامہ کے ساتھ کچھ بھی بُرا مت کیجیے گا۔ ''اور کچھ خواب' بھیگی پلکوں پر'' بھی بہت اچھے تھے پلیز اقراء جی! پری کے ساتھ کچھ بھی بُرا مت کیجیے گا۔ افسانے سب ہی اچھے تھے مگر عائشہ خان کا ''من کا موسم'' بہت پسند آیا۔ ''عزم جواں سالار'' واؤ حمیرا جی! بہت اچھا تھا۔ ''آپ کی شخصیت'' میں اے ایس صدیقی صاحب نے واقعی اپنی شخصیت کو نکھارنے کے لیے بہت اچھے طریقے بتائے تھے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں میکرونی قیمہ اور کوکونٹ چاکلیٹ بہت اچھے لگے۔ جی ہاں! ہم انہیں ضرور ٹرائی کریں گے۔ ''بیوٹی گائیڈ'' میں مجھے اپنے بالوں کو سنوارنے کا موقع ملا۔ نازیہ کنول نازی کی غزل بہت پسند آئی۔ ''بیاض دل'' میں فریحہ شبیر اور شمائلہ رباب کے شعر پسند آئے۔ ''یادگار لمحے'' تو میرا فیورٹ سلسلہ ہے۔ ''آئینہ'' میں شمع مسکان کا تبصرہ بہت پسند آیا آخر میں حنا احمد نے ہمیں نہایت اچھے ٹوٹکوں سے نوازا۔ لبابہ احمد نے بھی بہت اچھی باتیں بتائیں۔ آخر میں میری دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور ہمیشہ پھلتا پھولتا رہے' آمین۔

☆ ڈیئر جی! خوش آمدید' دعاؤں کے لیے اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا کرے' آمین۔

ثمرہ محمود...... جگلڑی باغ AK۔ السلام علیکم! امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔ مارچ 2012ء کا شمارہ 25 فروری کو مل گیا۔ ٹائٹل دیکھنے کے بعد حدیث نبویؐ پڑھی اور دماغ میں محفوظ کر لی۔ ''سرگوشیاں'' میں آنچل کی قیمت میں اضافہ کی خبر پڑھی۔ بے شک پانچ روپے اضافہ کردیں لیکن پلیز آنچل کے صفحات میں اضافہ کریں۔ ''اور کچھ خواب' عشنا جی! لیکن بہت سلو چل رہا ہے۔ نازی جی کے کیا کہنے' بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ ''زرد موسم کے دکھ'' سمیرا شریف طور واقعی آپ کی کوئی مثال نہیں' بہت اچھا ناول تھا۔ اس میں مجھے لائبہ کی بھابی کا کریکٹر بہت پسند تھا' آج کے دور میں تو سگی بھابیاں ایسی نہیں ہوتیں وہ تو...... حمیرا نگاہ کا ناول ''عزم جواں سالار'' بہت پسند آیا۔ ویل ڈن حمیرا جی! باقی سب سلسلے بھی بہت اچھے تھے۔ عطروبہ سکندر کو دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ عطروبہ! آپ غائب نہ ہوا کرو' آنچل کی جان ہو بھئی! آنچل ہمیشہ ہنستا مسکراتا رہے' اجازت دیجیے' اللہ حافظ۔

☆ پیاری بہن! آپ نے جو کہا وہ ہم نے محفوظ کرلیا' آنچل میں تبدیلی لانے کی کوشش کررہے ہیں' دعاؤں میں یاد رکھنا۔

نبیلہ لیاقت سونو...... سرگودھا۔ عزیزی شہلا آپی اینڈ آنچل رائٹرز' ریڈرز کو السلام علیکم! اس ماہ کا آنچل 28 کو ملا۔ خوب صورت سرورق سے سجا آنچل دل میں خوشی کے سو پھول کھلا گیا۔ ''آئینہ'' میں یہ پہلا خط ہے امید ہے ردّی کی ٹوکری کے حوالے نہیں کیا جائے گا اور اگر کیا گیا تو......؟ تو کچھ نہیں میں دوبارہ خط لکھ لوں گی۔ حدیث نبویؐ اور سرگوشیاں سن کر حمد و نعت سے مستفید ہوئی اور سیدھے چھلانگ لگائی ''زرد موسم کے دکھ'' کی طرف' ویل ڈن سمیرا جی! میرے تبصرے کرنے کی وجہ بھی یہ تحریر ہی ہے۔ سب سے پہلے سمیرا جی کو مبارک باد پیش کرتی ہوں اور ساتھ ساتھ شکر گزار ہوں کہ قارئین کے لیے اس قدر بہترین ناول تحریر کیا۔ خدا کرے آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں اور زندگی کی سب بہاریں دیکھیں' آمین۔ ویسے تو آنچل ہر لحاظ سے ایک بہترین ہے۔ اس کے بعد ''پتھروں کی پلکوں پر'' پہنچے گریٹ نازی جی! آپ جس انداز سے ناول کو آگے بڑھا رہی ہیں وہ خوب ہے۔ سانول شاہ کا بدل جانا بہت اچھا لگا' واقعی محبت انسان کو بدلنے کی طاقت رکھتی ہے' مان گئے بھئی۔ پلیز عباد اور صاعقہ کو بھی جلدی سے ملا دیں اور شجاع حسن کو بھی واپس لے آئیں۔ آئی مس یو شجاع حسن۔ واپس آجاؤ پلیز' اس کے علاوہ ابھی تک ''بیاض دل'' پڑھا جس میں کرن وفا اور صنم ناز کے واقعات بیسٹ رہے۔ ''یادگار لمحے'' میں شگفتہ خان' کلثوم مری' زیب النساء' پاکیزہ سحر اور کرن وفا کی باتوں نے کچھ لمحوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یادگار بنا دیا۔ باقی ڈائجسٹ ابھی پڑھا نہیں لیکن سو فیصد یقین ہے کہ ہر چیز ہمیشہ کی طرح پرفیکٹ ہوگی۔ آخر میں تمام آنچل قارئین اور دوستوں کو محبت و خلوص بھرا اسلام اور یہ دعا کہ ''خدا کرے اے آنچل! تم سدا ایسے ہی

کامیابیاں سمیٹو۔ ایک چھوٹی سی بات آنچل کے نام:

میری منزل کے جو جگنو ہیں وہ تیرے ہیں
تیری راہوں کے جو اندھیرے ہیں وہ میرے ہیں
چھو سکتی نہیں کوئی آفت اور بلا تجھ کو
کیوں کہ تم پہ دعاؤں کے جو پھیرے ہیں وہ میرے ہیں

☆ ڈیئر نبیلہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید کہتے ہیں اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ھما ایوب شیخ...... عارف والا۔ اسٹاف آنچل اور ڈیئر قارئین السلام علیکم! دو ماہ کی غیر حاضری کے بعد ایک بار پھر آئینہ میں ہم موجود ہیں۔ امید ہے کہ آئینہ نے ہمیں یاد کیا ہوگا (ہائے رے خوش فہمی) خیر! مارچ کا شمارہ دیکھتے ہی دل خوش ہوا تھا۔ ٹائٹل زبردست تھا۔ بہت عرصے کے بعد اتنا کھلکھلاتا ٹائٹل سامنے آیا۔ اسی امید پر ہم نے آنچل کی ورق گردانی شروع کی کہ دیکھیں ٹائٹل کی طرح تحاریر بھی زبردست ہوں گی اور جناب اس سلسلے میں ہمیں مایوسی و ناامیدی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ سب سے پہلے تو حدیث نبویؐ اور سرگوشیاں سے لطف لیا۔ پھر ''حمد و نعت'' کے بعد ''امام اعظم'' کو پڑھا۔ ''در جواب آں'' سے لطف لیا۔ ''زرد موسم کے دکھ'' کی آخری قسط دیکھ کر دل جھوم اٹھا۔ ''تیرے ہمراہ چلنا ہے'' عفت سحر کو پڑھا مگر آخر میں ''جاری ہے'' دیکھ کر ایک دم سے غصہ آیا۔ جناب عفت صاحبہ! اتنے عرصے بعد ادھوری ملاقات سے دل اچھا خاصا بدمزا ہوا۔ خیر ''بھیگی پلکوں پر'' نے مزا دیا۔ ''عزم جواں سالار'' بہت زبردست لگی۔ ''من کا موسم وہ گلاب لمحے' میرے نقش گر'' سب اچھے تھے۔ ''بھیگی پلکوں پر'' اختتام کی طرف بڑھتا ہوا لگتا ہے۔ ''بیاض دل' یادگار لمحے' آپ کی پسند'' اور ''آئینہ'' سب کو پڑھا۔ باقی سلسلے آہستہ آہستہ نظر سے گزرتے رہیں گے لیکن مکمل ناول کی کمی اب آنچل میں مسلسل رہنے لگی ہے۔ جس میں ہمیں شکوہ ہے۔ تاہم ناولٹ اور افسانے زیادہ ہوتے ہیں (غور فرمایئے گا) اس کے ساتھ ہی اجازت' والسلام۔

☆ پیاری بہن! خوش فہمی کیوں؟ ہم اور بہت سی بہنیں بھی یاد کرتی ہیں آپ کو' کیوں کچھ غلط تو نہیں کہا نا......

کومل رباب افضل...... لاہور۔ السلام علیکم شمائلہ آپی اور تمام آنچل اسٹاف اور پڑھنے' سننے والوں کو میرا محبت سے بھرا اسلام ہو۔ جی جناب! تبصرے کی طرف آتے ہیں اس دفعہ میں بہت ناراض ہوں کیونکہ شروع سے لے کر آخر تک سارا آنچل کھنگال لیا لیکن ہمارا نام سرے سے موجود ہی نہیں لیکن خیر چھوڑیے ہم بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہیں' اس لیے دوبارہ حاضر ہوگئے۔ سب سے پہلے روٹین کی طرح ''سرگوشیاں'' میں قیصرا آپی سے ملاقات ہوئی۔ کافی اچھی رہی اس کے بعد ''حمد و نعت'' سے دل کو منور کیا اور مشتاق انکل بہت اچھے طریقے سے گائیڈ کررہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے مقصد میں کامیابیاں عطا کریں۔ جی جناب! تو ہمارا آنچل میں آپ سب سے مل کر بہت خوشی ہوئی' اس کے بعد سیدھے پہنچے اپنے پسندیدہ ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' نازی جی! اے ون بہت اچھا جا رہا ہے۔ بس آپ سے یہ گزارش ہے کہ انوشہ کو سدھار دیں' اب تو معاملہ ٹھیک ہے' شاہ زر بھی سیدھا ہوگیا ہے پھر کیا مسئلہ ہے۔ سمیرا جی نے جس طرح ناول کا اینڈ کیا فنٹاسٹک' بہت اچھے! اللہ آپ کو اور ہمت دے ہمارے لیے لکھنے کی اور ہمیں پڑھنے کی۔ اقراء صغیر جی! بہت عمدہ لکھ رہی ہیں لیکن پری اور طغرل کی دوستی جلدی سے پکی کروادیں تو ہم مانیں ''اور کچھ خواب'' عشنا جی کے قلم میں تو جادو ہے۔ بہت خوب صورت لکھتی ہیں' ماشاء اللہ لیکن میری ایک بات غور سے سن لیں اگر دامیان اور انابیتا کے درمیان کوئی آیا تو میں اسے شوٹ کردوں گی کیونکہ یہ میرے فیورٹ کردار ہیں۔ عفت سحر جی! کا ناولٹ بھی اچھا ہے' تبصرہ تب کروں گی جب مکمل ہوجائے گا۔ حمیرا نگاہ آپ نے تو اتنا اچھا لکھا ہے کہ الفاظ نہیں مل رہے۔ میری دعا ہے کہ جس طرح یہ اپنے ملک کے لیے قربان ہوئے ہیں ہم سب اور ہماری افواج کو بھی ایسی قربانیاں نصیب ہوں' وطن کے لیے اگر جان بھی دینی پڑے تو گریز نہیں' پاکستان زندہ باد۔ عائشہ خان کا افسانہ کافی سبق آموز تھا' بہت اچھا لکھا۔ ''لمحۂ ہدایت'' بھی اچھا تھا۔ واقعی ہدایت کا کوئی لمحہ نہیں جب چاہے آجائے' بس خدا سے دعا ہے کہ ہمیں نیکی کی راہ پر لگائے رکھے' آمین۔ عارفہ جی کا ''میرے نقش گر'' بھی اچھا رہا لیکن وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے اس کے بعد ڈش مقابلہ میں سب ڈشز بیسٹ تھیں مگر کوکونٹ چاکلیٹ کافی مزے کی تھی۔ ''بیوٹی گائیڈ'' میں تو اس دفعہ اپنی چاندی ہوگئی کیونکہ بالوں کو صحت مند اور لمبے بنانے کے لیے میں بہت پریشان تھی۔ ''غزل نظم'' میں ہمیشہ کی طرح نازی جی کی غزل سپرہٹ تھی اور باسط اسماعیل کی ''بیاض دل'' میں سب کی پسند اچھی تھی مگر صنم ناز بیسٹ رہی۔ ''یادگار لمحے'' واقعی یادگار ہیں اور جب آئینہ کی طرف آئے تو اپنا نام نہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا مگر طاہرہ غزل' صاعقہ قریشی کا تبصرہ اچھا لگا۔ باقی رسالہ ابھی پڑھا نہیں یقیناً اچھا ہی ہوگا۔ اچھا اب اجازت چاہوں گی آخر میں آنچل کو اللہ تعالیٰ دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے' اللہ حافظ اور سب کو محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ شکریہ ساتھ رہنے کا۔

☆ پیاری کومل! جب ہم آپ آپ کا تبصرہ ملا ہی نہیں تو شائع کیسے کرتے بھلا۔

نشے خان نشی...... کھوئٹہ۔ السلام علیکم! کیسی ہیں پیاری شہلا آنی! امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی۔ آئینہ میں میرا یہ پہلا خط ہے' امید کرتی ہوں شائع ہوگا۔ آنی! زبردست نیوز ہے میرے پاس' بتاؤں' اپریل میں آنچل کی سالگرہ ہوتی ہے اور اپریل میں میری سالگرہ بھی ہے۔ آنچل جیسے ہی میرے ہاتھ میں آیا ''در جواب آں'' کی طرف دوڑ لگادی' اپنا خط دیکھ کر خوشی سے چیخنے لگی۔ اس کے بعد ''آنچل کے ہمراہ'' کی طرف دوڑ لگادی اور پھر کیا خوشی سے آنسو نکل آئے' میرا خط شامل اشاعت تھا۔ پھر دو دن تو اپنے نام کو ہی دیکھتے رہے تو اب کہانیوں کی طرف آتے ہیں۔ نازی جی! آپ کی کیا تعریف کروں' میری دعا ہے نازی جی! آپ دن دگنی رات چوگنی ترقی کریں' آمین۔ عشنا کوثر سردار آپ بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں مگر 25 اقساط ہوگئی ہیں کچھ اچھا ہو ہی نہیں رہا' کیا ارادے ہیں؟ 50 یعنی آدھی سنچری بنانے کے ارادے ہیں۔ ''زرد موسم کے دکھ'' سمیرا جی! کیا کہنے آپ کے بچ بہت خوب

صورت آپ لکھتی ہیں اور آپ نے بہت اچھا اینڈ کیا۔ ”تیرے ہمراہ چلنا ہے“ عفت سحر طاہر کا ناولٹ اچھا ہے۔ حمیرا نگاہ کیا خوب لکھا ہے۔ عارفہ سعید اور سباس گل کیا لکھ دیا‘ بے شک آپ دونوں ایک اچھی رائٹرز ہو۔ غزل‘ ثوبیہ رؤف کی پسند بہت اچھی تھی۔ نازی جی! کی تو کیا بات ہے۔ یادگار لمحے ”حمد باری تعالیٰ بہت اچھی تھی۔ آنی! خط لمبا ہو گیا پلیز ضرور شامل کیجیے گا‘ خطوط کی رسید نہ تھما دیجیے گا ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

☆ پیاری بہن! آئینہ میں بھی آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور سالگرہ مبارک بھی۔

زنیرہ بہاولنگر۔ کیسی ہیں شہلا آپی آنچل پڑھنے‘ اوڑھنے والی تتلیاں‘ شہزادیاں! آپی دوسری مرتبہ جسارت کر رہی ہوں پہلی دفعہ تو ردی صاحب نے ہڑپ کر لیا اب بھی کچھ صحیح تیور نہیں لگ رہے ردی صاحب کے۔ اس دفعہ آنچل 28 کو ڈاکٹر کے پاس گئی تو آنچل جی کو بھی جا لیا۔ سرورق اچھا لگا۔ قیصر آپا کی سرگوشیاں سنیں اور قریشی انکل کی خوب صورت لفظوں کی چاندنی بکھیرتی نئی کاوش پڑھی۔ دل خوش ہو گیا انکل! اللہ آپ کو صحت و تندرستی سے بھرپور زندگی دے۔ اقراء جی! کو پڑھا بہت اچھا چل رہا ہے ناول۔ عفت سحر طاہر کی آمد بہت اچھی لگی۔ شکر ہے ان کو بھی ہمارا خیال آ گیا۔ سمیرا شریف آپی! او یل ڈن واقعی کمال کر دیا آپ نے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ عارفہ سعید‘ حمیرا نگاہ‘ کیا بات ہے آپ کی۔ عارفہ آپ کی دعا بہت اچھی لگی۔ ”من کا موسم“ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ عائشہ خان آئی لو یو آر سو سویٹ مجھے آپ سے دوستی کرنی ہے۔ سباس گل‘ نازی جی‘ سمیرا جی‘ عشنا آپی کو پڑھا بہت اچھا لگا۔ ”ہمارا آنچل“ میں اسماء‘ زینب‘ لیلیٰ‘ سمعیہ کو پڑھا۔ سب ہی بڑی ہیں‘ بہن بھائیوں میں۔ صائمہ عزیز‘ مہوش رباب‘ سدرہ شاہین سے مل کر دلی خوشی ہوئی۔ کوثر اعوان (تنہائی) کہاں ہو آئی مس یو۔ او کے جی زندگی نے ساتھ دیا تو پھر بھی حاضر ہو جاؤں گی اللہ نگہبان۔

☆ ڈیئر زنیرہ! لیجیے آپ کا تبصرہ ردی کی ٹوکری سے بچا لائے‘ بس اب تو خوش۔

بشریٰ وارث...... چک سادو ورکاں۔ شہلا آپی اور تمام قارئین! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ آج پہلی بار آپ کی بزم میں شرکت کر رہی ہوں اس امید اور یقین کے ساتھ کہ باقی قارئین کی طرح مجھے بھی شامل کیا جائے گا۔ آنچل کی تمام رائٹرز بہت زبردست لکھتی ہیں۔ میں نے نازیہ کنول نازی کا ”پتھروں کی پلکوں پر“ کی وجہ سے آنچل پڑھنا شروع کیا اور اب تو عادت سی ہو گئی ہے اس کو پڑھنے کی۔ آپی! میں نازیہ جی سے فرینڈ شپ کرنا چاہتی ہوں اگر میرا خط شامل ہوا تو ان شاء اللہ پھر حاضر ہوں گی آخر میں تمام رائٹرز کو سلام اور پیار۔

☆ پیاری بشریٰ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید کہتے ہیں۔

شمساللہ اکرم...... فیصل آباد۔ سلام ایوری ون ہائی سویٹ لولی اینڈ کیوٹ آنچل مائی آل Prayers اینڈ بیسٹ وشز فار یو بی کاز ٹوڈے از یور برتھ ڈے۔ سو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اینڈ آئی لو یو۔ ڈیئر آنچل اسٹاف‘ ورکرز‘ رائٹرز اینڈ ریڈرز آپ سب کو بھی میرے بی ہاف پر آنچل کی برتھ ڈے بہت بہت مبارک ہو۔

صبح کا حسین ستارا ہے تُو
ہماری امیدوں کا سہارا ہے تُو
خوشیوں کا گہوارا ہے تُو
ہمت و حوصلہ ہمارا ہے تُو
دوست بہت پیارا ہے تُو

ڈیز آر مائی فیلنگز جسٹ فار یو مائی سویٹ آنچل! ارے...... ارے ذرا ٹھہریئے جناب! آگے بڑھنے کی اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی تو ہمیں نازی اپیا کو بھی برتھ ڈے وش کرنا ہے۔ ڈیئر نازی جی! آپ کو بھی آپ کا برتھ ڈے بہت بہت مبارک ہو۔ ان ایڈوانس اینڈ کیپ سمائلنگ فار ایوری ٹائم۔ بائی دا وے ڈیئر قارئین! آنچل میں آپ لوگوں کو ایک بات بتاتی چلوں کہ اتفاق سے میری انٹری بھی آنچل میں اپریل میں ہی ہوئی تھی اور یہ بات میرے لیے بہت معنی رکھتی ہے اینڈ خوشی کا باعث بھی ہے سو...... آپ لوگوں کا مجھے مبارک باد دینا بھی بنتا ہے‘ ٹھیک کہا ناں......؟ میرا آنچل سے بہت گہرا‘ مضبوط اور خوب صورت رشتہ ہے اور یہ اٹوٹ رشتہ ہے جو کبھی چھوٹ نہیں سکتا۔ ردی کی باسکٹ سے بچالیں‘ آپ کریں گی ناں؟ او کے اللہ حافظ۔

☆ ہاہاہا...... ڈیئر شمائلہ! لیجیے آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔

جن کے تبصرے ای میلز پر ووصول ہوئے

زرمین شاہ...... کراچی۔ انعم حسن...... راولپنڈی۔ مریم شاہ۔ حبیہ حسین‘ مردا خان...... چکوال۔ سیما محمد عارف...... واہ کینٹ۔ پریشے خان...... چکوال۔ سارہ زمان...... اسلام آباد۔ عائشہ ندیم...... پیرمحل۔ ماہ رخ نیازی...... میانوالی۔

تاخیر سے ملنے والے خطوط:

فائزہ اللہ رکھا۔ فوزیہ سلطانہ جوجی‘ تونسہ شریف۔ شمع مسکان‘ جام پور۔ نورین شمع‘ ملتان۔ جاناں‘ چکوال۔ صنم ناز‘ گوجرانوالہ۔ طیبہ نذیر‘ شادیوال گجرات۔ شہربانو رضا‘ میانوالی۔ اسماء عطاریہ‘ کراچی۔ کرن وفا لانڈھی‘ کراچی۔ صدف سلیمان...... شورکوٹ شہر

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

سویٹ عائفہ مریم فاران عنصر فرام میں چنوں اینڈ آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! فاران 4 اپریل کو تمہاری چھٹی سالگرہ ہے ہم سب کی جانب سے بہت بہت مبارک ہو‘ تمہیں اور باجی گلنار‘ بھائی عنصر رانا کو بھی۔ فیضان کو بھی ہمارا پیار دینا‘ اللہ پاک تم سب کو شاد و آباد رکھے‘ آمین۔ مائی سویٹ آنچل فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ چندا مثال‘ ثناء ملک‘ فضا اسلم (گوگیرہ)۔ مارچ میں آپ سب کی سالگرہ ہے تو سویٹ فرینڈز ہیپی برتھ ڈے لیٹ مبارک باد قبول کریں جناب۔ اپریل میں حمیرا نگاہ‘ ثوبیہ مرزا‘ سائرہ لنگڑیال‘ آپ سب کو سالگرہ مبارک ہو اور بہت سی دعائیں بھی۔ سب آنچل فرینڈز کو سلام۔

بشریٰ نوید باجوہ...... اوکاڑہ

تمام فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ سب فرینڈز! سب سے پہلے آنچل کو سالگرہ بہت مبارک ہو۔ اس کے علاوہ 13 اپریل کو سائرہ‘ 4 کو رضوانہ اور ثوبیہ مرزا اور 19 اپریل کو بشریٰ کی برتھ ڈے ہے آپ سب کو بہت مبارک ہو۔ فرح خان آپ کے لیے میری تمام محبتیں واضح ہیں۔ طاہرہ کیسی ہو؟ آنچل میں دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ عطروبہ تم کب حاضری دے رہی ہو۔ نوشین شاعری کی ٹک شائع ہونے پر بہت مبارکاں۔ شازیہ‘ زنیرہ نوید‘ امید‘ عصر خان‘ غزل‘ ثومی اور نادیہ‘ مریم‘ سائرہ کرن کیسی ہو؟ سب کو بہت سی دعائیں اور پیار‘ تمام پڑھنے والوں کو سلام‘ دعا گو۔

کرن وفا...... کراچی

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم دوستو! کیسی ہیں آپ سب؟ سب سے پہلے تو پیاری بہن پری وش گوندل کا بے حد شکریہ آپ نے ہمیں شادی کی مبارک باد اور دعائیں دیں۔ اللہ آپ کا نصیب بہت اچھا کرے (آمین) اور سویٹ نادیہ فاطمہ رضوی کیا حال ہے دوست؟ دھڑکن بلوچ اور سمعیہ مریم کیسی ہیں آپ؟ تمام دوستوں اور قارئین کو ہم بتاتے چلیں کہ ہماری ناولز کی مزید دو کتب مارکیٹ میں آ گئی ہیں‘ خریدیں‘ پڑھیں اور اپنی آراء سے نوازیں۔ کتب کے نام یہ ہیں ”محبت رنگ بدلتی ہے“ اور ”اک تیرے آنے سے“ سویٹ بشریٰ باجوہ عطاریہ یاد رکھنے کا شکریہ۔ سدا خوش رہیں۔ فریدہ جاوید فری جی‘ صوفیہ ملک‘ نوشین اقبال نوشی‘ ظل ہما‘ مسز عابد سب کو سلام دعا اور نوشین اقبال نوشی کو اپنے شعری مجموعے کی اشاعت پر دلی مبارک باد قبول ہو۔ آپ سب کی صحت سلامتی اور خوشیوں کے لیے دعا گو۔ دعاؤں کی طالب‘ آپ کی اپنی۔

سباس گل...... رحیم یار خان

قارئین آنچل کے نام

السلام علیکم! ڈھیروں دعائیں‘ اللہ آپ سب کو اپنے حصارِ رحمت میں رکھے‘ آمین۔ آپ نے جس طرح میرے ناولٹ کو پسندیدگی سے پذیرائی بخشی میں بہت شکر گزار ہوں آپ سب کی‘ آپ یقین مانیے ہم لکھاری کچھ نہیں ہوتے اور نہ ہی ہمارے الفاظ یہ تو آپ لوگوں کی محبت اور عقیدت جڑی ہوتی ہے ہمارے ساتھ‘ جو قلم سے لکھے گئے لفظ جگمگانے لگتے ہیں اور بشریٰ باجوہ آپ کی فرمائش سر آنکھوں پر جیسے ہی ادارے والوں کا حکم ہوگا سلسلے وار ناول پیش کردوں گی اور چندا مثال تمہیں شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ خدا تمہیں ڈھیروں خوشیوں سے نوازے آمین۔ آمنہ (فیصل آباد) چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض نہیں ہوتے کہ یہ چھوٹی رنجشیں ہی بڑے جھگڑوں کی بنیاد بن جایا کرتی ہیں۔ نازیہ کنول نازی ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اللہ آپ کی والدہ کو صحت و تندرستی سے نوازے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا‘ آپ کی دعاؤں کی طلب گار۔

حمیرا نگاہ...... ملکوال

بھائی آفتاب لودھی‘ بہن شائستہ عابد اور دوست اسماء مبشر کے نام

بھائی! بہت پیارے اور عزیز ہوتے ہیں ان کا سر پر دھرا اک ہاتھ بہنوں کے لیے مان بن جاتا ہے ان کا مسکراتے ہوئے گلے سے لگا کر پیشانی چومنا ایک انمول خوشی ہوتی ہے۔ بھائیوں کو ذرا سی بھی تکلیف ہو تو بہنوں کے دل غم سے بھر جایا کرتے ہیں ان پر آئی کوئی بھی مصیبت وہ آنکھوں کی نمی اور بارگاہ الٰہی میں پھیلائی دعا کی ہتھیلیوں سے ٹال دیتی ہیں۔ میرے بھائی جان کی سالگرہ کے موقع پر میری طرف سے انہیں ڈھیروں دعائیں‘ پیار اور مبارک باد انہوں نے زندگی کے کسی بھی لمحے میں مجھے باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے

دی اللہ انہیں اپنے دونوں بیٹوں ایان اور ارسلان کی خوشیاں دیکھنا نصیب کرے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق اور ترقی دے آمین۔ ڈیئر سسٹر! دعا ہے کہ رب عظیم آپ کو صحت زندگی اور ڈھیروں خوشیاں دے اور آپ کے دل کی ہر خواہش خواب بننے سے پہلے پوری ہو۔ مہاسن اور میرب اور خالہ جان کی طرف سے پیار اور عابد بھائی کو سلام۔ ڈیئر فرینڈ اسماء! کیسی ہو؟ تمہیں سالگرہ کی مبارک باد۔ مجھے پتا ہے کہ تم رسالے نہیں پڑھتی مگر کیا پتا پانی میں بہائی بوتل کی طرح یہ پیغام کسی طرح تم تک پہنچ ہی جائے۔ کون کہتا ہے دوریاں دوستیوں کو کمزور کردیتی ہیں تم آج کتنے سال سے ہالینڈ میں ہو مگر ہر خوشی اور غم میں ہم ایک دوسرے کو یاد کرتے ہیں۔ وہ کالج لائف بہت یاد آتی ہے جب ہم سب مل کر بہت زیادہ انجوائے کرتے تھے۔ ایان اور عباد کیسے ہیں انہیں پیار دینا اور موبی بھائی کو سلام‘ آپ کی بہن اور دوست۔

ام ثمامہ...... جھڈو (سندھ)

دوستوں اور اپنوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر ریحانہ یار! شادی کے بعد تو تم نے مجھے بھلا ہی دیا ہے‘ نہ کوئی کال نہ ہی کبھی کوئی میسج۔ یار‘ دوستوں کے ساتھ کوئی ایسا بھی کرتا ہے کیا اور بالکل یہی حال مہرین صاحبہ آپ نے کیا ہے میرے ساتھ۔ کیا دوستیاں دوستوں سے صرف شادی سے پہلے تک ہی نبھائی جاتی ہیں‘ شادی کے بعد کیا ہوجاتا ہے۔ اینی ویز تمہیں بھی بیٹی کی بہت مبارک باد قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ میری تمام دوست جہاں بھی رہیں اپنی اپنی زندگیوں میں خوش وخرم اور سدا سہاگن رہیں‘ آمین۔ پیاری باجی شائستہ عابد! کیسی ہیں آپ اور عابد بھائی‘ مہاسن اور میرب کیسے ہیں سب؟ آپ کا پنجاب کا ٹور بہت اچھا رہا جس کی آپ نے لمحہ بہ لمحہ رپورٹنگ کی ہے اور ہمیں بھی گھر بیٹھے پنجاب کی سیر کرادی اور ہم سب کے لیے گفٹس لانے کا بھی بہت بہت شکریہ۔ ہم سب فیملی ممبرز کی طرف سے آپ کا شکریہ اور آپ کو اور عابد بھائی کو سلام اور بچیوں کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ ڈیئر فرح طاہر! آپ نے میرے آنچل میں کم بیک کو بہت پسند کیا اور آپ کو بہت اچھا لگا تو آپ کا بھی بہت بہت شکریہ کیونکہ آپ کے اظہار پسندیدگی نے مجھے بھی بہت خوشی دی کیونکہ مجھے تو سب سے امید تھی کہ سب ہی کچھ نہ کچھ کہیں گی مگر سوائے آپ کے کسی نے بھی مجھے کچھ بھی نہیں کہا تو تھوڑا سا تو دکھ ہوا تھا خیر دوستی میں سب چلتا ہے یار! پھر بھی میری دعائیں ہمیشہ سب کے ساتھ ہیں‘ دعا گو۔

امبر گل...... جھڈو (سندھ)

نازیہ کنول نازی اور کچھ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! نازی جی کیسی ہیں آپ؟ آپ جیسی بھی ہیں مگر بہت اچھی ہیں اور مجھے بہت عزیز ہیں۔ نازی جی! میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرا بڑھا ہوا ہاتھ ضرور تھام لیں گی (ان شاء اللہ)۔ آمنہ رائی کیسی ہو؟ بس رہ گئی نا شاکڈ! میں نے بولا تھا کہ میں تمہیں حیران کروں گی تو کردیا۔ کیسی ہو بے وفا! یاد تو کرلیا کرو۔ اسماء ہائے‘ سمیرا شریف طور جی! آپ مجھے بہت پسند ہو۔ اس لیے میں آپ سے بھی دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز میرے مان سے بڑھے ہاتھ کو ضرور تھام لیجیے گا‘ آپ کی کہانی ”یہ چاہتیں یہ شدتیں“ پڑھنے کے بعد آپ مجھے شدت سے پسند آئیں۔ اس لیے پلیز نازیہ صاحبہ مجھے امید ہے کہ آپ بھی ڈائجسٹ پڑھتی ہوں گی اس لیے آپ کی خدمت میں آداب اور دعائیں! اگر کوئی ان کا جاننے والا پڑھ رہا ہو تو پلیز ان تک میرا پیغام پہنچادے‘ وہ گیریژن اسکول میں پڑھاتی ہیں اور آج کل ڈی پی ایس میں تعلیمی فرائض سرانجام دے رہی ہیں اور آخر میں آنچل اسٹاف کی عظمت کو سلام‘ سچ میں ان کی دیانت داری اور محنت کی وجہ سے ان کو فوجی سلام کرنے کو دل چاہتا ہے اب اجازت۔

آصفہ اسلم وٹو...... مقام نہیں لکھا

دوست کے نام

کیسی ہیں آپ سب۔ دوبارہ اس لیے حاضر ہوئی ہوں بہت معذرت کے ساتھ کہ ایک بات آپ سب سے صاف کردوں کہ میں کسی بھی گروپ میں شامل نہیں ہوں اور نہ مجھے کسی گروپ کا حصہ بننا ہے۔ مجھے یہ سب کام بالکل بھی اچھے نہیں لگتے۔ میں آپ سب کے ساتھ اچھے سے رہنا چاہتی ہوں لیکن میں آپ سب میں بہت مس فٹ ہوں۔ ہوسکے تو معاف کردینا میں نے آپ سب کا بہت دل دکھایا ہے۔ آپ سب ہمیشہ خوش رہیں۔

تانی چوہدری...... آکسفورڈیو کے

عزیز از جان نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! پیاری سی نازیہ آپی! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے

کہ خیریت سے ہوں گی۔ میری اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش اور آباد رہیں۔ نازیہ آپی! آپ کی امی جان کا آنچل میں پڑھا تو پتا چلا وہ بیمار ہیں‘ میں نے ان کے لیے خاص طور پر دعا کی۔ اب کیسی ہیں آنٹی جان! کیونکہ ماں ایک عظیم ہستی ہے میری اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پلیز پلیز کسی کی بھی ماں کو اس کی اولاد سے جدا نہ کرنا‘ آمین۔ کیونکہ ماں ہی تو سب کچھ ہے‘ کل کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ آنٹی جان کو اور میری امی جان کو اور سب قارئین کی امی جان کو لمبی زندگی عطا فرما اور تندرستی والی زندگی عطا فرما‘ آمین ثم آمین۔

بشریٰ ملک‘ مائرہ ملک...... فیصل آباد

مائی سویٹ فرینڈز

السلام علیکم ڈیئر! آپ سب کیسی ہیں؟ سعدیہ بشیر (مائی سویٹ جان)‘ مسرت نورین‘ اقراء حنیف‘ بشریٰ باجوہ عطاریہ‘ فرحت نورین‘ اقراء اکرم‘ سلمیٰ خان (لاہور)‘ طاہرہ عباس‘ فرخندہ نورین‘ نائلہ انور‘ رضوانہ شکور‘ عابدہ پروین میری دعا ہے میری سب فرینڈز خوش رہیں‘ آمین۔ اوکے اب اجازت دو‘ دعاؤں میں یاد رکھنا آپ سب کی دوست۔

سدرہ شاہین...... پیرووال

جسے میں نے سب کچھ سمجھا

دوستی کے مفہوم سے آشنائی مجھے تم نے ہی دی تھی۔ مجھے بتایا تھا کہ دوستی کیا ہوتی ہے لیکن میری مثال ایسی ہے کہ جیسے انگلی پکڑ کر میلے میں لایا جائے اور خود لانے والا بہانہ کرکے بھٹکنے کے لیے چھوڑ جائے لیکن قصور تمہارا نہیں‘ قصور حالات کا بھی اور شاید زیادہ میرا اپنا ہے کیونکہ جب حد سے زیادہ کسی کو چاہیں تو حسد کرنے والوں سے اسے بچانا چاہیے لیکن میں خود نہ بچ سکی اور نہ تمہیں بچاسکی۔ بچاتی کیسے اس نے تو چہرے پر اپنائیت کا ماسک لگا رکھا تھا اور آخر کار اسے بہت بہت مبارک باد پیش کرتی ہوں کہ وہ فاتح کہلائے گئے۔ خدا سے دعا ہے کہ انہیں ڈھیروں خوشیاں کامیابیاں عطا فرمائے۔ میں نے پڑھا تھا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے تو ان شاء اللہ وہ ذات ایک دن سچ اور جھوٹ علیحدہ کردے گی لیکن مجھے تم سے گلہ نہ ہے نہ تھا اور نہ ہی ہوگا کیونکہ تم مجھے دوستی کے سحر سے آزاد کرچکی ہو۔ کاش مجھے بھی یہ طریقہ آتا ہوتا لیکن میرا ہر رشتے سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔ خدا آپ کو آپ کی دوستوں سمیت کامیابیاں عطا فرمائے۔ میں تمہیں آتی جاتی سانسوں کے ساتھ یاد کرتی ہوں۔ آنچل میں چھپنے والا ہر شعر ہر غزل تمہارے ہی نام ہوگی۔ بے شک آپ مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتی ہو پھر بھی۔ ان تمام باتوں‘ جملوں کے لیے بہت بہت معذرت خواہ ہوں جو آپ کے لیے باعث پریشانی بنے۔

ف۔ن۔علی...... گجرات

بہت ہی پیاری فرینڈ کے نام

السلام علیکم! ڈیئر ماروی کیسی ہو؟ اللہ سے دعا ہے سدا خوش رہو‘ آمین۔ آنچل کے توسط سے مخاطب کرنا کیسا لگا ضرور بتانا اور ایک بات مجھے آپ سے بہت محبت ہے جو سامنے آپ کے کبھی نہیں بتا پاؤں گی‘ اللہ کرے تمہیں بہت ساری کامیابیاں ملیں‘ بہت ترقی کرو۔ دونوں جہانوں کے امتحان میں پاس ہوجاؤ‘ پڑھائی میں سب سے آگے رہو اور بہت جلد اپنی منزل پر پہنچ جاؤ‘ آمین اور نازیہ جانو میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر اس قابل سمجھو کہ میں نبھا پاؤں گی تو [illegible] کرنا اور پیاری سباس گل اور ام ثمامہ آپ [illegible] کرنا چاہتی ہوں‘ جواب [illegible] میں ہوگا تب بھی میں [illegible] کی۔

[illegible]...... [illegible] آباد

نازیہ کنول نازی [illegible] گل [illegible]

السلام علیکم [illegible] کی امی جان کے لیے دل سے دعا گو ہیں [illegible] کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے‘ آمین۔ پیاری [illegible] گل جی! اللہ تعالیٰ آپ کو نئی زندگی کی ڈھیروں خوشیاں نصیب کرے آمین اور میں باقی پڑھنے والوں سے بھی کہوں گی کہ وہ سب آپ کی خوش حال زندگی کے لیے خدا سے دعا کریں۔

مسز نجم شہزاد...... حیدرآباد

پری وش گوندل اور سویٹ مبرا نواز

السلام علیکم پری آپی! کیسی ہیں آپ؟ آپ یہ سوچ رہی ہیں یہ کون ہے جو مجھے آپی کہہ رہی ہے آپ مجھے نہیں جانتی میں نے آنچل میں آپ کا نام اور ذات پڑھی تو ایک اپنائیت سی محسوس ہوئی کیونکہ میں بھی گوندل فیملی سے تعلق رکھتی ہوں‘ اتفاق سے میں بھی گاؤں مانگٹ سے تعلق رکھتی ہوں لیکن ضلع شیخوپورہ کے مانگٹ سے۔ آپی میری دعا ہے کہ آپ کا جو خواب ہے وکالت کا وہ ضرور پورا ہو‘ آمین۔ میری پیاری سی سبز بھوری آنکھوں والی مبرا کیسی ہو؟ سوچا آنچل کے ذریعے

تمہیں یاد کروں۔ میرا بہت بُری ہو تم' یار! کبھی ویسے بھی فون کرلیا کرو' ہمیشہ کام کے وقت ہی کال کرتی ہو۔ ہمیشہ ہنستی رہو' مانوں بلی آمین۔

مدیحہ بتول گوندل......شیخوپورہ

شبیہہ' مظہر رانجھا کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو؟ تمہارا پیغام پڑھ کر لگا کہ پوری دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں تو سمجھی کہ مجھے ہی دوستوں سے دھوکا ملا لیکن یہاں تو سب ہی ایک جیسے ہیں۔ ایک بات جس سے صرف تم نہیں سب لڑکیاں متفق ہوں گی کہ دوست اگر ہمیں دھوکا دیتے ہیں تو اس میں قصور ہمارا ہی ہوتا ہے کہ ہم حد سے زیادہ ان پر اعتبار کرتے ہیں اور ہمارا وہی اعتبار ہمیں دھوکا' دکھ دیتا ہے۔ کوئی بات نہیں یار اگر ہم کسی کے حق میں بُرا نہیں کررہے تو جو ہمارے لیے بُرا کرتا ہے تو خدا کی لاٹھی بے آواز ہے وہ خود ہی سزا دینے والا ہے اور اس کی سزا سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ یہ دنیا ہے یہاں کچھ بھی ہوسکتا ہے اگر یہاں کی فکر کریں گے تو آخرت کو بھول جائیں گے' تو کیا فائدہ ایسی چیز کے لیے فکر مند ہونے کا جس کی فکر میں ہم اپنی ہمیشہ باقی والی زندگی جو ہمیشہ رہے گی اس کو بھول جائیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ دوسروں کے حق میں ہمیشہ اچھا سوچو' خدا ہمیشہ ہمارے لیے اچھا کرے گا۔ چھوڑ دو سب کو ان کے حال پر۔ میرے خیال میں تم سمجھ گئی ہوگی' سب آنچل فرینڈز کو سلام' والسلام پھر ملیں گے۔

طیبہ شیریں......کوری خدا بخش

ٹیچرز اور دوستوں کے نام

سلام محبت وآداب! امید کرتی ہوں کہ آپ سب بفضل خدا خیر وعافیت سے ہوں گی۔ زندگی کی گاڑی سست چل رہی ہے یا تیز چل رہی ہے خیر جیسے بھی چل رہی ہے میری دعا ہے کہ آپ سب ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں۔ میڈم فائزہ اور مس خدیجہ کو بہت بہت سلام ہو۔ ثمرہ اور آمنہ' رابعہ' رفیعہ' حمیرا' فرزانہ' مدیحہ' ساجدہ' راشدہ' ثناء کو میرا بہت سارا سلام قبول ہو اور میں تم سب کو بہت مس کرتی ہوں یار کبھی فون ہی کرلیا کرو یا وقت نہیں ملتا تم لوگوں کو یا بھول گئی ہو تم مجھ کو۔ پہچان گئی ہو یا تم لوگ کہ نہیں۔ آمنہ اپنے گھر والوں کو میری طرف سے سلام کہنا اور ہمیشہ خوش رہو آمین اور میرے لیے دعا ضرور کرنا۔

سمیرا اصغر......کھرڑیانوالہ

ام ثمامہ کے نام

السلام علیکم آنی ام ثمامہ جی! آپ پریشان ہورہی ہیں کہ یہ کون ہے جس نے مجھے پیغام لکھا تو جی پریشان مت ہوں بتائے دیتی ہوں' تو جی میرا نام ایمن وفا ہے میں بھی آپ ہی کے شہر جھڈو میں رہتی ہوں سو آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز اپنے بارے میں بتائیے کہ آپ کس طرف رہتی ہیں اور کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی۔ انتظار کروں گی آپ کے جواب کا' اوکے ہمیشہ خوش رہیں آمین۔

ایمن وفا......جھڈو

آنچل کی تمام پریوں کے نام

تمام پڑھنے اور سننے والوں کو محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ جی تو جناب! ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ تمام پریاں کیوں غائب ہیں؟ جن میں کرن وفا' چندا مثال' غزل ملک' عطروبہ سکندر' سائرہ مشتاق' نوشین اقبال' رابعہ' انجم اریبہ' امیمہ اور بھی بہت سی جن کے نام نہیں لکھے پلیز آپ سب جلدی سے انٹری دیں کہاں کھوگئی ہیں آپ سب؟ ارے حیران ہورہے ہیں کہ یہ ہے کون؟ بھئی یہ ہم ہیں آپ کی خاموش دوست کومل رباب! پہلی دفعہ آپ سے مخاطب ہوئی ہوں برائے مہربانی دوستی کا بھرم رکھیے گا۔ اچھا اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

کومل رباب......لاہور

پیاری بہن اور بہنوئی کے نام

ڈیئر مائدہ اینڈ راشد بھیا! شادی کی بہت بہت مبارک باد قبول کریں۔ کیوں مائدہ چونک گئیں کیسا لگا سرپرائز بتانا ضرور۔ بھیا میری بہن کا ڈھیر سارا خیال رکھنا۔ اسے کوئی دکھ مت دینا اور کریلے تم' تم میری بہن اور اپنی بھیجی کا پورا خیال رکھنا ہے اگر ذرا سا تنگ کیا نا تو جو تمہارے سر کے چار بال ہیں وہ بھی نوچ لوں گی سمجھے اور مائدہ نفل تو میں نے پڑھ لیے کس لیے اب تو سمجھ گئی نا۔ آئی لو یو اور اینڈ آئی مس یو سو مچ۔ سدا خوش رہو' تمہاری سویٹ سسٹر۔

راشدہ شریف چوہدری......اوکاڑہ

سسٹرز اور فرینڈز کے نام

ڈیئر مری (مریم)! ہمیشہ خوش رہو اور ماہی (مارشاد) اینڈ ڈارلنگ جیا آپ کے لیے یہی سرپرائز تھا کیسا لگا؟ یقیناً بہت اچھا۔ 21 اپریل کو جیا آپ کی برتھ ڈے ہے دعا ہے آپ کی زندگی میں اتنی خوشیاں آئیں کہ ان کو سمیٹتے سمیٹتے آپ کا دامن

کم پڑنے لگے۔ سویٹ آپی جاناں ملک 3 اپریل کو آپ کی برتھ ڈے ہے' تیار رہیں اب آپ کو نہیں چھوڑنا' گھبرائیں نہیں ٹریٹ کے بعد چھوڑ دیں گے کیوٹ سسٹر عائشہ ملک (وہاڑی) آئی مس یو ویری مچ اینڈ ہما آپ بہت اچھی ہو' دعا ہے ایسے اچھی رہو۔

سعدیہ ملک......جلالپور پیروالہ

بے وفا دوستوں کے نام

چندا مثال' نادیہ جہانگیر' امبر گل' سدرہ اسلم (کہروڑپکا)' سمعیہ مریم' ہادیہ بخاری' نوشین اقبال' یار تم سب سے میں بہت ناراض ہوں۔ ایک ماہ میں نے تم سب سے رابطہ نہیں کیا تو تم سب نے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ تم کہاں چلی گئی ہو؟ اور کسی نے مجھے آنچل کے ذریعے نہ تو میری شادی پر وش کیا اور نہ ہی تب جب میرے گھر پیاری سی گڑیا کی آمد ہوئی' صرف کرن وفا اور ثمرین حسیب نے مجھے یاد رکھا۔ جن کی میں شکر گزار ہوں۔

سائرہ پرواکرن......راجن پور

آنچل کی پریوں کے نام

ہما آپی! میں آنچل میں پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں امید ہے مایوس نہیں کریں گی آپ۔ اب بات ہوجائے ذرا پریوں سے تو آنچل کی پریاں دھیان سے اپنا نام پڑھیں اور مجھ سے رابطہ کریں۔ سب سے پہلے پری عطروبہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' امید ہے مایوس نہیں کریں گی۔ ام ثمامہ' دعا ہاشمی' ایس عطاریہ' چندا مثال' غزل ملک' سدرہ اسلم' اریبہ' بشریٰ' طاہرہ ملک' رابعہ اکرم' زائمہ' نوشین شاہ میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' پلیز مجھے جواب ضرور دینا۔ خدا آپ سب کو اپنے حفظ ایمان میں رکھے' جواب کا شدت سے انتظار رہے گا۔

مسکان قدیر......قصور

پیاری دوست ام حبیبہ کے نام

پیاری دوست حبیبہ! میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں جب تک کالج نہیں آتیں تو میرا دل تمہارے بغیر بالکل نہیں لگتا۔ خدا تمہیں خوش رکھے اور اپنی رحمتوں کی چھاؤں میں تمہیں آباد رکھے اور ہماری دوستی کو تاقیامت قائم رکھے' آمین۔

طیبہ حنیف بٹ......سمندری

رومان اور ڈیئر فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو ڈیئر رومان؟ تمہیں تو کبھی اتنی زحمت نہیں ہوئی کہ کبھی کال یا میسج کرکے حال ہی پوچھ لو؟ خیر مرضی ہے تمہاری ویسے بھی ہمیشہ میں ہی سمجھوتہ کرتی ہوں۔ تمہیں تو میرا بالکل بھی خیال نہیں۔ مجھ سے بات کرنے پر پابندی ہے کیا؟ خیر تم سے کیا گلہ کرنا۔ ہیلو مائے بیسٹ فرینڈز! زعیمہ اینڈ نمرہ کیا حال ہے؟ امید ہے کہ تم دونوں ٹھیک ہوں گی۔ 5 اپریل کو تمہاری برتھ ڈے ہے نا نمرہ مجھے یاد ہے' چلو میں تمہیں پہلے ہی وش کردیتی ہوں ہیپی برتھ ڈے ٹو نمرہ۔ اپنا اور دوسروں کا بہت خیال رکھنا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' خدا حافظ۔

علینا لیزا......اوکاڑہ

اپنی دوست سائرہ اور اس کی بیٹی حمنہ کے نام

السلام علیکم! سائرہ کیسی ہو اور حمنہ جانو تم کیسی ہو؟ ابھی تو تم چھوٹی ہو پڑھ نہیں سکو گی مگر تمہاری ماما تمہیں بڑا ہو کر بتادیں گی۔ حمنہ ایک سال کی ہوجائے گی اور تمہاری بھی ایک ماہ بعد برتھ ڈے ہے اس لیے دونوں کو میری طرف سے بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ ایسے ہی ہزاروں سال جیو۔ اب تم بھولتی جارہی ہو (ہے ناں) مگر میں شادی کے بعد بھی آپ لوگوں کو یاد رکھتی ہوں۔ خیر ظفر بھائی کیسے ہیں ان کو بہت سلام دینا اور مس نورین اور میری پیاری خالہ کو بھی۔ اب کچھ شرم کرلو اور اپنی تصویر نہیں دینی تو نہ دو مگر حمنہ کی تو دے دو۔

نوشین عرفان......جہلم

پیاری زارا' عزیرا آپی اور آنچل فرینڈز کے نام

بہت پیاری زارا باجی اور عزیرا آپی! آپ دونوں بہت سویٹ ہو اور آپ میں غزل کی جان ہے۔ اریبہ شاہ ڈیئر! تم بہت اچھی ہو پر اتنا اداس کیوں رہتی ہو؟ سلمیٰ ملک' مہوش ملک' غزل ملک کیسے ہیں آپ لوگ؟ شگفتہ خان' ثناء اعوان' نادیہ جہانگیر' کرن شاہ مجھے آپ سب بہت اچھے لگتے ہو۔ اللہ آپ سب کو ایسے ہی آنچل کے ساتھ ہنستا مسکراتا رکھے۔ تانی چوہدری کیا ہوا آپ نے تو سب فرینڈز کو بائے ہی کردیا۔ ایسا کیوں؟ اتنے پیار کرنے والے لوگ تو بہت مشکل سے ملتے ہیں پھر آپ اتنی آسانی سے الگ کیسے ہوسکتی ہیں؟ ایک بات کہوں گی آپ سب سے میری مما کی طبیعت ان دنوں بہت خراب ہے۔ پلیز ان کے لیے دعا کیجیے گا آپ سب کی اپنی۔

غزل ناز......کراچی

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

نائلہ اشفاق......کوٹ غلام محمد

س: قوم کے بگڑنے میں کس کا ہاتھ ہے؟

ج: قوم کا اپنا۔

س: لڑکی کا شادی سے پہلے روز گھر چھوٹ جاتا ہے اور لڑکے کا کب چھوٹتا ہے؟

ج: لڑکے کا اس روز جس دن وہ لڑکی سے ملتا ہے۔

س: پاگل تو پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہے عقلمند کی پہچان کیا ہے؟

ج: وہ عقل مندوں والی حرکتیں کرتا ہے۔

شمع مسکان......جام پور

س: آپی ایک انسان کے چلے جانے سے (ابو جان کی وفات) باقی رشتے کیوں بدلنے لگتے ہیں۔ حقیقت پہلا روپ ہوتا ہے یا دوسرا؟

ج: زندگی اسی کا نام ہے۔

س: آپی آج کل مخلص دوست ناپید کیوں ہیں؟

ج: اخلاص کی کمی اور اخلاقی گراوٹ کی وجہ سے۔

سیما ممتاز عباسی......لاڑکانہ

س: سسرالی رشتے آخر "س" سے ہی شروع کیوں ہوتے؟

ج: اس لیے کہ سسرالی رشتے ہوتے ہیں۔

س: لنڈا بازار کس عیسوی سن میں قائم ہوا تھا؟

ج: جب سے انگریز وجود میں آیا۔

س: وقت اور بخت میں کیا فرق ہے؟

ج: بخت سوار وقت سواری۔

فوزیہ سلطانہ......ڈیرہ غازی خان

س: آنی! جب ایک رائٹر بار بار جو بھی کہانی لکھے اس میں ہیرو اور ہیروئن مل نہ پائیں تو اس کا مطلب یہی ہے ناں کہ وہ رائٹر اندر سے ٹوٹا ہوا ہے

ج: رائٹر معاشرہ کا عکاس ہوتا ہے۔ اپنے اندر کا نہیں۔

س: سچ بتائیے آپ کی عمر کتنی ہے؟ سچی میں، میں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی پرامس۔ میں تو یہی کوئی 15 یا 16 سال کی ہوں گی۔ آپ کو آنی کہنا چاہیے یا نانی؟

ج: نانی آنی۔

س: امتحان میں کامیابی کے لیے دعا کیجیے؟

ج: اللہ آپ کو کامیابیاں عطا فرمائے۔

اقرا تبسم......رینالہ خورد

س: انسان کو محبت زندگی میں ایک بار ہی ہوتی ہے آپ اس بات سے متفق ہیں کیا؟

ج: نہیں، انسان کو زندگی سے ہمیشہ محبت کرتے رہنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ کا انعام ہے۔

س: راز کی بات کس سے کرنی چاہیے؟

ج صرف اس ذات سے، جو آپ سے حقیقی محبت کرتا ہے۔

س: کم بولنا یہ خوبی ہے یا خامی؟

ج: کہیں تو یہ خوبی ہے اور کہیں یہ خامی۔

س: مخلص دوست کی کوئی نشانی بتائیں؟

ج: اس کا آپ کا دوست ہونا۔

خنساء دلدار......پنڈوڑی

س: آپی بے وفا کون ہوتے ہیں لڑکے یا لڑکیاں؟

ج: یہ آپ اپنے بارے میں پوچھ رہی ہو کیا؟

س: شمائل آپی اپنے ہی کیوں دھوکا دیتے ہیں؟

ج: ایسا معلوم ہوتا ہے حقیقت میں ایسا ہوتا نہیں۔

س: محبت کی تعریف کریں۔

ج: ایک سطر میں ممکن نہیں۔

زہرہ دلدار......پنڈوڑی

س: شمائل آپی آخر اسے آنا ہے مگر کب؟

ج: جب اس کا وقت ہوگا۔

س: شمائل آپی وہ جانتا ہے مگر کیا؟

ج: کہ آپ اس کی......

س: ان کے آنے کا سن کے دل دھک دھک کرنے لگا بھلا کن کے آنے کا؟

ج: والد محترم کا ڈر ہے۔

مدیحہ نورین مدوح......برنالی

س: آپی آج کل چھینکیں بہت آرہی ہیں آپ کی یاد ہے یا ٹھنڈ کا اثر؟

ج: چھینک کا یاد سے کوئی تعلق نہیں ضرور ٹھنڈ سے ہے۔

س: آپو جانی محبت اور جنگ میں سب جائز کیوں ہوتا ہے؟

ج: اس لیے کہ دونوں ہی جنگ ہے۔ محبت بھی تو کسی جنگ سے کم نہیں ہوتی۔

س: آپی اگر آپ کو الہ دین کا چراغ مل جائے تو کیا کریں گی

ج: سب سے پہلے تمہیں غائب کرادوں۔

س: آپی بلو اور پریتو میں اور منی اور شیلا میں کون نمبر ون ہے؟

ج: صرف مدیحہ نورین۔

س: آپی لوگ خط بھیجنے کے لیے اب کبوتر کیوں نہیں بھیجتے؟

ج: کبوتروں پر حکومت نے ٹیکس لگا دیا ہے۔

س: آپی لوگ چاند پر چلے گئے ہیں سورج پر کب جائیں گے؟

ج: جب آپ وہاں سے اتریں گی۔

س: آپی کسی کا دل جیتنے کے لیے کیا کرنا چاہیے ہمیں؟

ج: دل بھی کیا اب ٹی 20 کپ ہوگیا ہے؟

س: اگر ادھار محبت کی قینچی ہے تو محبت ناپنے کا آلہ کیا ہے؟

ج: قینچی۔

ارم الیاس......گجرات

س: آپی اتنے مہینوں بعد تشریف لائی ہوں مس کیا؟

ج: مس......ناں......ہاں بہت کیا۔

س: آپی آج کل میری ٹیچرز میری ماما اور گھر والے کچھ ناراض کیوں لگ رہے ہیں؟

ج: فیل ہو رہی ہوں گی۔

س: ویسے لڑکیاں آپ کی عینک کے پیچھے کیوں پڑتی ہیں؟

ج: اس لیے کہ وہ آپ کی جو ہے۔

عروج علی......الفلاح کالج آف کامرس

س: آپی پہلی بار آئی ہوں، گود میں بٹھائیں گی یا......؟

ج: آپ کے لیے گود چھوٹی پڑ جائے گی۔

س: آپی شامی بھائی تو مجھے بھالو آپی کہتا ہے آپ کیا کہنا پسند کریں گی؟

ج: یہی ٹھیک ہے۔

س: آپی میں ریل گاڑی پہ آیا کروں کہ جہاز پہ؟

ج: پی آئی اے کے جہاز اڑتے نہیں، ریل وقت پر آتی نہیں لہٰذا......

سلمیٰ......نوشہرہ

س: شمائلہ آپی پہلی دفعہ آئی ہوں بیٹھنے کی اجازت دیں گی؟

ج: آپ کے لیے ہماری کرسی چھوٹی ہے۔

س: آپی آپ کو کرکٹ اچھی لگتی ہے کہ نہیں؟

ج: جی ایک انسان گیارہ لوگوں کو بھگا رہا ہوتا ہے۔

س: آپی آپ کو کون سا ملک سب سے زیادہ پسند ہے؟

ج: پاکستان سارے جہاں سے اچھا، پاکستان ہمارا۔

سارہ......نوشہرہ

س: آپی زندگی میں اتنی مشکلات کیوں آتی ہے؟

ج: زندگی اسی کا نام ہے۔

س: آپی جب انسان ہر طرف سے مایوس ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: انسانوں سے آس لگاؤ گی تو یہی ہوگا۔

س: اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں عطا فرمائے۔ آمین

ج: آمین اللہ آپ کو سدا خوش رکھے۔

شمائلہ اکرم......فیصل آباد

س: اب آپ کو بتانا ہی پڑے گا بھلا کیا...... کہ آپ نے مجھے کتنا مس کیا؟

ج: میں...... نے آپ...... کو ہاں...... کیا تو مگر......!

س: آنی جان! آپ مجھے کبھی اگنور مت کیجیے گا۔ ورنہ میں بہت ہرٹ ہوں گی۔ میرے سوالات ضرور شائع کیجیے گا۔ نو دھمکی جسٹ گزارش۔

ج: ایسی گزارش نما دھمکی پر تو شائع کرنا ہوگا۔

ایمن وفا...... جھڈو

س: آپی جن کے ممی پاپا نہ ہوں ان کے ساتھ اپنے بھی غیروں جیسا سلوک کیوں کرتے ہیں؟

ج: اس لیے کہ وہ غیر ہی ہوتے ہیں۔

س: جب دکھ پر رونے سے بھی دل کا غم کم نہ ہو تو کیا کریں؟

ج: اللہ سے لو لگا لیا کرو۔

س: آپی میں ام ثمامہ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز آپ اس سے سفارش کردیں نا کہ وہ مجھ سے دوستی کرلیں۔

ج: سفارش کردی ام ثمامہ ان سے دوستی کرلو۔

طیبہ نذیر...... گجرات

س: آپ کے پیار کی اک نظر چاہیے؟

ج: ایک نظر والے کو تو کانا کہتے ہیں۔

س: ہنسنا اور رونا اگر ایک ساتھ آئے تو اس ملی جلی کیفیت کو آپ کیا کہیں گی پاگل پن مت کہیے گا؟

ج: درست جواب ہے۔

س: اگر وضاحت دینے پر بھی لوگ نہ سمجھے الٹا برا سمجھیں تو ایسے میں کیا کرنا چاہیے؟

ج: خاموشی بہت بڑا ہتھیار ہوتی ہے۔

س: آپ مجھے میری شخصیت کے بارے میں کچھ بتائیں گی کہ میں کیسی ہوں؟

ج: بہت نرم دل اور بے حد خوب سیرت۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدرآباد سندھ

س: آپی جن سے محبت ہوتی ہے ان کی ناراضگی جان لیوا کیوں ہوتی ہے؟

ج: محبت کرنے والے کبھی ناراض نہیں ہوتے۔

س: آپی میری بڑی سسٹر اسماء طاہر کبھی اپنے پیسوں سے آنچل نہیں منگواتی لیکن پڑھنے کے لیے پہلے ان کو چاہیے بتائیں کیا کروں؟

ج: وہ آپی ہیں یہ ان کا بھی حق ہے۔

س: آپی آپ کو میوزک پسند ہے یا نہیں؟

ج: بالکل نہیں۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ

س: آپی زندگی کبھی کبھی بے مقصد سی کیوں لگنے لگتی ہے؟

ج: اس لیے کہ ہم دین سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

س: انسان اتنی جلدی بدل کیوں جاتے ہیں؟

ج: اچھا وہ کیسا بدل جاتا ہے۔

س: آپی آج کل کردار کے بجائے حسن کو کیوں اہمیت دی جاتی ہے؟

ج: اس لیے کردار نہیں نظر آتا۔

س: خوابوں میں وہی لوگ کیوں نظر آتے ہیں جنہیں ہم بھولنے کی سعی کررہے ہوتے ہیں؟

ج: لوگوں کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔

س: آنچل کی سالگرہ مبارک ہو۔

ج: آپ کو بھی مبارک ہو۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

س: شمائلہ جی! السلام علیکم، کیا حال ہے ایک طویل وقفے کے بعد حاضر ہوئے ہیں خوش آمدید کہیے؟

ج: خوش آمدید۔

س: شمائلہ جی ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم جس پر بہت اعتبار کریں وہی دغا دے جاتا ہے؟

ج: انسانوں پر اعتبار کرنے کا یہی حال ہوتا ہے۔

کام کی باتیں

حنا احمد

جلد کو تروتازہ رکھنے کا طریقہ

+ ان طریقوں پر عمل کرنے سے ہر قسم کی جلد تروتازہ رہتی ہے۔
+ صبح سویرے خالی پیٹ ایک گلاس پانی میں ایک چمچ شہد ڈال کر پئیں۔
+ صابن بالکل استعمال نہ کریں۔
+ سب سے پہلے اپنے چہرے پر نیم گرم پانی اور فیس واش کے مکسچر سے مساج کریں پھر ٹھنڈے پانی سے دھولیں۔
+ بیسن یا کریم اپنی جلد کے مطابق استعمال کریں۔
+ اپنا تولیہ الگ رکھیں کسی اور کا استعمال نہ کریں۔
+ دن میں دو دفعہ چہرہ دھوئیں۔
+ میک اپ اتارنے کے بعد کلینزنگ کریں۔
+ ایسا کاسمیٹک نہ استعمال کریں جو آپ کی جلد خراب کرتا ہو۔

سانولی رنگت کے لیے

+ چنے کی دال بھگو کر پیس لیں اس کو دودھ میں حل کرکے لیپ سا بنالیں اور پندرہ سے بیس منٹ تک چہرے پر لگا رہنے دیں پھر تازہ پانی سے دھولیں۔ روزانہ اسے چہرے پر لگائیں کچھ دن میں چہرہ صاف ستھرا ہوجائے گا۔
+ سرسوں کی کھل میں سنگترے اور لیموں کے چھلکے ملا کر ابٹن بنالیں، روزانہ چہرے پر لگائیں۔ سانولا پن دور ہوجائے گا۔
+ بادام ہلدی اور چاول پیس کر ان میں تھوڑا سا دودھ شامل کریں پھر یہ ماسک چہرے پر لگائیں بیس منٹ بعد دھولیں۔ چند دن میں فرق محسوس ہوگا۔

جلدی کی صفائی کے لیے ابٹن

چنبیلی کی کلی	ایک کپ
بیسن	ایک کپ
ہلدی پسی ہوئی	دو بڑے چمچے
دار چینی پسی ہوئی	ایک چمچ

ان سب اجزاء کو ملالیں اور ایک بوتل میں محفوظ کرلیں اس مکسچر کو روزانہ چند قطرے لیموں اور پانی میں گھول کر چہرے پر لگائیں، رنگت صاف ہوگی۔

سنگترہ

پھلوں میں سنگترہ بھی اللہ تعالیٰ کا بیش بہا تحفہ ہے۔ سنگترے کے مسلسل استعمال سے ذہن تیز اور حافظہ قوی ہوتا ہے۔ بینائی میں بھی اضافہ ہوتا ہے، خون صاف ہوتا ہے اور رنگت نکھرتی ہے اس کے استعمال سے زہریلا مادہ خارج ہوجاتا ہے اور جسم اعتدال پر آتا ہے۔ سنگترہ کثرت سے استعمال کرنے سے چہرہ صاف ہوجاتا ہے اس پر داغ دھبے اور جھائیاں پیدا نہیں ہوتیں۔ سنگترہ تیز بخار کے بعد کی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے کمزور سے کمزور مریض کی غذا میں شامل کیا جاتا ہے۔ سنگترے کا رس معدے میں جاتے ہی ہضم ہوجاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے سنگترے کا رس بہت مفید رہتا ہے جنہیں تیزابیت کی شکایت ہوتی ہے جو مرغن غذاؤں کے عادی ہوتے ہیں ان کے لیے سنگترے کا رس مفید ہے، اس کا رس خون صاف کرنے اور تیزابیت دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ قلب کی کمزوری دور کرنے کے لیے مفید ہے اس کا مزاج سرد تر ہے اس لیے گرم مزاج لوگوں کے لیے زیادہ مفید ہے۔

درخشاں بی...... چوتالہ

سیب

+ سیب بہترین دماغی غذا ہے۔ ماہرین لگاتار کام کرنے والوں کے لیے سیب بہت مفید بتاتے ہیں کیونکہ اس میں دوسرے پھلوں کی بہ نسبت فاسفورس اور فولاد زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ فاسفورس دماغ کی اصلی غذا ہے۔ سیب جگر کے فعل کو درست کرکے سستی دور کرتا ہے۔ ذہنی اور دماغی قوت بخشتا ہے۔ اسے معدہ اور آنتوں کی بیماریوں میں استعمال کرتے ہیں۔ خون کی کمی اور دل کی کمزوری کے لیے بہت مفید ہے۔ اس کے لگاتار استعمال سے اچھا خون پیدا ہوتا ہے رنگت نکھرتی ہے اور رخساروں میں سرخی پیدا ہوتی ہے۔ یونانی طب کی دوا میں سیب کا شمار بہترین پھلوں میں ہوتا ہے۔ تاثیر کے لحاظ سے سیب شیریں گرم تر ہے۔ دماغ، دل وجگر کو تقویت دیتا ہے اس کا مربہ دل ودماغ اور خون کی کمزوری کے لیے مفید ہے۔

حمیرا اکبر...... میر پور خاص

بالوں کو لمبا، گھنا اور چمکدار بنایئے

+ دہی یا دہی کی لسی سے دھونے سے بال لمبے ہوتے ہیں۔

+ بالوں میں مہندی لگانے سے سر کی گرمی دور ہوتی ہے اور بال بھی لمبے، گھنے اور چمک دار ہوجاتے ہیں۔

+ چائے کے ٹھنڈے قہوے سے بالوں کو دھونے سے بال لمبے اور گھنے ہوتے ہیں۔

+ مہندی میں شہد اور زیتون کا تیل ملا کر یک جان کرلیں اور اس آمیزے کو بالوں میں لگائیں، کم از کم نصف گھنٹہ تک لگا رہنے دیں پھر دھوڈالیں۔ بال لمبے اور گھنے ہوجائیں گے۔

+ دو تین ہفتوں میں ایک دفعہ بالوں کی نوکیں کاٹ دینے سے ان کی افزائش میں اضافہ ہوتا ہے۔

+ خشک آملہ، کابلی ہڑ، ریٹھا اور بیری کے پتے برابر مقدار میں لیں اور ایک کلو پانی میں ڈال کر خوب ابالیں، اس پانی کو ٹھنڈا کریں اور ہر تیسرے دن اس سے بال دھوئیں، بال چمکدار ہوجائیں گے۔

+ آملہ، ریٹھا اور سکاکائی ہم وزن لے کر کچھ دیر دھوپ میں رکھیں تاکہ خشک ہوجائے اس طرح ان کو پیسنے میں آسانی ہوگی۔ انہیں اچھی طرح پیسنے کے بعد یکجان کرکے آمیزہ بنائیں اور اس آمیزے کا ایک چمچ کھولتے ہوئے پانی میں ڈال کر خوب اچھی طرح ابالیں۔ اس کے بعد پانی چولہے سے اتارلیں اور جب اس کی حدت میں خاطر خواہ کمی آجائے تو اس سے بالوں کو دھوئیں۔ بالوں کی لمبائی میں اضافہ کرنے کا بہترین نسخہ ہے۔

+ تھوڑے سے آملے پانی میں بھگو کر رات بھر کے لیے پڑے رہنے دیں۔ صبح اس میں آم کی گٹھلی ڈال کر تمام اجزاء کو اچھی طرح پیس لیں۔ سر دھونے یا نہانے سے ایک گھنٹہ قبل اس آمیزے کو بالوں میں لگالیں۔ چند مرتبہ یہ عمل کرنے سے بال گھنے ہونا شروع ہوجائیں گے۔

+ املی رات بھر کے لیے پانی میں بھگودیں اور صبح اس پانی سے سر دھوئیں۔ بعدازاں سر میں ناریل کا تیل لگائیں۔ ہفتے میں تین بار یہ عمل کرنے سے بال لمبے ہوجاتے ہیں۔

+ بالوں کی لمبائی میں اضافہ کے لیے کریلے کی جڑ پیس کر بالوں میں لگانا بہت مفید ہے۔

+ بیری کے پتے پانی میں پیس کر اچھی طرح سر میں مساج کرنے سے بال گھنے ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

مراسلہ میاں شبیر احمد دلبر...... سرگودھا

تندرستی صحت

لبابہ احمد

اپنے جسم سے متعلق آگہی

کینسر ایک موذی مرض...... کچھ عرصے قبل تک اسے لاعلاج اور پھر مشکل علاج والا مرض سمجھا جاتا تھا۔ بزرگوں کے بقول یہ وہ مرض ہے کہ جو گھر اجاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں یہ موذی مرض عام ہوتا گیا وہیں اس کا علاج بھی بہتر سے بہتر طور پر ممکن ہوکر سامنے آیا۔ گو ابھی اس کا علاج مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔ پاکستان میں بڑھتی ہوئی آلودگی، ناخواندگی اور ناقص طبی سہولیات کی وجہ سے اس مرض کے مریضوں میں بہت تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ بدقسمتی سے اس موذی مرض میں مبتلا ۷۰ سے ۸۰ فیصد مریضوں کو آخری اسٹیج تک اس بیماری کا پتا ہی نہیں چلتا۔ جس کی وجہ سے ہر سال مختلف کینسر اسپتالوں میں سیکڑوں مریض تکلیف دہ اور مہنگا علاج کروانے کے باوجود بالآخر زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔

پاکستان میں اس وقت اس مرض کے لیے شوکت خانم اسپتال کو بہترین سمجھا جاتا ہے۔ خوب صورت اور دیدہ زیب عمارت پر مبنی اس اسپتال میں اس مرض کی تشخیص اور علاج کے لیے روزانہ آنے والے مریضوں کی تعداد سیکڑوں میں بنتی ہے۔ نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی ممالک سے بھی لوگ علاج کے لیے اس اسپتال کو ترجیح دیتے ہیں اپنی مدد آپ کے اصولوں پر قائم اس اسپتال میں امیر وغریب کی کوئی تمیز نہیں۔ جتنی کیئر اور جانفشانی سے اعلیٰ کوالیفائیڈ ڈاکٹر امراٗ کا علاج کرتے ہیں اسی جانفشانی کے ساتھ غرباء کا بھی علاج کیا جاتا ہے۔ شوکت خانم اسپتال پاکستان کا واحد بڑا اسپتال ہے جہاں سیکڑوں مریض بہترین طبی سہولتوں اور علاج معالجے کے ساتھ اس موذی مرض سے نجات حاصل کرکے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔

صبح نو سے چار بجے تک کھلے رہنے والے اس بڑے اسپتال میں جہاں بہت سی قابل تعریف خوبیاں ہیں وہیں کچھ مسائل بھی ہیں۔ جن میں سب سے بڑا مسئلہ مریضوں کے لیے ٹوکن کا حصول اور ناگفتہ بہ حالات میں اپنی باری کا گھنٹوں انتظار کرنا شامل ہے۔ انتہائی نازک حالت میں بھی مریض صبح سے شام تک اپنی باری کے انتظار میں سولی پر لٹکے رہتے ہیں۔ اسپتال میں مریضوں کے رش اور اپنے معالج ڈاکٹر تک رسائی میں پریشانی ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔

شوکت خانم اسپتال کے بعد پنجاب میں انمول اسپتال لاہور، نشتر اسپتال ملتان اور بینو اسپتال بہاولپور اس مرض کے لیے اپنے فرائض بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ فوج کے زیر نگرانی اپنے فرائض سرانجام دینے والے بینو اسپتال بہاولپور کو گو وہ مقام حاصل نہیں جو شوکت خانم یا سر آغا خان اسپتال کراچی کو حاصل ہے۔ نا ہی اسے وہ بہترین سہولیات میسر ہیں جو اس مرض کو بہترین بنیادوں پر تشخیص کرکے آسان سے آسان تر اور سستے سے سستا علاج مہیا کرسکیں تاہم ہر سال کی کارکردگی ڈسپلن اور صفائی اپنی مثال آپ ہے۔

ڈائریکٹر شہاب فاطمی بینو اسپتال بہاولپور اس سلسلے میں بے حد تعریف کے مستحق ہیں کہ عرصہ تین سال میں انہوں نے اپنی ان تھک محنت اور ذاتی دلچسپی سے نا صرف اسپتال کی مقبولیت میں اضافہ کیا بلکہ یہاں آنے والے مریضوں کو بہتر سے بہتر علاج مہیا کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ کسی اداس دوشیزہ کی طرح خاموشی کی بکل مارے بہترین عمارت اور ماحول پر مبنی اس اسپتال کے اصول وضوابط سخت ضرور ہیں مگر یہاں آنے والے ہر مریض کو فوری توجہ اور ٹریٹمنٹ دی جاتی ہے۔ ٹوکن پرچے اور طویل انتظار جیسے کسی کوفت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ مختصر مگر بہترین اسٹاف کے ساتھ یہاں مریضوں کو زیادہ سے زیادہ راحت پرسکون ماحول اور طبی

سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ اسپتال کے ڈائریکٹر شہاب فاطمی کی گرفت مریضوں کو ٹریٹ کرنے والے عملے سے لے کر صفائی کرنے والے تک سخت ہوتی ہے۔ حال ہی میں انہوں نے دیہی وگھریلو خواتین میں تیزی سے بڑھتے ہوئے "بریسٹ کینسر" جیسے عالمی مسئلہ کے لیے موبائل کمپین کا آغاز بھی کردیا ہے جس کے ذریعے مختلف علاقوں میں خود پہنچ کر اسپتال کے بہترین ڈاکٹرز خواتین کو نہ صرف اس مرض سے آگاہ کرتے ہیں بلکہ اس موذی مرض کو ابتدائی سطح پر جانچ کر لوگوں کی زندگیاں بچانے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

موجودہ وقت میں تیزی سے بڑھتے ہوئے خواتین کے مسئلہ پر "بریسٹ کینسر آگہی مہم" میں خواتین کی آگہی کے لیے کچھ ضروری ہدایات جن پر بروقت توجہ سے آپ بہت سی مشکلات سے بچ سکتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

چھاتی کا سرطان کیا ہے؟

بعض اوقات چھاتی کے خلیہ معمول کی بجائے غیر معمولی طور پر زیادہ تیزی سے بڑھتے ہیں۔ یہ زائد خلیہ ایک گٹھلی کی صورت اختیار کرلیتے ہیں جو سرطان کہلاتا ہے۔

اعداد وشمار

☆ایک عالمی مسئلہ: چھاتی کا سرطان پانچ لاکھ انیس ہزار اموات۔

☆۱۹۹۶ء میں تین لاکھ ۶۷ ہزار خواتین چھاتی کے سرطان میں ہلاک ہوئیں۔

☆۲۰۰۵ء میں ایک سروے کے مطابق چھاتی کا سرطان دیگر سرطان کے مقابلہ میں سب سے زیادہ پاکستانی خواتین میں پایا گیا ہے۔

علامات کیا ہیں:۔

۱) چھاتی میں گٹھلی کی موجودگی۔

۲) چھاتی کے کسی بھی حصے کا سرخی مائل یا سوجن کا ہونا۔

۳) چھاتی کے سائز یا شکل میں کوئی تبدیلی۔

۴) نپل کا حساس ہونا یا اندر کی طرف ایک دم چلے جانا۔

۵) چھاتی میں یا نپل میں تکلیف ہونا جو ختم نا ہو۔

۶) نپل میں سے خون نکلنا۔

۲۰ سال کی عمر سے ہی خواتین کو خود سے باقاعدگی کے ساتھ معائنہ کرنا چاہیے۔ جب بھی حیض کا دورانیہ مکمل ہو یا ماہواری بند ہوگئی ہو تو ہر مہینہ کسی مخصوص دن خود سے چھاتی کا معائینہ کرے۔ مختلف پوزیشن میں کسی غیر معمولی تبدیلی کو دیکھا جائے کہ آپ کی چھاتی کے معمول کا سائز شکل ورنگ میں ہے اور یہ کہ وہ دیکھنے میں نارمل ہے اور اس پر کوئی سوجن نہیں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ اس کی جلد میں کسی قسم کا کوئی نشان یا پھٹی ہوئی جگہ تو نہیں ہے یا نپل میں سے کوئی مواد تو نہیں نکل رہا یا اس کی پوزیشن تو تبدیلی نہیں ہوگئی۔ اگر آپ ان میں کسی ایک تبدیلی کو محسوس کریں تو فوراً اپنے ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ وہ خواتین جو ۲۰ یا ۳۰ سال کی ہیں ان کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ طبی حوالے سے اپنی چھاتی کے معائنہ کو ترجیحی اعتبار سے ہر تین سال میں ڈاکٹر سے کروائیں جو خواتین ۴۰ یا اس سے زائد عمر کی ہیں وہ ہر سال ترجیحی اعتبار سے ڈاکٹری معائینہ کروائے یا میموگرافی سے معائینہ کروائے۔

میموگرافی:۔

میموگرافی ایک خصوصی طور پر چھاتی کا ایکسرے ہوتا ہے جو ہلکی مقدار میں رائیڈیشن کو استعمال کرتے ہوئے سرطان کی شناخت کرتا ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ مرض باقاعدہ طور پر سامنے آئے ۴۰ سال کی عمر کے بعد ہر دو سال میں ایک میموگرام کی اسکریننگ ضرور کروالینی چاہیے۔

نازیہ کنول نازی